Digitized By eGangotri

مشتاق احمد وانی

حیات اور ادبی خدمات

مصنف

ڈاکٹر محمد حسین وانی

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

مشتاق احمد وانی
حیات اور ادبی خدمات

مصنف
ڈاکٹر محمد حسین وانی

ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی ۲

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

© جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ

MUSHTAQ AHMED WANI
HAYAAT AUR ADABI KHIDMAAT

By

Dr. MOHD HUSSAIN WANI
Thajiwara Achabal,Dist/Teh:Anantnag Kashmir(J&K)
Pin:192201(E-Mail:wanihussainurdu@gmail.com)
Mobile No:7006389316

Year of Edition: 2022
ISBN: 978-93-92496-90-5
₹ 450/-

نام کتاب	:	مشتاق احمد وانی: حیات اور ادبی خدمات
مصنف	:	ڈاکٹر محمد حسین وانی
سن اشاعت	:	۲۰۲۲ء
قیمت	:	۴۵۰ روپے
تعداد	:	۵۰۰
صفحات	:	۴۶۴
کمپوزنگ	:	افضل حسین بستوی
مطبع	:	روشان پرنٹرس، دہلی۔۶

Published by
EDUCATIONAL PUBLISHING HOUSE
H.o. D1/16, Ansari Road, Darya Ganj, New Delhi-110002 (INDIA)
B.o. 3191,Vakil Street, Kucha Pandit, Lal Kuan, Delhi-6 (INDIA)
Ph: 45678203, 45678286, 23216162, Mob. 9210346778
E-mail: info@ephbooks.com,ephindia@gmail.com
website: www.ephbooks.com

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

انتساب

اپنے والدین محترم عبدالخالق وانی
اور
محترمہ حاجرہ بانو کے نام
جن کی قربانیوں، محبتوں اور دعاؤں نے مجھے اس قابل بنایا کہ میں یہ
کتاب لکھ سکا
اور
اپنے اُن اساتذہ کے نام
جنھوں نے تعلیمی اور اخلاقی میدان میں میری رہنمائی کی۔

.....

ڈاکٹر محمد حسین وانی

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

تقسیم ابواب

☆	فکشن تنقیدیوں ہی پھلتی پھولتی رہے	پروفیسر اسلم جمشید پوری	6
☆	پیش لفظ		8
☆	باب اول:		
1	مشتاق احمد وانی: حیات وشخصیت		15
2	نام ونسب اور خاندان		20
3	آبائی وطن اور جائے پیدائش		24
4	تعلیم وتربیت		27
5	ملازمت		30
6	شادی		32
7	اولاد		34
8	حلیہ واخلاق		34
9	ادبی زندگی کا آغاز		37
10	دوست واحباب		39
11	ادبی مشاغل		41
12	سماجی خدمات		42
13	انعامات واعزازات		43
14	ادبی سرمایہ		46

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

☆	باب دوم:	
1	مشتاق احمد وانی بحیثیت افسانہ نگار	57
2	(الف) موضوعات	115
3	(ب) کردار نگاری	158
4	(ج) اسلوب نگاری	195
☆	باب سوم: مشتاق احمد وانی بحیثیت محقق ونقاد	239
☆	باب چہارم: مشتاق احمد وانی اور تعین قدر	379
☆	باب پنجم: مشتاق احمد وانی غیر مطبوعہ تصانیف کے آئینے میں	403
☆	اختتامیہ	440
☆	کتابیات	453
☆	رسائل وجرائد	459

☆☆☆

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

فکشن تنقیدیوں ہی پھلتی پھولتی رہے

اُردو افسانے کا معاصر منظر نامہ خاصا روشن ہے۔ اس منظر نامے میں ریاست جموں وکشمیر کا ایک ستارہ اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ چمک رہا ہے۔ مشتاق احمد وانی جموں وکشمیر کے ایک ایسے افسانہ نگار ہیں جن کے یہاں حقیقت، ملمع، تصنع اور کذب سے پاک ہے۔ وہ جو کچھ دیکھتے ہیں، اُسے اُسی طرح پیش کرنے کی کاوش کرتے ہیں۔ دوسری طرف اُن کے یہاں ادب کا کوئی بہت بڑا فلسفہ یا فارمولا نہیں ملتا۔ وہ ہیئت اور موضوع کے استعمال کے لیے بندھے ٹکے فارم سے بھی گریز کرتے ہیں۔ ان کے متعدد افسانے انسانی زندگی کی تلخ سچائیاں ہیں۔ واقعات کا تانا بانا کہانی کے مرکزی خیال کو منتشر نہیں کرتا بلکہ کردار، واقعہ، مرکزی خیال اور موضوع سب ایک دوسرے میں کچھ یوں ضم ہوتے ہیں کہ ایک دوسرے کی ضرورت بن جاتے ہیں اور اس طرح ایک اچھا افسانہ معرضِ وجود میں آتا ہے۔

''مشتاق احمد وانی: حیات اور ادبی خدمات'' ڈاکٹر محمد حسین وانی کی کتاب ہے۔ محمد حسین نے اپنی دانش مندی، فہم وفراست اور تنقیدی شعور سے کام لیتے ہوئے مشتاق احمد وانی کے افسانوں اور تحقیقی وتنقیدی مضامین کے تقریباً ہر پہلو کو واضح کرنے کی حتی المقدور کوشش کی ہے۔ نہ صرف ادب بلکہ محمد حسین نے مشتاق احمد وانی کی زندگی، مقصدِ حیات، دوست واحباب، ملازمت، خانگی زندگی وغیرہ کا بھی عمدگی سے جائزہ پیش کیا ہے۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

ڈاکٹر محمد حسین وانی سے اُمید کی جانی چاہیے کہ وہ تنقیدی حق پرستی کی مشکل راہ اپنا تو رہے ہیں مگر غیر جانبداری اور حق کی حمایت کر کے فن پارے سے اصل باہر لانے کا کام کریں گے۔ یہ اُن کی پہلی تحقیقی وتنقیدی کتاب ہے۔ ان شا اللہ یہ سلسلہ ہنوز جاری رہے اور ہماری فکشن تنقید کی صحت مند روایت یوں ہی پھلتی پھولتی رہے۔

جون ۲۰۲۱ء

پروفیسر اسلم جمشید پوری
صدر شعبۂ اُردو
چودھری چرن سنگھ یونیورسٹی، میرٹھ

.....

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

پیش لفظ

یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ ریاست جموں وکشمیر کو نہ صرف برصغیر بلکہ پورے عالم میں ایک منفرد مقام حاصل ہے۔ یہاں کے اونچے اونچے برف پوش پہاڑ، حسین وادیاں، قدرتی آبشار، سرسبز میدان، زعفران زار، رسیلے سیب، آبِ حیات جیسے چشمے، گھنے جنگل اور دیگر قدرتی مناظر دنیا بھر کے سیاحوں کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ انہی بے شمار نعمتوں کی وجہ سے اس ریاست کو پوری دنیا میں جنت بے نظیر، ایشیا کا دل، ہندوستان کا سوئزرلینڈ کہا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ریاست جموں وکشمیر ادبی اور ثقافتی اعتبار سے بھی کافی اہمیت کی حامل ہے۔ یہاں بہت ساری زبانیں بولی جاتی ہیں۔ کم وبیش ہر زبان میں یہاں کے ادباء وشعراء اپنی بہترین خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اردو، کشمیری، ہندی، ڈوگری، لداخی، پہاڑی، گوجری وغیرہ میں مروجہ اصنافِ ادب پھل پھول رہی ہیں۔ صدیوں سے یہ سرزمین علم وادب کا گہوارہ رہی ہے جس کی مثالیں آج تک دنیائے ادب میں دی جاتی ہیں۔ جموں وکشمیر میں اردو زبان کے متعدد اعلیٰ پایہ ادیب وشاعر گزرے ہیں جن کے کارناموں کو نہ صرف ریاستی بلکہ ملکی سطح پر بھی سراہا گیا ہے۔ انہوں نے اردو زبان وادب کی آبیاری کرنے میں اپنا خونِ جگر صرف کیا ہے۔

ریاست جموں وکشمیر میں دورِ حاضر کے جن اردو ادیبوں کو بین الاقوامی سطح پر پذیرائی حاصل ہوئی ہے اُن میں ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کا نام بھی لیا جاتا ہے۔ آپ

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

بیک وقت ایک دیدہ ور نقاد، محقق، مُفکر اور منفرد کہانی کار کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔ آپ کے کارناموں کو نہ صرف ریاست میں بلکہ ملکی و بین الاقوامی سطح پر بھی پذیرائی حاصل ہو چکی ہے۔ آپ نے اردو ادب میں تحقیق، تنقید اور افسانوی ادب پر اپنے قلم سے ایسے موتی بکھیرے ہیں جس کی وجہ سے آپ کا یہ ادبی سرمایہ آنے والی نسلوں کے لئے مثلِ آفتاب بن جائے گا اور ادب میں قدم رکھنے والے نئے قلم کاروں کے فکر و فن کو جلا ملے گی۔ آپ کی توجہ سے بہت سا ادبی سرمایہ ایک نئی آب و تاب کے ساتھ سامنے آیا ہے جو آنے والی نسلوں کے لئے فکر و تحقیق کا سامان فراہم کرے گا۔ آپ ایک ہمہ جہت اور پُر وقار شخصیت کے مالک ہیں۔ اردو ادب سے متعلق آپ کی ڈیڑھ درجن سے زائد کتابیں ضبطِ تحریر میں آ چکی ہیں۔

مشتاق احمد وانی ہماری ریاست جموں و کشمیر میں اکیسویں صدی کے پہلے اسکالر ہیں جنہیں اردو ادب میں ڈی۔ لٹ ہونے کا اعزاز حاصل ہے اور علمی و ادبی حلقوں میں اُن کی تخلیقات کو بڑی قدر کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔ وہ ایک زرخیز ذہن رکھتے ہیں اور نہایت ذوق و شوق سے اُردو ادب کی مختلف اصناف میں اپنی کارسازی کے جوہر دکھاتے ہوئے تحقیق، تنقید اور افسانہ نگاری میں نمایاں خدمات انجام دے رہے ہیں۔ وہ اپنے لوح و قلم سے ان اصنافِ ادب کی خوب آبیاری کر رہے ہیں۔ ان کا شمار ریاست جموں و کشمیر کے اُن ادیبوں میں ہوتا ہے جنھوں نے اپنی تحقیقی، تنقیدی اور تخلیقی صلاحیتوں کے ذریعے اُردو ادب کی دُنیا میں جموں و کشمیر کا نام روشن کیا ہے، لیکن اس کے برعکس کئی برسوں تک انہیں وہ مقام و مرتبہ نہیں ملا جس کے وہ حقدار تھے۔ یہی امر میری دلچسپی کا باعث بنا اور بہت پہلے میں نے یہ مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ میں ان پر کتاب لکھوں۔ چنانچہ کئی برسوں کی محنت کے بعد میں نے ''مشتاق احمد وانی: حیات اور ادبی خدمات'' کے عنوان سے یہ کتاب مکمل کی۔ اس کتاب کو لکھنے کی ایک اہم وجہ یہ بھی ہے کہ ڈاکٹر مشتاق احمد وانی صاحب سے

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

میرے بہت قریبی مراسم ہیں۔ میں اُن کو تقریباً پچھلے دس بارہ برسوں سے جانتا ہوں اور اُن کی ادبی سرگرمیوں سے بھی واقف ہوں۔ وہ ایک وسیع المشرب انسان اور لائق و فائق اُستاد ہیں۔ وہ نہایت محنتی انسان ہیں۔ انھوں نے جس قدر اپنی ادبی چھاپ ذہنوں پر نقش کی ہے اُسی طرح اپنے اخلاق واطوار سے بھی دلوں کو مسخر کیا ہوا ہے۔ وہ ہر ایک کے ساتھ نہایت خلوص ومحبت سے پیش آتے ہیں۔ وہ ایک اہم فنکار ہونے کے ساتھ ساتھ ایک اچھے انسان بھی ہیں۔ لہٰذا اس کتاب کا لکھنا میرا اخلاقی فرض بھی تھا اور ادبی فریضہ بھی۔ میں نے اس تصنیف میں اس بات کی بھرپور کوشش کی ہے کہ مذکورہ موضوع کے ساتھ پورا پورا انصاف کیا جائے۔

مذکورہ کتاب پانچ ابواب پر مشتمل ہے۔ کتاب کا پہلا باب ''مشتاق احمد وانی: حیات وشخصیت'' کے عنوان سے درج ہے جس میں مشتاق احمد وانی کے نام و نسب اور خاندان، آبائی وطن اور جائے پیدائش، تعلیم وتربیت، ملازمت، شادی، اولاد، حلیہ و اخلاق، ادبی زندگی کا آغاز، دوست و احباب، ادبی مشاغل، سماجی خدمات، انعامات واعزازات کے ساتھ ساتھ اُن کے ادبی سرمایہ کا مختصر تعارفی خاکہ بھی پیش کیا گیا ہے۔

کتاب کا دوسرا باب ''مشتاق احمد وانی بحیثیت افسانہ نگار'' کے عنوان پر مبنی ہے۔ اس میں مشتاق احمد وانی کی افسانہ نگاری کا جائزہ، موضوعات، کردار اور اسلوب نگاری کے حوالے سے لیا گیا ہے۔ نیز اس باب میں ریاست جموں وکشمیر میں افسانہ نگاری کے حوالے سے بھی بات ہوئی ہے اور مشتاق احمد وانی کے پانچوں مطبوعہ افسانوی مجموعوں پر بھی مختصراً روشنی ڈالی گئی ہے۔

کتاب کا تیسرا باب ''مشتاق احمد وانی بحیثیت محقق ونقاد'' کی عکاسی کرتا ہے۔ اس باب میں مشتاق احمد وانی کی تحقیقی وتنقیدی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کی سعی کی گئی ہے۔ اُن کی جن تحقیقی وتنقیدی تصنیفات کے حوالے سے اس باب میں

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

بحث کی گئی ہے اُن میں ''تقسیم کے بعد اردو ناول میں تہذیبی بحران''، ''اردو ادب میں تانیثیت''۔ ''آئینہ در آئینہ''۔ ''اعتبار و معیار''۔ ''شعورِ بصیرت''۔ ''ترسیل و تفہیم''۔ ''تناظر و تفکّر'' اور ''نئی تنقیدی معنویت'' اہمیت کی حامل ہیں۔

کتاب کا چوتھا باب ''مشتاق احمد وانی اور تعین قدر'' کے عنوان پر مشتمل ہے۔ اس میں مشتاق احمد وانی کا مقام اور مرتبہ اردو ادب کے حوالے سے اور ان کے متعلق جو ممتاز ناقدین کی آرائیں ہیں، اس کی روشنی میں ان کے طرزِ نگارش کا جائزہ لیا گیا ہے۔ نیز اس میں مشتاق احمد وانی کی فنی تکنیک اور ان کی تخلیقات کا مُفصّل تحقیقی و تنقیدی تجزیہ پیش کرنے کی سعی کی گئی ہے۔

کتاب کا پانچواں باب ''مشتاق احمد وانی غیر مطبوعہ تصانیف کے آئینے میں'' پر مبنی ہے۔ اس باب میں مشتاق احمد وانی کی غیر مطبوعہ تصانیف کے حوالے سے ان کے فن پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس سلسلے میں ان کی جن غیر مطبوعہ تصانیف کا تجزیہ کیا گیا ہے اُن میں ''تنقیدی فکر و فن''، ''کہکشان خیال''۔ ''زبان و بیان'' ان کا چھٹا افسانوی مجموعہ ''آج میں کل تُو'' اور ان کی خودنوشت سوانح عمری ''خارستان کا مسافر'' بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔

کتاب کا آخری حصّہ ''اختتامیہ'' پر مشتمل ہے جس میں سارے تحقیقی کام کا نچوڑ اور خلاصہ پیش کیا گیا ہے۔ اس کے بعد آخر میں کتابیات اور رسائل و جرائد کی فہرست دی گئی ہے۔ اس کتاب کی تیاری میں ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کی کُتب پر خصوصی توجہ دی گئی ہے۔ اس کے علاوہ بہت سی کُتب کا مطالعہ کر کے ''مشتاق احمد وانی: حیات اور ادبی خدمات'' جیسے اہم موضوع کا احاطہ کرنے کی سعی کی گئی ہے۔

میں اس کتاب کی تکمیل کے سلسلے میں سب سے پہلے اللہ عزّ وجل کا لاکھ لاکھ شکریہ بجالاتا ہوں کہ جس نے مجھے تندرستی جیسی عظیم نعمت عطا کی اور میں یہ کتاب لکھنے میں کامیاب ہوا۔ اللہ عزّ وجل کا فضل و کرم شامل حال تھا ہی کہ کرم پہ ایک اور

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

کرم یہ عنایت کر گیا جس کو میں اپنی خوش نصیبی سے تعبیر کرتا ہوں وہ یہ کہ مجھے ہمیشہ قابل اور شفیق اساتذہ کی رہنمائی میسر رہی۔ جنھوں نے میرے اس کام کی نوک پلک سنوار کر اسے پیش کرنے کے قابل بنایا۔ میں ریاست و بیرون ریاست کے اپنے مشفق و مہربان اساتذہ پروفیسر فہمیدہ منصوری، پروفیسر قدوس جاوید، پروفیسر بشیر احمد نحوی، پروفیسر نازنین منصوری، پروفیسر عارفہ بشرا، ڈاکٹر مشتاق حیدر، ڈاکٹر الطاف انجم، ڈاکٹر عرفان عارف وغیرہ کا سپاس گزار ہوں جنھوں نے قدم قدم پر میری رہنمائی کی، وقتاً فوقتاً مفید علمی مشوروں سے نوازا اور میرے اندر تحصیلِ علم کا ذوق پیدا کیا۔ اس کے لئے میں ان سب کا نہایت خلوص اور دل کی گہرائیوں سے صد ہا شکر گزار ہوں۔

اس کتاب کی تکمیل کے سلسلے میں مجھے کئی بار ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کی خدمت میں حاضر ہونا پڑا۔ انہوں نے بڑی شفقت و محبت کا معاملہ فرماتے ہوئے اپنی تمام تر مصروفیات کو ترک کرتے ہوئے میرے لئے اپنا قیمتی وقت نکالا جس سے موضوع کی تفہیم اور اس کتاب کی تکمیل میں بڑی مدد ملی۔ اس کے لئے میں خصوصی طور پر اُن کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔

اس کتاب کی تکمیل میں جن قابل ذکر ادیبوں کی تصانیف سے میں نے بالواسطہ یا بلاواسطہ استفادہ کیا ہے ان کے نام کتابیات کے ذیل میں درج ہیں اور حوالہ جات میں بھی اُن کے نام دیئے گئے ہیں۔ اس استفادے کے لئے میں جملہ مصنفین کا شکر گزار ہوں۔ کتاب کے آغاز سے اختتام تک مواد کی فراہمی کے تعلق سے میں نے کشمیر یونیورسٹی سرینگر، جموں یونیورسٹی جموں اور جموں و کشمیر اکیڈمی آف آرٹ کلچر اینڈ لینگویجز کی لائبریریوں سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔ میں ان مذکورہ کُتب خانوں اور ان کے منتظمین کا بے حد ممنون و مشکور ہوں۔

میں اپنے والدین محترم عبدالخالق وانی صاحب اور محترمہ حاجرہ بانو کا

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

نہایت ہی مشکور وممنون ہوں کہ جنہوں نے میری پیدائش سے اب تک نہ جانے کتنے دُکھ میری خاطر برداشت کئے۔ میری تعلیم کی خاطر انہوں نے تمام مشکلات کو خوشی خوشی گلے لگایا۔ ان کی قربانیوں کو میں لفظوں کے ذریعے بیان نہیں کرسکتا۔ اس کے بدلے میں یہی کہہ سکتا ہوں کہ میری زندگی کا ایک ایک لمحہ اور میری اس کتاب کا ایک ایک لفظ میرے والدین کی نیک دُعاؤں اور نیک خواہشات کا ہی نتیجہ ہے۔ میں دُعا گو ہوں کہ اللہ عزّ وجل انہیں صحت وسلامتی اور خوشی کے ساتھ تاعمر میرے سر پر ان کا سایہ قائم رکھے اور مجھے اولادِ صالح بنا کر ان کی خدمت میں زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

میں اپنی شفیق بہنوں رومی، رفعت، مسرت اور طبو خالق اور عزیز بھائیوں سبزار احمد وانی، فیاض احمد وانی اور عاکف حسین وانی کا بھی تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ ان کی محبت، شفقت اور حوصلہ افزائی میری زندگی کی نایاب دولت ہے جو قوت بن کر ہمیشہ میرے ساتھ رہتی ہے۔ ان کی فراخ دلی اور حوصلہ افزائی کے بغیر یہ کام ہرگز مکمل نہیں ہوسکتا تھا۔ انہوں نے گھر کی ساری ذمہ داریاں احسن طریقے سے نبھا کر مجھے اس کتاب کی تکمیل کے لئے پوری طرح سے آزاد چھوڑ دیا۔ اس کے ساتھ ہی میں اپنے دونوں بھانجوں امان لطیف اور نعمان منظور اور دونوں بھانجیوں حیا اور فاطمہ اور اپنی پیاری بھتیجی حادقہ سبزار سے معذرت خواہ ہوں کہ تحقیقی مصروفیات کی وجہ سے ان کی زندگی کے ابتدائی برسوں میں مجھے ان کے ساتھ وقت گزارنے کا بہت کم موقع ملا۔

میں اپنے تمام مخلص دوستوں اور خیر خواہوں خصوصاً پیر سید ہلال صاحب، ڈاکٹر مشتاق احمد گنائی، ماسٹر اقبال صاحب، ماسٹر سبزار احمد گنائی، شاد سجاد، ڈاکٹر فاروق احمد وانی، ڈاکٹر توصیف مجید لون، ڈاکٹر محمد یاسین گنائی، ڈاکٹر توصیف احمد بٹ، عامر حسین گنائی، عارف مجید گنائی، عاشق حسین گنائی، طاہر احمد ڈار، ڈاکٹر

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

ریاض احمد میر، منظور احمد وانی، سجاد حسین ڈار، فدا حسین وانی، فردوس احمد میر وغیرہ کا نہایت ہی خلوص کے ساتھ شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے اس کتاب کی تکمیل کے دوران قدم قدم پر مجھے اپنے مفید مشوروں اور دُعاؤں سے نوازا۔ علاوہ ازیں اُن تمام رفقاء کا بھی احسان مند ہوں جن کا نام فرداً فرداً نہ لے سکا۔ ان سب کا وجود میرے لئے اپنوں سے کم نہیں۔

آخر میں عرض گزار ہوں کہ مشتاق احمد وانی کی شخصیت اور اُن کے کارناموں کا احاطہ کرنا اپنے آپ میں بڑا کارنامہ ہوسکتا ہے لیکن میری یہ حقیر سی کوشش ہے حق ادائی تو نہیں کہی جاسکتی کیونکہ یہ ایک ایسا موضوع ہے جس پر مدتوں لکھا جاتا رہے گا۔ میں نے اس کتاب کو سنجیدگی اور غیر جانبدارانہ تحقیقی وتنقیدی نقطہ نظر سے ترتیب دینے کی کوشش کی ہے، پھر بھی اس میں کئی خامیاں رہ گئی ہونگی۔ ادب سے شغف رکھنے والے بالغ النّظر قارئین پر اس کا فیصلہ چھوڑتا ہوں۔ اُمید ہے کہ وہ میری کم علمی کو ذہن میں رکھتے ہوئے میری اس پہلی حقیر سی کوشش میں شامل غلطیوں کو نظر انداز کر کے میری حوصلہ افزائی فرمائیں گے۔

☆☆☆

ڈاکٹر محمد حسین وانی

۱۱/ مئی ۲۰۲۱ء

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

(باب اول)

مشتاق احمد وانی:
حیات و شخصیت

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جب سے اس دنیا کا وجود ہوا ہے اس وقت سے لے کر اب تک اس میں نہ جانے کتنے باکمال ادیب وشاعر پیدا ہوئے ہونگے جنہوں نے اپنی تخلیقات سے اپنے اپنے ادب میں کارہائے نمایاں انجام دیے ہونگے، لیکن اس عالم آب و گل میں کئی باکمال ہستیاں تو بام عروج اور شہرت کی منزلیں طے کرنے میں کامیاب ہوگئیں تو کئی باکمال ہستیاں شہرت اور عروج کی منزل تک پہنچنے کے بعد زمانے کی ناقدری کا شکار ہو کر رہ گئیں۔ ان باکمال شخصیتوں میں بھی چند ایسے خوش نصیب تھے جو تاریخ میں اپنی جگہ رقم کرنے میں کامیاب ہوگئے اور شہرت دوام کے مالک بن گئے۔ لیکن بے شمار علمی وادبی ہستیاں ایسی بھی ہیں جو گمنامی کی نظر ہو کر رہ گئیں۔ لیکن ان کے فن پاروں پر جب تحقیق وتفتیش کی گئی تو وہ بھی تاریخ میں اپنی جگہ رقم کرنے میں کامیاب ہوگئیں۔ اس جہان فانی میں اگر دیکھا جائے تو آج بھی کئی باکمال ہستیاں ایسی ہیں جو بہترین کارنامے انجام دینے کے باوجود گمنامی کی زندگی بسر کر رہی ہیں، لیکن اگر ان کے کارناموں پر تحقیق وتفتیش کی جائے تو وہ بھی تاریخ میں اپنی جگہ رقم کرتے ہوئے حیات جاودانی حاصل کر سکتے ہیں۔

اگر اردو ادب کی بات کی جائے تو اس میں دہلی اور لکھنؤ کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ دونوں علم وادب کے اہم مراکز تو ہیں ہی لیکن بعض دوسری ریاستوں

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

نے بھی اردو ادب کی آبیاری کرنے میں اہم کارنامے انجام دیے ہیں۔اس کے علاوہ ان ریاستوں نے علم وادب کی خدمت کرنے والوں کی سرپرستی میں بھی ناقابل فراموش خدمات انجام دی ہیں۔ان ریاستوں میں ایک اہم نام جموں وکشمیر کا بھی ہے، جسے پورے عالم کی تہذیبی وسیاسی تاریخ میں وہ اہمیت حاصل ہے جو کسی تعارف کی محتاج نہیں۔اس ریاست کو ایران صغیر بھی کہا گیا ہے۔وہ اس لیے کہ جب ہندوستان پر ایران کے بادشاہوں کا اثر ورسوخ تھا تو اس وقت بھی اس ریاست کی عوام نے اپنی اعلیٰ ذہانت اور فہم وفراست کا لوہا منوایا تھا اور ایرانی زبان پر خاصا عبور حاصل کرلیا تھا۔

ریاست جموں وکشمیر ہندوستان کی ایک ایسی ریاست ہے جہاں پر اردو زبان کو سرکاری زبان کا درجہ حاصل ہے۔یہ ریاست تین بڑے خطوں پر مشتمل ہے۔جموں، کشمیر اور لداخ۔تینوں خطوں کی مادری زبان الگ الگ ہے۔جموں والوں کی مادری زبان ڈوگری ہے، کشمیریوں کی مادری زبان کشمیری ہے جبکہ لداخیوں کی مادری زبان لداخی ہے۔اس کے علاوہ بھی بہت ساری زبانیں اس ریاست کے تینوں خطوں میں بولی جاتی ہیں جن میں گوجری، پہاڑی، بلتی، پستو، تبتی وغیرہ اہم ہیں۔لیکن اردو اس ریاست کی ایک ایسی زبان ہے جو ان تینوں خطوں کے لوگوں کو آپس میں ملاتی ہے اور تینوں خطوں میں رابطے کی زبان کا درجہ رکھتی ہے۔

قدرت نے اس ریاست کو گراں قدر نعمتوں سے نوازا ہے۔یہ قدرتی حسن کی وجہ سے پوری دنیا میں ایک منفرد جغرافیائی مقام رکھتی ہے اور اپنے قدرتی حسن کی وجہ سے ہی پوری دنیا کے سیاحوں کو اپنی طرف متوجہ کرتی ہے۔یہاں کے اونچے اونچے پہاڑ، خوبصورت آبشار، حسین وادیاں، پانی کے چشمے اور چھوٹی بڑی جھیلیں وغیرہ قدرتی حسن اور خوبصورتی میں اپنی مثال آپ ہیں۔اسی خوبصورتی کی وجہ سے اس ریاست کو جنتِ بے نظیر کہا جاتا ہے۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

ریاست جموں وکشمیر قدرتی طور پر حسین وخوبصورت ہونے کے علاوہ شعروادب اور علم وفن میں کافی شہرت ومقبولیت حاصل کرچکی ہے۔قدرت نے جہاں اس ریاست کو بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے تو وہیں اس ریاست نے متعدد اعلیٰ پائے کے ادیب اور شاعر بھی پیدا کئے ہیں، جن کے کارناموں کو نہ صرف ریاستی اور ملکی بلکہ بین الاقوامی سطح پر بھی کافی سراہا گیا ہے۔اردو ادب کے درخشاں ستاروں میں ڈاکٹر علامہ اقبالؔ، پروفیسر عبدالقادر سروری، چراغ حسن حسرت، قدرت اللہ شہاب، چکبست، پنڈت دیاشنکر نسیمؔ، پنڈت رتن ناتھ سرشارؔ وغیرہ کا تعلق کسی نہ کسی طرح اسی ریاست کی سرزمین سے رہا ہے۔ مجھے اس بات پر فخر محسوس ہوتا ہے کہ تخلیقی ادب کے حوالے سے یہاں کی سرزمین ڈاکٹر علامہ اقبالؔ کے ایک شعر کے اس مصرع کے مصداق ہے۔ع

ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی

ابتدا سے عصر حاضر تک اردو ادب کی ترویج واشاعت جموں وکشمیر کے قلم کاروں نے اپنے خونِ جگر سے کی ہے۔اس لحاظ سے یہاں کے قلم کاروں کی ایک پوری کھیپ یا یوں سمجھیں کہ پوری کہکشاں موجود ہے۔اسی ریاست میں ایک ضلع ڈوڈہ ہے جس کا شمار اُن پہاڑی علاقوں میں ہوتا ہے جو ہر طرف فلک بوس پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے اور ابتدا سے ہی قابل دید اور مناظر فطرت کا گہوارہ رہا ہے۔اس ضلع سے ایسے دانشور، ادیب اور شاعر پیدا ہوئے ہیں جنہوں نے اپنی تخلیقات سے اس ضلع کی شان وشوکت میں چار چاند لگا دیے ہیں۔اسی سرزمین سے بین الاقوامی شہرت کے حامل ادیب، نقاد، محقق، مفکر، مبصر اور منفرد افسانہ نگار ڈاکٹر مشتاق احمد وانی پیدا ہوئے، جو اردو ادب میں نمایاں اہمیت کے حامل ہیں۔ ضلع ڈوڈہ کے اُفقِ ادب پر مشتاق احمد وانی ایک ایسے درخشاں ستارے کی مانند ہیں جو اپنی تابانی سے عالم ادب کو منور کر رہے ہیں۔ پانچ افسانوی مجموعوں اور آٹھ تحقیقی وتنقیدی

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

تصانیف کی بدولت وہ دور حاضر میں اردو کی ادبی دنیا میں ایک اہم ادیب کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔ آیئے اب ہم ان کی حیات و شخصیت کے نمایاں اور اہم پہلوؤں سے واقفیت حاصل کریں جن سے گزر کر وہ اس مقام و مرتبے تک پہنچنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔

☆☆☆

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

نام ونسب اور خاندان

ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کے جدامجد صدیوں سے کشمیر میں آباد تھے۔اُن کے آباواجداد کا تعلق کشمیر کے ایک پُر رونق ضلع اننت ناگ سے تھا۔آج سے تقریباً دوسو پچاس (۲۵۰) سال قبل ان کے خاندان سے محمد عاصم وانی نام کے شخص نے تجارت کے سلسلے میں اننت ناگ سے ہجرت کر کے علاقہ مرمت گاؤں بہوتہ (سروال) تحصیل وضلع ڈوڈہ میں سکونت اختیار کی۔(اب مرمت تحصیل ہے) مشتاق احمد وانی کا حسب ونسب محمد عاصم وانی سے ملتا ہے۔مشتاق احمد وانی اپنے آباواجداد کا تذکرہ کرتے ہوئے ایک انٹرویو میں فرماتے ہیں:

> ''میں شکر گزار ہوں اپنے خالہ زاد بھائی محمد سعید وانی ریٹائرڈ سب انسپکٹر آف پولیس کا کہ جس بھائی نے بڑی مشکلات کا سامنا کرنے کے بعد ضلع ڈوڈہ کے محافظ خانے سے ہمارے خاندان کا شجرہ نسب ریکارڈ کے مطابق ترتیب دیا۔اس شجرہ نسب میں یہ درج ہے کہ میرے آباواجداد کا تعلق سرنل نامی گاؤں تحصیل وضلع اننت ناگ (کشمیر) سے رہا ہے۔ ہمارے خاندان میں سے محمد عاصم وانی نام کا ایک شخص وہاں سے ہجرت کر کے گاؤں بہوتہ (سروال) مرمت میں سکونت پذیر ہوا تھا۔اُس کے پانچ بیٹے تھے،جن کے نام

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

عبدالخالق وانی، محمد اکبر وانی، محمد انور وانی، عبدالغفار وانی اور احمد وانی تھے۔ اُن میں سے محمد انور وانی کا ایک لڑکا تھا، جس کا نام عبدالوہاب وانی تھا۔ اُس کی دو بیویاں تھیں، پہلی بیوی کے بطن سے میرے دادا جی محترم محمد مرزا وانی، محمد منور وانی اور عبدالعزیز وانی پیدا ہوئے جبکہ دوسری بیوی سے ثناءاللہ وانی اور عمر دین وانی پیدا ہوئے تھے۔"

(ڈاکٹر مشتاق احمد وانی سے دورانِ گفتگو یہ معلومات حاصل ہوئی)

گویا مشتاق احمد وانی کے سگے دادا کا نام محمد مرزا وانی تھا جو ایک ہونہار، شہرت یافتہ، معتبر اور رعب دار تاجر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک شریف اور دیندار انسان بھی تھے۔ محمد مرزا وانی جو کہ پیشے کے لحاظ سے ایک تاجر تھے لیکن وہ دینی تعلیم کے ساتھ بھی خاصا شغف رکھتے تھے۔ محمد مرزا وانی کو اللہ عزوجل نے کئی نعمتوں سے نوازا تھا، سب سے بڑی نعمت جس سے اللہ تعالیٰ نے انہیں نوازا تھا وہ ان کی اولادیں تھیں۔ ان کے چھ بیٹے تھے، جن کے نام بہ ترتیب یہ ہیں۔ غلام محی الدّین وانی، محمد اسداللہ وانی، محمد انور وانی، غلام احمد وانی، عزیز الدّین وانی اور غلام رسول وانی۔ مشتاق احمد وانی کے والد کا نام محمد اسداللہ وانی ہے۔

محمد اسداللہ وانی کی دو بیویاں تھیں، پہلی بیوی جس کا نام مہتاب بیگم تھا اُن کے بطن سے پانچ لڑکے اور چار لڑکیاں پیدا ہوئیں جن کے نام بہ ترتیب یہ ہیں۔ نذیر احمد وانی، محمد ایوب وانی، شوکت علی وانی، مشتاق احمد وانی اور اشفاق احمد وانی۔ لڑکیوں میں ماہ ظہورہ بیگم، شمیم اختر، نسیمہ بیگم اور مشہودہ بیگم ہیں۔ جبکہ دوسری بیوی جن کا نام ہاجرہ بیگم ہے اُن کے بطن سے تین لڑکیاں پیدا ہوئیں، جن کے نام ارشادہ بیگم، زُبیدہ بیگم اور مدینہ بیگم ہیں۔

مشتاق احمد وانی کے والد محمد اسداللہ وانی ایک روشن دماغ انسان تھے وہ

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

ایک جرأت مند، شریف النفس، مستقل مزاج اور خوددار انسان دوست آدمی تھے۔ توہمات اور تعصّبات سے اُن کا دل پاک تھا۔ سچائی، خلوص، محبت اور حق گوئی کا جذبہ اُن میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ نمازی اور پرہیزگار شخصیت کے مالک تھے۔ روایتی طور پر تعلیم نہ حاصل کرنے کے باوجود وہ اپنی مقامی جامع مسجد میں امامت کے فرائض انجام دیتے تھے۔ اپنے والد کے بارے میں مشتاق احمد وانی ایک انٹرویو کے دوران فرماتے ہیں:

> ''میرے والد محترم نے کسی اسکول میں باضابطہ طور پر تعلیم حاصل نہیں کی تھی، لیکن وہ ذاتی طور پر ہمیشہ مطالعہ کرتے رہتے تھے۔ لگ بھگ چالیس سال تک اپنے گاؤں بہوتہ کی جامع مسجد میں امامت کے فرائض انجام دیے۔ ان کے علمی ذوق کا یہ عالم تھا کہ جب ان کے سگے اور چچیرے بھائی اسکول سے واپس گھر آتے تو ابّا جان اُن کے پاس بیٹھ کر حروف شناسی کی مشق کرتے اور اس طرح انہوں نے دھیرے دھیرے پڑھنا لکھنا سیکھ لیا تھا۔ بعد میں اپنے وقت کے قابل ترین استاد عبدالرّحمان اور روحانی مُرشد جناب پیر مُبارک شاہ صاحب سے قرآن مجید کی تعلیم بھی حاصل کی تھی۔'' (ڈاکٹر مشتاق احمد وانی سے دورانِ گفتگو یہ معلومات حاصل ہوئی)

محمد اسداللہ وانی ایک شفیق باپ تھے۔ اپنی تمام اولادوں سے بے انتہا محبت کرتے تھے ہر وقت انہیں حُسنِ اخلاق و آداب کی تعلیم دیتے تھے چنانچہ ایک باپ اپنے بچّوں کو اس سے زیادہ بہتر اور کوئی تحفہ دے ہی نہیں سکتا ہے۔ شادی کے بعد ہمیشہ ان کے دل و دماغ میں یہ دعا رہتی تھی کہ اللہ تعالیٰ انہیں صالح اولاد

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

عطا کرے تا کہ وہ ان کی عمدہ تربیت کرسکیں اوران کے ذریعے ایک تعلیم یافتہ نسل کو آگے بڑھایا جاسکے جوصدقہ جاریہ کا سبب بن جائے اوراس دنیا میں ہمارے نقوش اور ہمارے نام کو تابندہ رکھ سکے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس دعا کو شرف قبولیت عطا فرمایا۔ان کی مرادیں پوری ہوئیں،تمناؤں کے پھول کھل اٹھے۔اللہ تعالیٰ نے انہیں ذہین ومتین اولادیں عطا فرمائیں۔

مشتاق احمد وانی کی والدہ محترمہ مہتاب بیگم (مرحومہ) ایک شریف گھرانے کی چشم وچراغ تھیں۔وہ صوم وصلوٰۃ کی پابند اور مذہبی اعتقادات پر سختی سے کاربند رہتی تھیں۔ان کے حُسنِ سلوک سے اپنے تو اپنے پرائے بھی متاثر ہوتے تھے۔وہ نہایت ہی خلیق اور ملنسار ہونے کے علاوہ بڑی اعلیٰ ہمت اور ہونہار عورت تھیں۔اُنہوں نے اپنے شوہر کے ساتھ اولادوں کی پرورش میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی۔

مشتاق احمد وانی کے بڑے بھائی کا نام نذیر احمد وانی ہے اوروہ بحیثیت ڈائرکٹر محکمۂ باغبانی (Department of Horticulture) کشمیر ڈویژن سے سبکدوش ہوچکے ہیں۔دوسرے بھائی کا نام محمد ایوب وانی ہے جو اسٹیٹ فاریسٹ کارپوریشن میں فارسٹر کے عہدے سے سُبکدوش ہوچکے ہیں۔تیسرے بھائی کا نام شوکت علی وانی ہے جو محکمۂ مال میں بحیثیت نائب تحصیلدار سُبکدوش ہوچکے ہیں۔ جبکہ چوتھے بھائی کا نام اشفاق احمد وانی ہے جو مشتاق احمد وانی سے چھوٹے ہیں اور محکمۂ تعمیرات میں بحیثیت جونیئر انجینئر اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں۔مشتاق احمد وانی کی تمام بہنیں اپنے اپنے گھروں میں خوش حال زندگی گزار رہی ہیں جن میں سے ایک بہن کی شادی جموں یونیورسٹی کے شعبۂ اردو کے پروفیسر محمد اسداللہ وانی سے ہوئی ہے۔

مشتاق احمد وانی کے والدین کا انتقال ہوچکا ہے۔سب سے پہلے ان کے والد کا انتقال ۲۰۰۳ء میں ہوا۔اس کے بعد ان کی والدہ کا انتقال ۲۰۱۱ء میں ہوا جن کا

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

صدمہ مشتاق احمد وانی کو آج بھی ہے۔ اپنی ماں کی نصیحتوں اور تربیت کا ذکر کرتے ہوئے خود فرماتے ہیں:

''میری ماں اکثر مجھے ہمت اور لگن سے ہر نیک کام کرنے کی نصیحت فرماتی تھی۔ ہر بار وہ یہ کہتی رہتی تھی کہ بیٹا کوئی بھی مشکل کام جب محنت ولگن سے کیا جاتا ہے تو وہ آسان ہو جاتا ہے۔ یہ میری ماں کی نصیحتوں کا ہی اثر ہے کہ میں آج اس مقام پر کھڑا ہوں۔''

(ڈاکٹر مشتاق احمد وانی سے دورانِ گفتگو یہ معلومات حاصل ہوئی)

آبائی وطن اور جائے پیدائش

مشتاق احمد وانی کا آبائی وطن گاؤں بہوتہ، علاقہ مرمت، ضلع ڈوڈہ ریاست جموں وکشمیر ہے۔ ضلع ڈوڈہ ریاست جموں وکشمیر کا ایک خوبصورت علاقہ ہے۔ اس کا شمار اُن پہاڑی علاقوں میں ہوتا ہے جو ہر طرف فلک بوس پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے اور ازل سے ہی مناظر فطرت کا گہوارہ رہا ہے۔ اس علاقے میں بہت سارے ادیب ودانشور پیدا ہوئے، جنہوں نے اپنے کارناموں سے اس علاقے کی شان وشوکت کو بڑھایا ہے۔ مشتاق احمد وانی کا تعلق بھی اسی علاقے سے رہا ہے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر ارتضیٰ کریم اپنے ایک مضمون ''کہانیوں کا مشتاق: مشتاق احمد وانی'' میں لکھتے ہیں:

''ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کا آبائی وطن جموں وکشمیر (محلّہ: سروال، گاؤ: بہوتہ، ضلع: ڈوڈہ) ہے۔'' (''کہانیوں کا مشتاق: مشتاق احمد وانی'' از ڈاکٹر ارتضیٰ کریم، مشمولہ ''میٹھا زہر'' صفحہ۔۲۱)

مشتاق احمد وانی کی تاریخ پیدائش سے متعلق اختلاف پایا جاتا ہے۔ اسکول

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

ریکارڈ کے مطابق اُن کی تاریخ پیدائش ۳/مارچ ۱۹۶۰ء درج کی گئی ہے جو کہ ان کی صحیح تاریخ پیدائش نہیں ہے۔اُن کی یہ غلط تاریخ پیدائش کئی جگہوں پر درج ہوئی ہے۔ ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی نے بھی ان کی یہی تاریخ پیدائش لکھی ہے۔وہ لکھتے ہیں:

''ڈاکٹر مشتاق احمد وانی ۳/مارچ ۱۹۶۰ء کو محلّہ سروال، گاؤں بہوتہ،علاقہ مرمت،تحصیل وضلع ڈوڈہ، ریاست جموں وکشمیر میں پیدا ہوئے۔'' (ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی، مشمولہ ''اردو ادب میں تانیثیت'' صفحہ سرورق)

ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی نے بھی اُن کی یہی تاریخ پیدائش رقم کی ہے۔وہ لکھتے ہیں:

''ڈاکٹر مشتاق احمد وانی اردو تحقیق،تنقید اور افسانہ نگاری میں ایک اہم نام ہے،آپ کا جنم ۳/مارچ ۱۹۶۰ء کو محلّہ سروال،گاؤں بہوتہ،تحصیل وضلع ڈوڈہ ،ریاست جموں و کشمیر میں ہوا۔''

(ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی،مشمولہ ''آئینہ در آئینہ'' صفحہ۔سرورق)

ریاست جموں وکشمیر کے مشہور ومعروف افسانہ نگار نور شاہ اپنی کتاب میں مشتاق احمد وانی کی تاریخ پیدائش کے متعلق کچھ اس طرح رقمطراز ہیں:

''ڈاکٹر مشتاق احمد وانی ریاست جموں وکشمیر کے ضلع ڈوڈہ کے ایک دُور افتادہ گاؤں بہوتہ مرمت میں ۳ مارچ ۱۹۶۰ء کو پیدا ہوئے۔'' (نور شاہ،''جموں وکشمیر کے اردو افسانہ نگار'' صفحہ۔۱۷۲)

مشتاق احمد وانی کی تاریخ ولادت اسکول ریکارڈ اور دیگر جگہوں پر جو درج ہوئی ہے وہ صحیح نہیں ہے،جبکہ اُن کی صحیح تاریخ پیدائش ۳/مارچ ۱۹۶۳ء ہے،جس کی وضاحت انہوں نے اپنی غیر مطبوعہ سوانح عمری ''خارستان کا مسافر'' میں اس طرح کی ہے:

''میری اصل تاریخ پیدائش بقول میری والدہ محترمہ کے

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

۳ مارچ ۱۹۶۳ء ہے، لیکن اسکول ریکارڈ میں غلطی سے
۳ مارچ ۱۹۶۰ء لکھی گئی ہے۔ اس غلط اندراج کا دُکھ آخر
وقت تک رہے گا۔''

(ڈاکٹر مشتاق احمد وانی ''خارستان کا مسافر'' غیر مطبوعہ سوانح عمری۔ صفحہ۔۱)

درج بالا اقتباسات سے یہ کہنا مشکل نہیں ہے کہ اردو کے دیگر ادیبوں کی طرح مشتاق احمد وانی کی تاریخ پیدائش کا اندراج اسکول ریکارڈ میں غلط ہوا ہے کیونکہ وہ بذات خود اپنی تاریخ پیدائش کے حوالے سے ایسا کہتے ہیں۔ ان کی صحیح تاریخ پیدائش ۳ر مارچ ۱۹۶۳ء، محلّہ سروال، گاؤں بہوتہ، علاقہ مرمت، تحصیل و ضلع ڈوڈہ، ریاست جموں و کشمیر ہے۔ جو ان کی صحیح تاریخ پیدائش اور جائے پیدائش ہے۔

مشتاق احمد وانی نے اپنے بچپن، جوانی اور ملازمت کا کچھ حصہ مرمت میں گزارا لیکن اس کے بعد ان کے والد محترم محمد اسداللہ وانی (مرحوم) مرمت جیسے دُور افتادہ علاقے میں درپیش چند سماجی، سیاسی، اقتصادی اور تعلیمی مسائل کے سبب ۱۹۷۲ء میں اپنے مادر وطن (مرمت) کو خیر باد کہنے پر مجبور ہوئے اور ضلع ادھم پور، تحصیل چینی کے ایک تاریخی مقام مانتلائی میں سکونت پذیر ہوئے۔ اس طرح مشتاق احمد وانی کے عہدِ طفلی اور عہدِ شباب کا کچھ عرصہ مرمت اور کچھ عرصہ مانتلائی میں گزرا، لیکن مشتاق احمد وانی اپنے بچپن کی یادوں کو کبھی بھلا نہیں پائے کیونکہ انسان کا یہ ایک فطری عمل ہے کہ وہ جہاں پیدا ہوتا ہے اور جہاں پر اپنی زندگی کے ابتدائی ایام گزارتا ہے تو وہاں کی یادوں کو بھلانا مشکل ہوتا ہے اور وہ یادیں ہمیشہ اس کا پیچھا کرتی رہتی ہیں۔

مشتاق احمد وانی کا بچپن انتہائی مفلسی اور تنگ دستی میں گزرا ہے۔ تنگ دستی اور مفلسی بھی اتنی کہ پیٹ بھر کھانا میسر نہ ہوتا تھا۔ بچپن میں ہی اُن کی والدہ نے اُنہیں محنت اور جفاکشی کی تعلیم دی تھی، جس کی وجہ سے مشتاق احمد وانی بچپن ہی سے

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

ایک محنتی انسان بننے لگے اور اپنے گھر کے بہت سارے کام سنبھالنے لگے۔ جنگل سے لکڑیاں لانا، بھیڑ بکریاں چرانا وغیرہ جیسے کام بھی کرتے تھے۔ اس طرح اُن کے بچپن کا زمانہ مصیبتوں اور مشکلوں میں گزرا۔ اپنے بچپن کے حالات پر روشنی ڈالتے ہوئے انہوں نے لکھا ہے:

> ''جب میں اپنے بچپن، لڑکپن اور جوانی کے ابتدائی اور گذشتہ ایام پر دھیان دیتا ہوں تو کئی تلخ یادیں ذہن پہ دستک دینے لگتی ہیں۔ میرا بچپن انتہائی مُفلسی میں گُزرا ہے۔ مُفلسی اتنی تھی کہ پیٹ بھر کر کھانا میسّر نہیں تھا۔ سال میں ایک بار عید کے دن نئے کپڑے پہننے کو ملتے۔'' (ڈاکٹر مشتاق احمد وانی۔ ''خارستان کا مسافر'' غیر مطبوعہ سوانح عمری۔ صفحہ۔۴)

درج بالا باتوں سے اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے کہ مشتاق احمد وانی کا بچپن کیسے گزرا ہے۔ اردو کے کئی ادبا و شعرا ایسے گزرے ہیں جنہوں نے اپنی زندگی کا ابتدائی زمانہ مصیبتوں اور پریشانیوں میں گزارا ہے۔ لیکن انہوں نے محنت و ریاضت کی وجہ سے اردو کی ادبی دنیا میں اپنا نام روشن کیا۔ مشتاق احمد وانی بھی اردو کے دیگر ادیبوں کی طرح محنت و مشقت کر کے اس مقام کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں کہ آج مشتاق احمد وانی ریاست جموں و کشمیر میں اکیسویں صدی کے پہلے اسکالر ہیں جنہیں ڈاکٹر آف لٹریچر (ڈی۔لٹ) جیسا اعزاز حاصل کرنے کا شرف حاصل ہوا ہے۔

تعلیم و تربیت

ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کی ابتدائی تعلیم و تربیت میں اُن کی والدہ کا کافی ہاتھ رہا ہے۔ جیسا پہلے بھی ذکر کیا جا چکا ہے کہ اُن کی والدہ ایک شریف خاندان سے

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

تعلق رکھتی تھیں ،اس لیے اُنہوں نے اُن کی تعلیم وتربیت کی طرف خاص توجہ دی۔مشتاق احمد وانی نے ابتدائی تعلیم اپنے آبائی گاؤں کے سنٹرل اسکول بہوتہ سے حاصل کی۔وہ بہت خوشخط لکھتے تھے جس کی وجہ سے اُن کے اساتذہ ان کی تحریر دیکھ کر خوش ہوتے تھے۔وہ بچپن ہی سے بہت محنتی اور ذہین تھے اپنا زیادہ تر وقت تعلیم پر ہی صرف کرتے تھے۔لڑنا جھگڑنا وہ بالکل پسند نہیں کرتے تھے۔اپنی ابتدائی تعلیم کے بارے میں وہ لکھتے ہیں:

> ''میری ابتدائی تعلیم اپنے آبائی گاؤں بہوتہ (محلّہ چلوت) کے سنٹرل اسکول سے شروع ہوئی۔اپنے محلے کے عام لڑکوں کے ساتھ اسکول جاتا تھا۔اُس زمانے میں اساتذہ کرام بچّوں کی نفسیات سے کافی حد تک نابلد تھے،اس لیے بچّوں کی تعلیم وتربیت میں ڈنڈے کا زیادہ استعمال کرتے تھے۔مجھے سب سے زیادہ مارعلم ریاضی کے اُستاد سے پڑتی تھی۔منشی پریم چند کی طرح مجھے بھی حساب نہیں آتا تھا۔ البتہ خوشخط لکھتا تھا۔'' (ڈاکٹر مشتاق احمد وانی۔''خارستان کا مسافر''غیر مطبوعہ سوانح عمری۔صفحہ۔۴)

مشتاق احمد وانی نے چھٹی جماعت تک اپنے آبائی گاؤں کے اسکول میں ہی تعلیم حاصل کی۔اس کے بعد گورنمنٹ ہائی اسکول گوہا میں مزید تعلیم کے لیے داخلہ لیا اور ۱۹۸۰ء میں وہاں سے دسویں جماعت کا امتحان پاس کیا۔

مشتاق احمد وانی نے جب دسویں جماعت کا امتحان پاس کیا تو اُن کے اندر مزید تعلیم حاصل کرنے کا ذوق پیدا ہوا لیکن اُن کے والد اس حق میں نہیں تھے کہ وہ تعلیم جاری رکھیں۔اُس وقت اُن کے شفیق بہنوئی پروفیسر محمد اسداللہ وانی اور ہمدرد بہن شمیم اختر انہیں اپنے ہمراہ سرینگر لے گئے اور وہیں پر گورنمنٹ ہائر سکنڈری

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

اسکول جواہر نگر میں اُن کا داخلہ کرادیا۔انہوں نے مشتاق احمد وانی کو نہ صرف اپنے پاس سرینگر میں رکھا بلکہ اُن کے اخراجات بھی برداشت کیے۔۱۹۸۲ء میں انٹر میڈیٹ کا امتحان امتیازی نمبروں سے پاس کرکے واپس اپنے گھر لوٹ آئے۔۱۹۸۲ء میں انہیں گورنمنٹ ڈگری کالج بھدرواہ میں بارہویں جماعت میں داخلہ ملا۔۱۹۸۵ء میں اسی کالج سے بی اے کی ڈگری حاصل کی۔۱۹۸۶ء میں جموں یونیورسٹی کے شعبۂ اردو میں ایم اے کے لیے داخلہ لیااور ۱۹۸۸ء میں امتیازی نمبروں سے ایم اے کی ڈگری وہاں سے حاصل کی۔

مشتاق احمد وانی کو ۱۹۹۹ء میں جموں یونیورسٹی کی طرف سے ''تقسیم کے بعد اردو ناول میں تہذیبی بحران'' کے موضوع پر پی ایچ ڈی کی ڈگری ریاست جموں وکشمیر کے اُس وقت کے گورنر محترم عالی جناب گریش چندر سکسینہ کے ہاتھوں تفویض کی گئی۔۲۰۰۱ء میں نیٹ (NET) کا امتحان بھی پاس کیا اور ۲۰۰۳ء میں بی۔ایڈ (B.Ed) کی ڈگری جموں یونیورسٹی ہی سے حاصل کی۔ڈاکٹر خلیق انجم اُن کے بارے میں رقمطراز ہیں:

> ''مشتاق احمد وانی ضلع ڈوڈہ،صوبہ جموں کے ایک چھوٹے سے گاؤں بہوتہ میں پیدا ہوئے،اسی گاؤں کے سنٹرل اسکول میں انھیں داخل کردیا گیا۔اس اسکول سے ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد انھوں نے گورنمنٹ ہائی اسکول گوہا اور گورنمنٹ ڈگری کالج بھدرواہ میں تعلیم حاصل کی۔ایم اے، پی ایچ ڈی کی ڈگریاں جموں یونیورسیٹی سے حاصل کیں۔'' (''مشتاق احمد وانی: اُردو کا تازہ کار ادیب'' از ڈاکٹر خلیق انجم،مشمولہ ''اعتبار و معیار'' (تحقیقی وتنقیدی مضامین) صفحہ ۱۴ تا ۱۵)

ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کو ۲۰۱۲ء میں ڈاکٹر آف لٹریچر (ڈی لٹ) کی

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

اعزازی ڈگری ''اردو ادب میں تانیثیت'' Feminism in Urdu Literature کے موضوع پر روہیل کھنڈ یونیورسٹی بریلی (یوپی) سے محترم عالی جناب بی ایل جوشی، گورنر (یوپی) محترم عالی جناب محمد مزمل (وائس چانسلر) اور محترم عالی جناب نریندر یادو (پلاننگ کمشنر آف انڈیا) کے ہاتھوں تفویض کی گئی۔ یہ مشتاق احمد وانی کا تعلیمی میدان میں ایک ایسا کارنامہ ہے جس کی بدولت وہ ریاست جموں وکشمیر میں اکیسویں صدی کے پہلے اسکالر ہیں جنہیں اُردو میں ڈاکٹر آف لٹریچر (ڈی لٹ) ہونے کا شرف حاصل ہے۔

مشتاق احمد وانی کی تخلیقی تربیت ایک ایسے ماحول میں ہوئی جہاں پہ علم وادب کا خاص رجحان نہیں تھا لیکن انہوں نے اپنے ذاتی مطالعے کی بنا پر اردو شعر وادب سے کافی دلچسپی پیدا کی۔ یہی وجہ ہے کہ آج اردو ادب کی دنیا میں مشتاق احمد وانی کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

ملازمت

مشتاق احمد وانی نے جب ۱۹۸۵ء میں بی اے کی ڈگری حاصل کی تو اسی سال انہوں نے ڈوڈہ میں اساتذہ کی نامزدگی کے لئے بھی انٹرویو دیا اور تقریباً ڈیڑھ برس کے بعد جب سلیکشن لسٹ نکلی تو اُس میں اُن کا نام بھی تھا۔ اُس وقت وہ جموں یونیورسٹی کے شعبۂ اردو میں ایم۔اے کر رہے تھے اور تین سمسٹر پاس کر چکے تھے جبکہ چوتھے سمسٹر میں انہیں تعلیم کا شعبہ جوائن کرنا پڑا۔ اس طرح بعد میں انہوں نے ایم اے کورس کا چوتھا سمسٹر پرائیویٹ (Private) طور پر پاس کیا۔

مشتاق احمد وانی کو بچپن ہی سے ایک پولیس آفیسر بننے کا شوق تھا لیکن اُن کا یہ شوق پورا نہ ہوسکا کیونکہ اللہ عزّ وجل کو اُن سے کچھ اور ہی کام لینا منظور تھا جو وہ پولیس محکمے میں انجام نہ دے سکتے تھے۔ اس طرح ۲۴ جون ۱۹۸۷ء کو انہیں اپنے ہی

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

آبائی گاؤں بہوتہ کے مڈل اسکول میں بحیثیتِ مدرس تعینات کیا گیا جہاں پر وہ جون ۱۹۸۹ء تک تعلیمی خدمات انجام دیتے رہے۔اس کے بعد اُن کا تبادلہ بلند پور ہائی اسکول میں کر دیا گیا وہاں پر انھوں نے تقریباً دو سال تک کام کیا۔

۱۹۹۱ء کو مشتاق احمد وانی کا تبادلہ ضلع ڈوڈہ سے ضلع ادھم پور کر دیا گیا جہاں پر انہیں گورنمنٹ مڈل اسکول بپ زون چنہنی میں تعینات کیا گیا جہاں پر انہوں نے صرف ایک سال تک کام کیا۔اس کے بعد اُن کو عارضی طور پر مڈل اسکول بپ سے پرائمری اسکول ماشلائی میں ۱۹۹۲ء میں رکھا گیا وہاں پر چونکہ ہندی کے طلبا اردو کی بہ نسبت زیادہ تھے اس لیے انہیں ہندی سیکھنے کا شوق پیدا ہوا اور بہت جلد ہندی زبان پر قدرت حاصل ہوگئی۔

۱۴ر نومبر ۱۹۹۳ء کو مشتاق احمد وانی کا تبادلہ پرائمری اسکول لوتھڑ میں کیا گیا لیکن وہاں جانے کے بجائے انہوں نے گورنمنٹ مڈل اسکول بشٹ میں جوائن کرلیا جہاں پر وہ ۱۹۹۷ء تک بحیثیت مدرس تعلیمی خدمات انجام دیتے رہے۔جولائی ۱۹۹۷ء سے لے کر اپریل ۲۰۰۱ء تک گورنمنٹ ہائی اسکول سدھ مہادیو میں کام کرتے رہے۔۲۰۰۱ء میں ان کا تبادلہ دوبارہ گورنمنٹ مڈل اسکول بشٹ میں ہوا جہاں پر نو مہینے تک کام کرتے رہے۔اس کے بعد بی ایڈ کی ٹریننگ کے لیے جموں چلے گئے جہاں پر دسمبر ۲۰۰۲ء تک رہے۔۲۰۰۳ء میں اُن کا تبادلہ گورنمنٹ ہائی اسکول سدھ مہادیو میں کیا گیا جو اسی سال ہائی اسکول سے ہائر سکنڈری اسکول میں تبدیل ہوا تھا۔وہاں مشتاق احمد وانی مئی ۲۰۰۵ء تک دسویں، گیارہویں اور بارہویں جماعتوں کے طلبا کو پڑھاتے رہے۔

۲۰۰۵ء میں جب مشتاق احمد وانی کو ماسٹر گریڈ ملا تو اُنہیں دوبارہ گورنمنٹ ہائی اسکول بپ زون چنہنی میں تعینات کیا گیا اور اگست ۲۰۰۷ء تک اس اسکول سے بحیثیت ماسٹر منسلک رہے۔اگست ۲۰۰۷ء میں اُن کا تبادلہ گورنمنٹ ہائی اسکول دھناس

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

زون چنہنی میں ہوا جہاں پر وہ ۲۰ رفروری ۲۰۱۳ء تک اپنے فرائض انجام دیتے رہے۔ ۲۰ رفروری ۲۰۱۳ء کو اُن کا تبادلہ گورنمنٹ ہائی اسکول چک لارگن (بجالتا) زون گاندھی نگر (جموں) میں ہوا جہاں پر انہوں نے ۱۹ جون ۲۰۱۵ء تک کام کیا۔ اس کے بعد اُن کا تبادلہ گورنمنٹ ہائی اسکول کشن پور زون ڈنسال (جموں) میں ہوا جہاں پر انہوں نے دسمبر ۲۰۱۶ء تک درس وتدریس کے فرائض انجام دیئے۔ یہاں سے اُن کی زندگی کا قیمتی اور دیرینہ خواب شرمندۂ تعبیر ہوجاتا ہے، یعنی وہ بابا غلام شاہ بادشاہ یونیورسٹی راجوری میں بحیثیت اسسٹنٹ پروفیسر کے عہدے پر فائز ہوئے۔ یہ بات واضح رہے کہ اس پوسٹ کے لئے انہوں نے ایک طویل جدوجہد کی اور جموں کی عدالت عالیہ نے اُن کے حق میں فیصلہ سُنا کر اُنہیں انصاف دلایا۔

شادی

مشتاق احمد وانی کا علمی ذوق وشوق ایک طرف انہیں علمی میدان میں سیر کرنے اور علم کی لذت حاصل کرنے کے لیے للچا رہا تھا تو دوسری طرف والدین کی شفقت ومحبت انہیں شادی کے رشتہ میں باندھنا چاہتی تھی لہٰذا اس کشمکش کے دوران والدین کی بے پناہ شفقت ومحبت اُن کی تمام آرزوؤں اور اُن کے ذوق وشوق پر غالب آگئی اور وہ ازدواجی زندگی میں داخل ہوگئے۔ ۶ راکتوبر ۱۹۹۱ء کو اُن کی شادی تحصیل چنہنی قصبہ میں مُغلیہ خاندان کے ایک شریف، دیندار اور خوش اخلاق گھرانے میں ہوئی تب اُن کی عمر ۳۱ سال کی تھی۔ مشتاق احمد وانی کی شریکِ حیات کا نام راشدہ اختر ہے جو نہایت شریف النفس، بیدار مغز، دیندار اور سلیقہ شعار خاتون ہیں۔ انہوں نے اردو میں ایم اے کرنے کے علاوہ بی ایڈ بھی کیا ہے اور محکمۂ تعلیم میں سینئر لکچرر (اردو) کے فرائض انجام دے رہی ہیں۔ اُن کے والد محترم کا نام محمد اقبال مغل اور والدہ کا نام محمودہ بیگم ہے۔ دونوں انتہائی شریف، دیندار، ملنسار اور

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

نیک مزاج ہیں۔ راشدہ اختر کی چار بہنیں اور ایک بھائی ہے۔ سب سے بڑی بہن کا نام شبنم اختر ہے اُن سے چھوٹی خود راشدہ اختر ہے اُن سے چھوٹی سُمینہ اختر، اُن سے چھوٹی سعیدہ اختر اور سب سے چھوٹی نازیہ اختر ہے۔ بھائی کا نام محمد عارف ہے جو تین بڑی بہنوں سے چھوٹا ہے۔ شادی شدہ ہے اُس کی اہلیہ کا نام تسلیم بانو ہے۔ وہ اسکول ٹیچر ہے۔ محمد عارف تجارت کے پیشے سے مُنسلک ہے۔ راشدہ اختر کے والد صاحب محکمۂ مچھلی پالن میں انسپکٹر تھے۔ وہ ۱۱ جولائی ۲۰۱۸ء میں اللہ کو پیارے ہو گئے۔

زمانۂ قدیم سے یہ سنتے آرہے ہیں کہ تقریباً ہر ایک شخص کی کامیابی کے پیچھے عورت کا ہاتھ ہوتا ہے۔ مشتاق احمد وانی کی شخصیت کو سنوارنے اور نکھارنے میں اُن کی شریک حیات کا بہت اہم ہاتھ ہے۔ اُن کی بیگم (خوشی ہو یا غم) ہمیشہ اُن کا ساتھ دیتی ہیں اور ہر وقت نیک اور خلوص بھرے مشورے دیتی رہتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مشتاق احمد وانی کی زندگی بے شمار مصائب و آلام جھیلنے کے باوجود نہایت خوشگوار اور پُرسکون ہے۔ چونکہ انہیں چند منافقوں کی وجہ سے بہت زیادہ پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا لیکن اس کے باوجود اُن کی زندگی پُرسکون ہے۔ مشتاق احمد وانی کی زندگی میں اُن کی بیگم کی کیا اہمیت ہے اس کا اعتراف وہ کچھ یوں کرتے ہیں:

> ''میری ازدواجی زندگی کو سنوارنے اور نکھارنے میں میری شریک حیات (راشدہ اختر) کا کافی ہاتھ رہا ہے۔ اُس نے نہ صرف میری ازدواجی زندگی میں بہ فضل اللہ بہار لائی ہے بلکہ میری ادبی زندگی کو بھی بہار بنا دیا ہے۔ وہ ہر وقت مجھے اپنے نیک مشوروں سے نوازتی رہتی ہے۔ جب کبھی میں اس دنیا کی ستم ظریفیوں سے پریشان ہوتا ہوں تو وہی بہ فضل اللہ مجھے اُن پریشانیوں سے باہر نکلنے میں مدد کرتی ہے۔''

(ڈاکٹر مشتاق احمد وانی سے دورانِ گفتگو یہ معلومات حاصل ہوئی)

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

اولاد

مشتاق احمد وانی کی شریکِ حیات (راشدہ اختر) کے ہاں دو بچّوں کی ولادت ہوئی ہے۔ ۵ر ستمبر ۱۹۹۲ء کو ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام رضاء الرحمٰن ہے جو الیکٹریکل انجنیئر نگ کی ٹرینگ سے فارغ ہوا ہے۔ ماں باپ کی بہتر تربیت کا اثر اس میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔

۱۹۹۹ء میں اللہ عزّ وجل نے مشتاق احمد وانی کو ایک بیٹی سے نوازا جس کا نام صبا کریم رکھا گیا۔ اُس نے میٹرک کا امتحان امتیازی پوزیشن کے ساتھ پاس کیا ہے اور میڈیکل مضامین کے ساتھ بارہویں کلاس کا امتحان بھی پاس کر چکی ہے۔

حُلیہ و اخلاق

کسی بھی شخصیت کو جاننے یا پہچاننے کے لئے سب سے پہلے ہمارا سابقہ اُس کی ظاہری شخصیت سے پڑتا ہے اور جب کچھ آگے بڑھتے ہیں تو اُس کے اخلاق وکردار سے دوچار ہوتے ہیں اور آخر میں افکار ونظریات کا پتا چلتا ہے۔ ظاہری شخصیت سے ہماری مراد یہ ہے کہ کسی فرد کے وہ مخصوص طور وطریقے جو اُس کے بول چال، تحریر وتقریر، کھانے پینے، نشست وبرخاست اور ذوق وشوق سے تعلق رکھتے ہیں، جس کے ذریعے اُس کے ذہن اور اُس کی زندگی کی کتاب کو باآسانی پڑھا جاسکے۔ کہا جاتا ہے کسی انسان کی شخصیت کو جاننے کے لیے انسان کی ظاہری شکل وصورت پر پہلے نظر جاتی ہے بعد میں باطن سے سابقہ پڑتا ہے۔ کیونکہ کسی فرد کا ظاہری سراپا ہی اُس کی شخصیت کا نشیمن ہوتا ہے۔ سراپا پر نظر ڈالتے ہی اس بات کا علم ہوجاتا ہے کہ یہ شخص کس درجے کے کردار کا مالک ہے۔

مشتاق احمد وانی کا سراپا دراز قد، کتابی چہرہ، گندمی رنگ، چمکیلی آنکھیں، سڈول جسم اور ریشم نُما داڑھی کسی بھی ماحول میں ہوں، چاہے گھر میں ہوں، اسکول

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

میں ہوں، گاڑی میں ہوں، بازار میں ہوں یا کسی ادبی محفل میں ہوں بالکل ممتاز، نمایاں اور منفرد نظر آتے ہیں۔ ایسے لوگ بہت کم دکھائی دیتے ہیں۔ وہ ایک بااخلاق شخصیت کے مالک ہیں۔ داڑھی نہ زیادہ بڑی ہے اور نہ زیادہ چھوٹی، متناسب اعضا، قد تھوڑا لمبا، جسم تندرست، اکثر قمیض شلوار زیب تن کیے رہتے ہیں۔ لیکن جب ڈیوٹی پر یا ادبی محفل و مجلس میں شرکت کی غرض سے جاتے ہیں تو پینٹ شرٹ ہی پہنتے ہیں۔ سادہ لباس بہت پسند کرتے ہیں۔ مطالعہ کے دوران نظر کا چشمہ لگاتے ہیں۔ اُن کی گفتگو سے شائستگی اور سلیقہ مندی جھلکتی ہے۔ نہایت ہی ملائمیت اور نرم لہجے میں مسکراتے ہوئے بات کرتے ہیں۔ طبیعت نہایت ہی پُر مذاق ہے۔ لیکن متانت کو کبھی ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ جن اصحاب سے بے تکلف ہیں اُن سے بھی شائستہ گفتگو کرتے ہیں۔ اُن کی شخصیت میں بڑی جاذبیت اور کشش ہے۔ جو ایک بار اُن سے مل لیتا ہے تو اُن کا گرویدہ ہو جاتا ہے اور جنہوں نے صرف اُن کی تخلیقات کو پڑھا یا کہیں اُن کی تحریروں کو سنا ہے اُن کی تعریف کیے بغیر نہیں رہتے۔ اردو ادب کے بہت سارے شعراء و ادبا جنہوں نے اُن سے ملاقات کی یا اُن کی تحریر سے وابستہ ہیں ہمیشہ ان کی تعریف کرتے رہتے ہیں۔ مشہور افسانہ نگار جوگندر پال کی اُن سے کبھی ملاقات نہیں ہوئی لیکن اُن کی تخلیقات کے ذریعے ہی وہ انہیں اچھی طرح جانتے ہیں۔ وہ اُن کی شخصیت کے بارے میں ایک جگہ لکھتے ہیں:

> ''مشتاق احمد وانی سے میں کبھی مل نہیں پایا اور اُس کی چند ایک کہانیاں ہی میرے مطالعے میں آپائی ہیں، پھر بھی اُسے پڑھتے ہوئے مجھے ہر بار یہی معلوم ہوا کہ ایک جانے پہچانے نہایت نیک انسان کی رفاقت کے چند خوشگوار لمحات میسر آگئے ہیں۔'' (''مشتاق احمد وانی کو انسانی قدریں نہایت

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

عزیز ہیں'' از جوگندر پال، مشمولہ ''میٹھا زہر'' (افسانے) صفحہ۔۱۶)

مشتاق احمد وانی کی شخصیت بے حد متاثر کن شخصیت ہے۔ دوست احباب، رشتہ داروں، مہمانوں اور دیگر احباب کی قدر کرنے کا ہنر انہیں خوب آتا ہے۔ اُن کی مہمان نوازی قابل تعریف ہے۔ اُن کے چہرے سے ہر وقت معصومیت جھلکتی رہتی ہے۔ لیکن اس معصوم چہرے کے در پردہ ایک دردمند دل بھی ہے جو ہر وقت بلا لحاظ دوسروں کے لیے تڑپتا رہتا ہے۔

مشتاق حمدوانی کے مزاج میں سادگی، رواداری، خوش خلقی، شریف النفسی، خود اعتمادی، انسان دوستی و ہمدردی، بزرگوں کا احترام اور چھوٹوں سے شفقت وغیرہ تمام خوبیاں بدرجۂ اتم موجود نظر آتی ہیں۔ پریشانیوں وغموں کے باوجود ہمیشہ ہشاش بشاش دکھائی دیتے ہیں۔ اُن کے ماتھے پر کبھی کوئی شکن نہیں دکھائی دیتی اور نہ ہی لبوں پر کوئی شکایت ہوتی ہے۔ اُن کی فکر تعمیری ہوتی ہے وہ کسی کا برا نہیں سوچتے چاہے اُن کے ساتھ کسی نے غلط ہی کیوں نہ کیا ہو۔ اُن کی زبان سے سب کے لیے دعا ہی نکلتی ہے۔

مشتاق احمد وانی ہر ایک شخص کے ساتھ انکساری کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ اُن کی گفت وشنید کا طریقہ بھی قابل تعریف ہے۔ جب کسی سے گفتگو کرتے ہیں تو آخر میں دعاؤں سے رخصت کرتے ہیں۔ اُن کی ہنسی وظرافت میں ایک طرح کی انفرادیت اور شان پائی جاتی ہے۔ با اخلاق، مہذب اور خوش خلق انسان اور صوم وصلوٰۃ کے پابند ہیں۔ کبھی کسی سے سخت کلامی نہیں کرتے بلکہ ہمیشہ اپنے غصے پر قابو رکھتے ہیں۔ اُن کے غصے میں بھی پیار جھلکتا ہے۔ اُن کی شخصیت کے بارے میں ریاست جموں وکشمیر کے مشہور ومعروف افسانہ نگار دیپک بدکی رقمطراز ہیں:

''ڈاکٹر مشتاق احمد وانی خدا پرست اور صوم وصلوٰۃ کے پابند ہیں۔ انہیں اپنے دین سے بے حد لگاؤ ہے اور خدا کے

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

انصاف، رحم اور فیوض و برکات پر پورا بھروسہ ہے۔ اسلامی اقدار کے وہ دلدادہ ہیں اور اُن میں نجات کا وسیلہ ڈھونڈتے ہیں۔ انہیں ہم عصر زندگی کی بے راہ روی، قدروں کی پامالی، انفرادی بددیانتی اور اجتماعی تخریب کاری سے نفرت ہے۔ اس لیے اُن کے خلاف آواز اٹھاتے رہتے ہیں۔'' (''ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کی ''اندر کی باتیں''۔ از دیپک بُدکی، مشمولہ ''اندر کی باتیں'' (افسانے) صفحہ۔ ۷۶ تا ۷۷)

بہر حال مشتاق احمد وانی کے بارے میں مختصراً یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ ایک نمازی شخص ہیں اور ہمیشہ نیک کاموں میں دلچسپی لیتے ہیں۔ وہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کی قد و قامت، چال ڈھال، شکل وصورت وغیرہ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شخص کسی خاص مشن پر جا رہا ہے اور اپنے احساس ذمہ داری کے ساتھ اپنا فرض ادا کرنے جا رہا ہو مگر گھبراہٹ کے انداز سے نہیں بلکہ پُر وقار طریقہ سے اپنی منزل کی طرف گامزن ہے۔

ادبی زندگی کا آغاز

مشتاق احمد وانی کو علمی و ادبی کتابوں کے ساتھ ویسا ہی تعلق ہے جو ایک پیاسے انسان کو ٹھنڈے میٹھے پانی کے چشمے سے ہوتا ہے۔ اُن کے اندر مطالعہ کا شوق بچپن ہی سے تھا جس کی بدولت طالب علمی کے زمانے میں ہی انہوں نے بہت ساری کتابوں کا مطالعہ کیا ہے اور اسی شوق کی بدولت لکھنے میں بھی دلچسپی لینے لگے۔ چونکہ انہیں ابتدا ہی سے اردو ادب کے ساتھ گہری دلچسپی تھی اس لیے اپنی ادبی زندگی کا آغاز بھی انہوں نے اردو ہی سے کیا۔ بقول ڈاکٹر خلیق انجم:

''مشتاق احمد وانی کی ادبی زندگی کا باقاعدہ آغاز

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

''ہزاروں غم'' کے نام سے ۲۰۰۱ء میں شائع ہونے والے افسانوی مجموعے سے ہوا۔'' (''مشتاق احمد وانی: اُردو کا تازہ کار ادیب'' از ڈاکٹر خلیق انجم، مشمولہ ''اعتبار و معیار'' (تحقیقی و تنقیدی مضامین) صفحہ۔۱۴)

مشتاق احمد وانی نے اپنی ادبی زندگی کا آغاز شاعری سے کیا جب وہ گورنمنٹ ڈگری کالج بھدرواہ میں زیرِ تعلیم تھے۔ اس کے بعد اُن کی غزلیں رسائل و جرائد میں شائع ہوئیں لیکن اچھا استاد نہ ملنے کی وجہ سے شاعری سے کنارہ کشی اختیار کرلی اور پوری طرح افسانہ نگاری کے میدان میں داخل ہوئے۔

مشتاق احمد وانی کی ادبی زندگی کا باقاعدہ آغاز ۱۹۸۹ء سے ہوا جب اُن کی پہلی کہانی ''تڑپتے پنچھی'' مشہور و معروف رسالہ ''بھیانک جرائم'' میں شائع ہوئی۔ حالانکہ اس سے پہلے بھی ایک واقعہ ''احساسِ خطا'' ۱۹۸۸ء میں شائع ہو چکا تھا لیکن وہ ''تڑپتے پنچھی'' کو ہی اپنی ادبی زندگی کا آغاز مانتے ہیں۔ وہ خود اس تعلق سے کہتے ہیں:

''میں نے اپنی ادبی زندگی کا آغاز تو شاعری سے کیا تھا، لیکن بہت جلد اس سے کنارہ کشی اختیار کرنی پڑی۔ میری پہلی باضابطہ ادبی کاوش ''تڑپتے پنچھی'' کہانی ہے جو ۱۹۸۹ء میں ماہنامہ ''بھیانک جرائم'' دہلی سے شائع ہوئی۔ حالانکہ اس کہانی سے قبل ہی میرا ایک واقعہ ''احساسِ خطا'' کے نام سے اسی رسالے میں ۱۹۸۸ء میں شائع ہوا تھا۔ لیکن میں اپنی ادبی زندگی کا آغاز ''تڑپتے پنچھی'' کہانی کو ہی مانتا ہوں۔'' (دورانِ گفتگو)

''تڑپتے پنچھی'' کے بعد مشتاق احمد وانی نے کئی افسانے لکھے جن میں

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

''اجنبی دودل اجنبی، مکّار، تنہا پرندہ، شفاخانہ، گردش، میں سوچتا ہوں، حلق میں اٹکی چیخ، مستی، بندر سے الّو تک'' اور ''ہزاروں غم'' وغیرہ قابل ذکر افسانے ہیں۔ درج بالا افسانوں کو جمع کر کے ''ہزاروں غم'' کے عنوان سے افسانوی مجموعہ ۲۰۰۱ء میں منظر عام پر لایا۔ اُن کی افسانہ نگاری کے حوالے سے امین بنجارہ ایک مضمون میں لکھتے ہیں:

> ''گذشتہ صدی کی آخری دہائی میں اردو کے جن نئے لکھنے والوں نے مختلف اصنافِ سخن میں طبع آزمائی کر کے اپنی موجودگی کا احساس کرانے میں کامیاب کوشش کی ہے، اُن میں ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کا نام بھی شامل ہے۔'' (''پیش لفظ'' از امین بنجارا، مشمولہ ''ہزاروں غم'' (افسانے) صفحہ۔۹)

بہر حال مشتاق احمد وانی کے اندر ابتدا ہی سے تخلیق، تحقیق وتنقید کی جستجو کا جوہر پیدا ہو چکا تھا اور اس کے علاوہ دوست احباب کے علمی مباحثوں کی وجہ سے اُن کا ذوق وشوق اور نکھرتا چلا گیا جس کی وجہ سے وہ بیک وقت افسانہ، تحقیق اور تنقید میں کارہائے نمایاں انجام دے رہے ہیں۔ مشتاق احمد وانی کے ادبی سرمایہ کے حوالے سے آگے تفصیل سے بات کی جائے گی۔

دوست واحباب

مشتاق حمد وانی کا حلقۂ احباب بہت وسیع ہے۔ جس میں تقریباً ہر مذہب وملت، رنگ ونسل اور ہر طبقہ کے لوگ شامل ہیں۔ وہ کبھی بھی دوستوں میں اونچ نیچ، امیر وغریب کا فرق نہیں دیکھتے بلکہ انسان کا طرز عمل اور اُس کی سوچ کیسی ہے، یہ دیکھتے ہیں۔ اُن کو اپنے حلقۂ احباب میں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ دوستوں اور رفیقوں کی خبر گیری کرنا اور ان سے تبادلۂ خیال واظہار کرنا ان کا محبوب

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

ترین مشغلہ ہے۔ان کے دوستوں میں صرف وہی لوگ شامل ہیں جن سے ان کی ذہنی مطابقت ملتی ہے۔وہ تعلقات کو وسیع کرنے میں ہمیشہ احتیاط سے کام لیتے ہیں۔دوست کو پہچاننے میں بڑی مہارت رکھتے ہیں۔مشتاق احمد وانی ایک انسانی نباض کی طرح اپنے دوستوں سے ملتے ہیں۔

مشتاق احمد وانی دوستوں کے دوست مگر مخالفین اور دشمنوں کے بھی بدخواہ نہیں ہیں۔وہ ایک حسّاس شخص ہیں۔چونکہ ملازمت کے دوران کئی اسکولوں میں اپنے فرائض انجام دیتے رہے اس لیے ان کے دوست واحباب کی فہرست بہت لمبی ہے جو مختلف مکتبہ ہائے فکر سے تعلق رکھتے ہیں۔

مشتاق احمد وانی گذشتہ تیس برسوں سے اردو ادب کی خدمات انجام دے رہے ہیں لہٰذا ان کے زیادہ تر دوست و احباب اردو ادب سے ہی تعلق رکھتے ہیں۔مختلف ادبی اور سماجی اداروں سے وابستگی کے سبب ان کی ملاقاتیں ملک کے مشہور و معروف ہستیوں سے ہوتی رہتی ہیں اور اس وجہ سے ان کے دوست ملک بھر میں پھیلے ہوئے ہیں۔علاوہ ازیں کئی دہائیوں سے مختلف رسائل و جرائد میں ان کی کہانیاں اور مضامین شائع ہونے کی وجہ سے ان کی شہرت ہندوستان کے علاوہ دوسرے ممالک تک پھیل چکی ہے۔مشتاق احمد وانی اپنے دوست واحباب کے حلقہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

> ''میرے دوست واحباب کا حلقہ کافی وسیع ہوگیا ہے۔نہ صرف ہندوستان بلکہ پاکستان، بنگلہ دیش، جرمنی، امریکہ اور کنیڈا تک میرا حلقۂ احباب پھیلا ہوا ہے۔جہاں جہاں اردو پہنچی ہے اللہ عزوجل کے فضل وکرم سے مجھ ناچیز کا نام بھی مختلف رسائل وجرائد کی وساطت سے وہاں پہنچ گیا ہے۔'' (ڈاکٹر مشتاق احمد وانی، شخصی انٹرویو)

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

ناسپاسی ہوگی اگر یہاں پر ان احباب کا ذکر نہ کیا جائے جن کی بدولت مشتاق احمد وانی کے فن میں نکھار آیا اور جن کی بدولت انہوں نے الفاظ کو صحیح طور پر برتنے کا فن، اپنے احساسات، مشاہدات، تجربات، نظریات اور افکار و خیالات کو رقم کرنے کا سلیقہ سیکھا۔ اُن لوگوں میں محترم جناب پروفیسر گوپی چند نارنگ، پروفیسر حامدی کاشمیری، پروفیسر وہاب اشرفی، پروفیسر ظہور الدّین، پروفیسر عتیق اللہ، پروفیسر قاضی عبید الرّحمٰن ہاشمی، پروفیسر قدوس جاوید، مناظر عاشق ہرگانوی، پروفیسر ارتضٰی کریم، پروفیسر ابوالکلام قاسمی، پروفیسر شریف احمد قریشی اور پروفیسر علی احمد فاطمی وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ مشتاق احمد وانی کے آج بھی ان حضرات سے اچھے مراسم ہیں اور ان سے استفادہ بھی کرتے رہتے ہیں۔

بہر کیف مشتاق احمد وانی کا حلقۂ احباب کافی وسیع ہے جس میں روز بہ روز اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ ان کے دوستوں میں نور شاہ، امین بنجارا، جوگندر پال، مناظر عاشق ہرگانوی، دیپک بدکی، آنند لہر، زاہد مختار، خالد حسین، خالد کرار، مجیب شہزر، سلیم سالک، الطاف انجم، منصور حسین، شکیل احمد اعظمی، دلجیت ورما، صغیر افراہیم اور اسلم جمشید پوری وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

ادبی مشاغل

مشتاق احمد وانی کو بچپن ہی سے ادبی کاموں سے خاص لگاؤ رہا ہے جس کی وجہ سے علم و ادب سے ان کی رغبت روز بروز بڑھتی چلی گئی۔ وہ چونکہ ایک اسکول ماسٹر رہے ہیں اس لیے مختلف اسکولوں کی ادبی مجلسوں میں برابر شرکت کرتے رہتے تھے۔ اب جب کہ وہ بابا غلام شاہ بادشاہ یونیورسٹی میں اسسٹنٹ پروفیسر اُردو کی حیثیت سے اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں اس لیے ریاستی و ملکی سطح کی بہت ساری اُردو ادبی کانفرنسوں، ادبی مجلسوں اور سمیناروں میں شرکت کرتے رہتے

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

ہیں۔ وہ اپنی نگارشات سے محفل میں جان ڈال دیتے ہیں اور تقریباً اپنا پورا وقت ادبی کاموں میں ہی صرف کرتے ہیں۔اس کے علاوہ مختلف ادبی اداروں سے وابستہ رہ کر ان کی خدمت میں بھی وہ پیش پیش رہتے ہیں اور اپنی ذمہ داری کو پوری ایمانداری کے ساتھ نبھاتے ہیں۔ان کے ادبی مشاغل کا حال یہ ہے کہ آئے دن رسائل وجرائد اور اخبارات میں ان کے مضامین اور افسانے تواتر سے ہمیں پڑھنے کو ملتے ہیں، جس سے ان کی ادبی دلچسپی کا پتا چلتا ہے۔

سماجی خدمات

مشتاق احمد وانی ایک اچھے ادیب، محقق، نقاد اور منفرد افسانہ نگار ہونے کے ساتھ ساتھ سماج کے ہمدرد بھی ہیں۔ان کا شمار ان ادیبوں میں ہوتا ہے جو ہر وقت معاشرے میں پھیلی ہوئی برائیوں کے خلاف اپنے قلمی جہاد کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔مشتاق احمد وانی اپنی تخلیقات سے اخلاقی اور سماجی خدمات کے کاموں میں مشغول رہتے ہیں۔ایک ادیب چونکہ سماج میں دوسروں کی بہ نسبت زیادہ حساس ہوتا ہے اور اس کے اندر سماج کو سدھارنے کا جذبہ بھی کچھ زیادہ ہوتا ہے اس لیے وہ سماج میں پھیلی ہوئی برائیوں کو ختم کرنا چاہتا ہے۔

مشتاق احمد وانی بھی اپنی تخلیقات کے ذریعے اپنے بزرگوں اور سرپرستوں کا نام روشن کرنا چاہتے ہیں اور نئی نسل کو یہ پیغام دینا چاہتے ہیں کہ اپنی زندگی کو اخلاقی کارناموں سے سبق آموز بنائیں اور وہ راستہ اختیار کریں جس کے ذریعے زندگی میں روشنی آجائے۔مشتاق احمد وانی اپنی تخلیقات کے ذریعے اصلاح قوم کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں اور معاشرے میں علم کی روشنی پھیلانے میں ہمیشہ کوشاں رہتے ہیں۔مشتاق احمد وانی چونکہ اپنی تخلیقات سے سماج کی خدمات انجام دے رہے ہیں جس کا اعتراف اردو کے معتبر نقاد و ہمہ گیر شخصیت کے مالک پروفیسر

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

گوپی چند نارنگ بھی کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

''ان کی کہانیاں آج کے مسائل کے گرد گھومتی ہیں، بالخصوص اخلاقی قدروں کی شکست وریخت، انسانی رشتوں کا بکھرنا، بزرگوں اوران کی اولادوں کے درمیان بڑھتا ہوا فاصلہ، خودغرضی، لالچ اور کاروباری ذہنیت کا فروغ نیز سماجی سطح پرلڑکیوں کی ناقدری اوران کے جذبات کے تئیں عزیزوں، رشتہ داروں کی بے حسی، ڈاکٹر مشتاق احمد وانی سماج کے فاسد مادے کے معالج ہیں۔'' (''ڈاکٹر مشتاق احمد وانی: سماج کے فاسد مادے کے معالج'' از پروفیسر گوپی چند نارنگ، مشمولہ ''میٹھا زہر'' (افسانے) صفحہ۔۸)

الغرض مشتاق احمد وانی ریاست جموں وکشمیر کے مختلف علمی وادبی اداروں سے وابستہ رہ کر سماج کی بہت ساری ادبی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ وہ اپنی کہانیوں کے ذریعے سماج میں پھیلی ہوئی برائیوں کو جڑ سے ختم کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے رہتے ہیں۔ اس کے بارے میں وہ خود کہتے ہین:

''سماج میں پھیلی ہوئی ہر ایک برائی کے خلاف مشتاق احمد وانی کا قلمی جہاد ان شااللہ آخری دم تک جاری رہے گا۔'' (مشتاق احمد وانی، شخصی انٹرویو)

انعامات واعزازات

مشتاق احمد وانی ایک دیدہ ور نقاد، محقق، مفکر اور منفرد افسانہ نگار کی حیثیت سے مشہور ومعروف ہیں۔ ادبی دنیا میں اصلاحی کاموں کے سبب انہیں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ خانگی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ اپنے ملازمتی فرائض بحسن

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

وخوبی انجام دے رہے ہیں۔ملازمت کے ساتھ ساتھ وہ گذشتہ تین چار دہائیوں سے اردوادب کی دنیامیں اہم کارنامے انجام دے چکے ہیں۔ان کے ادبی کارناموں کو مدنظر رکھتے ہوئے انہیں متعدد سماجی وادبی انجمنوں اور تنظیموں نے کئی اہم انعامات واعزازات سے نوازا ہے۔

مشتاق احمد وانی کو ۲۰۲۱ء تک جن انعامات واعزازات سے مختلف ادبی انجمنوں اور تنظیموں نے نوازا ہے ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) ۲۰۱۰ء میں افسانہ کلب ملیر کوٹلہ (پنجاب) کی جانب سے انہیں بہترین افسانہ نگار کا ایوارڈ دیا گیا۔

(۲) ۲۰۱۱ء میں جموں یونیورسٹی کی جانب سے ''مشتاق احمد وانی: بحیثیت افسانہ نگار'' کے موضوع پر شکتی دیوی کو ایم فل کی ڈگری تفویض کی گئی۔

(۳) ستمبر ۲۰۱۲ء میں انہوں نے گورنمنٹ ڈگری کالج کشتواڑ کی جانب سے منعقدہ ایک مجلس میں بطور مہمان خصوصی شرکت کی اور وہاں پر ''جسم خور کیڑا'' نام کی کہانی پڑھ کر سنائی۔

(۴) ۲۰۱۳ء میں انگریزی کے معروف مبصر محترم جناب ڈاکٹر للت گپتا نے جموں وکشمیر کے معیاری اور مشہور انگریزی روزنامہ Daily "Excelsior" میں ان کی معرکتہ الآرا کتاب ''اردوادب میں تانیثیت'' پر ایک بصیرت افروز تبصرہ شائع کروایا۔

(۵) ۱۶ر دسمبر ۲۰۱۳ء کو ریاست جموں وکشمیر کے گورنر عالی جناب این این وہرا نے ان کی تاریخ ساز کتاب ''اردوادب میں تانیثیت'' کی رسم رونمائی انجام دی۔

(۶) ۱۶، مارچ ۲۰۱۴ء میں افسانہ کلب ملیر کوٹلہ (پنجاب) کی جانب سے انہیں ایک مومینٹو اور ایک سرٹیفکیٹ عطا کی گئی۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

(۷) ۲۲/جون ۲۰۱۴ء کو مالیگاؤں (مہاراشٹر) میں مہاراشٹر اسٹیٹ اردو ساہتیہ اکیڈمی ممبئی کی جانب سے انہیں ''وقارادب'' ایوارڈ سے سرفراز کیا گیا۔

(۸) ۲۰۱۴ء میں اتر پردیش اردو اکادمی لکھنؤ کی جانب سے انہیں ''اعتبار ومعیار'' جیسی تحقیقی وتنقیدی کتاب پر پانچ (۵۰۰۰) ہزار روپے کا انعام دیا گیا۔

(۹) دسمبر ۲۰۱۴ء کو انہیں عربی فارسی اور اردو یونیورسٹی آف مدراس کی جانب سے ''کاوش بدری'' ایوارڈ سے نوازا گیا۔

(۱۰) ۲۰۱۴ء میں اُن کو آل جے اینڈ کے ٹیچرس گلڈ کے ادبی سیل کا چیف آرگنائزر نامزد کیا گیا۔

(۱۱) ۱۰/مئی ۲۰۱۵ء کو افسانہ کلب ملیر کوٹلہ (پنجاب) کی جانب سے ان کو مومینٹو اور توصیفی سند پیش کی گئی۔

(۱۲) ۲۰۱۵ء میں یونیورسٹی آف حیدرآباد کی جانب سے ارشد احمد کو چھے کو ''مشتاق احمد وانی کی افسانہ نگاری'' کے موضوع پر ایم فل کی ڈگری سے سرفراز کیا گیا۔

(۱۳) ۱۲/جنوری ۲۰۱۶ء کو ممبئی میں انہیں بہترین علمی وادبی خدمات کے اعتراف میں عالمی سطح کی تنظیم ''منشیہ بل وکاس لوک سیوا اکادمی (ایم وی ایل اے) کی جانب سے ''گلوبل ایچیو رایوارڈ'' سے نوازا گیا جس میں چترا سلونخے سنیئر ایڈوکیٹ ممبئی ہائی کورٹ اور صدر تنظیم (ایم وی ایل وے) مہاراشٹر کرشنا جی جگادلے کے ہاتھوں انہیں ایک ٹرافی، میڈل اور توصیفی سند پیش کی گئی۔

(۱۴) ۲۰۱۶ء میں مشتاق احمد وانی کی تاریخ ساز کتاب ''اُردو ادب میں تانیثیت'' کو جھارکھنڈ یونیورسٹی کے نصاب میں شامل کیا گیا۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

(۱۵) ۲۰۱۶ء میں ہی بہار اُردو اکیڈمی نے مشتاق احمد وانی کو ان کی کتاب ''شعورِ بصیرت'' پر دس ہزار (۱۰۰۰۰) روپے نقد اور ایک سرٹیفکیٹ سے نوازہ۔

(۱۶) ۴ جنوری ۲۰۱۸ء کو انہیں بہترین علمی وادبی خدمات کے اعتراف میں المائٹی انٹرنیشنل سوسائٹی (رجسٹرڈ) مالیر کوٹلہ پنجاب نے ''کرشن چندر ایوارڈ'' سے نوازا ہے۔

(۱۷) ۱۵ دسمبر ۲۰۱۸ء کو بابا غلام شاہ بادشاہ یونیورسٹی راجوری (جموں وکشمیر) نے یوم تاسیس کے موقعے پر انہیں ممتاز محقق ایوارڈ سے نوازا۔ ایوارڈ میں دولاکھ روپے ریسرچ گرانٹ، مومینٹو اور سند شامل تھے۔

(۱۸) ستمبر ۲۰۱۹ء کو اُتر پردیش اُردو اکیڈمی نے ''افہام وتفہیم زبان وادب'' پر دس ہزار روپے کا انعام دیا۔

ادبی سرمایہ

مشتاق احمد وانی ریاست جموں وکشمیر کے ایک ایسے ادیب ہیں جو بیک وقت ایک دیدہ ور نقاد، محقق، مفکّر اور منفرد کہانی کار کی حیثیت سے اردو ادب کی دنیا میں مشہور ومعروف ہیں۔ انہوں نے اپنے فن کے ذریعے اردو ادب کو مالا مال کیا ہے۔ ان کی ہنرمندی اور قابلیت کا ثبوت یہ ہے کہ وہ بہت کم وقت میں مختلف رسائل وجرائد کے ذریعے قارئین تک رسائی حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ ریاست جموں وکشمیر سے تعلق رکھنے والے بہت کم ایسے تخلیق کار ہیں جنہیں اردو ادب میں خاصی پذیرائی حاصل ہوئی ہے۔ پروفیسر قدوس جاوید ان کے بارے میں ایک جگہ رقم طراز ہیں:

''معاصر اردو ادب میں مشتاق احمد وانی ایک مانوس قلمکار

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

کا نام ہے۔ تخلیق، تحقیق اور تنقید کو یکساں طور پر ایک معیار
کے ساتھ برتنا آسان نہیں، لیکن مشتاق وانی ایسا کر گزرتے
ہیں، اس سے ان کی ہمہ جہت ادبی شخصیت کا اندازہ
لگایا جاسکتا ہے۔'' (''مشتاق وانی کا افسانہ ''اندر کی باتیں''
(ایک آتش فشاں)'' از پروفیسر جاوید قدوس، مشمولہ ''اندر کی
باتیں'' (افسانے) صفحہ۔۹)

مشتاق احمد وانی چونکہ تحقیق، تنقید، تخلیق اور فکشن کو یکساں طور پر برتتے ہیں اس لیے ان کی تصانیف مختلف موضوعات پر مبنی ہوتی ہیں۔ انہوں نے اپنی تصانیف سے اردو نثر کے شعبے میں نئے نئے تجربے کر کے اردو ادب کے دامن کو وسیع کیا ہے۔ ان کی اب تک تیرہ (۱۳) کتابیں شائع ہو کر منظر عام پر آچکی ہیں۔ اور چار کتابیں زیر اشاعت ہیں۔ کئی کتابوں پر ابھی کام چل رہا ہے۔ ان کی جو کتابیں شائع ہوئی ہیں ان میں سے پانچ افسانوں کے مجموعے ہیں اور باقی آٹھ کتابیں تحقیقی و تنقیدی مضامین پر مبنی ہیں۔

مشتاق احمد وانی کی سب سے پہلی تصنیف ان کا افسانوی مجموعہ ''ہزاروں غم'' ہے جو ۲۰۰۱ء میں شائع ہوا۔ اس میں سولہ (۱۶) کہانیاں شامل ہیں۔ اس مجموعے کی کہانیوں کا مطالعہ کرنے سے اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ مشتاق احمد وانی نے ان کہانیوں کو لکھتے وقت اپنے خیالات اور جذبات کی ترجمانی کے لیے سلیس اور سیدھے سادے روایتی اسلوب کو نئے آہنگ اور نئے لہجے کو اپنایا ہے۔ اس مجموعے کا پیش لفظ ریاست جموں و کشمیر کے مشہور و معروف افسانہ نگار امین بنجارہ نے لکھا ہے۔ وہ اس افسانوی مجموعے کے متعلق کچھ یوں رقم طراز ہیں:

''ہزاروں غم'' کی اکثر کہانیاں، ایسی ہیں، جو زندگی سے
جڑے ہوئے چھوٹے چھوٹے مسائل کو اپنے اندر سموئے

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

ہوئے ہیں۔ان کہانیوں کا آغاز بڑے عام فہم اور سہل انداز
میں ہوتا ہے،اور واقعات کا تسلسل قاری کو اپنے ساتھ چلنے
پر مجبور کر دیتا ہے۔'' (''پیش لفظ'' از امین بنجارا ، مشمولہ
''ہزاروں غم'' (افسانے) صفحہ۔۱۰)

۲۰۰۲ء میں مشتاق احمد وانی کی تصنیف ''تقسیم کے بعد اردو ناول میں تہذیبی بحران'' منظر عام پر آئی جسے ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس دہلی نے شائع کیا۔دراصل ''تقسیم کے بعد اردو ناول میں تہذیبی بحران'' مشتاق احمد وانی کا تحقیقی مقالہ ہے جو انہوں نے پی ایچ ڈی کی ڈگری کے لیے لکھا تھا۔اپنے اس تحقیقی مقالے میں انہوں نے نہایت ہی عرق ریزی کے ساتھ اردو ناول پر کام کیا ہے اور تقسیم کے بعد اردو ناول میں آئی تہذیبی تبدیلیوں کا بہت خوبصورتی سے نقشہ کھینچا ہے۔''تقسیم کے بعد اردو ناول میں تہذیبی بحران'' مشتاق احمد وانی کا ایک ایسا تحقیقی کارنامہ ہے جسے نہ صرف پورے برصغیر میں پذیرائی حاصل ہوئی بلکہ امریکہ، ناروے، جرمنی اور کنیڈا میں بھی خاص مقبولیت حاصل ہو چکی ہے۔

۲۰۰۴ء میں مشتاق احمد وانی کے تحقیقی وتنقیدی مضامین کا مجموعہ ''آئینہ در آئینہ'' کے نام سے ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی سے شائع ہو کر منظر عام پر آیا۔''آئینہ در آئینہ'' سولہ (۱۶) مضامین پر مشتمل اردو ادب میں ایک اہم کتاب ہے۔اس کتاب میں اردو شعرا و ادبا کے اوپر کئی اہم مضامین لکھے گئے ہیں۔علاوہ ازیں کچھ ایسے مضامین بھی اس کتاب میں شامل ہیں جو افسانہ اور ناول جیسی اہم اصناف کے ساتھ ساتھ افسانہ نگاروں اور نقادوں کے اوپر لکھے گئے ہیں۔ان مضامین کی بدولت مشتاق احمد وانی کے تنقیدی نظریات کو سمجھنے میں کافی مدد ملتی ہے۔قاضی عبید الرحمٰن ہاشمی اس کتاب کے حوالے سے ایک جگہ رقم طراز ہیں:

''آئینہ در آئینہ'' ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کے ایک درجن سے

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

زائد تنقیدی مضامین کا مجموعہ ہے، جس میں داخلی کائنات پر نظر پڑتے ہی یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ مصنف نے نہ صرف یہ کہ ادب کا کھلے ذہن اور غیر مشروط انداز سے مطالعہ کیا ہے، بلکہ اُنہیں ادبی اظہار کی ہر شکل سے خاطر خواہ دلچسپی اور والہانہ شغف بھی ہے۔ چنانچہ انہوں نے شاعری اور فکشن دونوں کی طرف توجہ کی ہے۔ تحقیق وتنقید کی صورتِ حال پر بھی غور وفکر کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔''

(''آئینہ در آئینہ'': ایک عمدہ ادبی کاوش'' از قاضی عبید الرحمٰن ہاشمی، مشمولہ ''آئینہ در آئینہ'' (تحقیقی وتنقیدی مضامین) صفحہ۔۱۰)

۲۰۰۸ء میں ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کے افسانوں کا دوسرا مجموعہ ''میٹھا زہر'' منظر عام پر آیا، جسے ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس دہلی نے شائع کیا۔ اس مجموعے میں کُل بارہ (۱۲) افسانے شامل کئے گئے ہیں۔ اس مجموعے کی ضخامت ایک سو اکیاسی (۱۸۱) صفحات ہیں۔ اس افسانوی مجموعے نے جدید اردو افسانے کی تاریخ میں ایک نئی جہت قائم کی ہے۔ محمد شاہد پٹھان اس مجموعے کے بارے میں رقم طراز ہیں:

''میٹھا زہر'' میں شامل بارہ افسانوں میں سے بیشتر افسانے موضوع اور اسلوب بیان کے لحاظ سے قابل مطالعہ ہی نہیں بلکہ قابل توجہ بھی ہیں۔ بعض کہانیوں میں ڈپٹی نذیر احمد کے تعلیمی اور اصلاحی موضوعات اپنائے گئے ہیں اور کچھ افسانوں میں پریم چند کی افسانوی روش سے بھی کہانی کار نے فنی استفادہ کیا ہے۔'' (محمد شاہد پٹھان ''تفہیم وتنقید'' (تحقیقی وتنقیدی مضامین) صفحہ۔۲۴۱)

''میٹھا زہر'' افسانوی مجموعے نے ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کو افسانوی ادب

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

میں ایک نئی پہچان عطا کی ہے۔اس مجموعے میں انہوں نے بظاہر معمولی اور چھوٹے واقعات میں بھی بڑی بڑی حقیقتوں کو تلاش کیا ہے۔اس مجموعے کے تمام افسانوں میں فکروفن کی چاشنی برابر نظر آتی ہے۔تمام افسانوں کا مطالعہ کرنے کے بعد ایسا لگتا ہے کہ یہ اسی دور کے افسانے ہیں جس دور میں ہم اور آپ جی رہے ہیں۔ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی اس مجموعے سے متعلق لکھتے ہیں:

''اس افسانوی مجموعے نے ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کو جہانِ ادب میں شہرت ومقبولیت کے بامِ عروج پر پہنچادیا۔''

(ڈاکٹر مشتاق احمد وانی ''اردو ادب میں تانیثیت'' صفحہ۔سرورق)

ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کی ایک اور تحقیقی وتنقیدی مضامین پر مشتمل کتاب ''اعتبار ومعیار'' کے عنوان سے ۲۰۱۱ء میں ایچ ایس آفسیٹ پریس، دہلی سے شائع ہوکر منظر عام پر آئی۔اس کتاب میں تقریباً تیرہ (۱۳) مقالات شامل کئے گئے ہیں۔اس کتاب کو اردو کے معتبر محققین وناقدین نے کافی سراہا ہے۔پروفیسر قدوس جاوید اس کتاب کے بارے میں لکھتے ہیں:

''مشتاق احمد وانی کے تنقیدی مضامین کے مجموعے ''اعتبار و معیار'' کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ مشتاق احمد وانی نہ صرف یہ کہ عصری اردو ادب کے لسانی، فنی، نظریاتی اور جمالیاتی اقدار اور تقاضوں کی گہری واقفیت رکھتے ہیں، بلکہ فن اور فنکار کا محاکمہ کرنے پر یقین رکھتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ ان کے تجزیے قابل اعتبار بھی ہوتے ہیں اور ان کا ایک قابلِ تعریف تنقیدی معیار بھی ہوتا ہے۔'' (مشتاق احمد وانی۔''اعتبار ومعیار'' (تحقیقی وتنقیدی مضامین) صفحہ۔۱۹)

۲۰۱۳ء میں ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کی ایک معرکتہ لآرا کتاب ''اردو ادب

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

میں تانیثیت' کے عنوان سے منظر عام پر آئی، جسے ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس دہلی نے ہی شائع کیا۔اس کتاب پر انہیں روہیل کھنڈ یونیورسٹی بریلی (یوپی) نے ڈی۔لٹ کی ڈگری تفویض کی اور اس طرح وہ اکیسویں صدی میں ریاست جموں وکشمیر کے پہلے اسکالر ہیں جنہیں اردو ادب میں ڈاکٹر آف لٹریچر ہونے کا اعزاز حاصل ہوا ہے۔اردو تحقیق وتنقید میں ان کا سب سے اہم کارنامہ اگر دیکھا جائے تو وہ ''اردو ادب میں تانیثیت'' ہی ہے جو اردو ادب میں ایک اہم اور تاریخ ساز کارنامہ ہے۔سات سو اسّی (۷۸۰) صفحات پر مشتمل یہ کتاب اردو کی تاریخ میں اپنی نوعیت کی پہلی کتاب ہے جس میں مشتاق احمد وانی نے تانیثیت کی تاریخ وتحریک کے حوالے سے عالمی خواتین ادیباؤں کی تخلیقات کے تناظر میں ان کا ادبی مقام ومرتبہ متعین کرنے کی ایک کامیاب کوشش کی ہے۔ڈاکٹر رفیق شاہین ''اردو ادب میں تانیثیت'' کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> ''من حیث المجموعہ سادہ وسلیس اور رواں اسلوب میں لکھی گئی مشتاق احمد وانی کی یہ کتاب ''اردو ادب میں تانیثیت'' اپنے آپ میں مکمل ایک ایسی پہلی اور آخری کتاب ہے جو تاریخ ادب میں ان کا نام ہمیشہ زندہ رکھے گی۔'' (''مشتاق احمد وانی کی معرکتہ الآراء کتاب ''اردو ادب میں تانیثیت'' کا مطالعہ'' از رفیق شاہین، مشمولہ، ماہنامہ ''زرین شعاعیں'' جلد ۲۵، شمارہ ۷، جولائی ۲۰۱۴ء، صفحہ۔۵۴)

''اردو ادب میں تانیثیت'' جیسے تحقیقی وتنقیدی مقالے کو مشتاق احمد وانی نے سات ابواب میں منقسم کیا ہے۔اس میں اردو نثر، شاعری، افسانوی ادب اور غیر افسانوی ادب کے علاوہ مختلف انجمنوں اور عالمی پس منظر میں عورت کی آزادی کے لیے چلائی جانے والی مختلف تحریکوں اور ان کی نمائندگی کو بھی مقالے کے محرکات

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

میں شامل کیا ہے۔

مشتاق احمد وانی نے متعدد ڈگریاں رکھنے کے باوجود کئی اسکولوں میں بحیثیت ماسٹر کام کیا ہے، لیکن اردو ادب کے ساتھ ان کا لگاؤ قابل دید بھی رہا ہے اور قابل رشک بھی۔ ''اردو ادب میں تانیثیت'' جیسا تحقیقی وتنقیدی کارنامہ انجام دے کر انہوں نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ علم وادب کے شیدائی اعلیٰ تعلیمی اداروں اور جامعات میں ہی نہیں بلکہ پرائمری اور ثانوی سطح کے تعلیمی اداروں میں کام کرتے ہوئے بھی یہ کارنامہ انجام دے سکتے ہیں۔ کیونکہ یہ کارنامہ انجام دینے کے دوران وہ ایک اسکول میں ہی اپنے تعلیمی فرائض انجام دے رہے تھے۔ ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی اس کتاب کے بارے میں لکھتے ہیں:

> ''میں وثوق کے ساتھ کہتا ہوں کہ اردو میں تانیثی ادب کے حوالے سے ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کی کتاب ''اردو ادب میں تانیثیت'' پہلی اور آخری کتاب ہے، مزید یہ کہ تانیثی ادب پر جو کوئی بھی تحقیق کرے گا اسے مشتاق احمد وانی کی کتاب کا حوالہ دینا ہوگا۔'' (ڈاکٹر مشتاق احمد وانی ''اردو ادب میں تانیثیت'' صفحہ۔ سرورق)

ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کی تحقیقی وتنقیدی مضامین پر مشتمل ایک اور اہم کتاب ''شعورِ بصیرت'' کے عنوان سے ۲۰۱۴ء میں ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس دہلی کی طرف سے شائع ہو کر منظر عام پر آئی۔ اس میں کُل تیرہ (۱۳) مضامین اور کچھ خطوط شامل کیے گئے ہیں۔ جس کی ضخامت ایک سو ساٹھ (۱۶۰) صفحات ہے۔ ''شعورِ بصیرت'' کے اکثر مضامین تحقیقی نوعیت کے ہیں لیکن ان کے پسِ پردہ تنقیدی شعور بھی کارفرما ہے۔ اس کتاب کے مطالعے سے نہ صرف مشتاق احمد وانی کی تحقیقی وتنقیدی بصیرت کا اندازہ ہوتا ہے بلکہ ایک معتبر محقق ونقاد کے ساتھ ساتھ ایک

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

باصلاحیت تخلیق کار کی شخصیت بھی اُبھر کر سامنے آئی ہے۔

۲۰۱۵ء میں مشتاق احمد وانی کے افسانوں کا تیسرا مجموعہ ''اندر کی باتیں'' شائع ہوا۔ جسے ایجوکیشنل پبلشنگ ہاوس دہلی نے ہی شائع کیا ہے۔ اس میں کُل بارہ (۱۲) افسانے شامل کیے گئے ہیں۔ علاوہ ازیں اس مجموعے سے متعلق معتبر ادب شناسوں کے تاثرات بھی اس میں شامل کیے گئے ہیں۔ اس کتاب کی ضخامت دوسواٹھارہ (۲۱۸) صفحات ہے۔ اس مجموعے میں شامل سبھی افسانوں کے موضوعات سماج کے مختلف مسائل کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہیں اور ساتھ ہی فن اور موضوع کے لحاظ سے بھی اہم ہیں۔ سبھی افسانوں کے موضوعات عام اور روزمرہ کی زندگی سے اخذ کیے گئے ہیں۔ زبان عام فہم اور سادہ و سلیس استعمال کی گئی ہے، لیکن کہیں کہیں اچھے اور بہترین جملوں میں ثقیل الفاظ بھی استعمال کیے ہیں جو کانوں کو بھلے معلوم ہوتے ہیں۔ پروفیسر ابوالکلام اس ضمن میں لکھتے ہیں:

> ''مشتاق احمد وانی کے افسانوں میں سماج کی اصلاح وفلاح کا پہلو مضمر ہے۔ وہ قوم وملت کی ترقی، یکجہتی، باہمی مساوات اور اخوت کو فروغ دینا چاہتے ہیں۔ مشتاق احمد وانی نے اپنے افسانوں میں ان سبھی موضوعات کو سمویا ہے۔'' (''مشتاق احمد وانی: موضوعاتی ندرت و جدت اور فنی نفاست کا افسانہ نگار'' از پروفیسر ابوالکلام، مشمولہ ''اندر کی باتیں'' (افسانے) صفحہ۔۲۳)

''قبر میں زندہ آدمی'' ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کے افسانوں کا چوتھا مجموعہ ہے جو میزان پبلشرز بٹہ مالو سرینگر کی طرف سے ۲۰۱۹ء میں قومی کونسل برائے فروغ اُردو زبان نئی دہلی کے مالی تعاون سے شائع ہوکر منظر عام پر آیا۔ اس مجموعے کی ضخامت ایک سو ساٹھ (۱۶۰) صفحات ہیں جن میں سے لگ بھگ اسّی (۸۰) صفحات پر ''فکشن مزاج ناقدین کی ادبی کہکشاں'' عنوان کے تحت اُردو کے معتبر

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

ادب شناس حضرات کے تاثرات جامع اور مُفصل طور پر پیش کئے گئے ہیں۔اس افسانوی مجموعے میں کُل تیرہ (۱۳) افسانے شامل کئے گئے ہیں جن میں بیشتر افسانے اس مجموعے میں شامل ہونے سے پہلے ہی ملک کے مختلف رسائل و جرائد میں شائع ہو چکے ہیں۔مشتاق احمد وانی نے اپنے اطراف و اکناف میں پیدا ہونے والی سماجی برائیوں کا قریب سے مشاہدہ کیا ہے اور اسی کا برملا اظہار انہوں نے ''قبر میں زندہ آدمی'' کی بیشتر کہانیوں میں کیا ہے۔''قبر میں زندہ آدمی'' میں شامل افسانوں کے عنوانات سے مشتاق احمد وانی کی سوچ اور فکر کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔

''ترسیل و تفہیم'' ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کے تحقیقی و تنقیدی مضامین کا ایک اہم مجموعہ ہے، جو اگست ۲۰۱۹ء میں ایجوکیشنل پبلشنگ ہاوس دہلی کی طرف سے اعلیٰ کمپیوٹر کمپوزنگ اور نفاست سے مزیّن طباعت کے ساتھ شائع ہوئی۔یہ کتاب دوسو (۲۰۰) صفحات پر مشتمل ہے اور اس میں پندرہ (۱۵) تحقیقی و تنقیدی مضامین شامل کئے گئے ہیں جن میں سے بیشتر مضامین اس کتاب میں شامل ہونے سے پہلے ہی ملک کے مقتدر ادبی رسائل و جرائد میں چھپ چکے ہیں۔اس کتاب کا پیش نامہ کشمیر سے تعلق رکھنے والے مشہور تاریخ نویس، محقق و نقاد غلام نبی خیال نے قلم بند کیا ہے۔ وہ اس تصنیف کے بارے میں لکھتے ہیں:

> ''مشتاق احمد وانی کی زیرِ نظر کتاب ''ترسیل و تفہیم'' مصنف کے تنقیدی اور تحقیقی مقالوں کا ایک مثالی مجموعہ ہے جس میں وانی نے کئی اہم موضوعات پر قلم زنی کر کے اپنی بات متاثر کن انداز میں قارئین کے سامنے پیش کی ہے۔'' (مشتاق احمد وانی۔''ترسیل و تفہیم'' (تحقیقی و تنقیدی مضامین) صفحہ:۶)

''کیا حال ہے جاناں!'' ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کا پانچواں اور آخری مطبوعہ افسانوی مجموعہ ہے، جو اگست ۲۰۱۹ء میں ایجوکیشنل پبلشنگ ہاوس دہلی سے

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

شائع ہوکر منظر عام پر آیا۔اس افسانوی مجموعے کی ضخامت ایک سو باون (۱۵۲) صفحات ہیں۔ پروفیسر شریف احمد قریشی نے اس مجموعے پر ''ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کے افسانوی امتیازات (افسانوی مجموعہ ''کیا حال ہے جاناں!'' کی روشنی میں) کے عنوان سے ایک مفصّل مضمون قلمبند کیا ہے۔''کیا حال ہے جاناں!'' میں کل بارہ (۱۲) افسانے شامل کئے گئے ہیں۔اس مجموعے میں شامل افسانوں میں سماج کی تصویر صاف نظر آتی ہے۔اس کے ساتھ ساتھ ان میں ہمیں افسانہ نگار کی شخصیت وسیرت، مزاج وکردار اور اُن کے نظریات کے بارے میں میں بھی علم ہوتا ہے۔

''تناظر وتفکّر'' ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کے تحقیقی وتنقیدی مضامین کا مجموعہ ہے جس میں ان کے اٹھارہ (۱۸) تحقیقی وتنقیدی نوعیت کے مضامین شامل ہیں۔یہ کتاب ۲۰۱۹ء میں ایجوکیشنل پبلشنگ ہاوس دہلی کی طرف سے قومی کونسل برائے فروغ اُردو زبان نئی دہلی کے مالی تعاون سے شائع ہوکر منظر عام پر آئی ہے۔اس کی ضخامت تین سو دو (۳۰۲) صفحات ہیں۔''تناظر وتفکّر'' کے مندرجات میں جو اٹھارہ مضامین شامل ہوئے ہیں وہ عنوانات کے لحاظ سے مختلف نوعیّتوں کے حامل ہیں۔ان مضامین کے مطالعے سے مشتاق احمد وانی کے تحقیقی وتنقیدی شعورِ بصیرت کو سمجھنے میں کافی مدد ملتی ہے۔

''نئی تنقیدی معنویت'' ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کے تحقیقی وتنقیدی مضامین کا آخری مطبوعہ مجموعہ ہے۔جو ۲۰۲۰ء میں ایجوکیشنل پبلشنگ ہاوس دہلی نے شائع کیا ہے۔۱۱۲، صفحات پر مشتمل یہ کتاب اپنے مشمولات کے لحاظ سے واقعی دعوت مطالعہ دیتی ہے۔اس میں جن عنوانات کے تحت مشتاق احمد وانی نے مضامین شامل کئے ہیں وہ اُن کی نئی فکر اور نئے اسلوب کا پتا دیتے ہیں۔

درج بالا کتابوں کے علاوہ مشتاق احمد وانی کی اور چار کتابیں زیر اشاعت ہیں۔کئی کتابوں پر ابھی کام چل رہا ہے۔اس کے علاوہ ان کے متعدد مضامین، کہانیاں اور لکچرز ہیں، جو مختلف رسائل وجرائد میں وقتاً فوقتاً شائع ہوتے ہیں۔ان

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

کے لکھنے کا ہمیشہ ایک ماحول رہتا ہے۔ان کے لکھنے کا کمرہ ویسا ہے جسے ہم لائبریری بھی کہہ سکتے ہیں۔ایک طرف دینی علوم کی کتابیں ہیں اور دوسری طرف مغربی ومشرقی علوم کی متعدد کتابیں فریم میں ترتیب کے ساتھ رکھی ہوئی ہیں۔کسی بھی کتاب کا بے ڈھنگے پن سے رکھا جانا اُن کے ذہن پر فوری اثر ڈالتا ہے۔

ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کے لکھنے کا عمل ایسا ہے کہ وہ الٹ پلٹ کر نہیں لکھتے بلکہ لکھنے سے پہلے پورا نقشہ اپنے ذہن میں تیار کرتے یعنی پورا مواد پہلے جمع کر کے اس کو پڑھتے ہیں پھر لکھنے کا عمل شروع کر دیتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ اُن کے لکھنے کے عمل میں روانی رہتی ہے اور زیادہ کانٹ چھانٹ کی بھی گنجائش نہیں رہتی ہے۔

بہر حال ان تمام باتوں کو ذہن میں رکھتے ہوئے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ جیسا وہ بولتے ہیں ٹھیک ویسا ہی لکھتے ہیں۔یہ وہ خصوصیات ہیں جو ہر ایک مصنف کے اندر نہیں پائی جاتیں۔اصل میں اس خصوصیت کی بنیاد خلوصِ نیت پر ہے اور مشتاق احمد وانی خلوص نیت کے ذریعے ہی اپنے ادبی سرمایہ میں روز بروز اضافہ کرتے جا رہے ہیں۔

ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کی سانسوں کا سفر ابھی جاری وساری ہے۔اللہ عزوجل انہیں لمبی عمر عطا فرمائیں کیونکہ وہ جتنا کام اردو ادب کے لیے اب تک کر چکے ہیں، اس سے کہیں زیادہ کام اور کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔کیونکہ ان کے عزائم وحوصلے کو دیکھ کر یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ کتابوں کے انبار لگانا چاہتے ہیں۔اس لیے میں اللہ تعالیٰ سے ان کے بارے میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ انہیں صحت و تندرستی کے ساتھ طویل عمر عطا فرمائے تاکہ وہ علم و ادب کی دُنیا میں مزید ترقی کر سکیں۔

☆☆☆

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

(باب دوم)

مشتاق احمد وانی بحیثیت افسانہ نگار

(الف) موضوعات
(ب) کردار نگاری
(ج) اسلوب نگاری

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

ریاست جموں وکشمیر میں اردو کے حوالے سے جب بھی بات کی جاتی ہے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اردو زبان کو اس ریاست میں پہلی بار اپنی شناخت اور پہچان آج سے قریباً ایک سو بتیس (۱۳۲) برس قبل مہاراجہ پرتاپ سنگھ کے دورِ اقتدار میں اُس وقت ملی جب انہوں نے ۱۸۸۹ء میں اردو زبان کو یہاں سرکاری زبان کا درجہ عطا کیا۔ لیکن سرکاری زبان کا درجہ حاصل ہونے سے پہلے ہی اردو زبان یہاں کے عوام کے دلوں میں اپنی جگہ بنا چکی تھی اور اردو کی روز افزوں مقبولیت کے پیش نظر ہی مہاراجہ پرتاپ سنگھ نے اسے سرکاری زبان کا درجہ دیا تھا۔

ریاست جموں وکشمیر ہندوستان کی واحد ایسی ریاست ہے جہاں اردو کو سرکاری زبان کا درجہ حاصل ہے۔ اس ریاست کے تین صوبے جموں، کشمیر اور لداخ ہیں۔ ان تینوں صوبوں میں رہنے والے لوگوں کی مادری زبان الگ الگ ہے۔ جموں والوں کی مادری زبان ڈوگری، کشمیریوں کی کشمیری اور لداخیوں کی لداخی ہے۔ لیکن اردو اس ریاست کی ایک ایسی زبان ہے جو ان تینوں خطوں کے لوگوں کو آپس میں ملاتی ہے اور تینوں خطوں میں رابطے کی زبان کا درجہ رکھتی ہے۔ اردو زبان نہ صرف ریاست جموں وکشمیر میں بود و باش رکھنے والے گروہوں کے درمیان ایک رابطے کا کارنامہ انجام دے رہی ہے بلکہ یہ رنگا رنگی، ثقافتی، تہذیبی شناختوں، مذہبی عقیدوں اور مجموعی طور پر برصغیر کے رہنے والوں کے جذبات واحساسات کی آئینہ

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

دار بھی ہے۔ ریاست جموں و کشمیر میں اب اردو زبان تعلیمی اور تاریخی اسباب کی بناء پر عوامی زبان کا روپ اختیار کر چکی ہے۔

ریاست جموں و کشمیر میں شاعری کے بعد جس صنف کو فروغ حاصل ہوا وہ افسانہ نگاری ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ ریاست میں ادبی نثر کے عمدہ نمونے افسانوں ہی کی صورت میں ملتے ہیں تو مبالغہ نہ ہوگا۔ بیسویں صدی کو افسانہ نگاری کی صدی قرار دیا گیا ہے۔ کیونکہ اردو افسانے نے بہت کم مدّت میں جو منازل طے کر لی ہیں وہ شاید ہی کسی دوسری نثری اصناف نے طے کی ہوں۔ پروفیسر عبدالقادر سروری اپنی شہرہ آفاق تصنیف ''کشمیر میں اردو'' میں ایک جگہ رقمطراز ہیں:

> ''شاعری کے بعد اگر کوئی صنف اس عہد کے ادیبوں میں مقبول رہی، تو وہ افسانہ نگاری ہے..... تاہم شاعری کے بعد ''جموں اور کشمیر'' کے ادیبوں کی صلاحیتیں کسی صنف میں نمایاں ہوتی ہیں، تو وہ افسانہ نویسی ہے۔ افسانے سے ہٹ کر دوسری ادبی اصناف، جیسے ناول یا ڈراما، اس عہد میں برائے نام ہے۔''

(پروفیسر عبدالقادر سروری۔ ''کشمیر میں اردو'' (دوسرا حصہ) صفحہ۔۴۲۹)

اگر چہ میرا موضوع '' مشتاق احمد وانی کی افسانہ نگاری'' ہے لیکن یہاں میں یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ ریاست جموں و کشمیر میں اردو افسانہ نگاری کے آغاز و ارتقاء اور یہاں کے افسانوی ادب کا سرسری جائزہ لوں۔ اردو افسانے کی ابتداء ہی سے ریاست جموں و کشمیر میں افسانہ نگاروں کی ایک پوری کھیپ موجود رہی ہے۔ جو وقتاً فوقتاً افسانے لکھتے رہے۔ ریاست جموں و کشمیر کا پہلا افسانہ نگار کون ہے اس سلسلے میں محققین کے درمیان اختلافِ رائے نظر آتا ہے۔ بعض محققین محمد الدّین فوق کی نثری تحریروں میں افسانے کی ابتدائی جھلکیاں دیکھتے ہوئے انہیں پہلا افسانہ

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

نگار مانتے ہیں جبکہ بعض محققین پریم ناتھ پردیسی کو ریاست جموں وکشمیر کا پہلا افسانہ نگار تسلیم کرتے ہیں اور اسی طرح کچھ تیرتھ کشمیری کو پہلا افسانہ نگار مانتے ہیں۔ ڈاکٹر برج پریمی اپنی کتاب ''جموں وکشمیر میں اردو ادب کی نشو ونما'' میں محمد الدّین فوق کو ریاست کا پہلا افسانہ نگار مانتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ریاست میں اردو افسانے کی طرف سب سے پہلے مورخ، ادیب، شاعر اور صحافی محمد الدّین فوقؔ نے توجہ دلائی.....فوقؔ نے روش زمانہ کے مطابق کئی تاریخی اور نیم تاریخی قصے قلمبند کیے۔ جنہیں ہم ریاست میں اردو افسانے کے اولین نقوش کہہ سکتے ہیں۔''

(ڈاکٹر برج پریمی۔ ''جموں وکشمیر میں اردو ادب کی نشو ونما'' صفحہ ۲۶ تا ۲۷)

پروفیسر حامدی کاشمیری اپنی تصنیف ''جموں وکشمیر میں اردو ادب'' میں تیرتھ کاشمیری کو یہاں کا پہلا افسانہ نگار مانتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ریاست میں دراصل ادبی نثر کے عمدہ اور قابل قدر نمونے افسانوں ہی کی صورت میں ملتے ہیں، اس سلسلے میں سب سے اہم نام تیرتھ کاشمیری کا ہے۔ وہ ۱۹۰۳ء میں پیدا ہوئے، انہوں نے ۱۹۲۳ء میں لکھنا شروع کیا۔ وہ ''اخبار عام'' اور کشمیری میگزین میں لکھتے رہے۔ اس کے بعد ۱۹۳۷ء سے ریاست کے اخبارات مثلاً ''وتستا''۔ ''ہمدرد'' اور ''مارتنڈ'' میں افسانے اور مضامین لکھتے رہے۔''

(پروفیسر حامدی کاشمیری۔ ''جموں وکشمیر میں اردو ادب'' صفحہ۔ ۸۰)

ریاست جموں وکشمیر کے ابتدائی افسانہ نگاروں پر بات کرتے ہوئے جہاں ڈاکٹر برج پریمی نے محمد الدّین فوقؔ کو اور پروفیسر حامدی کاشمیری نے تیرتھ

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

کاشمیری کو یہاں کا پہلا افسانہ نگار مانا ہے وہیں دوسری طرف پروفیسر عبدالقادر سروری اور نور شاہ پریم ناتھ پردیسی کو ریاست میں اردو کے پہلے باقاعدہ افسانہ نگار مانتے ہیں۔

پروفیسر عبدالقادر سروری اپنی تصنیف ''کشمیر میں اردو'' (تیسرا حصہ) میں پریم ناتھ پردیسی کو یہاں کا پہلا افسانہ نگار مانتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''نئے شعور کے طلوع ہونے کے ساتھ ہی، ریاست کے افسانہ نگاروں نے اپنے عصر کے مسائل کو افسانے کے ذریعے ابھارنے کی کوشش کی۔اس کے ابتدائی آثار پریم ناتھ پردیسی کے یہاں نظر آتے ہیں۔''

(پروفیسر عبدالقادر سروری۔''کشمیر میں اردو'' (تیسرا حصہ) صفحہ۔۱۶۳)

ریاست جموں وکشمیر کے مشہور افسانہ نگار نور شاہ نے بھی پریم ناتھ پردیسی ہی کو یہاں کا پہلا افسانہ نگار قرار دیا ہے۔وہ اپنے ایک مضمون ''جموں وکشمیر میں اردو افسانے کی روایت'' میں ایک جگہ یوں رقمطراز ہیں:

> ''جب ہم ریاست جموں وکشمیر میں اردو افسانے کی بات کرتے ہیں تو پریم ناتھ پردیسی کا نام سامنے آتا ہے شاید اس لیے کہ ریاست میں اردو افسانے کی باقاعدہ ابتدا پردیسی سے ہی ہوئی۔''

(''فکر وتحقیق''۔سہ ماہی۔نئی دہلی۔شمارہ۔۴۔اکتوبر،نومبر،دسمبر ۲۰۱۳ء۔صفحہ۔۳۰۴)

متذکرہ بالا اقتباسات کے مطالعے سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ریاست جموں وکشمیر میں اردو افسانے کی باضابطہ طور پر ابتدا پریم ناتھ پردیسی کے افسانوں ہی سے ہوئی اور انہیں ہی یہاں کا پہلا افسانہ نگار تسلیم کرنا چاہیے۔انہوں نے اصل میں اردو افسانے کو جلا بخشی۔حالانکہ ان سے پہلے بھی کئی افسانہ نگاروں نے یہاں افسانے لکھے

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

لیکن پریم ناتھ پردیسی کے افسانوں کی اہمیت اور انفرادیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ تقسیم ملک سے پہلے اور تقسیم ملک کے بعد بھی اُن کے افسانے معیاری رسائل وجرائد میں شائع ہوتے رہے۔ پریم ناتھ پردیسی کے تین افسانوی مجموعے ''شام وسحر''۔ ''دنیا ہماری'' اور ''بہتے چراغ'' شائع ہو چکے ہیں۔ پردیسی کے قریبی معاصرین میں پریم ناتھ در کا نام اہم ہے۔ جنہوں نے اپنے افسانوں کے ذریعے کشمیریت کا احساس دلایا ہے۔ ان کے دو افسانوی مجموعے ''کاغذ کا واسدیو'' اور ''نیلی آنکھیں'' کے عنوان سے شائع ہو چکے ہیں۔

اس دور کے ایک اہم افسانہ نگار قدرت اللہ شہاب ہیں۔ انہوں نے اپنی ادبی زندگی کا آغاز افسانوں سے کیا تھا۔ ان کا پہلا افسانہ ''چندروتی'' ہے۔ یہ افسانہ اختر شیرانی نے اپنے میگزین ''رومان'' میں ۱۹۳۸ء میں شائع کیا۔ ''ماں جی''۔ ''پہلی تنخواہ''۔ ''سردار جسونت سنگھ''۔ ''شلوار'' اور ''ایک رات کی بات'' وغیرہ اُن کے قابلِ ذکر افسانے ہیں۔ ان کے افسانوں کا پس منظر ۱۹۴۷ء کے فسادات ہیں۔ ان کا تحریر کردہ طویل افسانہ ''یا خدا'' کراچی سے جون ۱۹۴۸ء میں شائع ہوا جو ایک غیر معمولی تحریر ہے۔

رامانند ساگر کا نام اس دور کے اہم افسانہ نگاروں میں شمار کیا جاتا ہے۔ وہ اپنے دور کے ایک معروف کہانی کار رہے ہیں۔ انہوں نے کشمیر کے پس منظر میں بہت سے افسانے قلمبند کئے ہیں۔ ''ٹنگمرگ کے اڈے پر'' اور ''کشمیر کی بیٹی'' ان کے مقبول افسانے ہیں۔ ''اور انسان مر گیا'' ان کا ایک اہم ناول ہے، جسے ادبی دنیا میں خوب مقبولیت حاصل ہوئی۔

کشمیری لال ذاکر بھی اسی دور کے ایک اہم افسانہ نگار ہیں۔ ترقی پسند تحریک سے متاثر ہو کر انہوں نے کشمیر کے عوام کے دکھ درد کو اپنے افسانوں میں پیش کیا ہے۔ ''جب کشمیر جل رہا تھا''۔ ''توی اور جہلم''۔ ''اُداس شام کے آخری لمحے'' اور ''بیروں والا فقیر'' ان کے قابلِ ذکر افسانوی مجموعے زیورِ طباعت سے شائع ہو کر

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

منظرِ عام پہ آ کر قارئین حضرات سے داد و تحسین حاصل کر چکے ہیں۔

ٹھاکر پونچھی کا نام افسانہ نگاری کی دنیا میں کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔ اُن کے ناولوں کی تعداد اچھی خاصی ہے۔ ان کے تین افسانوی مجموعے ''زندگی کی دوڑ''۔ ''چناروں کے چاند'' اور ''یادوں کے کھنڈر'' منظر عام پر آ چکے ہیں۔ ٹھاکر پونچھی کے ہم عصر موہن یاور نے بھی یہاں افسانے لکھے ہیں۔ ان کے تین افسانوی مجموعے ''وسکی کی بوتل''۔ ''تیسری آنکھ'' اور ''سیاہ تاج محل'' شائع ہو چکے ہیں۔

۱۹۴۷ء کے فسادات نے ملک بھر کی طرح ریاست جموں و کشمیر کو بھی جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ ملک کا بٹوارہ ریاست کے لئے بھی الم ناک ثابت ہوا، جس کے اثرات یہاں کی عوامی زندگی کے ساتھ ساتھ ادباء و شعراء پر بھی پڑے۔ یہاں کے بہت سارے شاعر و ادیب نقل مکانی کر کے ہندوستان اور پاکستان کے دوسرے حصوں میں جا کر بسنے لگے جس کی وجہ سے یہاں کی ادبی فضا پر کچھ عرصے تک جمود کی سی کیفیت طاری رہی۔ لیکن جب حالات تھوڑے بہت سازگار ہوئے تو یہاں پر ایک بار پھر نئے ادباء اور شعراء نے قابلِ قدر کارنامے انجام دیئے۔ جن میں علی محمد لون، تیج بہادر بھان، پشکر ناتھ، ڈاکٹر برج پریمی، غلام رسول سنتوش، اختر محی الدّین، عمر مجید، نور شاہ، پروفیسر حامدی کاشمیری، مالک رام آنند، شمس الدّین شمیم، مخمور بدخشی، شبنم قیوم وغیرہ کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ یہ افسانہ نگار ترقی پسند تحریک سے متاثر تھے۔ اس لئے انہوں نے محنت کش اور غریب عوام کے مسائل کو اپنے افسانوں میں پیش کیا۔

علی محمد لون جو کہ بنیادی طور پر ڈراما نگار تھے لیکن انہوں نے اردو افسانے میں بھی نمایاں اضافہ کیا ہے۔ اردو زبان میں لکھا ہوا اُن کا ایک ناول ''شاید ہے تیری آرزو'' ۱۹۶۰ء میں شائع ہوا جسے ادبی دنیا میں کافی سراہا گیا۔ انہوں نے بہت سے افسانے لکھے ہیں۔ البتہ وہ اپنے ان افسانوں کو کتابی صورت نہ دے سکے۔ ان کی تحریر کردہ کہانیوں میں ''مونچھوں والی گڑیا''۔ ''مہمان''۔ ''آرزو کا سلسلہ لا انتہا''۔ ''سکھ

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

کا ساحل''۔ ''بت شکن'' وغیرہ اُن کے کامیاب اور اہم افسانے ہیں۔ یہ افسانے اُس زمانے کے مشہور و معروف جریدہ ''کونگ پوش'' میں شائع ہوئے۔

تیج بہادر بھان ریاست جموں و کشمیر میں اردو افسانے کا ایک اہم نام ہے۔ انہوں نے یہاں اردو افسانے میں کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں۔ ان کے دو افسانوی مجموعے ''جہلم کے سینے پر'' اور ''عورت'' شائع ہو چکے ہیں۔ انہوں نے اپنے افسانوں میں عام انسانی زندگی کے مسائل کو ترجیح دی ہے۔

پُشکر ناتھ کشمیر کے بڑے افسانہ نگاروں میں شمار کئے جاتے ہیں۔ انہوں نے بھی یہاں کے افسانوی ادب میں نمایاں کارنامے انجام دے کر اس میں بہت اچھا اضافہ کیا ہے۔ ان کے چار افسانوی مجموعے ''اندھیرے اُجالے''۔ ''ڈل کے باسی''۔ ''عشق کا چاند'' اور ''کانچ کی دنیا'' کے عنوان سے شائع ہو کر منظرِ عام پر آ چکے ہیں۔ ان کی تحریر کردہ کہانیوں میں کشمیر کا دل دھڑکتا ہوا نظر آتا ہے۔

ڈاکٹر برج پریمی ریاست جموں و کشمیر کی ایک ہمہ جہت شخصیت کا نام ہے۔ وہ افسانہ نگاری کے علاوہ تحقیق و تنقید میں بھی دلچسپی رکھتے تھے۔ لیکن بنیادی طور پر وہ ایک افسانہ نگار تھے۔ ان کے افسانوں کا مجموعہ ''سپنوں کی شام'' کے نام سے شائع ہو کر منظر عام پر آ چکا ہے۔ انہوں نے اپنے افسانوں میں کشمیر کی خوبصورتی کو بڑی فنی مہارت کے ساتھ پیش کیا ہے۔

غلام رسول سنتوش نے ریاست میں اردو افسانے کی ترقی میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ وہ بنیادی طور پر ایک مصوّر تھے لیکن انہوں نے کئی اہم افسانے بھی لکھے ہیں جن میں ''خزاں کی خوشبو''۔ ''ایک موت ایک مسکراہٹ''۔ ''ڈل کے باسی'' وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔ ان کے ساتھ ہی اختر محی الدّین کا نام بھی یہاں افسانہ نگاری کے حوالے سے بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ انہوں نے بھی یہاں کئی اہم افسانے لکھے ہیں۔ ان کا افسانہ ''پونڈرچ'' بہت ہی اہم مانا جاتا ہے۔ جسے ایک بین الاقوامی

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

مقابلے میں دوسرے انعام سے نوازا گیا ہے۔

عمر مجید ریاست جموں وکشمیر کے ایک اہم افسانہ نگار مانے جاتے ہیں۔ان کے افسانوں کا مجموعہ ''اُجالوں کا گھاؤ'' ۱۹۶۸ء میں شائع ہوا ہے۔ان کی وفات کے بعد سلیم سالک نے ''عمر مجید کے بہترین افسانے'' کے نام سے ۲۰۰۹ء میں ان کے افسانوں کو ترتیب دیا ہے۔ان کے افسانوں میں پورا کشمیر جھلکتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔

ریاست جموں وکشمیر کے اہم افسانہ نگاروں میں ایک نام نور شاہ کا آتا ہے۔ جو کہ بین الاقوامی سطح کے اچھے افسانہ نگار ہیں۔ وہ ایک ایسے افسانہ نگار ہیں جنہوں نے بیک وقت کئی نسلوں کا ساتھ دیا ہے اور آج بھی ساتھ نبھا رہے ہیں۔ان کے افسانوں کے اب تک نو (۹) مجموعے ''بے گھاٹ کی ناؤ''۔ ''ویرانے کے پھول''۔ ''ایک رات کی ملکہ''۔ ''من کا آنگن اداس اداس''۔ ''گیلے پتھروں کی مہک''۔ ''بے سمر سچ''۔ ''آسمان پھول اور لہو''۔ ''کشمیر کی کہانی'' اور ''کیسا ہے یہ جنون'' کے عنوانات سے شائع ہو کر قائین سے داد و تحسین وصول کر چکے ہیں۔

پروفیسر حامدی کاشمیری ریاست جموں وکشمیر میں اردو افسانے کے تعلق سے ایک اہم شخصیت کا نام ہے۔ وہ بیک وقت کئی اصناف میں طبع آزمائی کرتے ہیں۔ البتہ اردو افسانے کی دنیا میں اب تک ان کے چار افسانوی مجموعے ''وادی کے پھول''۔ ''سراب''۔ ''برف میں آگ'' اور ''شہرِ فسوں'' شائع ہو چکے ہیں۔ان کے افسانے کشمیر کے قدرتی حسن و جمال اور خوبصورتی سے مالا مال ہیں۔

مالک رام آنند بھی یہاں کے اہم افسانہ نگاروں میں شمار ہوتے ہیں۔ان کے دو افسانوی مجموعے ''شہر کی خوشبو'' اور ''تصویر کے پھول'' شائع ہو کر منظر عام پر آ چکے ہیں۔ شمس الدّین شمیم کا شمار بھی اسی دور کے افسانہ نگاروں میں ہوتا ہے۔ان کا پہلا افسانہ ''باون گز دیوتا'' ماہنامہ ''آفتاب'' میں شائع ہوا ہے۔ ریڈیو سے ان کے کئی افسانے نشر ہوئے ہیں۔ جن میں ''انگلیاں''۔ ''ایک ٹانگ کا کھلونا''۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

''رات سائے میں'' وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔ انہوں نے دفعہ ۳۷۰ کو افسانے کا روپ دیا ہے اور وہ ''مکان نمبر ۳۷۰'' کے نام سے شائع ہوا۔ ان کے افسانوں میں کشمیر کا پسِ منظر صاف طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔

مخمور بدخشی نے بھی یہاں کے افسانوی ادب میں نمایاں کارنامے انجام دئے ہیں۔ ان کا ایک ہی افسانوی مجموعہ ''نیل کمل مسکائے'' کے عنوان سے شائع ہو چکا ہے۔ ان کے اہم افسانوں میں ''عبداللہ دیوانہ''۔ ''یہ خلش کہاں سے ہوتی''۔ ''ہار جیت'' وغیرہ قابلِ ذکر افسانے ہیں۔ ان کے ساتھ ہی شبنم قیوم کا نام بھی اہم افسانہ نگاروں میں شمار ہوتا ہے۔ ان کے دو ناول اور دو افسانوی مجموعے شائع ہو کر مقبول ہو چکے ہیں۔ ناولوں میں ''کشمیر کا سیاسی انقلاب'' اور ''یہ کس کا لہو ہے کون مرا'' اور افسانوی مجموعوں میں ''ایک زخم اور سہی'' اور ''نشانات'' قابلِ ذکر ہیں۔ اگر چہ شبنم قیوم پرانے لکھنے والوں میں سے ہیں لیکن وہ آج بھی بڑے شوق سے یہاں کے ادب میں نمایاں کارنامے انجام دے رہے ہیں۔ انہوں نے کشمیر اور کشمیریت کو اپنے افسانوں کا موضوع بنایا ہوا ہے۔

درج بالا افسانوی منظر نامے کے مطالعے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ریاست جموں و کشمیر میں نئے افسانے کے خدوخال ۱۹۷۰ء کے بعد ہی نمودار ہوئے ہیں۔ جہاں ایک طرف وجودیت و اشاریت کے زیرِ اثر افسانوی ادب تخلیق ہوا، وہیں دوسری طرف گرد و پیش کی زندگی کے اثرات ان کی تحریروں پر بھی اثر انداز ہوئے۔ بیسویں صدی کی ساتویں دہائی سے درجنوں افسانہ نگار یہاں اردو افسانے کے سرمائے میں بیش بہا اضافہ کر رہے ہیں۔ جن میں وریندر پٹواری، وحشی سعید، حسن ساہو، دیپک کنول، پروفیسر ظہور الدّین، دیپک بُدکی، آنند لہر، خالد حسین، فاروق رینزو، ڈاکٹر ترنم ریاض، عبدالغنی شیخ لداخی، بلراج بخشی، شیخ بشیر احمد، مشتاق مہدی، راج نذر بونیاری، جان محمد آزاد، مشتاق احمد کینی، ڈاکٹر ریاض توحیدی، ایثار

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

کشمیری، منصور احمد منصور، زاہد مختار، پرویز مانوس، راجہ یوسف، ناصر ضمیر، طارق شبنم ڈاکٹر مشتاق احمد وانی وغیرہ کے نام قابلِ ذکر ہیں۔

وریندر پٹواری ریاست جموں وکشمیر کے ایک حساس افسانہ نگار ہیں۔ ان کے افسانوی مجموعے ''فرشتے خاموش ہیں''۔ ''دوسری کرن''۔ ''بے چین لمحوں کا سفر''۔ ''آواز سرگوشیوں کی''۔ ''ایک ادھوری کہانی''۔ ''افق دائرے'' وغیرہ شائع ہو چکے ہیں۔ وحشی سعید ساحل یہاں کے ایک اہم افسانہ نگار ہیں۔ وہ اردو ادب سے جنون کی حد تک محبت کرتے ہیں۔ ان کے افسانوی مجموعے ''سڑک واپس جاتی ہے'' اور ''کنوارے الفاظ'' شائع ہو کر منظر عام پر آ چکے ہیں۔ حسن ساہو کے اب تک چار افسانوی مجموعے ''پھول کا ماتم''۔ ''بستی بستی صحرا''۔ ''اندھا کنواں'' اور ''گردش دوراں'' شائع ہو چکے ہیں۔ دیپک کنول کی حیثیت یہاں کے اردو ادب میں نہ صرف ایک افسانہ نگار کی ہے بلکہ انہوں نے ناول نگاری میں بھی کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں۔ ان کے افسانوی مجموعے ''ہم تیرے ہو گئے''۔ ''برف کی آگ'' اور ''پمپوش'' اور ''لال پل کا دیوانہ'' شائع ہو چکے ہیں۔ پروفیسر ظہور الدّین اردو ادب کا ایک معتبر نام ہے (اب دُنیا میں نہیں ہیں)۔ ان کے افسانوں کے مجموعے ''تلافی''۔ ''کینی بلز'' شائع ہو چکے ہیں ''آخری کیل'' شائع ہونے سے رہ گیا۔ دیپک بُدکی یہاں کے ایک اہم افسانہ نگار ہیں۔ وہ پچھلی چار دہائیوں سے اردو افسانے کی ترقی میں اہم خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ان کے تین افسانوی مجموعے ''اُدھورے چہرے''۔ ''چنار کے پنجے'' اور ''زیبرا کراسنگ پر کھڑا آدمی'' شائع ہو کر قارئین حضرات سے داد و تحسین حاصل کر چکے ہیں۔ آنند لہر جو کہ صوبہ جموں سے تعلق رکھتے ہیں (اب دنیا میں نہیں ہیں) وہ بھی یہاں اردو افسانے کا ایک اہم نام ہے۔ ان کے چار افسانوی مجموعے ''نروان''۔ ''انحراف''۔ ''سرحد کے اس پار'' اور ''کورٹ مارشل'' شائع ہو کر منظر عام پر آ چکے ہیں۔ خالد حسین جو کہ بنیادی

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

طور پر پنجابی زبان کے افسانہ نگار ہیں، لیکن اردو میں بھی اب تک ان کے چار افسانوی مجموعے ''ٹھنڈی کانگڑی کا دھواں''۔ ''اشتہاروں والی حویلی''۔ ''ستی سر کا سورج'' اور ''جنت گرہن'' کے عنوان سے شائع ہو چکے ہیں۔ فاروق رینزو جو اصل میں ایک ناول نگار کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔ ان کے دو افسانوی مجموعے ''ڈوبتے کنارے'' اور ''گرتی بلندیاں'' کے نام سے شائع ہوئے ہیں۔ ڈاکٹر ترنم ریاض اردو ادب میں شاعرہ، ناول نگار، افسانہ نگار اور محقق و نقاد کی حیثیت سے جانی جاتی ہے۔ ان کے افسانوی مجموعے ''مرارختِ سفر''۔ ''یمبر زل''۔ ''ابابیلیں لوٹ آئیں گی'' اور ''یہ تنگ زمین'' زیورِ طباعت سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آ چکے ہیں۔ عبدالغنی شیخ لداخی کے تین افسانوی مجموعے ''زوجیلا کے آر پار''۔ ''دو راہا'' اور ''ایک ملک دو کہانی'' شائع ہو چکے ہیں۔ بلراج بخشی افسانہ نگاری کے ساتھ ساتھ تحقیق و تنقید، شاعری اور ترجمہ نگاری سے خاص دلچسپی رکھتے ہیں۔ ان کے افسانوں کا مجموعہ ''ایک بوند زندگی'' شائع ہو کر منظر عام پر آ چکا ہے۔ شیخ بشیر احمد کے دو افسانوی مجموعے ''بند مٹھی سے بھاگا پرندہ'' اور ''کلی کی بے کلی'' شائع ہو چکے ہیں۔ مشتاق مہدی کے دو افسانوی مجموعے ''مٹی کے دیے'' اور ''آنگن میں وہ'' حال ہی میں شائع ہو کر منظر عام پر آ چکے ہیں۔ راجہ نذر بونیاری کے تین افسانوی مجموعے ''دوسرا آدمی''۔ ''کس کی لاش ہے میرے کفن میں'' اور ''بانجھ ماں'' شائع ہو چکے ہیں۔ جان محمد آزاد کا ایک افسانوی مجموعہ ''آشیاں سے آسمان تک'' شائع ہو چکا ہے۔ مشتاق کینی کے اب تک دو افسانوی مجموعے ''غافل'' اور ''شہر پُرساں'' منظر عام پر آ چکے ہیں۔ ڈاکٹر ریاض توحیدی کے بھی اب تک دو افسانوی مجموعے ''کالے پیڑوں کا جنگل'' اور ''کالے دیوؤں کا سایہ'' شائع ہو چکے ہیں۔ ایثار کشمیری کا ایک افسانوی مجموعہ ''کرب ریزے'' کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ منصور احمد منصور کا افسانوی مجموعہ ''عذابوں کی بستی'' منظر عام پر آ چکا ہے۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

ریاست جموں وکشمیر میں اردو افسانے کے مختلف مراحل کا یہ مختصر سا جائزہ اس امر کا ثبوت ہے کہ یہاں شروع سے افسانہ نگاری کی ایک روشن روایت رہی ہے۔ یہاں کے ادیبوں نے نہ صرف شعری اصناف میں ہی کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں بلکہ نثری ادب میں بھی ان کی خدمات کو فراموش نہیں کیا جاسکتا ہے۔ یہاں کے افسانہ نگاروں نے ملک کے دوسرے افسانہ نگاروں کے شانہ بشانہ چل کر اس صنف کے روشن مستقبل کے لئے بے لوث خدمات انجام دیں اور یہ بات کھل کر ہمارے سامنے آجاتی ہے کہ جموں وکشمیر میں اردو افسانہ نگاروں کی ایک اچھی خاصی تعداد موجود ہے، جو اپنی تخلیقی صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر کسی بھی موضوع پر افسانے لکھنے کا گُر جانتے ہیں۔ خاص کر نئی نسل کے افسانہ نگار اپنی انتھک کوششوں سے نہ صرف اپنے لئے بلکہ افسانوی ادب کو بلندی بخشنے کے لئے فکر مند ہیں۔ مگر یہاں کے افسانہ نگاروں کو وہ سہولیات میسر نہیں ہیں جو کہ ملکی سطح کے افسانہ نگاروں کو حاصل ہیں لیکن پھر بھی یہاں کے ادب پرور افسانہ نگاروں کی بے لوث خدمات کو دیکھ کر یقینی طور پر کہا جاسکتا ہے کہ ریاست جموں وکشمیر میں اردو افسانے کا مستقبل روشن اور تابناک ہوگا۔ کیونکہ یہاں کی پرانی اور نئی پیڑھی نہایت ہی فعال، حساس، ذمے دار اور ایک نئے ادبی منظر نامے کی حامل نظر آتی ہیں۔

ریاست جموں وکشمیر میں اردو ادب کے تئیں خصوصاً اردو افسانے کی طرف شغف کا یہ منظر نامہ خوش آئند ہے۔ لیکن ایسی تحریریں جن میں ریاست کے ستم زدہ تاریخی اور ثقافتی مضمرات کو اردو ادب کی تاریخ اور ثقافت کے ساتھ جوڑ کر ایسی سنجیدہ بحثیں کی گئی ہوں، خال خال ہی نظر آتی ہیں۔ غالباً اس کی بنیادی وجہ اگر دیکھی جائے تو وہ یہ ہے کہ اس طرح کا فریضہ انجام دینے کے لئے اعلیٰ پایہ کا علمی شعور، تحقیقی ذوق، مطالعہ کی وسعت اور وسیع النظری کی ضرورت ہوتی ہے۔ مشتاق احمد وانی کے ہاں کسی حد تک یہ تمام خصوصیات موجود ہیں۔ کیونکہ وہ ان تمام خصوصیات سے پوری طرح

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

باخبر نظر آتے ہیں۔ چونکہ اس ضمن میں وہ خود ایک جگہ کچھ اس طرح سے رقمطراز ہیں:

''دنیائے ادب میں جتنے بھی عظیم تخلیقی شاہکار وجود میں آئے ہیں وہ سب فنی پختگی کے حامل ہونے کے ساتھ ساتھ زبان و بیان اور موضوع ہی کی بنا پر عظیم تخلیقی فن پارے کہلائے جاتے ہیں۔ یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ کثیر مطالعہ، گہرا مشاہدہ اور مسلسل مشق ایک بڑے قلم کار کے لیے نہایت ضروری ہے۔''

(''فکر و تحقیق''۔ سہ ماہی۔ نئی دہلی۔ اکتوبر، نومبر، دسمبر ۲۰۱۳ء۔ صفحہ۔ ۳۳۵)

ریاستی سطح پر اردو افسانہ نگاری کا جائزہ لیتے ہوئے مشتاق احمد وانی کی شخصیت اور اُن کے ادبی کارناموں کو کسی بھی صورت میں فراموش نہیں کیا جا سکتا ہے۔ وہ نہ صرف ریاست جموں و کشمیر بلکہ ملکی سطح پر بھی اپنی ادبی حیثیت سے منفرد مقام رکھتے ہیں۔ یہاں اب ذیل میں اُن کے پورے افسانوی ادب پر تفصیل سے روشنی ڈالنے کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے تا کہ اُن کی ساری افسانوی خدمات پر سیر حاصل بحث ہو جائے۔

اردو شعر و ادب کی مختلف اصناف جدا گانہ ہوتے ہوئے بھی ایک دوسرے سے مربوط ہیں۔ اس لیے نہیں کہ ایک کے بغیر دوسری صنف کی تخلیق مشکل ہے بلکہ اس لیے کہ یہ فردِ واحد کے پاس یکجا ہو سکتی ہیں۔ یعنی ایک شخص بیک وقت کئی اصناف میں اپنے جوہر دکھا سکتا ہے۔ اگر کسی کے پاس افکار و خیالات کی فراوانی ہو تو وہ انہیں مختلف اصناف میں اچھی طرح سے ڈھال سکتا ہے۔ لیکن اس کے لیے الگ الگ صنف میں دسترس حاصل ہونا بہت ضروری ہے۔ ایسا نہیں ہونے پر بہت ساری باتیں تخلیق کار کے سینے میں ہی دفن ہو کر رہ جاتی ہیں جبکہ کئی اصناف میں ملکہ حاصل ہونے پر غیب سے خیال میں مضامین آتے رہتے ہیں اور انہیں متعلقہ صنف میں پیش کئے جانے کا کام انجام دیا جاتا ہے۔ جناب مشتاق احمد وانی کا تعلق ایسے ہی کاموں سے ہے۔ اُن کے

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

یہاں فکر وفن کی سرگرمی کئی جہتوں میں دکھائی دیتی ہے۔ ایسا نہیں کہ ایک میں ناکام ہونے پر انہوں نے دوسرے کی راہ لی بلکہ وہ بہت کچھ سوچتے اور محسوس کرتے ہیں۔ ان میں تخلیقی جہات زیادہ ہیں۔ ریاست جموں وکشمیر کے اس ادیب کی شناخت بیک وقت ایک دیدہ ور نقاد، محقق، مفکر اور منفرد کہانی کار کی حیثیت سے کی جاتی ہے۔

مشتاق احمد وانی نے اگرچہ اپنی تخلیقی صلاحیتوں کا جوہر دکھانے کے لیے شعبہ ہائے تحقیق، تنقید اور افسانہ نگاری کا انتخاب کیا ہے اور ہمہ تن جوش، جذبے، فکر تازہ، ولولے اور زرخیز ذہن سے لیس ہو کر ان محاذوں میں ڈٹے ہوئے ہیں تاہم اردو فکشن ان کا خاص موضوع ہے۔ اور اردو فکشن کے ایک ذہین مصنف کی تمام تر صفات ان میں بدرجہ اتم موجود نظر آرہی ہیں۔ ان کی ہنرمندی اور قابلیت کا ثبوت یہ ہے کہ وہ بہت کم وقت میں مختلف ادبی رسائل و جرائد کے توسط سے قارئین حضرات تک رسائی حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کی اردو ادب کی دنیا میں شمولیت کے بارے میں جناب امین بنجارا کچھ اس طرح سے رقمطراز ہیں:

> ''گذشتہ صدی کی آخری دہائی کے جن نئے لکھنے والوں نے مختلف اصنافِ سخن میں طبع آزمائی کر کے اپنی موجودگی کا احساس کرانے کی کامیاب کوششیں کی ہیں، اُن میں ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کا نام بھی شامل ہے۔''

(''پیش لفظ'' از امین بنجارا، مشمولہ ''ہزاروں غم'' (افسانوی مجموعہ) مشتاق احمد وانی، صفحہ۔۹)

مشتاق احمد وانی نے اپنی ادبی زندگی کا آغاز اگرچہ شاعری سے کیا تھا لیکن شاعری میں کوئی کامل اُستاد نہ ملنے کی وجہ سے اس سے کنارہ کشی اختیار کرنی پڑی اور اس کے بعد پھر پوری طرح سے افسانہ نگاری کی طرف راغب ہو گئے۔ ان کی ادبی زندگی کا باقاعدہ آغاز ۱۹۸۹ء میں ہوا، جب ان کی پہلی کہانی ''تڑپتے پنچھی'' کے عنوان سے دہلی سے شائع ہونے والے مشہور و معروف ادبی رسالہ ''بھیانک جرائم''

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

میں شائع ہو کر منظر عام پر آئی۔ انہوں نے اسی دور میں تحقیقی و تنقیدی نوعیت کے مضامین بھی لکھے لیکن اپنی ادبی زندگی کے اس دور میں ان کا زیادہ تر میلان افسانے لکھنے کی طرف ہی رہا۔ اس ضمن میں چمن لال بھگت رقمطراز ہیں:

''ڈاکٹر مشتاق احمد وانی نے اپنی ادبی زندگی کا آغاز کہانی کار کی حیثیت سے کیا ہے۔ اگر چہ ادبی سمیناروں، جرائد و رسائل اور ریڈیو کے لیے تحقیقی و تنقیدی مضامین بھی لکھے ہیں۔ لیکن ان کا پہلا عشق کہانی ہے۔''

(ماہنامہ ''زرّین شعاعیں'' بنگلور، جلد ۱۷، شمارہ ۴۳، جولائی ۲۰۰۵ء)

۱۹۹۰ء کے بعد مشتاق احمد وانی کا قلم کچھ زیادہ ہی زرخیز رہا، ہندوستان کے مقتدر اور معیاری اردو رسائل و جرائد میں ان کے افسانے اور ان کی دیگر تخلیقات یکے بعد دیگرے شائع ہو کر قارئین سے داد و تحسین وصول کر چکے ہیں۔ دیگر تخلیقات کے برعکس اگر دیکھا جائے تو انہوں نے افسانے کے میدان میں ہی بہترین تخلیقات سے اپنی قوتِ نمو کا احساس دلایا ہے۔ افسانوی دنیا میں ان کے اب تک پانچ افسانوی مجموعے ''ہزاروں غم''۔ ''میٹھا زہر''۔ ''اندر کی باتیں''۔ ''قبر میں زندہ آدمی'' اور ''کیا حال ہے جاناں'' شائع ہو کر قائین حضرات سے داد و تحسین وصول کر چکے ہیں۔ اور وہ خوب سے خوب تر کی کوشش میں مصروف نظر آتے ہیں۔ جیسا کہ مجھے اس باب میں مشتاق احمد وانی کی افسانہ نگاری کا موضوعات، کردار نگاری اور اسلوب نگاری کے حوالے سے جائزہ لینا ہے لیکن اس سے پہلے میں یہاں پر ان کے پانچوں افسانوی مجموعوں ''ہزاروں غم''۔ ''میٹھا زہر''۔ ''اندر کی باتیں''۔ ''قبر میں زندہ آدمی'' اور ''کیا حال ہے جاناں'' پر الگ الگ سیر حاصل بحث کرنا چاہتا ہوں تا کہ معاصر اردو افسانہ نگاری میں اُن کی افسانہ نگاری کا انفراد و افراق واضح ہو سکے۔

☆☆☆

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

ہزاروں غم

مشتاق احمد وانی کی پہلی تصنیف ان کا افسانوی مجموعہ ''ہزاروں غم'' ہے۔ سولہ (۱۶) افسانوں پر مشتمل یہ افسانوی مجموعہ جے کے آفسیٹ پریس، دہلی نے ۲۰۰۱ء میں شائع کیا۔ ایک سو اکانوے (۱۹۱) صفحات پر مشتمل اس افسانوی مجموعے کا انتساب مشتاق احمد وانی نے اپنی شریکِ حیات راشدہ اختر اور اپنے دونوں بچّوں رضا اور صبا کے نام کیا ہے۔ اس مجموعے میں جو سولہ افسانے شامل کئے گئے ہیں اُن کے نام ''اجنبی دو دل اجنبی''۔ ''مکّار''۔ ''بھولی بھولی سی صورت''۔ ''خونی رشتے''۔ ''تنہا پرندہ''۔ ''توبہ''۔ ''شفاخانہ''۔ ''گردش''۔ ''میں سوچتا ہوں''۔ ''حلق میں اٹکی چیخ''۔ ''مستی''۔ ''میں تجھے آواز دیتا ہوں''۔ ''تباہی کا دروازہ''۔ ''تڑپتے پنچھی''۔ ''بندر سے اُلو تک'' اور ''ہزاروں غم'' ہیں۔ ان میں سے کئی افسانے اس مجموعے میں شامل ہونے سے پہلے ہی اردو کے معیاری رسائل و جرائد میں شائع ہو کر قارئین سے داد و تحسین حاصل کر چکے تھے۔ ''ہزاروں غم'' کے افسانوں کا گہرائی سے مطالعہ کرتے وقت ایک بات بڑی شدّت سے محسوس ہوتی ہے کہ مشتاق احمد وانی نے ان افسانوں کو لکھتے وقت اپنے خیالات اور جذبات کی ترجمانی کے لیے سیدھے سادے روایتی اسلوب کو نئے آہنگ اور نئے لہجے پر ترجیح دی ہے۔ اپنے ان افسانوں کو حقیقت سے قریب تر کرنے کے لیے، کرداروں کو پُرکشش بنانے اور واقعات کی ہو بہو تصویر کشی کرنے کے لیے انہوں نے نہایت ہی عرق ریزی سے کام کیا ہے۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

ان افسانوں میں مشتاق احمد وانی نے نہایت ہی صاف، سادہ، سلیس اور عام فہم زبان کا استعمال کیا ہے۔ ''ہزاروں غم'' کے لگ بھگ سارے افسانوں کے موضوعات روزمرہ زندگی سے لئے گئے ہیں۔ امین بنجارا اس افسانوی مجموعے کے متعلق کچھ اس طرح سے رقمطراز ہیں:

> ''ہزاروں غم'' کی اکثر کہانیاں ایسی ہیں جو زندگی سے جُڑے ہوئے چھوٹے چھوٹے مسائل کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہیں۔ ان کہانیوں کا آغاز بڑے عام فہم اور سہل انداز میں ہوتا ہے اور واقعات کا تسلسل قاری کو اپنے ساتھ چلنے پر مجبور کر دیتا ہے۔''

(''پیش لفظ'' از امین بنجارا، مشمولہ ''ہزاروں غم'' (افسانوی مجموعہ) مشتاق احمد وانی، صفحہ۔۱۰)

''ہزاروں غم'' میں شامل افسانے پڑھ کر یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ ابھی مشتاق احمد وانی کا فن اور شعور اتنا بالیدہ نہیں ہے، زبان اور اسلوب میں بھی وہ نکھار نہیں ہے جو افسانے کی کامیابی کا ایک لازمی جز مانا جاتا ہے، عشق و محبت کے وہی عام اور پُرانے قصوں کی طرح ان میں نوجوان لڑکے اور لڑکیاں مگن نظر آرہے ہیں، کردار بھی اتنے متاثر کن نہیں ہیں جتنے کہ ہونے چاہیں اور پلاٹ کے واقعات میں بھی کچھ خاص ربط و تسلسل نظر نہیں آرہا ہے البتہ ''ہزاروں غم'' کی اکثر کہانیاں نہایت ہی پرکشش ہیں جو اس بات کی دلیل ہے کہ مشتاق احمد وانی کو کہانی بننے کا فن خوب آتا ہے اور وہ افسانے کے اجزائے ترکیبی سے بھی واقفیت رکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ وہ اپنے فن کا مظاہرہ کرنے کے لیے اپنی قوتِ اظہار و ابلاغ کا استعمال بھی خوبصورتی سے کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ''ہزاروں غم'' افسانوی مجموعہ کے افسانوں میں سے چند اقتباسات اس تناظر میں ملاحظہ کیجئے:

> ''زندگی کے اس رواں دواں سفر میں انسان انسان کو اس طرح

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

بھول جاتا ہے جس طرح انسان خواب دیکھتا ہے اور بھول جاتا ہے۔ کوئی بھی آدمی ایک دوسرے کو ہمیشہ یاد نہیں رکھتا۔ دنیا سے گزرے ہوئے آدمی کی شکل وصورت جیتے جاگتے آدمیوں کے دل ودماغ پر سے وقت کے ساتھ ساتھ اُتر جاتی ہے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ کوئی بھی آدمی کسی کے لیے نہیں روتا۔ بل کہ ہر آدمی اس دنیا میں اپنے آرام وسکون کو روتا ہے۔ ہاں ایک ماں شاید اس زمرے میں نہیں آتی۔ کیوں کہ ماں کے دل میں اولاد کے لیے بے لوث محبت ہوتی ہے اور اسی لیے انسانی رشتوں میں اللہ پاک نے ماں کا درجہ بہت بلند رکھا ہے کہ ماں کے قدموں تلے جنّت ہے۔''

(ڈاکٹر مشتاق احمد وانی۔ ''ہزاروں غم'' (افسانوی مجموعہ) افسانہ ''مکار'' صفحہ۔۳۳)

''سکھ رام ایک طویل مدّت کے بعد اپنے بیٹے اور بہو کے پاس آیا تھا۔ تا کہ کچھ دن ان کے پاس آرام سے رہ کر صحت یاب ہو سکے۔ لیکن یہاں بہو اور بیٹے کی بے رُخی دیکھ کر وہ اپنے آپ کو بالکل بے سہارا محسوس کرنے لگا۔ اسے زبردستی واپس بھیجا گیا تھا۔ بیوی سے مایوس ہونے کے بعد اب اُس کا آخری سہارا اس کا بیٹا شام سندر تھا۔ لیکن بیٹے نے بھی آج اسے ایک بھاری بوجھ سمجھ کر اپنے سر سے اُتار دیا تھا کیوں کہ شام سندر کے نزدیک اپنی بیوی انجنا کی بات اہم تھی۔ باپ کا پیار اُس کا بڑھاپا اور بیماری نہیں۔''

(ڈاکٹر مشتاق احمد وانی۔ ''ہزاروں غم'' (افسانوی مجموعہ) افسانہ ''تنہاہ پرندہ'' صفحہ۔۷۷)

مندرجہ بالا اقتباسات میں مشتاق احمد وانی کی قوتِ اظہار وابلاغ کی

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

بہت سی اہم جھلکیاں تو موجود ہیں ہی لیکن اس کے ساتھ ساتھ ان اقتباسات میں زبان وبیان کی ایک الگ کشش بھی ہے۔ ''ہزاروں غم'' کے افسانوں میں وہ قوتِ احساس جلوہ گر ہے جس کا سرچشمہ ان کا ماحول اور معاشرہ ہی ہے۔ جس میں وہ روزمرہ کی زندگی گزار رہے ہیں۔ انہوں نے اسی روزمرہ زندگی سے اپنے افسانوں کے موضوعات چُن لئے ہیں۔ اس میں مشتاق احمد وانی کا کمال یہ ہے کہ روزمرہ زندگی سے کوئی موضوع چُن لینا اور اس میں افسانویت پیدا کرنا بہت مشکل فن ہے لیکن وہ ایک ماہر کہانی کار کی طرح اس میں کامیاب نظر آتے ہیں۔ اس ضمن میں صدر شعبۂ اردو مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی حیدرآباد، پروفیسر ابوالکلام ان کے بارے میں کچھ اس طرح سے رقمطراز ہیں:

> ''مشتاق احمد وانی کے افسانے اپنے فن اور موضوع کے لحاظ سے اہم ہیں۔ ان کے افسانوں کے پلاٹ سادہ ہیں۔ موضوعات عام اور روزمرہ کی زندگی سے اخذ کئے گئے ہیں۔ ان عام فہم موضوعات میں افسانویت پیدا کرنا اور انہیں فن پارے کا روپ دینا ایک ماہر فنکار کا ہی کام ہوتا ہے۔ جس میں مشتاق احمد وانی کو بڑی مہارت حاصل ہے۔''

(''مشتاق احمد وانی موضوعاتی ندرت و جدت اور فنی نفاسیت کا افسانہ نگار'' از پروفیسر ابوالکلام، مشمولہ ''اندر کی باتیں'' (افسانوی مجموعہ) مشتاق احمد وانی، صفحہ۔۲۲)

''ہزاروں غم'' کے افسانوں کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ کہا جاسکتا ہے کہ مشتاق احمد وانی کے ان افسانوں میں کوئی نیا پن نہیں ہے لیکن ان کا انداز بیان بہت ہی دلچسپ ہے اور یہی وجہ ہے کہ ان کے افسانے پڑھتے ہوئے دلچسپی برقرار رہتی ہے۔ اور قاری جب تک کہانی ختم نہ کرلے اس کا پوری کہانی پڑھنے کا شوق برابر رہتا ہے۔ یہ ایک اچھے کہانی کار کی سب سے بڑی خصوصیت ہوتی ہے کہ وہ قاری کو

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

باندھے رکھے۔ مشتاق احمد وانی اس فن میں ماہر نظر آتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے ان افسانوں میں جو زبان استعمال کی ہے وہ نہایت ہی صاف، سادہ، سلیس اور عام فہم ہے۔ مشکل اور دقیق الفاظ کا استعمال بہت کم کیا ہے۔ استعاروں اور کنایوں کو برتنے کے بجائے انہوں نے روزمرہ اور بول چال کے رائج انداز کو افسانوں میں اپنایا ہے۔ مقامی الفاظ کا استعمال بھی بڑی خوبصورتی کے ساتھ کیا ہے۔ ان افسانوں کے مکالمے کہیں کہیں کافی طویل ہیں لیکن پھر بھی پڑھتے ہوئے اکتاہٹ کا احساس نہیں ہوتا ہے۔

☆☆☆

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

میٹھا زہر

''میٹھا زہر'' ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کا دوسرا افسانوی مجموعہ ہے جسے ۲۰۰۸ء میں ایجوکیشنل پبلشنگ ہاوس دہلی نے شائع کیا۔ ایک سو اکیاسی (۱۸۱) صفحات پر مشتمل اس افسانوی مجموعے کے انتساب کو مشتاق احمد وانی نے اسی مجموعے کے افسانوں کے اہم کرداروں کے نام کیا ہے جو ہر ایک قاری کے دامنِ توجہ کو تھام لیتا ہے۔ ایسا منفرد، دلکش، اچھوتا، شگفتہ اور معنی خیز انتساب پہلی بار دیکھنے کو ملتا ہے۔ انتساب کے بعد ''نظر اپنی اپنی خیال اپنا اپنا'' (معتبر ادب شناسوں کے تاثرات) کے تحت مؤقر اربابِ نقد و بصیرت اور معتبر ادب شناسوں کے تاثرات کی ایک طویل فہرست دی گئی ہے جن میں پروفیسر گوپی چند نارنگ، پروفیسر ظہور الدّین، پروفیسر وہاب اشرفی، پروفیسر حامدی کاشمیری، پروفیسر قمر رئیس، جوگندر پال، پروفیسر عتیق اللہ، پروفیسر ارتضیٰ کریم، پروفیسر علی احمد فاطمی، انیس امروہوی، پروفیسر اسلم جمشید پوری، دیپک بُدکی، محمد شاہد پٹھان اور ڈاکٹر ریاض احمد جیسی باکمال شخصیات نے مشتاق احمد وانی کے فنی کمالات، تخلیقی جولانیوں اور فکری جدّتوں کا اس درجہ کھُل کر اعتراف کر کے ان کے کامل و اکمل صاحب فن ہونے پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔ یہاں پر میں ان معتبر ادب شناسوں کے تاثرات جو انہوں نے مشتاق احمد وانی کے افسانوی مجموعے (میٹھا زہر) کے متعلق رقمطراز کئے ہیں اُن پر مختصراً نظر دوڑا کر کچھ کسب نور کرتا چلوں تا کہ یہ پتا چلے کہ ان روشن آفتابوں، ماہتابوں کی گرانقدر آرا پر

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

جناب ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کس درجہ کھرے اُترے ہیں۔

سب سے پہلے پروفیسر گوپی چند نارنگ نے مشتاق احمد وانی کے افسانوں میں اخلاقی قدروں کی شکست وریخت، انسانی رشتوں کا بکھرنا، بزرگوں اور ان کی اولادوں کے درمیان بڑھتا ہوا فاصلہ، خودغرضی، لالچ اور کاروباری ذہنیت کا فروغ نیز سماجی سطح پر لڑکیوں کی ناقدری اور رشتوں ناطوں کی بے حسی جیسے عصری مسائل کی اثر انگیز ترجمانی کو قابل توجہ قرار دیا ہے۔ پروفیسر ظہور الدّین نے ان کے افسانوں کا مختصر تجزیہ کرتے ہوئے واقعات کی بنت، پلاٹ کی تشکیل اور کردار نگاری میں مزید توجہ دیتے ہوئے کچھ اور منزلیں طے کرنے کا مشورہ دیا ہے۔ پروفیسر وہاب اشرفی مشتاق احمد وانی کے افسانوں کے مطالعے سے ان کے مزاج کے تنوع اور تجربے و مشاہدے کی سمتوں کا پتا چلا لیتے ہیں۔ علاوہ ازیں ان کے چند افسانوں میں فکر کی بعض کیفیتوں، انسان کے ازلی تذبذب، ذہنی انتشار، زندگی کے لامنتہا مسائل کی پیچیدگی وغیرہ کی نشاندہی کرتے ہوئے زمانے کے خدوخال ان کی نظر اور واضح بیانیہ کو آج کے انسان کی ضرورت قرار دیتے ہیں۔ پروفیسر حامدی کاشمیری مشتاق احمد وانی کے افسانوں میں ان کے داستانوی انداز میں بیانیہ سے کام لینے کی ہنرمندی کا اعتراف کرتے ہیں۔ نیز ان کے افسانوں کو ایک توضیحی، تکراری اور طوالت آشنا بیان کے باوصف پڑھے جانے کی ترغیب دینے میں کامیاب بتاتے ہیں۔ پروفیسر قمر رئیس ان کے دو افسانوں ''دوہری مار'' اور ''دل ودماغ میں گھومتی کیل'' کو موضوعاتی اور فنی اعتبار سے مُتاثر کُن قرار دیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ جوگندر پال نے ان کے بارے میں لکھا ہے کہ انہیں انسانی قدریں نہایت ہی عزیز ہیں اور ان انسانی قدروں سے اپنائیت کی بدولت ہی انہیں اپنی کہانیاں تخلیق کرنے کی تحریک ملتی ہے۔ پروفیسر عتیق اللہ مشتاق احمد وانی کو کشمیر کا ایک ایسا افسانہ نگار قرار دیتے ہیں جو دو نہیں بلکہ کئی پاٹوں کے بیچ میں پس رہا ہے۔ وہ اس بات کا اعتراف بھی کرتے ہیں

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

کہ ان کا افسانوی فن اس بات کا بھی مظہر ہے کہ یہ فکشن کی روایت سے بھی بخوبی واقفیت رکھتے ہیں۔ڈاکٹر ارتضیٰ کریم مشتاق احمد وانی کی تحقیق وتنقید سے دلچسپی کا اعتراف کرتے ہوئے ان کے دردمند دل کو تخلیق میں ہی اپنی جولانیاں دکھانے، کھل کر سماجی نابرابری، خواتین کے ساتھ استحصال، کمزور طبقوں پر ڈھائے جارہے مظالم، سیاسی شعبدہ بازی، جنسی بے راہ روی، غربت کے المیے وغیرہ پر بامقصد، تعمیری اور متاثر کُن کہانیاں تخلیق کرنے کو اولیت دیتے ہیں۔ پروفیسر علی احمد فاطمی ان کے افسانوں میں موضوعات کی اہمیت، شدّت، تازگی اور فکر انگیزی کی موجودگی کو روایتی اسلوب اور فرسودہ تکنیک کے پس پردہ چلے جانے کا سبب قرار دیتے ہیں۔ نیز وہ اس بات کی بھی پیشن گوئی کرتے ہیں کہ ان کے افسانے گہرے سماجی شعور، معاشرتی وجدان اور تکنیکی بصیرت کی وجہ سے ادبی حلقوں میں پسندیدگی سے پڑھے جائیں گے۔انیس امرہوی مشتاق احمد وانی کی کہانیوں کے مثبت رویّوں نیز زبان کی سادگی اور سلاست کی بنا پر دل ودماغ پر اچھا تاثر قائم کرنے کا سبب قرار دیتے ہیں۔ پروفیسر اسلم جمشید پوری ان کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یہ شرافت کا پیکر تو ہیں لیکن ان کے افسانے بھی اسی صفت سے لبریز نظر آتے ہیں اور وہ ان کے افسانوں میں جموں وکشمیر کے کسی نہ کسی حوالے سے آجانے کی بھی نشاندہی کرتے ہیں۔ دیپک بُدکی ان کے افسانوں کی دلکش منظر نگاری کو ان کے حساس ذہن کی ہی دین قرار دیتے ہیں۔محمد شاہد پٹھان مشتاق احمد وانی کے افسانوں میں عصری معاشرہ کو اپنی تمام ہماہمی وگہما گہمی کے ساتھ زندگی کرتا ہوا محسوس نظر آتے ہیں۔اور آخر میں ڈاکٹر ریاض احمد ان کے افسانوں میں رشتوں کی بے حرمتی، اپنے عہد کی بے انصافیوں اور معاشرے میں درآئی آلودگیوں کو پیش کرنے کی کوشش کو کامیاب قرار دیتے ہیں۔

معتبر ادب شناسوں کے ان تاثرات سے ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کے افسانوی

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

فن پر پوری طرح سے روشنی پڑتی ہے جو انہوں نے ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کی کہانیوں کے ضمن میں پیش کئے ہیں۔ یہ تاثرات مشتاق احمد وانی کے کم و بیش تمام تخلیقی پہلوؤں، فنی بصیرتوں اور فکری جہتوں پر روشنی ڈالتے ہوئے انہیں عصری تقاضوں کا ترجمان اور ایک کامیاب کہانی کار ثابت کرنے میں نمایاں اور کارآمد ہیں اور ان تاثرات سے مشتاق احمد وانی کی شخصیت کا کوئی بھی پہلو ہو یا فکری زاویہ یا کوئی بھی تخلیقی جہت ہو وہ روشن نظر آتی ہے۔

''میٹھا زہر'' افسانوی مجموعہ بارہ (۱۲) افسانوں پر مشتمل ہے۔ اس مجموعے میں جو افسانے شامل کئے گئے ہیں اُن کے نام ''دوہری مار''۔ ''کوفت''۔ ''درد بھری راتیں''۔ ''مجبوری''۔ ''جنم بھومی کے آنسو''۔ ''دل و دماغ میں گھومتی کیل''۔ ''بیٹی''۔ ''شرافت''۔ ''افراتفری میں کھڑا آدمی''۔ ''چور''۔ ''پنجرے میں مورنی'' اور ''میٹھا زہر'' ہیں۔ ان میں سے بیشتر افسانے اس مجموعے میں شامل ہونے سے پہلے ہی ملک کے مختلف رسائل و جرائد میں شائع ہو کر قارئین حضرات سے داد و تحسین وصول کر چکے ہیں۔ ''میٹھا زہر'' مختلف النواع موضوعات پر مبنی کہانیوں کا مجموعہ ہے۔ جن میں سے بیشتر کہانیاں ریاست جموں و کشمیر جو کہ مصنف کی اپنی جائے پیدائش ہے سے متعلق نظر آتی ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ ریاست جموں و کشمیر کی مٹی کی سوندھی سوندھی خوشبو اس افسانوی مجموعے کے مختلف اوراق میں بکھری ہوئی ہے تو بے جا نہ ہوگا۔ قاری اس مٹی کی خوشبو سے معطر ہوئے بغیر نہیں رہ پاتا ہے۔ لیکن ساتھ میں ہی جموں و کشمیر کی حسین وادیوں میں سیر کرنے کے بعد وہ اُجڑے ہوئے دیار کی طرح ماتم زدہ بھی ہو جاتا ہے۔

ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کے پہلے افسانوی مجموعے (ہزاروں غم) کے افسانوں کو ذہن میں رکھتے ہوئے اگر ''میٹھا زہر'' کے افسانوں کو دیکھا جائے تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان کا فن یقیناً ارتقاء کی طرف مائل نظر آتا ہے۔ ''ہزاروں غم'' کے

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

افسانوں کی طرح ہی ''میٹھا زہر'' کے افسانوں کے موضوعات بھی انہوں نے روزمرہ زندگی سے ہی اخذ کئے ہیں۔ البتہ ان افسانوں میں مشتاق احمد وانی کی فنی بصیرت ترقی کی طرف مائل نظر آتی ہے۔ کیونکہ محنت وریاضت کی وجہ سے ان کا فن اور شعور آہستہ آہستہ بالیدہ ہوتا گیا ہے۔ یہی نہیں بلکہ ان کے اسلوب اور موضوعات میں بھی واضح جھلکیاں ''میٹھا زہر'' میں ہی دیکھنے کو ملتی ہیں۔ پروفیسر ارتضیٰ کریم اپنے مضمون ''کہانیوں کا مشتاق: مشتاق احمد وانی'' میں کچھ اس طرح سے رقمطراز ہیں:

> ''افسانوں کے مجموعہ (میٹھا زہر) تک آتے آتے انہوں (مشتاق احمد وانی) نے اپنے تخلیقی سفر کے سات سال مزید جی لئے ہیں۔ چنانچہ اس دوران ان کا فن اور بالیدہ اور باشعور ہوا ہے۔ زبان اور اسلوب کے اعتبار سے بھی، موضوعات کے تنوع کے لحاظ سے بھی، فنی چابکدستی کے حوالے سے بھی۔'' (''کہانیوں کا مشتاق: مشتاق احمد وانی'' از پروفیسر ارتضیٰ کریم، مشمولہ ''میٹھا زہر'' (افسانوی مجموعہ) مشتاق احمد وانی، صفحہ۔۹۲۲)

''میٹھا زہر'' کے افسانوں کا مطالعہ کرتے ہوئے جس بات کا شدّت سے احساس ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ مشتاق احمد وانی کو اپنے فن پر پورا پورا بھروسہ ہے۔ اسی لیے انہوں نے چھوٹے چھوٹے واقعات کو ہی اپنے افسانوں میں بڑی فنی چابکدستی کے ساتھ پیش کرنے کی ایک کامیاب کوشش کی ہے۔ بظاہر معمولی اور چھوٹے واقعات میں بھی انہوں نے بڑی بڑی حقیقتوں کو تلاش کیا ہے۔ انہوں نے ''میٹھا زہر'' میں موضوع اور اسلوب پر خاص دھیان دیا ہے۔ اصلاحی اور تعلیمی موضوعات کے ساتھ ساتھ اس مجموعے میں عصری مسائل پر بھی خاصی توجہ دی گئی ہے۔ اس مجموعے میں نہایت ہی سلگتے ہوئے اور سنجیدہ مسئلوں کو بھی بڑی فنکاری کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ محمد شاہد پٹھان ''میٹھا زہر'' افسانوی مجموعہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

''میٹھا زہر میں شامل بارہ افسانوں میں سے بیشتر افسانے اپنے موضوع اور اسلوب بیان کے لحاظ سے قابلِ مطالعہ ہی نہیں، بلکہ قابلِ توجہ بھی ہیں۔ بعض کہانیوں میں ڈپٹی نذیر احمد کے تعلیمی اور اصلاحی موضوعات اپنائے گئے ہیں اور کچھ افسانوں میں پریم چند کی افسانوی روش سے بھی کہانی کار نے فنی استفادہ کیا ہے۔''

(محمد شاہد پٹھان۔ ''تفہیم وتنقید'' (تنقیدی مضامین) صفحہ۔۲۴)

''میٹھا زہر'' کی اکثر کہانیاں بظاہر قدیم طرزِ اسلوب کی کہانیاں نظر آتی ہیں اور ان کو پڑھتے ہوئے یہ محسوس ہوتا ہے کہ ہم قدیم دور میں پہنچ گئے ہیں۔ لیکن مشتاق احمد وانی نے نہایت ہی فنی چابکدستی سے اپنے ان افسانوں میں نئے مسائل کو تازہ اور نئے ڈھنگ سے پیش کر کے انہیں آج کی زندگی اور دھڑکتی ہوئی کہانیاں بنا دیا ہے۔ ان کہانیوں کا مطالعہ کرنے کے بعد ایسا لگتا ہے کہ یہ اسی دور کی کہانیاں ہیں جس میں ہم اور آپ جی رہے ہیں اور کہیں کہیں ایسا بھی محسوس ہوتا ہے کہ ان کہانیوں میں مثالیت پسندی زیادہ آ گئی ہے۔ لیکن واقعات کی حقیقت پسندی اور کرداروں کی مکالماتی سچائی سے یہ کہانیاں دامنِ دل کو کھینچتی ہیں۔

مشتاق احمد وانی کے افسانوی مجموعہ ''میٹھا زہر'' نے جدید اردو افسانے کی تاریخ میں ایک نئی جہت قائم کی۔ مشتاق احمد وانی کو جہانِ ادب میں شہرت ومقبولیت کے بامِ عروج پر پہنچانے کے لیے بھی اسی افسانوی مجموعے کا خاص حصہ رہا ہے۔ ''میٹھا زہر'' کی شہرت ومقبولیت اور کامیابی وکامرانی کے بارے میں ہم یہی کہہ سکتے کہ اس مجموعے کی مقبولیت کے پیشِ نظر ہی شعبۂ اردو جموں یونیورسٹی اور شعبۂ اردو حیدرآباد سنٹرل یونیورسٹی نے ''مشتاق احمد وانی: بحیثیت افسانہ نگار'' کے موضوع پر ایم۔فل (M.Phil) کی ڈگریاں بھی تفویض کی ہیں۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

مجموعی طور پر اگر دیکھا جائے تو ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کے افسانوی مجموعہ ''میٹھا زہر'' کے افسانوں میں رشتوں ناطوں کی بے حرمتی، اخلاقی قدروں کا زوال، خود غرضی جیسے مرض، لالچ جیسی لعنت، اپنے عہد کی بے انصافیوں اور معاشرے میں در آئی آلودگیوں کو پیش کرنے کی ایک نہایت کامیاب کوشش کی گئی ہے۔ ان کے افسانوں میں مقصدیت اور افادیت کے پہلو غالب نظر آتے ہیں۔

☆☆☆

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

اندر کی باتیں

ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کا تیسرا افسانوں کا مجموعہ ''اندر کی باتیں'' ستمبر ۲۰۱۵ء میں ایجوکیشنل پبلشنگ ہاوس دہلی سے آراستہ ہوکر منظر عام پر آیا۔ اس افسانوی مجموعے کی اشاعت کے لیے مشتاق احمد وانی کو جموں وکشمیر اکیڈمی آف آرٹ کلچر اینڈ لنگویجز نے جزوی مالی تعاون پیش کیا ہے۔ ''اندر کی باتیں'' کا انتساب انہوں نے ممتاز فکشن نگار انتظار حسین، عالمی شہرت یافتہ محقق ونقاد اور ماہر لسانیات پروفیسر گوپی چند نارنگ اور اپنے استادِ محترم پروفیسر ظہورالدّین صاحب کے نام بڑے ہی خوبصورت انداز میں کیا ہے۔ اس افسانوی مجموعے کی ضخامت دوسو اٹھارہ (۲۱۸) صفحات ہیں۔ جن میں سے لگ بھگ ایک سو اکیس (۱۲۱) صفحات پر ''کہانی مزاج وکہانی شناس اہل نقد ونظر کے تاثرات'' عنوان کے تحت اردو کے معتبر ادب شناس حضرات کے تاثرات جامع اور مفصل طور پر دیئے گئے ہیں اور بقیہ صفحات پر افسانے پیش کئے گئے ہیں۔

''اندر کی باتیں'' افسانوی مجموعہ میں کُل بارہ (۱۲) افسانے شامل کئے گئے ہیں۔ جن میں سے بیشتر افسانے اس مجموعے میں شامل ہونے سے پہلے ہی ملک کے مختلف ادبی رسائل وجرائد میں شائع ہوکر سنجیدہ قارئین سے داد وتحسین حاصل کر چکے ہیں۔ ''اندر کی باتیں'' افسانوی مجموعہ میں شامل افسانوں کے نام'' جسم خور کیڑا''۔ ''سرگوشی''۔ ''باغی''۔ ''فتنہ''۔ ''پانچ سال کا بن باس''۔ ''ایک اہم

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

سوال''۔''چھپا سانپ''۔''چہرہ چھپائے لوگ''۔''آنکھوں کی عصمت دری''۔''بابا کو کچھ ہو گیا ہے''۔''باہر اور اندر کا منظر'' اور ''اندر کی باتیں'' ہیں۔

''اندر کی باتیں'' پر تفصیل سے روشنی ڈالنے سے پہلے میں یہاں پر اُن ادب شناس حضرات میں سے چند نمایاں حضرات کے تاثرات پر سرسری نظر ڈالنا چاہتا ہوں جو انہوں نے مشتاق احمد وانی کے اس افسانوی مجموعے کے متعلق قلمبند کئے ہیں تا کہ اس مجموعے کی پوری عظمت ہمارے سامنے آجائے اور ہمیں یہ بھی پتا چلے کہ مشتاق احمد وانی ان ادب شناس حضرات کی گرانقدر آرا پر کس درجہ کھرے اُترے ہیں۔

پروفیسر قدوس جاوید نے مشتاق احمد وانی کے افسانہ ''اندر کی باتیں'' کو مابعد جدید افسانہ کہلانے کا سزاوار ثابت کرنے کی طرف اشارہ دیا ہے۔ پروفیسر قاضی عبیدالرّحمان ہاشمی کی اُمید ہے کہ مشتاق احمد وانی کا یہ تیسرا افسانوی مجموعہ ''اندر کی باتیں'' اپنے گہرے سماجی شعور، فنی بصیرت اور وافر مشاہدے کی بدولت قارئین کے ذہنوں پر دیرپا نقش چھوڑے گا۔ پروفیسر مجید بیدار کا ماننا ہے کہ مشتاق احمد وانی کے افسانوں کی خصوصیت یہی ہے کہ وہ انسانی ضمیر کو جھنجھوڑنے والی تخلیقات کے ذریعے کڑوی اور تلخ حقیقتوں کو نمایاں کرتے ہیں وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ افسانے کو بیان کرنا اور اس کے توسط سے کہانی کو کشمکش سے ہم آہنگ کر کے انجام کی طرف لے جانا ان کے افسانوں کی بہت بڑی خوبی ہے۔ پروفیسر مناظر عاشق ہرگانوی لکھتے ہیں کہ مشتاق احمد وانی کی فنکارانہ بصیرت اور موضوع کے تنوع کی وجہ سے جذبات واحساسات کو اعمال کے منفرد انداز اور وژن کی کرشمہ سازی کی بنا پر ''اندر کی باتیں'' اپنے اندر الگ جہتیں رکھتا ہے۔ پروفیسر ابوالکلام کو ان کے افسانوں میں سماج کی اصلاح اور فلاح و بہبود کا پہلو نظر آیا۔ ساتھ میں وہ ان کے بارے میں یہ بھی لکھتے ہیں کہ مشتاق احمد وانی قوم وملت کی ترقی، قومی یکجہتی، باہمی مساوات اور اخوت

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

کو اپنے افسانوں کے ذریعے سے فروغ دینا چاہتے ہیں۔ پروفیسر ابوالکلام قاسمی ان کے افسانوں میں زبان کو نسبتاً زیادہ تہہ دار اور کرداروں کو ہمہ جہت بنانے پر توجہ دینے کا مشورہ دیتے ہیں۔ پروفیسر محمد زماں آزردہ کا ماننا ہے کہ ان کی کہانیوں کو جو خوب پذیرائی حاصل ہوئی ہے وہ اس لئے کہ انہوں نے پڑھنے لکھنے کو ہی اپنا اوڑھنا بچھونا بنا رکھا ہے۔ پروفیسر شریف احمد قریشی ان کے افسانوی مجموعہ ''اندر کی باتیں'' کے افسانوں کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ محسوس کرتے ہیں کہ مشتاق احمد وانی ایک کامیاب، منفرد اور معتبر افسانہ نگار ہیں اور ان کے افسانے حقیقی فکشن کی عمدہ مثال ہیں۔ جناب رفیق شاہین ''اندر کی باتیں'' کا تجزیہ کرنے کے بعد مشتاق احمد وانی کے اسلوب میں زبان کی سادگی، صفائی، شگفتگی، بے ساختگی، شائستگی، تازگی وغیرہ کی نشاندہی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ڈاکٹر خالد اشرف ان کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ان کا افسانہ ان کے خطۂ مخصوص کا نہ صرف نمائندہ ہے بلکہ اس خطے کے تمام تر ثقافتی پہلو بھی اپنے اندر جذب کئے ہوئے ہیں۔ ابوبکر عباد یہ اعتراف کرتے ہیں کہ مشتاق احمد وانی سماجی اور معاشرتی موضوعات کے علاوہ حالات حاضرہ کے مسائل اور اپنے گردوپیش کی زندگی کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد فکر و احساس کو اپنی کہانیوں کے قالب میں ڈھال کر قارئین کے سامنے پیش کرنے کا فن خوب جانتے ہیں۔ حقانی القاسمی اس بات کی نشاندہی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ مشتاق احمد وانی کی افسانوی آواز اپنا اعتبار قائم کرنے میں کامیاب ہوگی۔ ڈاکٹر سید اختیار جعفری لکھتے ہیں کہ منٹو کی طرح مشتاق احمد وانی کے افسانوں کے انجام کا پتا آخر تک نہیں چلتا اور ٹھیک اُسی کی طرح جہاں انہوں نے سماج کی کسی بُرائی کی تصویر کشی کی ہے تو بے پناہ غصہ میں نظر آتے ہیں۔ وہ مشتاق احمد وانی کو ایک شاعر قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ان کے بیان سے جیسے شاعری پھوٹ کر بہنے لگتی ہے۔ دیپک کنول کا کہنا ہے کہ ان کا انداز انسانی رشتوں کے اتار چڑھاؤ کو پیش کرتا ہے اور

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

انہیں وہ انسانی استحصال کے مخالف بھی نظر آتے ہیں۔ ڈاکٹر پرویز شہریار لکھتے ہیں کہ مشتاق احمد وانی نے اپنے مقصدی اور اصلاحی افسانوں کے ذریعے معاشرتی اور تہذیبی بحران کا اخلاقی اور مذہبی نظریے سے سدباب کرنے اور اس کے تدارک کی کوشش کی ہے۔ ڈاکٹر الطاف انجم ان کے افسانوں میں ہندی الفاظ کے استعمال کی نشاندہی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ڈاکٹر شہاب ظفر اعظمی لکھتے ہیں کہ مشتاق احمد وانی کھلے طور پر ادب کے مقصدی ہونے کے قائل ہیں اور ڈپٹی نذیر احمد کی طرح سماجی ،معاشرتی اور خاندانی اصلاح کے لیے ادب کو ہتھیار بنانے کے طرف دار ہیں۔ اور آخر میں ڈاکٹر رغبت شمیم ملک ان کے بارے میں لکھتے ہیں کہ مشتاق احمد وانی اردو افسانہ کا منٹو نہیں ہے لیکن منٹو کی بے باکی اور حقیقت نگاری ان کے ہاں بھی ضرور موجود ہے۔ اور ان کے افسانے ان کی ذاتی زندگی اور سماج دونوں کا آئینہ ہے۔

معتبر ادب شناس حضرات کے ان تاثرات سے مشتاق احمد وانی کے تیسرے افسانوی مجموعے (اندر کی باتیں) کی پوری عظمت کا احساس ہوتا ہے اور ساتھ میں ہی ان کی تمام تخلیقی صلاحیتوں، فکری جہتوں، فنی بصیرتوں اور سماجی شعور پر بھی صاف روشنی پڑتی ہے۔ ان تاثرات سے مشتاق احمد وانی کی شخصیت کا ہر ایک پہلو روشن نظر آتا ہے اور ان کے افسانوی فن کی ساری خصوصیات اپنی خوبیوں اور خامیوں کے ساتھ ہمارے سامنے آجاتی ہیں۔

''اندر کی باتیں'' میں شامل افسانوں میں مشتاق احمد وانی نے جو اسلوب، موضوع اور مواد کا انتخاب کیا ہوا ہے وہ ہر ایک اعتبار سے ان کے پہلے دونوں افسانوی مجموعوں کے افسانوں سے نہایت منفرد اور اہم ہے کیونکہ یہ افسانے اُن پر بھاری پڑے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ''اندر کی باتیں'' میں شامل افسانوں کا مطالعہ کرنے کے بعد ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان افسانوں میں افسانہ نگار کی ذاتی زندگی اور ذاتی تجربات بکھرے پڑے ہیں جس کی وجہ سے ان میں رومان اور احساس کی

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

شدّت کے ساتھ ساتھ جذبات کی بھی بہترین عکاسی کی گئی ہے۔ان افسانوں میں مشتاق احمد وانی کے ذہنی اور داخلی احساسات کے سارے رنگ نظر آتے ہیں۔زندگی کے وہ تجربات وحادثات جن سے وہ گزرے ہیں وہ تمام تجربے ان افسانوں کا حصّہ بن گئے ہیں۔آج کی زندگی کے جو موضوعات اور مسائل ہیں اُن سب کو مشتاق احمد وانی نے ''اندر کی باتیں'' کے افسانوں میں برتنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ڈاکٹر الطاف انجم ''اندر کی باتیں'' کے بارے میں کچھ اس طرح سے رقمطراز ہیں:

> ''اندر کی باتیں'' ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کی تیسری افسانوی سوغات ہے جو سابقہ دو مجموعہ جات کے مقابلے میں اس اعتبار سے اہم اور قابل توجہ ہے کہ اس میں افسانہ نگار فکری تنوع مندی، جمالیاتی حِسیت، لسانی اہلیت (Linguistic Competence) اور معاشرتی شعور کی پختگی کے ساتھ ہمارے سامنے کھڑا ہو جاتا ہے۔'' (''ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کا جہانِ افسانہ'' از ڈاکٹر الطاف انجم، مشمولہ ''اندر کی باتیں'' (افسانوی مجموعہ) صفحہ۔۹۵)

''اندر کی باتیں'' میں شامل سارے افسانے ہمارے سماج کے مختلف مسائل کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہیں۔ اس لئے ان افسانوں کے لئے مواد وموضوعات کا انتخاب اسی معاشرے اور اپنے گردوپیش کے ماحول سے ہی کیا گیا ہے۔ ان افسانوں کے موضوعات بھی لگ بھگ پہلے افسانوں کی طرح روزمرہ زندگی سے ہی اخذ کئے گئے ہیں۔ ''اندر کی باتیں'' کے افسانے اپنے اردگرد کے حالات، انسانی نفسیات، زمانہ کی کجروی، ناآسودگی، اعلیٰ اقدار کی زبوں حالی، سماجی مسائل، بدعنوانی، جنسی بے راہ روی، سیاسی چال بازیوں، ادھورے سپنوں، ازدواجی زندگی کی تلخیوں، ذہنی کشمکش اور متعدد تلخ حقائق کے آئینہ دار نظر آتے ہیں۔لیکن ''اندر

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

کی باتیں'' کے افسانوں میں ندرت وجدّت کا پہلو نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ اس مجموعے کے افسانوں کے مطالعہ سے یہ پتا چلتا ہے کہ مشتاق احمد وانی اپنے افسانوں کے ذریعے سماج کی بُرائیاں دُور کرنے اور ایک بہترین معاشرے کی تشکیل کے خواہاں ہیں۔ وہ پورے معاشرے میں انسان دوستی، اخوت، مساوات، اقدار کی پاسداری، قومی یکجہتی وغیرہ کو اپنے افسانوں کے ذریعے فروغ دینا چاہتے ہیں۔ چنانچہ اس ضمن میں ڈاکٹر پرویز شہریار مشتاق احمد وانی کے بارے میں اپنے مضمون ''مشتاق احمد وانی کے افسانے تہذیبی بحران پر تازیانے'' میں لکھتے ہیں:

> ''ادب کا بھی ایک مقصد ہوتا ہے۔ لہٰذا فن پاروں کو بھی مشتاق احمد وانی اصلاحِ معاشرہ کا آلۂ کار سمجھتے ہیں اور اس کے ذریعے ماحول میں پنپنے والے ضرر رساں جراثیموں کے انسداد کے لیے اپنی نوکِ قلم سے نشتر کا کام لیتے ہیں۔''
>
> (''مشتاق احمد وانی کے افسانے تہذیبی بحران پر تازیانے'' از ڈاکٹر پرویز شہریا)

''اندر کی باتیں'' میں مشتاق احمد وانی نے جو زبان استعمال کی ہے وہ نہایت ہی صاف، سادہ اور سلیس معلوم ہوتی ہے۔ اسلوب نہایت ہی شگفتہ وشیریں ہے اور ایسا لگتا ہے کہ مشتاق احمد وانی اپنے افسانوں میں خطیبانہ، واعظانہ اور ناصحانہ اندازِ بیان اختیار نہیں کرتے بلکہ سیدھے سادے طریقے کے ساتھ بیانیہ انداز میں سماج کے اندر پھیلی ہوئی کمزوریوں اور بُرائیوں کے ساتھ ساتھ اچھائیوں کو بھی واضح طور پر بیان کرتے ہیں۔

''اندر کی باتیں'' کے تمام افسانوں میں مشتاق احمد وانی کے فکر وشعور کی بالیدگی اور احساس وآگہی کا عنصر قاری کو اپنی طرف کھینچنے میں نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ ان کا اندازِ بیان کافی دلچسپ اور فصاحت وبلاغت سے بھرپور ہے۔ جو قاری کو

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

زبان و بیان کی بھول بھلیوں میں نہیں بھٹکاتا بلکہ افسانے کے اختتام تک سیدھے سیدھے سفر کرواتا ہے۔ ''اندر کی باتیں'' میں شامل بیشتر افسانے چاہے کسی بھی نوعیت یا کسی بھی موضوع پر لکھے گئے ہوں، اپنے اندر سماج کی دُکھتی رگ پر اُنگلی ضرور رکھتے ہیں۔ اس مجموعے کے سارے افسانے ہم عصر معاشرے کو آئینہ دکھاتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

مشتاق احمد وانی نے ''اندر کی باتیں'' کے افسانوں میں کردار نگاری کی جانب خصوصی توجہ دی ہے۔ اس مجموعے کے افسانوں کے بیشتر کردار حقیقی، جاندار اور بہت دلچسپ نظر آنے کے ساتھ ساتھ اپنے آس پاس کے ہی کردار معلوم ہوتے ہیں۔ مشتاق احمد وانی نے اپنے افسانوں میں کرداروں کی خوبیاں اور خامیاں دونوں کو اُبھارنے کی کوشش کی ہے۔ کردار نگاری کے ساتھ ہی ''اندر کی باتیں'' کے بیشتر افسانوں میں منظر نگاری کی بھی خوبصورت مثالیں موجود ہیں۔ کسی بھی افسانے میں جہاں پر بھی کوئی منظر پیش کیا گیا ہے ٹھیک اُس کی تصویر ہماری آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے۔

ڈاکٹر مشتاق احمد وانی نے تیسرے افسانوی مجموعے (اندر کی باتیں) کی تمام کہانیوں میں صحت مند قدروں کی خوبصورت عکاسی کی ہے۔ انہوں نے ایک انسان کے دُکھ درد، محرومیوں، ناکامیوں اور اس کے زوال کا مداوا تلاش کرنے کی بھی کوشش کی ہے۔ کیونکہ مشتاق احمد وانی اپنے سینے میں ایک دھڑکتا ہوا دل رکھتے ہیں جس کی وجہ سے ان کی تحریروں میں عصرِ رواں کے تمام زخموں کی کراہ سنائی دیتی ہے۔ اہم خوبی یہ ہے کہ ان میں ناامیدی، مایوسی اور کم حوصلگی کے اندھیرے نہیں ملتے بلکہ بلند حوصلے، ہمت اور کامیابی کی راہ روشن ملتی ہے جو قاری کے لئے مشعل راہ بن سکتی ہے۔ اس مجموعے میں چونکہ مصنف نے ذاتی تجربات و مشاہدات اور تصورات و مفروضات کو تخلیقی کینوس پر اتارنے کی ایک کامیاب کوشش کی ہے۔ جس

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

کی وجہ سے قاری کو اس مجموعے کی کہانیوں میں جلتے بجھتے جذبات کی کہکشاں بھی نظر آتی ہے۔ سماجی نابرابری کی ختم نہ ہونے والی کڑیاں، ازدواجی زندگی کی حقیقی و رومانی صورت حال اور اس دنیا کے فانی تصورات پر اس افسانوی مجموعے کی کہانیوں میں بھرپور روشنی ڈالی گئی ہے۔ ''اندر کی باتیں'' کی کہانیوں کے بارے میں ایک اہم بات یہ کہی جاسکتی ہے کہ ان ساری کہانیوں میں مشتاق احمد وانی کی فکر اور اُن کے موضوعی انسلاکات کا اندازہ بخوبی ہوجاتا ہے۔ لگ بھگ ساری کہانیاں بغیر کسی ابہام کے سادہ اور سلیس انداز میں اپنا پیغام ہمارے ذہنوں پر ثبت کرنے کی قدرت رکھتی ہیں۔

''اندر کی باتیں'' افسانوی مجموعے نے مابعد جدید اردو افسانے کی دنیا میں ایک نئی جہت قائم کی، جس کی وجہ سے مشتاق احمد وانی کی شہرت دُور دُور تک پھیل گئی ہے۔ اس مجموعے کی کامیابی و کامرانی کی وجہ سے ہی مشتاق احمد وانی کو اپنے دور کے صفِ اوّل کے افسانہ نگاروں میں جگہ بنانے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ اس ضمن میں اُن کا افسانہ ''اندر کی باتیں'' خاص طور پر پیش کیا جاسکتا ہے۔ اس افسانے میں مابعد جدید اردو افسانے کی بہت ساری خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ پروفیسر قدوس جاوید اپنے ایک مضمون ''مشتاق احمد وانی کا افسانہ 'اندر کی باتیں' (ایک آتش فشاں)'' میں لکھتے ہیں:

> ''اُن (مشتاق احمد وانی) کے کئی افسانے ہیں جو انہیں معاصر افسانہ نگاروں کی پہلی صف میں جگہ دلوانے کی ضمانت ہیں۔ لیکن ان کا افسانہ ''اندر کی باتیں'' کئی اعتبار سے ایک عمدہ مابعد جدید افسانہ کہلانے کا سزاوار ثابت ہوتا ہے۔'' (''مشتاق احمد وانی کا افسانہ ''اندر کی باتیں'' (ایک آتش فشاں) از پروفیسر قدوس جاوید، مشمولہ ''اندر کی باتیں'' (افسانوی

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

مجموعہ)صفحہ۔۹)

مختصراً ''اندر کی باتیں'' مشتاق احمد وانی کا ایک نمایاں اور منفرد کارنامہ ہے۔اس افسانوی مجموعے کے ذریعے مشتاق احمد وانی نے افسانہ نگاری کی دنیا میں نمایاں اضافہ کیا ہے۔اس مجموعے میں وہ ایک بیانیہ اسلوب کے منفرد افسانہ نگار کی صورت میں ہمارے سامنے آجاتے ہیں۔اُن کی زبان نہایت ہی سادہ، سلیس اور عام فہم ہونے کے ساتھ ساتھ بہت دلکش بھی ہے۔لیکن اگر یہ کہا جائے کہ ان کی سادہ بیانی میں ہی جادو کا جوہر اور سادگی میں پرکاری ہے تو شاید غلط نہ ہوگا۔''اندر کی باتیں'' کے تمام افسانوں کے موضوعات کے انتخاب میں سماجی اور ذاتی زندگی کے مسائل کو ہی مشتاق احمد وانی نے فوقیت دی ہے۔انہوں نے نہایت ہی جرأت مندی اور ایمانداری سے ان مسائل کو اپنے افسانوں میں ڈھالنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔یہ بات موجودہ افسانہ نگاروں کے ہاں آج کم کم ہی دیکھنے کو ملتی ہے۔

☆☆☆

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

قبر میں زندہ آدمی

''قبر میں زندہ آدمی'' ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کے افسانوں کا چوتھا مجموعہ ہے جو میزان پبلشرز بٹہ مالو سرینگر کی طرف سے ۲۰۱۹ء میں قومی کونسل برائے فروغ اُردو زبان نئی دہلی کے مالی تعاون سے شائع ہو کر منظر عام پر آیا۔ مشتاق احمد وانی نے اس افسانوی مجموعے کا انتساب محترم جناب شیخ شکیل احمد سینئر وکیل جموں و کشمیر ہائی کورٹ جموں اور ان کے کارکن ساتھیوں کے نام کیا ہے۔ اس مجموعے کی ضخامت ایک سو ساٹھ (۱۶۰) صفحات ہیں جن میں سے لگ بھگ اسّی (۸۰) صفحات پر ''فکشن مزاج ناقدین کی ادبی کہکشاں'' عنوان کے تحت اُردو کے معتبر ادب شناس حضرات کے تاثرات جامع اور مُفصل طور پر پیش کئے گئے ہیں۔

''قبر میں زندہ آدمی'' افسانوی مجموعے میں کُل تیرہ (۱۳) افسانے شامل کئے گئے ہیں جن میں بیشتر افسانے اس مجموعے میں شامل ہونے سے پہلے ہی ملک کے مختلف رسائل و جرائد میں شائع ہو چکے ہیں۔ مشتاق احمد وانی نے اپنے اطراف و اکناف میں پیدا ہونے والی سماجی برائیوں کا قریب سے مشاہدہ کیا ہے اور اسی کا برملا اظہار انہوں نے ''قبر میں زندہ آدمی'' کی بیشتر کہانیوں میں کیا ہے۔ ''قبر میں زندہ آدمی'' میں شامل افسانوں کے عنوانات سے مشتاق احمد وانی کی سوچ اور فکر کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ مجموعے میں شامل افسانوں کے نام ''مجھے ایک دن گھر جانا ہے، انتظار مرگ، واپسی، حاضر جواب، انتقام، عورت، سب کی ماں، ہاتھ میں ڈنڈا منہ میں

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

گالی، معاوضہ، کارخیر، چار چہرے، سات نمبر کا پاپوش اور ''قبر میں زندہ آدمی'' ہیں۔

مشتاق احمد وانی کے افسانوی مجموعہ ''قبر میں زندہ آدمی'' کا پہلا افسانہ ''مجھے ایک دن گھر جانا ہے'' کے عنوان سے شامل ہے۔ اس میں محسن نام کے آدمی کی کہانی کو بیان کیا گیا ہے جو مادہ پرستی کی زد میں آکر اپنے لیے ایسا فیصلہ سناتا ہے جس کی وجہ سے اس کے والدین بے یار و مددگار نظر آتے ہیں۔ وہ اپنے ماں باپ کی مرضی کے خلاف شہر میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے جاتا ہے جہاں اُسے زندگی کی سب آسائشیں و آرام تو میسر ہوتے ہیں لیکن شہری زندگی کی چکا چوند میں وہ اپنا سب کچھ گنوا دیتا ہے۔ اسی تانے بانے کو لے کر مشتاق احمد وانی نے یہ افسانہ بُنا ہے۔ یہ افسانہ مابعد جدید افسانے کا بہترین نمونہ ہے۔ ملاحظہ ہو اس افسانے کا یہ اقتباس:

> ''پاپا..... مماں کہہ رہی ہیں کہ پانچویں منزل کا پروگرام بنائیے۔ آپ کو دو سال کے بعد ریٹائر ہو جانا ہے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد آپ کو کمپیوٹر ٹریننگ سینٹر کھولنا ہے''
>
> ''بیٹی.... مماں سے کہیے کہ پاپا کہہ رہے ہیں مجھے ایک دن گھر جانا ہے۔'' (مشتاق احمد وانی، ''قبر میں زندہ آدمی'' (افسانے) صفحہ: ۹۵)

مشتاق احمد وانی کے افسانوں کا مطالعہ کرنے کے بعد اس بات کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ان کے یہاں مشرقی روایت ایک طاقتور جذبے کے ساتھ نمودار ہوتی ہے۔ وہ کسی بھی موضوع پر جب افسانہ لکھنے لگتے ہیں تو ان کے یہاں مشرقی پہلو و نکات ضرور ان میں داخل ہو جاتے ہیں۔ گذشتہ کئی برسوں سے جس طرح کے مسائل و حالات سے ہم جوجھ رہے ہیں، اس مجموعے میں شامل افسانے زیادہ تر انہی موضوعات و مسائل کو بنیاد بنا کر لکھے گئے ہیں۔ نیز اس میں کچھ دوسرے مسائل و موضوعات کا بھی احاطہ کرتے ہیں۔

''انتظار مرگ'' مذکورہ افسانوی مجموعے کا ایک مختصر افسانہ ہے جس میں

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

مشتاق احمد وانی نے شکست وریخت ہوتی قدریں، نئی نسل میں سماجی و مذہبی اقدار کی کمی کا رُجحان بلکہ نافرمانی و بدتمیزی کو اُجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔ افسانے کا موضوع یہ ہے کہ جوان بیٹا اور بہو سلام دین کو جو ضعیف ہو چکا ہے اب ایک بوجھ، فالتو اور بے کار چیز سمجھنے لگتے ہیں۔ حتیٰ کہ وہ سلام دین کی موت کی دعا مانگتے ہیں جبکہ ان کے پاس جو کچھ بھی ہوتا ہے وہ انہی کا کمایا ہوا ہے۔ افسانے کا اختتامی اقتباس دیکھئے:

''عدنان نے آہستہ سے اپنے دادا کو اپنی طرف متوجہ کیا اور
بڑی معصومیت سے پوچھنے لگا
''دادا جی..... دادا جی..... آپ کب مریں گے؟''.....
''دادا جی، ممی ڈیڈی کہہ رہے تھے کہ جب دادا جی رجائیں گے
تو اس کے بعد ہم آرام سے گھر میں ٹیلی ویژن دیکھیں گے۔''
(مشتاق احمد وانی۔ ''قبر میں زندہ آدمی'' (افسانے) صفحہ:۹۸)

اتنا سُننا تھا کہ سلام دین کو دورہ پڑتا ہے اور حرکت قلب بند ہونے کی وجہ سے وہ سجدے کی حالت میں انتقال کرتے ہیں۔ اس طرح کہانی کا اختتام مغموم انداز سے ہوتا ہے اور یہ کہانی اُس درد کو پیش کرنے میں کامیاب نظر آتی ہیں جو آجکل کے زمانے کا حصّہ بن چکا ہے۔

مشتاق احمد وانی اسلامی معاملات پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ ان کے بیشتر افسانے اسلامی تعلیمات پر ہی مبنی ہوتے ہیں۔ افسانہ ''واپسی'' اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے جس میں بڑے سلیقے سے یہ واضح کیا گیا ہے کہ جس طرح ہندو سماج فرقوں اور ذاتوں میں تقسیم ہو گیا ہے اُسی طرح مذہب اسلام کے نام پر سُنی، شعیہ، مالکی، حنبلی، شافعی، غیر مقلد، دیوبندی، بریلوی جیسے فرقوں اور مسلکوں کا وجود میں آنا باعثِ تشویش وتباہی ہے۔ یہ افسانہ ہر باشعور، سنجیدہ اور مخلص قاری کے ذہن کو جھنجھوڑ کر رکھ دیتا ہے۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

اس میں سماجی نابرابری کی نشاندہی بہت اچھے سے کی گئی ہے۔اس طرح مشتاق احمد وانی نے اس افسانے کے ذریعے سماج کو اُس کا اصلی چہرہ دکھایا ہے۔

''حاضر جواب'' مذکورہ افسانوی مجموعے کا ایک مختصر افسانہ ہے جس کی پوری کہانی اس کے مرکزی کردار پُکار ناتھ کے ارد گرد گھومتی ہوئی نظر آتی ہے۔ پُکار ناتھ ہائر اسکینڈری اسکول میں علم حیاتیات (Zoology) کا اُستاد ہے۔وہ بہت زیادہ لالچی اور مطلب پرست انسان ہے۔ پڑھانے لکھانے سے اسے کوئی دلچسپی نہیں۔گھر میں ٹیوشن (Tuition) پڑھانے کا وہ عادی ہے۔بقولِ مصنف:

> ''اسکول کے اندر اور باہر لوگ انہیں اچھی طرح جانتے ہیں۔کھانے پینے والے آدمی ہیں۔انہیں معمار قوم کے بجائے اگر مسمار قوم کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔''

(مشتاق احمد وانی۔''قبر میں زندہ آدمی''(افسانے)صفحہ:۱۰۵)

اس کے باوجود مکّاری اور حاضر دماغی کی وجہ سے اس کی فائل محکمہ تعلیم کے اعلیٰ آفیسر کے حکم سے پرنسپل کو بیسٹ ٹیچر ایوارڈ کی منظوری کے لیے آفس بھیجنی پڑتی ہے۔گویا اس افسانے کے ذریعے مشتاق احمد وانی نے تعلیمی نظام کی کمیوں پر کم وبیش روشنی ڈالی ہے اور تعلیمی نظام پر سوالیہ نشان لگانے کی کامیاب کوشش کی ہے۔

اسلام سے قبل زمانہ قدیم میں لڑکیوں کو زندہ دفن کیا جاتا تھا، جبکہ آجکل عورتوں کو برابری کا درجہ حاصل ہے، لیکن اس کے باوجود اس مسئلہ کا خاتمہ نہیں ہوا ہے، بلکہ اس کا روپ بدل گیا ہے۔اب بھی سماج کا ایک طبقہ اُن عورتوں کے حمل کا اسقاط کرادیتا ہے جن کے بطن میں لڑکیاں ہوتی ہیں۔مشتاق احمد وانی کا افسانہ ''انتقام'' اسی غیر فطری فعل اور سماج میں پھیلی دوسری بُرائیوں کو جڑ سے ختم کرنے کی طرف اپنے قارئین کو متوجہ کرتا ہے۔

افسانہ ''عورت'' میں مشتاق احمد وانی نے اوچھی حرکتیں اور چھیڑ چھاڑ کو

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

موضوع بنایا ہے جو کہ آج کا سُلگتا ہوا مسئلہ بھی ہے۔ عورتیں ایسی چھیڑ چھاڑ سے پریشان ہیں اور اُن میں مردوں کے تئیں نفرت کا جذبہ پروان چڑھنا لازمی ہے۔ اس افسانے میں مشتاق احمد وانی نے بہت خوبصورتی سے پردے کی اہمیت کو واضح کیا ہے۔ ملاحظہ ہو اس افسانے کا یہ اقتباس:

> ''سر..... میں آپ کو یقین سے کہہ رہی ہوں کہ ہمارے ملک میں عورتوں پہ ظلم وستم، اُن کی خودکشی اور اغوا کی بنیادی وجہ ان کی بے پردگی ہے۔ اگر ہمارے ملک کی تمام عورتیں بلالحاظ مذہب وملت پردے کو بطور تحفظ عزت وعصمت اپنائیں تو عورتوں سے جڑے ان تمام ظلم وزیادتیوں اور جرائم کا خاتمہ ہوسکتا ہے۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''قبر میں زندہ آدمی'' (افسانے) صفحہ: ۱۱۵)

افسانہ ''سب کی ماں'' مشترکہ تہذیب وکلچر سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ دراصل کرداروں کی کہانی ہے جس میں مرکزی کردار بہاراں کے ذریعے سے پوری کہانی کو پیش کیا گیا ہے جو کہ زندگی کی بیاسی (۸۲) بہاریں دیکھ چکی ہے۔ پیشہ کے اعتبار سے وہ دایا ہے اس لیے اکثر رات میں زچگی کے لیے بُلاوا رہتا ہے۔ ہندو، مسلمان، سکھ اور عیسائی کو ایک ساتھ دیکھ کر وہ بہت خوش ہوتی۔ اسے یوں محسوس ہوتا کہ یہ مشترکہ نسل اسی کے بطن سے پیدا ہوئی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ یہ مشترکہ نسل اس کے ہاتھوں سے شکم مادر سے اس جہاں رنگ وبو میں تولد ہوئی ہے۔ وہ اپنے قصبے میں قومی ہم آہنگی اور مشترکہ تہذیب ومعاشرت کا استعارہ بن کے رہ گئی تھی۔ افسانہ نگار کو اسی مشترکہ تہذیب کی علامت کے بکھیرنے اور آئے دن طرح طرح کے ہونے والے اذیت ناک آپریشن کا ڈر ستاتا رہتا ہے۔ وہ بہاراں کی موت سے متاثر ہوکر کہتا ہے:

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

''بہاراں مائی کی موت ہم سب کی موت ہے۔ کیونکہ اب
ہمارے قصبے کی کوئی بھی عورت بغیر آپریشن کے بچّہ نہیں جنے
گی۔'' (مشتاق احمد وانی۔ ''قبر میں زندہ آدمی'' (افسانے) صفحہ:۱۲۳)

افسانہ ''ہاتھ میں ڈنڈا منہ میں گالی'' میں رشوت خوری اور بدعنوانی کی عکّاسی کے ساتھ یہ بھی واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ لوگ زبردست اور ظالم شخص سے کس طرح مرعوب ہوتے ہیں، اُس کی خوشامد کرتے ہیں اور اسے جھک کر سلام بھی کرتے ہیں، اور شریف وسادہ لوح انسان کو سُکھ چین سے جینے بھی نہیں دیتے۔ اس افسانے میں کرپشن اور رشوت خوری جیسے مسئلے کی خوبصورت عکاسی کی گئی ہے۔

ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کے اکثر و بیشتر افسانوں میں ان کی ذاتی زندگی کی نارسائیوں اور محرویوں کی جلوہ گری بھی نظر آتی ہے۔ انہوں نے اُردو میں ایم۔اے، بی۔ایڈ، پی۔ایچ۔ڈی، نیٹ اور ڈی لٹ کیا لیکن اس کے باوجود بھی تنگ نظر پروفیسروں نے انہیں کسی یونیورسٹی یا کالج میں اسسٹنٹ پروفیسر نہیں بننے دیا، جبکہ ایسے لوگوں کو پروفیسر بنایا گیا جو صلاحیت کے حوالے سے مشتاق احمد وانی کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں تھے۔ اس وجہ سے مشتاق احمد وانی ایک عرصے تک کسی یونیورسٹی یا کالج میں بحیثیت پروفیسر داخل نہ ہو سکے۔ اب کہیں تاخیر سے بابا غلام شاہ بادشاہ یونیورسٹی راجوری (جموں وکشمیر) کے شعبۂ اُردو سے وابستہ ہوئے ہیں۔ اسی کرب کا اظہار انہوں نے افسانہ ''معاوضہ'' میں بڑے پُرتاثیر انداز میں اس طرح کیا ہے:

''پروفیسر دھرم چند کہنے لگے مجھے بہت دُکھ ہے کہ تُو اُردو کا
پروفیسر نہیں بن پایا۔ حیرت تو یہ ہے کہ دو یونیورسٹیاں تجھ پر
ڈاکٹریٹ کی ڈگری ایوارڈ کرواچکی ہیں اور تین
یونیورسٹیوں میں تجھ پر ڈاکٹریٹ کا کام ہو رہا ہے۔ بلکہ میں

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

تو خود اپنے ہندی و بھاگ میں ''کرم دین کی کہانیوں میں
ناری واد'' کے موضوع پہ ریسرچ کروا رہا ہوں۔ ڈیڑھ
درجن سے زیادہ معیاری کتابوں کے قلمکار، بہت سارے
پرسکار، بہت سی ڈگریاں اور اتنا نام و کام ہونے کے باوجود
ابھی تک میرے دوست تو اردو کا پروفیسر نہیں بن پایا۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''قبر میں زندہ آدمی'' (افسانے) صفحہ: ۱۳۴ تا ۱۳۵)

مختصراً ڈاکٹر مشتاق احمد وانی نے افسانہ ''معاوضہ'' میں یونیورسٹیوں اور کالجوں میں پروفیسر کی تقرری میں ہو رہی دھاندلیوں اور رشوت خوری کی قلعی کھولنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔

''کارِ خیر'' مذکورہ افسانوی مجموعے کا ایک اہم افسانہ ہے جس میں مرکزی کردار گل محمد کے ذریعے سے پوری کہانی کو پیش کیا گیا ہے۔ گل محمد ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ اور سلجھا ہوا آدمی ہے، لیکن اپنی ماں کی موت کے بعد اس کے دل کی کیفیت ہی بدل جاتی ہے۔ وہ ایک فرشتہ صفت انسان اور مردِ مومن کے سانچے میں ڈھل جاتے ہیں۔ ایک طوائف مسروقہ بیگم کو راہِ راست پر لانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ الغرض اس افسانے کا لبِ لباب، نقطہ عروج اور مرکزی خیال یہی ہے کہ اگر دل میں ذوقِ یقین اور رضائے الٰہی ہو تو یہ یقینی بات ہے کہ انسان کچھ بھی کر سکتا ہے۔

کہانی ''چار چہرے'' موجودہ سیاسی صورتحال پر طمانچہ ہے۔ برسر اقتدار پارٹی کی حکومت کے پیدا کردہ مسائل سے عوام کو سخت ترین حالات کا سامنہ کرنا پڑ رہا ہے۔ کمر توڑ مہنگائی، نوٹ بندی اور جی ایس ٹی نافذ ہونے سے غریب عوام کا جینا مشکل ہو گیا ہے۔ ان سب چیزوں کو مدِ نظر رکھ کر لکھا گیا یہ افسانہ اہم ہے۔ بینک میں پرانے نوٹ بدلنے کی غرض سے جب ایک غریب بڑھیا جاتی ہے تو بھیڑ کی زیادتی، گرمی کی شدت اور بڑھاپے کی وجہ سے اُس کی آتما پرماتما کے پاس پہنچ

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

جاتی ہے۔ملاحظہ ہواس افسانے کا یہ اقتباس:

''ایک آدمی اُسے پانی پلانے کے لیے دوڑا۔ وہ جونہی پانی کا گلاس لے کر بڑھیا کے قریب پہنچا تو اتنے میں اس کی آتما پرماتما کے پاس پہنچ چکی تھی۔اس کے دونوں ہاتھ پاس بک اور پانچ سو روپے کے نوٹ کے ساتھ مٹھیوں کی صورت میں ہمیشہ کے لیے بند ہو چکے تھے۔'' (مشتاق احمد وانی۔''قبر میں زندہ آدمی'' (افسانے) صفحہ:۱۴۹)

مشتاق احمد وانی اپنی اسلامی فکر کو کسی نہ کسی صورت میں اپنے افسانوں میں پیش کرتے ہیں۔ وہ اپنے افسانوں میں مذہبی بیانیہ کو ہی برتنے کی کوشش کرتے ہیں۔افسانوں کے چوتھے مجموعہ ''قبر میں زندہ آدمی'' کے افسانہ ''قبر میں زندہ آدمی'' جس پر اس مجموعے کا نام رکھا گیا ہے انہوں نے مذہبی بیانیہ کو ہی برتا ہے۔ اس افسانے میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ عام انسانی فطرت ہے کہ جب اس کے پاس دولت آجاتی ہے تو وہ دین سے دُور ہو جاتا ہے لیکن جب موت سامنے آکر کھڑی ہو جاتی ہے تو اسے خدا یاد آجاتا ہے۔مشتاق احمد وانی نے اسی حقیقت کو اپنے اس افسانے کا موضوع بنایا ہے۔اس افسانے میں انہوں نے ایک ایسے آدمی کی کہانی کو بیان کیا ہے جو بہت زیادہ ثروت مند ہوتا ہے، لیکن ساتھ ہی عیاش وشرابی بھی ہوتا ہے۔ اُس آدمی کا نام یار خان ہے جو جنسی کجروی اور جنسی ہوس کا بھی شکار ہو جاتا ہے۔دارالعمل کو دارالتفریح اور اُم الخبائث کو اُم الصحت سمجھتا ہے۔ وہ اس قدر نفس پرست اور رنگین مزاج ہے کہ اپنی اہلیہ حسینہ بیگم اور چار بچّیوں کے مستقبل کی پرواہ نہ کرتے ہوئے رجنی نام کی لڑکی پر اس قدر فریفتہ ہو جاتا ہے کہ اکثر فون پر اس سے باتیں کرتا رہتا ہے۔حسینہ بیگم یار خان کو بہت سمجھاتی ہے پر اس کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی۔ لیکن ہوتا کیا ہے کہ ایک روز وہ رفع حاجت کے لیے بیت الخلاء

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

میں داخل ہوتا ہے تو قفل میں کمی کے باعث دروازہ نہیں کھلتا جس کی وجہ سے یار خان کے ہوش اُڑ جاتے ہیں، اُسے لگتا ہے کہ جیسے وہ کسی قبر میں مقید ہو گیا۔ اُس کی گھبراہٹ کا اندازہ افسانے کے اس اقتباس سے لگایا جا سکتا ہے:

> ''اب یار خان کو اپنے آس پاس موت کے سائے منڈلاتے معلوم ہونے لگے۔ اپنی زندگی بھر کے گناہ یکے بعد دیگرے یاد آنے لگے۔ وہ اپنے آپ کو جیتے جی قبر میں سمجھنے لگے..... یار خان پسینے سے شرابور ہو رہے تھے۔ بیت الخلا کی تاریکی، گرمی، تعفن اور گھٹن کے سبب انھیں یوں محسوس ہونے لگا کہ چند ہی لمحوں کے بعد وہ زندگی کی آخری ہچکی لیں گے۔'' (مشتاق احمد وانی۔ ''قبر میں زندہ آدمی'' (افسانے) صفحہ: ۱۵۷ تا ۱۵۸)

اس حادثہ کے بعد یار خان کی زندگی پوری طرح بدل جاتی ہے۔ وہ تمام برائیوں کو ترک کر کے صوم وصلوٰۃ کے پابند ہو جاتے ہیں اور فلاح و بہبود کے کاموں میں اپنے آپ کو وقف کر دیتے ہیں۔

ڈاکٹر مشتاق احمد وانی عہدِ حاضر کے ایک ایسے فنکار ہیں جن کا مطالعہ بھی وسیع ہے اور مشاہدہ بھی۔ وہ درس وتدریس کے ساتھ محنت ومشقت بھی کرتے رہتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ انہوں نے دیگر فنکاروں کے پسندیدہ جملوں، فقروں اور اشعار کو کبھی جیوں کا تیوں اور کبھی معمولی تحریف وترمیم کے ساتھ ''قبر میں زندہ آدمی'' کے بیشتر افسانوں میں اس طرح سمویا ہے کہ زور واثر میں اضافہ ہوا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے کہاوتوں، قصوں، حکایتوں، محاوروں اور ضرب المثال کا بھی نہایت خوبصورتی سے استعمال کیا ہے۔ پروفیسر شہزاد انجم ''قبر میں زندہ آدمی'' کے افسانوں کا مطالعہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

''مشتاق احمد وانی کی ہر کہانی کبھی صفائی سے اور کبھی سرگوشی میں کچھ کہہ گزرتی ہے۔ ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ وہ انسان کو انسان ہونے کا بنیادی حق ادا کرتے ہیں اور اس کی تحسین قدر انسانیت کے مضبوط، بلند اور اعلیٰ معیاروں سے کرتے ہیں۔'' (مشتاق احمد وانی۔ ''قبر میں زندہ آدمی'' (افسانے) صفحہ:۳۱)

پروفیسر شریف احمد قریشی ''قبر میں زندہ آدمی'' کے افسانے پڑھ کر کیا کچھ محسوس کرتے ہیں، اس کا اظہار انہوں نے اس طرح سے کیا ہے:

''قبر میں زندہ آدمی'' کے افسانے پڑھ کر محسوس ہوتا ہے کہ ہر افسانہ میں عہدِ حاضر کا ایک ایسا زندہ جہان آباد ہے جس کا ہر کردار اپنے عہد کی اخلاقی بدحالی، روحانی بحران، فرقہ واریت، مذہبی منافرت، دہشت گردی، بربریت، تنگ نظری و غارت گری کا ترجمان اور سیاسی، سماجی، معاشرتی واقتصادی مسائل و حالات کا عکّاس ہے۔'' (مشتاق احمد وانی۔ ''قبر میں زندہ آدمی'' (افسانے) صفحہ:۳۴)

مجموعی طور پر مشتاق احمد وانی کے چوتھے افسانوں کے مجموعے ''قبر میں زندہ آدمی'' کی تمام کہانیاں افسانہ نگار کی فنی اور فکری کاوشوں کے علاوہ اُن کے تخلیقی عمل کا بہترین نمونہ ہیں۔ اس مجموعے کے بیشتر افسانے قاری کو کچھ سوچنے اور سمجھنے پر مجبور کرتے ہیں۔ جہاں یہ افسانے قاری کے سامنے ملک میں وقوع پذیر حادثات و واقعات کو پیش کرتے ہیں تو وہیں اس پہلو پر بھی توجہ مبذول کراتے ہیں جس دہانے پر ملک کھڑا ہے، جہاں سوائے المیہ اور ستم ظریفی کے کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ نیز دوسرے مسائل جہاں سے قدروں کا زوال شروع ہو رہا ہے اس طرف بھی اشارہ کرنے میں

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

یہ افسانے نمایاں ہیں۔اس کے علاوہ اس مجموعے کی تمام کہانیاں پلاٹ، مکالمہ، منظر نگاری، زبان وبیان اور وحدتِ تاثر کی بنیادوں پر پوری طرح سے اُترتی ہیں۔ان افسانوں کی زبان عام فہم، سادہ اور نہایت ہی سلیس ہے۔''قبر میں زندہ آدمی'' کی تمام کہانیاں مابعد جدید اردو افسانے کے بہترین نمونے کہے جاسکتے ہیں۔اس مجموعے میں جہاں مختصر افسانے پڑھنے کو ملتے ہیں تو وہیں اس میں منی کہانیاں بھی شامل کی گئی ہیں جن کو پڑھتے ہوئے بہت لُطف آجاتا ہے۔اس بات میں کوئی شُبہ نہیں ہے کہ اس افسانوں کے مجموعے کی تمام تر کہانیاں موضوع، اسلوب، کردار نگاری اور فنی تکنیک کے لحاظ سے عمدہ نمونے ہیں۔

☆☆☆

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

کیا حال ہے جاناں!

''کیا حال ہے جاناں'' ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کا پانچواں اور آخری مطبوعہ افسانوی مجموعہ ہے، جو اگست ۲۰۱۹ء میں ایجوکیشنل پبلشنگ ہاوس دہلی سے شائع ہوکر منظر عام پر آیا۔ ''کیا حال ہے جاناں'' کا انتساب پروفیسر مناظر عاشق ہرگانوی، پروفیسر بیگ احساس، پروفیسر اسلم جمشید پوری اور اُن تمام افسانہ نگار، ناقد اور قاری کے نام کیا گیا ہے جن کی وجہ سے اُردو افسانے کو اعتبار ملا ہے۔ اس افسانوی مجموعے کی ضخامت ایک سو باون (۱۵۲) صفحات ہیں۔ پروفیسر شریف احمد قریشی نے اس مجموعے پر ''ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کے افسانوی امتیازات (افسانوی مجموعہ ''کیا حال ہے جاناں'' کی روشنی میں) کے عنوان سے ایک مفصّل مضمون قلمبند کیا ہے۔

''کیا حال ہے جاناں!'' میں کل بارہ (۱۲) افسانے شامل کئے گئے ہیں، جن کے عنوانات ''یہاں اور وہاں، میں ہوشیار پوری ہوں، میرا کام تیرے نام، سماج، بند آنکھوں کی عظمت، تنزیل تمنّا، غشی، آثار قیامت، ڈراونی آوازیں، انوکھا رشتہ، ریٹ لسٹ اور ''کیا حال ہے جاناں!'' ہیں۔ اس مجموعے میں شامل افسانوں میں سماج کی تصویر صاف نظر آتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ان میں ہمیں افسانہ نگار کی شخصیت و سیرت، مزاج و کردار اور اُن کے نظریات کے بارے میں میں بھی علم ہوتا ہے۔ ''کیا حال ہے جاناں!'' اس مجموعے کا سب سے طویل افسانہ ہے، جس

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

کے آغاز میں لکھا ہے کہ ''نسائیت اور تانیثیت سے بھرپور ہر دور کی ہزاروں مظلوم عورتوں کی کہانی''۔ یہ افسانہ خواتین کے کسی ایک مسئلہ کی عکاسی کی حد تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ اس میں کئی اہم مسئلوں کو بھی نمایاں کرنے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے۔ جہاں ایک طرف گھروں میں عورتوں پر ہو رہے ظلم و زیادتی کو دکھایا گیا ہے تو وہی افسانہ نگار نے اس بات کی طرف بھی متوجہ کرنے کی کوشش کی ہے کہ دولت، شہرت، امیری وغیرہ کے سبب بہت سے لوگ بے راہ روی کا شکار ہو جاتے ہیں، جس کی وجہ سے ان کی شخصیت میں تکبّر اور غرور جیسے فاسد عناصر داخل ہو جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس افسانے میں دنیا کی ناپائیداری کا احساس دلانے کی بھی کوشش کی گئی ہے۔

ڈاکٹر مشتاق احمد وانی نے اپنے دیگر افسانوں کی طرح اس میں بھی مذہبی فرائض کو حاصلِ زندگی اور مذہب سے بے راہ روی کے ناخوشگوار نتائج کی طرف بڑے سلیقے سے ہمیں متوجہ کرنے کی کوشش کی ہے۔

افسانہ ''یہاں اور وہاں'' سے انہوں نے دنیاداروں کو نیک کام کرنے، احکامِ الٰہی پر کاربند رہنے اور اپنی آخرت سنوارنے کے لیے نہایت فنکارانہ طریقے سے ہماری توجہ اس طرف مبذول کرائی ہے۔ ''میرا کام تیرے نام'' اور ''ریٹ لسٹ'' جیسے افسانے عہد حاضر کی ادبی بددیانتی پر گہرا طنز ہیں۔ ''میرا کام تیرے نام میں'' استاذ الشعراء سے کلام لکھوا کر مشاعروں میں پڑھنے اور پھر اسے مجموعہ کلام چھپوانے، یونیورسٹیوں سے پی۔ایچ۔ڈی کی ڈگری حاصل کرنے کے لیے تحقیقی مقالات لکھوانے کی بڑھتی ہوئی وبا کو اُجاگر کیا گیا ہے۔ ''ریٹ لسٹ'' میں اس بات کی طرف واضح طور پر اشارہ کیا گیا ہے کہ ادب کے تعلق سے اگر فرمائشی کاموں کا خاطر خواہ معاوضہ مقرر کر دیا جائے تو بڑی حد تک ادبی بددیانتی کی وبا کو روکا جا سکتا ہے۔

مشتاق احمد وانی کے تمام افسانے اُن کے اپنے نظریات اور مثبت فکر کا نتیجہ

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

ہیں۔ ان کا سماجی و سیاسی شعور نہایت پختہ اور بالیدہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے کئی افسانے عہدِ حاضر کی گندی اور منفی سیاست کے ترجمان بھی ہیں اور قوم کو بیدار کرنے میں بھی اہم رول ادا کرتے ہیں۔ وہ اپنے بعض افسانوں میں ایک بیباک اور بیدار ذہن رکھنے والے فنکار کا ثبوت دیتے ہوئے ناپاک و پراگندہ ذہن رکھنے والے سیاستدانوں کے سیاہ کارناموں کی کھل کر مذمت کرتے ہیں۔ افسانہ ''آثار قیامت'' اسی طرح کا ایک نمائندہ افسانہ ہے۔ اس میں انہوں نے برما میں مسلمانوں پر ہوئے ظلم کی داستان کو خوبصورتی سے پوری دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔

افسانہ ''غشی'' کے ذریعے غیر اسلامی طریقہ سے شادی اور دیگر تقریبات میں فضول خرچی سے باز رہنے کی تلقین کی گئی ہے۔ افسانہ ''تنزیل تمنا'' مقدس رشتوں کی عظمت کا احساس دلاتا ہے۔ تین دوستوں کی گفتگو کے ذریعے دوسروں کی ماں بہن بیٹی کو اپنی ماں بہن بیٹی کی طرح سمجھنے اور سلوک کرنے کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔

مشتاق احمد وانی چونکہ جموں و کشمیر سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس لیے وہ اپنے کسی نہ کسی افسانے میں کشمیر کی خوبصورتی کا ذکر ضرور چھیڑتے ہیں۔ کشمیر کو پوری دنیا میں اس روئے زمین پر جنت نشاں بنانے میں واقعی فطرت نے دل کھول کر اپنی فیاضی کا مظاہرہ کیا ہے۔ افسانہ ''کیا حال ہے جاناں!'' میں انہوں نے کشمیر کی خوبصورتی کا ذکر اس طرح کیا ہے۔ ملاحظہ کیجئے:

> ''جب ہم کشمیر میں داخل ہوئے تو دونوں کے چہرے فرحت و مسرت سے کھل اُٹھے۔ اینٹ اور المونیم کی شیٹوں سے تعمیر کیے گئے مکانات، دھان کے کھیتوں کا ایک وسیع سلسلہ، سرسبز و شاداب سفیدے اور چنار کے پیڑوں کی گھنی چھاؤں، تازہ ہوا، ٹھنڈے میٹھے جھرنوں اور آبشاروں کو دیکھ کے مجھے یوں محسوس ہوا کہ میں آج جنت ارضی پہ آگئی ہوں۔'' (مشتاق

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

احمد وانی ''کیا حال ہے جاناں'' (افسانے) صفحہ:۱۳۳تا۱۳۴)

مشتاق احمد وانی روزمرہ زندگی میں رونما ہونے والے حالات وواقعات سے ہی اپنی کہانیوں کا تانا بانا بُنتے ہیں۔ ''سماج'' ایک ایسا افسانہ ہے جس میں انہوں نے یہ دکھانے کی کوشش کی ہے کہ آج کل ایک انسان کو کسی حال میں بھی خوش نہیں رہنے دیا جاتا ہے۔

مشتاق احمد وانی کو زبان و بیان پر قدرت حاصل ہے۔ اُن کی زبان کہانی اور کرداروں کے حسب حال ہوتی ہے۔ وہ کہاوتوں اور ضرب المثال کو اپنی کہانیوں میں اس طرح ہم آہنگ کرتے ہیں کہ اس کی تاثیر دوچند ہو جاتی ہے۔ مشتاق احمد وانی چونکہ ایک محقق ونقاد، مفکر، دانش ور اور مدرس ہیں اس لیے ان کا مطالعہ وسیع ہے اور مشاہدہ بھی عمیق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ جو کچھ لکھتے ہیں بہت سوچ سمجھ کر لکھتے ہیں۔ وہ اپنی افسانوی تخلیقات میں ایسے معنی خیز چھوٹے چھوٹے جملے سمونے میں مہارت رکھتے ہیں جو نہ صرف ان کی تخلیقات کو رفعت و بلندی عطا کرتے ہیں بلکہ قارئین کو بھی غور وفکر کرنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ پیش نظر ہے افسانہ ''آثار قیامت'' کا یہ اقتباس:

> ''مذاہب آدمی کو بصارت وبصیرت کا سامان فراہم کرتے ہیں۔ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ آدمی جب صرف دین دھرم کا لبادہ اوڑھتا ہے، اُس کی اصل روح تک پہنچنے کی کوشش نہیں کرتا تو اس صورت میں آدمی فرقہ پرستی، تعصب اور نفرت کی دیواریں اتنی اونچی اٹھاتا ہے کہ وہ اپنے آپ میں گم ہو جاتا ہے۔'' (کیا حال ہے جاناں۔ (افسانے) صفحہ:۷۸)

افسانوی مجموعہ ''کیا حال ہے جاناں!'' کے بیشتر افسانوں میں مشتاق احمد وانی نے شعرائے کرام کے اشعار، اقوال وامثال، فلمی نغموں، فلمی ڈائلاگ وغیرہ کا

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

موضوع ومناسبت کے لحاظ سے استعمال کیا ہے۔ جس کی وجہ سے نہ صرف ان کی تحریر میں قوتِ تاثیر و جاذبیت پیدا ہو جاتی ہے، بلکہ ان کے معیاری انتخاب اور ذوقِ سلیم کا بھی پتہ چلتا ہے۔

عہد حاضر میں متعدد قلم کاروں کی تحریروں میں غلط جملوں کی بھرمار نظر آتی ہے۔ غلط جملوں کو پڑھ یا سن کر مشتاق احمد وانی بڑی حد تک کوفت میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ افسانہ ''ریٹ لسٹ'' میں ماسٹر سوم ناتھ کے ذریعہ پریم کمار کی کتاب ''دل دیا درد لیا'' میں چند غلط جملوں کی نشاندہی اس طرح کی گئی ہے، ملاحظہ کیجئے:

> ''میرے دوست! اگر آپ بُرا محسوس نہ کریں..... آپ ہی کے لکھے ہوئے کچھ غلط جملوں کو درج کر رہا ہوں۔ مثلاً آپ نے لکھا ہے:
>
> ''آپ کی خیریت نیک مطلوب چاہتا ہوں۔ کارثواب کا کام۔ اُس کے ذریعے سے۔ پھولوں کا گلدستہ۔ میں عمیق گہرائیوں سے آپ کا مشکور ہوں۔ ماہ صیام کا مہینہ۔ آب زم زم کا پانی..... میں اُردو کے لیے سخت مایوس کُن ہوں۔''
>
> (مشتاق احمد وانی۔ ''کیا حال ہے جاناں'' (افسانے) صفحہ۔۱۰۲تا۱۰۳)

افسانوی مجموعہ ''کیا حال ہے جاناں!'' کے بیشتر افسانوں میں مشتاق احمد وانی نے عورتوں کے حالات ومسائل کی خوبصورت عکاسی کی ہے۔ انہوں نے مجبور و بے بس، متوسط اور ادنیٰ طبقوں سے تعلق رکھنے والی عورتوں کی مجبوریوں، محرومیوں، خواہشوں، تمناؤں اور حسرتوں کا نہ صرف باریک بینی سے مشاہدہ کیا ہے بلکہ اپنی تخلیقات کے ذریعے ہمارے سامنے اس طرح پیش کیا کہ بعض نامور خواتین افسانہ نگاروں کے بھی بس کی بات نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مشتاق احمد وانی ایک تو تانیثیت کے حوالے سے نامور محقق کی حیثیت رکھتے ہیں اور اس کے ساتھ ایک

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

دردمند دل رکھنے والے انسان کی طرح اس سے متاثر بھی ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے بیشتر افسانوں میں عورتوں کے مسائل کی رُوداد سُنائی دیتی ہے۔ خاص کر اس افسانوی مجموعہ ''کیا حال ہے جاناں!'' میں تو لگ بھگ اُن کے سارے افسانے عورتوں کے مسائل سے متعلق ہے۔

افسانہ ''کیا حال ہے جاناں!'' جس پر اس افسانوی مجموعے کا نام رکھا گیا ہے، اس کا اسلوب بیانیہ اور مکالماتی ہے، لیکن اس میں کہیں کہیں ایسے واضح اشاروں اور کنائیوں سے بھی کام لیا گیا ہے جو افسانے کو سمجھنے اور اسے آگے بڑھانے میں اہم رول ادا کرتے ہیں۔ بطور مثال ملاحظہ فرمائے افسانے کا یہ اقتباس:

> ''پُشکر پہنچنے سے پہلے ہی ایک خوب صورت مگر سنسان سی جگہ پہ ہم نے گاڑی کھڑی کردی تو میری نظر اچانک درختوں کے جھنڈ میں ناچتے ہوئے ایک مور اور مورنی پر پڑی.....اچانک مور کی نظر اپنے کالے پنجوں پر پڑی تو اُس نے ناچنا بند کردیا اور اُس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ مورنی نے فوراً اُس کے آنسو پی لیے۔'' (مشتاق احمد وانی۔ ''کیا حال ہے جاناں'' (افسانے) صفحہ: ۱۲۸)

''کیا حال ہے جاناں!'' کا اختتام چونکانے والا تو نہیں البتہ المناک، دردانگیز اور اپنے طور پر اس سچّائی کو سامنے لانے والا ضرور ہے جو خواتین کا مقدر بن چکی ہے۔ ملاحظہ ہو یہ اقتباس:

> ''میں دیر تک سوچتی رہی۔ سوچتے سوچتے اس نتیجے پر پہنچی کہ بھلے ہی عورت اس دُنیا میں ترقی کے تمام زینے طے کرنے کے بعد ستاروں پہ کمندیں کیوں نہ ڈال لے لیکن عیاش مرد کے ہاتھوں میں اُس کی حیثیت اُس مچھلی سے

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

زیادہ اور کچھ نہیں ہوتی ہے جسے مچھیرا پانی سے باہر نکال لیتا
ہے اور مچھلی تڑپتے تڑپتے آخر کار دم توڑ دیتی ہے۔''
(مشتاق احمد وانی۔''کیا حال ہے جاناں''(افسانے)صفحہ:۱۵۲)

''کیا حال ہے جاناں!'' میں مشتاق احمد وانی نے متعدد مسائل کی عکاسی کی ہے۔اس میں اُس سماجی ذہنیت کو بڑی خوبصورتی سے آئینہ دکھایا گیا ہے جس میں لڑکے کی چاہت میں بیٹی کی پیدائش کو منحوس تصور کیا جاتا ہے۔والدین کی مرضی کے خلاف لو میرج (Love Maariage) کو نہ صرف ناخوشگوار بلکہ بھیانک ہوتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔دولت،شہرت یا افسری وغیرہ کے سبب بعض لوگوں میں جو بے راہ روی،تکبّر،غرور وغیرہ عناصر ہوتے ہیں،اس چیز کی بھی نہایت خوبصورتی سے عکاسی کی گئی ہے۔دنیا کی ناپائیداری کے بارے میں بھی توجہ مبذول کرائی گئی ہے۔درگاہوں اور بزرگوں کے مزارات کو کمائی کا اڈا بنانے والوں کو بھی اس افسانے کے ذریعے سے بے نقاب کیا گیا ہے اور اپنے دیگر افسانوں کی طرح اس میں بھی مشتاق احمد وانی نے کسی نہ کسی طرح اپنے مذہبی ناصحانہ گفتگو کو شامل کیا ہے، جو اُن کے بیشتر افسانوں کا خاصہ ہے۔

پروفیسر شریف احمد قریشی ان کے افسانوں کا مطالعہ کرنے کے بعد کچھ اس طرح سے رقمطراز ہیں:

''ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کے بیشتر افسانے ازدواجی ونسوانی زندگی کے علاوہ دیگر سماجی و سیاسی مسائل کا ایسا حقیقت پسندانہ المیہ ہیں کہ قارئین متاثر ہونے کے ساتھ غور وفکر کے لیے مجبور سے ہوجاتے ہیں۔''(مشتاق احمد وانی۔''کیا حال ہے جاناں''(افسانے)صفحہ:۱۵)

''کیا حال ہے جاناں!'' کے افسانوں میں مشتاق احمد وانی نے

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

منظر نگاری، جزئیات نگاری اور سراپا کی عکاسی کے ایسے دل آویز اور موثر نمونے پیش کئے ہیں جن کے ذریعے ان کی فنی مہارت، ادبی جمالیات اور تخلیقی صلاحیت کا واضح طور پر پتا چلتا ہے۔ ملاحظہ ہو افسانہ ''کیا حال ہے جاناں!'' کا یہ اقتباس جس میں مشتاق احمد وانی نے شادی کی تیاری سے متعلق منظر کشی اور جزئیات نگاری کو اس طرح سے پیش کیا ہے کہ قاری اسے پڑھتے ہوئے گویا یہ محسوس کرتا ہے کہ وہ یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے:

> ''شادی کی تیاری اور مصروفیت میں دو مہینے یوں گزرے کہ پتا ہی نہیں چلا۔ تمام رشتہ داروں، دوستوں، جان پہچان والوں اور خاندان والوں کو شادی کا دعوت نامہ پہنچا دیا گیا تھا.....میری سہیلیاں اور رشتہ دار لڑکیوں نے ڈھولکی کی تال پہ گیت گانے شروع کیے۔ دیکھتے دیکھتے ایک مہندی نقاش خاتون میرے قریب آگئی اور میرے کومل ہاتھوں اور کلائیوں پہ مہندی لگانے لگی۔ میرے سامنے کئی موبائل سیٹوں پہ میری فوٹو گرافی اور ویڈیو بننا شروع ہوگئی۔''
>
> (مشتاق احمد وانی۔ ''کیا حال ہے جاناں'' (افسانے) صفحہ:۱۱۹)

مختصراً ڈاکٹر مشتاق احمد وانی نے اپنے اس پانچویں افسانوی مجموعے کے بیشتر افسانوں کے ذریعے قارئین کو روزمرہ کی زندگی میں رونما ہونے والے حالات و واقعات اور توجہ طلب مسائل نیز صالح اور صحت مند معاشرے کی تشکیل کی طرف متوجہ کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ ''کیا حال ہے جاناں!'' کے تمام افسانوں کے موضوعات کے انتخاب میں سماجی اور ذاتی زندگی کے مسائل کو ہی مشتاق احمد وانی نے فوقیت دی ہے۔ انہوں نے نہایت جرأت مندی اور ایمانداری سے ان مسائل کو اپنے افسانوں میں ڈھالنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ یہ بات موجودہ افسانہ

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

نگاروں کے ہاں آج کم ہی دیکھنے کو ملتی ہے۔

ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کے پانچوں افسانوی مجموعوں کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان کی مقبولیت کی وجہ سے مشتاق احمد وانی اپنے دور کے صف اوّل کے افسانہ نگاروں میں اپنی جگہ بنانے میں کامیاب ہوگئے ہیں۔ انہوں نے عصرِ حاضر میں پیش آنے والے واقعات کو اپنے ان مجموعوں کے افسانوں میں ایجاز واختصار کے ساتھ قلمبند کیا ہے۔ اُن کے بیشتر افسانے زندگی سے جڑے ہوئے چھوٹے چھوٹے مسائل کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہیں۔ ان کے لگ بھگ سارے افسانوں کا آغاز بڑے عام فہم اور سہل انداز میں ہوتا ہے اور واقعات کا تسلسل قاری کو اپنے ساتھ چلنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ مشتاق احمد وانی کی ان کہانیوں کی یہ کشش اس بات کی دلیل ہے کہ انہیں کہانی بُننے کا فن آتا ہے اور وہ اپنے فن کا مظاہرہ کرنے کے لیے اپنی قوت اظہار وابلاغ کا استعمال بڑی خوبصورتی سے کرتے ہیں۔

ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کے اب تک پانچ (۵) افسانوی مجموعے زیورِ طباعت سے آراستہ ہوکر منظر عام پر آچکے ہیں اور انہیں عوام میں خاطر خواہ پذیرائی بھی حاصل ہوئی ہے۔ ڈاکٹر مشتاق احمد وانی ایک نرم مزاج، ہمدرد دل، وسیع المطالعہ اور حساس طبیعت رکھنے والے انسان ہیں۔ وہ حقیقت پسند اور باذوق افسانہ نگار ہیں۔ انہوں نے سماج میں پھیلی ہر بُرائی کو اپنے افسانوں کے ذریعے ختم کرنے کی کوشش کی ہے۔ عصرِ حاضر میں پیش آنے والے واقعات کو اپنے افسانوں میں ایجاز واختصار کے ساتھ قلمبند کیا ہے۔ کیونکہ ان کا ماننا ہے کہ افسانہ نگاری نہ صرف اہم سماجی ذمہ داری اور اخلاقی فریضہ ہے بلکہ یہ ہماری معاشرتی زندگی میں پھیلے ہوئے تمام تر شر وفساد، مکر وفریب، ظلم وناانصافی اور جہل وتنگ نظری کے عفریت سے مسلسل برسرِ پیکار رہنے کا بھی ایک اہم اور موثر وسیلہ ہے۔ افسانے کی دنیا میں اس مثبت شعور سے مشتاق احمد وانی داخل ہوئے اور اپنی منفرد کہانیوں سے اپنے ہم عصر افسانہ

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

نگاروں کی صف اوّل میں شامل ہو گئے اور ان کی شہرت و مقبولیت دُور دُور تک پھیل گئی۔ اپنی بات کو یہاں پر زیادہ طوالت نہ دیتے ہوئے میں سیدھے اپنے موضوع ''مشتاق احمد وانی کی افسانہ نگاری: موضوعات، کردار نگاری اور اسلوب نگاری'' پر آنا چاہتا ہوں۔ ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کے افسانوں کا یہاں پر موضوعات، کردار نگاری اور اسلوب نگاری کے حوالے سے تفصیلی جائزہ پیش کیا جا رہا ہے جو اس طرح سے ہے:۔

☆☆☆

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

موضوعات

افسانہ کی صنف میں موضوع کو خاص اہمیت حاصل ہے۔افسانہ کا اپنا کوئی خاص یا مخصوص موضوع نہیں ہوتا ہے بلکہ دنیا اور انسانی زندگی سے متعلق کوئی بھی واقعہ، جذبہ، احساس، تجربہ، مشاہدہ وغیرہ اس کے موضوعات ہو سکتے ہیں۔ یہاں پر ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ انسانی زندگی جتنی وسیع ہے اُتنی ہی وسعت افسانے کے موضوعات میں بھی پائی جاتی ہے۔افسانے کا کینوس چونکہ چھوٹا ہوتا ہے اس لیے اس میں پوری زندگی کو پیش نہیں کیا جا سکتا بلکہ زندگی سے جڑے ہوئے کسی واقعہ یا کسی ایک رُخ یا کردار کے کسی ایک پہلو سے ہی پوری کہانی پیش کی جاتی ہے۔الغرض اس وجہ سے موضوع افسانے کا ایک لازمی جُز ہے۔اس کے بغیر افسانے کا وجود ناممکن ہے کیونکہ موضوع سے ہی افسانے کی تکمیل ہوتی ہے۔

مشتاق احمد وانی ہماری ریاست جموں وکشمیر کے ایک اہم افسانہ نگار کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔انہوں نے اپنے افسانوی ادب میں اپنی فکری بصیرتوں سے انسانی زندگی کے نشیب وفراز کو الگ انداز میں اُبھارا اور پھر اسے موضوعِ بحث بنایا ہے۔انسانی زندگی اور سماج سے جڑے مختلف پہلوؤں پر اُن کی گہری نظر ہے۔جس کسی بھی موضوع پر قلم اُٹھاتے ہیں تو اس موضوع کی تہہ تک ان کی رسائی اور گرفت مضبوط ہو جاتی ہے۔ان کے ابتدائی افسانوں اور بعد میں لکھے گئے افسانوں پر کسی بھی تحریک یا رجحان یا کسی بھی نظریہ کی چھاپ نظر نہیں آتی ہے۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

اُن کے افسانوں کے موضوعات زندگی کی طرح متنوع اور وسیع ہیں۔ انہوں نے عصرِ حاضر میں پیش آنے والے بیشتر مسائل کو اپنے افسانوں کا موضوع بنایا ہے۔ اور زندگی سے جڑے چھوٹے چھوٹے مسائل کو اپنے افسانوں کے اندر سمویا ہے۔ انہوں نے افسانوں میں سماجی، سیاسی، معاشی، اقتصادی، مذہبی، نفسیاتی، اخلاقی وغیرہ غرض ہر ایک مسئلے کو موضوعِ بحث بنایا ہے۔ محمد شاہد پٹھان اپنے مضمون ''ڈاکٹر مشتاق احمد وانی: سنجیدہ، معتبر اور وسیع فکر ونظر کا ادیب'' میں ایک جگہ لکھتے ہیں:

> ''ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کے افسانوں کے موضوعات مختلف الجہات ہیں۔ اُن کے افسانوں میں مذہبی، سماجی، سیاسی، نفسیاتی اور اقتصادی ہر قسم کے مسائل حیات کا حقیقت پسندانہ بیان موجود ہے۔ انہوں نے ایک سماجی حقیقت نگار تخلیق کار کے طور پر اپنے نقطہ نظر سے زندگی کی تلخ حقیقتوں کو سمجھنے اور سمجھانے کی سعی مشکور کی ہے۔'' (''ڈاکٹر مشتاق احمد وانی: سنجیدہ، معتبر اور وسیع فکر ونظر کا ادیب'' از محمد شاہد پٹھان، مشمولہ ''میٹھا زہر'' (افسانوی مجموعہ) صفحہ۔۳۹)

افسانہ نگار بھی چونکہ سماج کا ہی ایک فرد ہوتا ہے اس لئے سماج میں ہو رہی تبدیلیاں اور پیش آرہے مسائل سے بخوبی واقفیت رکھتا ہے۔ ڈاکٹر مشتاق احمد وانی چونکہ ایک حساس طبیعت کے مالک ہیں اس لئے اپنے گردو پیش اور اطراف واکناف کے ناسازگار حالات اور ناموافق ماحول نے انہیں ان نامساعد حالات پر قلم اُٹھانے کی ترغیب دی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنے گردوپیش کی زندگی کے حادثات اور واقعات کو اپنے افسانوں کا موضوع بنایا ہے۔ مشتاق احمد وانی نے اپنے افسانوں میں جن موضوعات پر قلم اُٹھایا ہے اُن میں کرپشن، جہیز، غُربت، تعلیم نسواں، دہشت گردی، اعلیٰ اقدار کی زبوں حالی، سماجی مسائل، بدعنوانی، جنسی بے

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

راہ روی، ازدواجی زندگی کی تلخیاں، ذہنی کشمکش، اخلاقی قدروں کی پامالی، نئی نسل کی بے راہ روی، خونی رشتوں کی شکست وریخت، مردوں کے سماج میں عورتوں کی حیثیت، مغربی تہذیب کے غلط اثرات وغیرہ جیسے موضوعات شامل ہیں۔اس کے علاوہ ریاست جموں وکشمیر جو مشتاق احمد وانی کی جائے پیدائش ہے، یہاں کے پسماندہ علاقوں سے تعلق رکھنے والے پسماندہ عوام کے بے شمار مسائل کو بھی اپنے افسانوں کا موضوع بنایا ہے۔مشتاق احمد وانی کا تعلق صوبہ جموں کے اضلاع ڈوڈہ اور اُدھم پور سے رہا ہے اس لئے ان پہاڑی علاقوں میں رونما ہونے والے واقعات وحالات سے ان کا متاثر ہونا ایک فطری عمل ہے۔جس کی وجہ سے انہوں نے یہاں کے لوگوں کی بنیادی سہولیات ومراعات سے ان کی محرومی اور لاچاری کو خاص طور پر اپنے افسانوں کا موضوع بنایا ہے۔ ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کے افسانوں میں موضوعات کی نشاندہی ڈاکٹر شہاب ظفر اعظمی اپنے مضمون ''مشتاق احمد وانی کی افسانہ نگاری'' میں بہت ہی خوبصورتی سے اس طرح کرتے ہیں:

> ''بم دھماکے، کشمیر کا مسئلہ، بڑھتی ہوئی آبادی، فرقہ واریت کے معاملات، مذہب اور علاقائیت کے نام پر فسادات، ریپ کے انسانیت سوز واقعات، رشوت کی گرم ستانی، سیاسی قدروں کی پامالی، تشدد اور جنسی تشدد کی بھیانک شکلیں، سیاسی بازیگروں کا لسانی تشدد کی بنا پر علاحدگی کی فضا قائم کرنا، ذات پات اور بھید بھاؤ کے نام پر عوام کو تقسیم کرنا، بے ہودہ رسوم ورواج، نوجوان نسل کا تمام اخلاقی اقدار کو پامال کرنا، تعلیمی اداروں میں نظم وضبط کی کمی، جنسی ہیجان انگیزی، فحاشی، بے حیائی اور حرام کاری کی طرف انسان کے بڑھتے قدم، نمود ونمائش اور حرام خوری ایسے

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

موضوعات کو مشتاق وانی اپنی کہانیوں میں بڑی شدت اور
حقیقت کے ساتھ برت رہے ہیں۔'' (''مشتاق احمد وانی کی
افسانہ نگاری'' از ڈاکٹر شہاب ظفر اعظمی، مشمولہ ''اندر کی باتیں''
(افسانوی مجموعہ) صفحہ۔۱۰۶)

مشتاق احمد وانی نے اپنے افسانوں کے موضوعات روزمرہ زندگی سے ہی اخذ کئے ہیں۔ انہوں نے زندگی سے جڑے چھوٹے چھوٹے مسائل کو اپنے افسانوں کا حصہ بنایا ہے۔ ان کے بیشتر افسانے ہمارے دور کے اہم سماجی اور سیاسی مسائل کا احاطہ کرتے ہیں۔ مشتاق احمد وانی کا تعلق چونکہ ریاست جموں وکشمیر سے ہے، اس لئے یہاں کے حالات وواقعات کو انہوں نے اپنے افسانوں کا خاص موضوع بنایا ہے۔ پچھلی تین دہائیوں سے ریاست جموں وکشمیر کو دہشت گردی نے اپنی لپیٹ میں لیا ہوا ہے اور یہاں کے باشندے ایک جانب دہشت گردوں سے جوجھتے رہتے ہیں اور دوسری جانب فوج اور پولیس کی ڈھائی جارہی سختیاں سہتے رہتے ہیں۔ ریاست کی اس صورت حال کو ڈاکٹر مشتاق احمد وانی نے اپنے افسانوں کا خاص موضوع بنایا ہے۔ ان کے افسانوں میں ''دوہری مار'' اور ''جنم بھومی کے آنسو'' افسانے اس ضمن میں پیش کئے جاسکتے ہیں۔

''دوہری مار'' مشتاق احمد وانی کا ایک مُتاثر کُن افسانہ ہے۔ یہ افسانہ جموں وکشمیر میں پھیلی ہوئی دہشت گردی کے پس منظر کو پیش کرتا ہے۔ فیضان اس افسانے کا مرکزی کردار ہے۔ جو اپنی معصومیت کے باوجود دہشت گردوں اور فوجیوں کے ظلم وستم کا نشانہ بنتا ہے۔ فیضان کے گھر میں ایک رات دہشت گرد گھس آتے ہیں اور تیس ہزار (۳۰۰۰۰) روپے کی رقم وصول کرنے کا مطالبہ کرتے ہیں اور پیسے نہ دینے پر اُسے اپنے ساتھ چلنے کے لئے کہتے ہیں۔ فیضان اپنی ساری جمع پونجی دہشت گردوں کو دے کر ان سے اپنی جان چھڑا تو لیتا ہے لیکن دوسری جانب فوج

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

منور جیسے غنڈے کے کہنے پر کہ فیضان دہشت گردوں کو اپنے ہاں پناہ دیتا ہے اور ساتھ میں ان کی مالی معاونت بھی کرتا رہتا ہے فوج کے سپاہی اسے زدوکوب کر کے ناکارہ بنا دیتے ہیں۔ ملاحظہ ہو اس افسانے کا یہ اقتباس:

''فیضان کو گاڑی میں بٹھایا گیا تو اس کے گھر والوں نے رونا شروع کر دیا۔ اسے فوجیوں نے اپنے کیمپ میں لایا اور رات بھر اُسے زدوکوب کرتے رہے۔ دوسرے دن انہوں نے اسے پولیس کے حوالے کر دیا۔ پولیس نے اسے دس دن کے لئے اذیت خانے میں بھیج دیا جہاں اذیت رساں افراد نے اسے اذیت دینے میں کوئی بھی کسر نہیں چھوڑی۔ اُس کے ناخن پلاس سے اکھاڑ دیئے گئے اور بجلی کے شاک دے دے کر اسے ایک طرح کا مفلوج بنا دیا۔ دس دن بعد جب فیضان اپنے گھر لوٹا تو اس کے ماں باپ اور بیوی بچے اُسے پہچان نہیں پائے۔ وہ بھی اُس کے غم میں ادھ مرے سے ہو کے رہ گئے تھے۔'' (ڈاکٹر مشتاق احمد وانی۔ ''میٹھا زہر'' (افسانوی مجموعہ) افسانہ ''دوہری مار'' صفحہ ۶۲ تا ۶۳)

''جنم بھومی کے آنسو'' بھی مشتاق احمد وانی کا دہشت گردی اور فوج کے ظلم وستم پر لکھا ہوا ایک بہترین افسانہ ہے۔ گذشتہ تیس برسوں سے ہماری ریاست جموں وکشمیر میں جو دور رہا ہے نہایت ہی پریشان کن حالات کا دور رہا۔ افسانہ ''جنم بھومی کے آنسو'' میں مختلف کرداروں کے حوالے سے مشتاق احمد وانی نے یہاں کی ان تین دہائیوں میں بدلتی ہوئی سیاسی وسماجی صورتِ حال اور یہاں کے المناک ماحول کی بھرپور عکاسی کی ہے۔ تحریکِ حریت نے ان تین دہائیوں میں اس قدر زور پکڑا کہ ہر خاص وعام آدمی اس میں شامل ہو گیا۔ لیکن عام آدمی جہاں نام نہاد ملی

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

ٹینٹوں کے قہر کا نشانہ بنے وہی عوام فوج کے قہر کا کچھ زیادہ ہی شکار ہوگئی۔ یہاں کی عوام ہر روز فوج کے ڈھائے جارہے ظلم وستم کا سامنا کررہی ہے۔ افسانے کے ایک کردار نادر چچا کے لہجے میں مشتاق احمد وانی فوج کے ذریعے ڈھائے جارہے ظلم وستم کی داستان اس طرح بیان کرتے ہیں:

> ''بیٹے! ہم جن حالات سے جوجھ رہے ہیں وہ بڑے مایوس کن ہیں۔ آدھی آدھی رات کو فوجی ہمارے گھروں میں داخل ہوتے ہیں۔ گھروں کی تلاشی لیتے ہیں اور انہیں دیکھ کر چھوٹے بچّے ڈر وخوف سے چیخنے لگتے ہیں اور مرد و عورتیں ڈر کے مارے فوجیوں سے بات کرتے تھتھلا جاتے ہیں تو فوجی اُن کی پٹائی کرتے ہیں، اب تو بیٹے ان حالات میں مجھے بہو بیٹیوں کی عصمت بھی خطرے میں دکھائی دیتی ہے۔ کیا کریں کہاں جائیں۔'' (ڈاکٹر مشتاق احمد وانی۔ ''میٹھا زہر'' (افسانوی مجموعہ) افسانہ ''جنم بھومی کے آنسو'' صفحہ۔۱۰۱)

ریاست جموں وکشمیر جو کہ کسی زمانے میں امن وآشتی کا مرکز تھی اس کو نہ جانے کس کی نظر بد لگ گئی۔ ہر طرف افراتفری پھیلی ہوئی ہے۔ ایک وہ زمانہ بھی تھا کہ یہاں کے لوگ بے خوف وخطر آدھی آدھی رات تک گھومتے رہتے تھے۔ لیکن اب یہ حالت ہے کہ حالات کے خراب ہونے کی وجہ سے لوگ اپنے گھروں سے باہر آنے میں بھی ڈر سا محسوس کرتے ہیں۔ اس تمام صورتِ حال کی خوبصورت عکاسی اسی افسانے ''جنم بھومی کے آنسو'' میں اس طرح سے کی گئی ہے:

> ''کیا بتاؤں بیٹے تم یہاں کے حالات دیکھ ہی رہے ہو۔ نو سال سے تمہاری جنم بھومی جیسے آگ میں سُلگ رہی ہے۔ اب تو ہمارے دن کا چین اور رات کی نیند ہم سے چھن گئی

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

ہے۔ بیٹے وہ پہلے جیسے مزے اب کہاں کہ آدھی آدھی رات کو چلتے تھے تو کوئی پوچھتا نہیں تھا لیکن اب تو پورے علاقے پر فوجیوں کا تسلّط ہے۔ ان نو برسوں میں بیٹے تمہاری جنم بھومی پہ کئی نوجوان مرد عورتیں، بوڑھے اور بچّے گولی کا نشانہ بنائے گئے اور کتنے ہی ذبح کئے گئے۔'' (ڈاکٹر مشتاق احمد وانی۔ ''میٹھا زہر'' (افسانوی مجموعہ) افسانہ ''جنم بھومی کے آنسو'' صفحہ۔۱۰۰)

ڈاکٹر مشتاق احمد وانی نے عورت کو بھی اپنے افسانوں کا موضوع بنایا ہے۔ انہوں نے اپنے افسانوں میں عورت کو نہ صرف کردار کے روپ میں پیش کیا ہے بلکہ ان کے افسانوں میں عورت ایک موضوع کی حیثیت رکھتی ہے۔ انہوں نے اپنے افسانوں میں عورت کی عظمت کو پامال نہیں کیا ہے بلکہ عورت کو پردے میں رکھ کر اس کے درد و غم کی داستان سنائی ہے۔ انہوں نے عورت کی عظمت، ذہانت، ارادے کی پختگی اور اس کی مظلومیت کو اپنی کہانیوں کا حصہ بنایا ہے۔ مشتاق احمد وانی نے عورت کو اپنے افسانوں میں صرف وفا کی دیوی کے روپ میں ہی پیش نہیں کیا بلکہ بیوفائی کے روپ میں بھی انہوں نے عورت کو پیش کیا ہے۔ ''مجبوری''۔ ''پنجرے میں مورنی''۔ ''درد بھری راتیں''۔ ''بیٹی''۔ ''پانچ سال کا بن باس''۔ ''چھپا سانپ'' وغیرہ مشتاق احمد وانی کے ایسے افسانے ہیں جن میں عورتوں کے گھریلوں مسائل اور ان کی نفسیاتی و جنسی اُلجھنوں پر بڑے فنکارانہ انداز میں روشنی ڈالی گئی ہے۔

''مجبوری'' مشتاق احمد وانی کا عورت پر لکھا ہوا ایک حقیقت پسند افسانہ ہے۔ اس افسانے میں انہوں نے سماج کے ایک نہایت ہی بھدے چہرے سے نقاب اُٹھایا ہے۔ اس افسانے میں یہ دکھایا گیا ہے کہ کس طرح مردوں کے بنائے ہوئے ضابطے کے تحت سماج میں عورت اپنے آپ کو مجبور و بے بس محسوس کرتی ہے۔ اور سماج کے سفید پوش بھوکے بھیڑیے اپنی ہوسناک نظروں سے اس کو عریاں کرتے

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

رہتے ہیں۔ افسانہ ''مجبوری'' کا مرکزی کردار چندرا جو سولہ سال کی لڑکی ہوتی ہے اُس کی شادی پچاس سال کے ایک لاغر اور شرابی آدمی پھول چند سے کی جاتی ہے۔ پھول چند میں مردانہ پن نام کی کوئی چیز ہی نہیں ہوتی ہے اور اس طرح چندرا جیسی معصوم لڑکی غیر مردوں سے جنسی تعلقات رکھنے پر مجبور ہو جاتی ہے۔ اس افسانے میں افسانہ نگار نے بے میل شادی سے پیدا ہونے والی بدعتوں پر بہت خوبصورتی سے روشنی ڈالی ہے۔ چندرا ایک غیر مرد کیول کرشن سے اپنی جنسی ضرورت پورا کرنے پر مجبور ہو جاتی ہے۔ ملاحظہ ہو اس افسانے کا یہ اقتباس:

> ''چندرا نے خود دیر سے کھانا کھایا اور کیول کرشن کے انتظار میں بیٹھی رہی۔ کیول کرشن ساڑھے دس بجے کے قریب آ گیا، چندرا نے اسے آنکھوں اور ہاتھوں کے اشاروں سے ایک کمرے میں بلالیا۔ اس نے کمرہ بھی بڑے خوبصورت انداز میں سجا رکھا تھا کمرے میں بھینی بھینی خوشبو مہک رہی تھی جیسے آج ہی اُس کی سہاگ رات ہو۔ اس نے کیول کرشن کو پہلے کاجو بادام کھلائے اور پھر بجلی کا بلب آف کر دیا۔ چندرا نے محسوس کیا کہ اسے آج پہلی بار زندگی میں روحانی وجسمانی تسکین حاصل ہوئی ہے۔'' (مشتاق احمد وانی۔ ''میٹھا زہر'' (افسانوی مجموعہ) افسانہ ''مجبوری'' صفحہ۔۹۱)

افسانہ ''پنجرے میں مورنی'' میں بھی مشتاق احمد وانی نے ایک عورت ہی کو موضوع بحث بنایا ہے۔ اس افسانے میں افسانہ نگار نے بڑے فنکارانہ انداز میں رسم ورواج، ذات پات اور والدین کی اپنی بیٹیوں کے لئے رشتوں میں لاپرواہی کو پیش کیا ہے۔ پھر ایسی لڑکیوں کے ساتھ شادی کے بعد پیش آنے والے مصائب اور مشکلات کی بھی خوبصورت عکاسی کی گئی ہے۔ اس افسانے میں چنچل رانی جیسی اعلیٰ

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

تعلیم یافتہ اور سلیقہ شعار لڑکی کی کہانی بڑی خوبصورتی کے ساتھ بیان کی گئی ہے جو شہری ماحول میں پلی بڑھی ہوتی ہے، مگر اس کا باپ اس کی شادی دیہات کے ایک ایسے لڑکے کے ساتھ کر دیتا ہے جو کسی بھی لحاظ سے چنچل کے لائق نہیں ہوتا ہے جس کی وجہ سے چنچل کو سسرال میں بہت سی پریشانیوں اور الجھنوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ وہ بہت صبر کرتی ہے مگر آخر میں اس کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو جاتا ہے اور وہ اپنے والدین کے نام ایک خط لکھتی ہے جو اس کی ذہنی اور نفسیاتی کیفیات کا انکشاف کرتا ہے۔ چنچل خط میں تحریر کرتی ہے:

''آپ نے میرا جیون ساتھی منتخب کرنے میں خطا کھائی ہے۔ آپ کو میرا رشتہ کرانے والوں نے دھوکہ دیا ہے۔ آپ یقین کیجئے کبھی کبھی میں بہت جذباتی ہو جاتی ہوں جب مجھے اس بات کا شدید احساس ہوتا ہے کہ میری زندگی تباہ و برباد کر دی گئی ہے تو میں اس وقت خودکشی پہ آمادہ ہو جاتی ہوں۔ مگر فوراً مجھے یہ احساس ہوتا ہے کہ خودکشی کرنا ایک بُزدلانہ فعل ہے، اور بھگوان خودکشی کرنے والے کو کبھی معاف نہیں کرے گا اس طرح میں اس لرزہ خیز فعل سے رُک جاتی ہوں۔ کبھی میرا جی چاہتا ہے کہ میں اپنے من پسند مرد کے ساتھ بھاگ جاؤں مگر فوراً مجھے آپ والدین اور خاندان کی عزت و وقار کا خیال ایسے قابل مذمّت فعل سے باز رکھتا ہے۔

اب میں یہ بات اچھی طرح سمجھ گئی ہوں کہ بے میل اور نامناسب شادیاں کس طرح جرائم کو جنم دیتی ہیں۔ میں یہ خط آپ کو اس لئے لکھ رہی ہوں کہ آپ جب میری بہنوں

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

کے رشتوں کی بات کریں گے تو سب سے پہلے لڑکے کو دیکھ
لیجئے گا۔'' (ڈاکٹر مشتاق احمد وانی۔ ''میٹھا زہر'' (افسانوی مجموعہ)
افسانہ ''پنجرے میں مورنی'' صفحہ۔۱۶۸)

افسانہ ''درد بھری راتیں'' میں مشتاق احمد وانی نے جہاں سرکاری شفاخانوں کی بدنظمی اور ڈاکٹروں کی مریضوں کے تئیں سرد مہری و بے توجہی پر روشنی ڈالی ہے تو وہیں کسی نہ کسی طرح سے انہوں نے عورت کو بھی اس افسانے میں موضوعِ بحث بنایا ہوا ہے۔ افسانہ نگار نے بڑی خوبصورتی سے دو عورتوں کے باہمی مکالمے سے مرد اساس سماج میں عورت کے ساتھ روا رکھے جانے والے استحصالی رویّے کی نشاندہی کی ہے۔ ملاحظہ ہو اس افسانے کا یہ اقتباس جس میں ہسپتال میں ایک کردار ظہیرہ بیگم (ایک مریض بچّی کی ماں) پاس کے ہی بیڈ نمبر چار والی عورت (مریض بچّے کی ماں) سے یہ معلوم کرتی ہے:

''بی بی آپ کا گھر والا کہاں ہے؟ یہ بچّہ کیوں اتنا روتا ہے؟''
اس عورت کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے، پھر اس نے
اپنی میلی اوڑھنی سے آنسو پونچھے اور بولی۔
''بہن! میرا طلاق ہو چکا ہے، میرا شوہر میرے لئے جیتے جی
مر گیا ہے، اس نے مجھے محض اس لئے طلاق دیا ہے کہ میں
اسے شراب اور چرس پینے سے منع کرتی تھی۔ میری تین بیٹیاں
ہیں اور یہ ایک بیٹا، اس کے پیٹ میں شروع سے درد رہتا ہے
اور چند دنوں سے بخار اور کھانسی بھی ہے، ڈاکٹر کہتا ہے انجکشن
اور دوائی سے ٹھیک ہو جائے گا۔'' (ڈاکٹر مشتاق احمد وانی۔ ''میٹھا زہر
'' (افسانوی مجموعہ) افسانہ ''درد بھری راتیں'' صفحہ۔۷۴)

گویا افسانہ ''درد بھری راتیں'' میں مشتاق احمد وانی نے ایک ساتھ بہت

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

سارے مسائل کو اُجاگر کیا ہے۔ سرکاری اداروں میں بدنظمی اور عوام کو فراہم کی جانے والی سہولیات اور اشیاء کی قلت عام بات ہے۔ اسی طرح سے ہسپتالوں میں وقت پر مریضوں کو دوا نہ ملنے کے سبب ان کی بے وقت واقع ہونے والی اموات کے دلدوز مناظر ہر جگہ دیکھنے کو مل جاتے ہیں اور ساتھ میں ہی بدقماش شوہروں کی اپنی بیویوں پر ظلم وستم کی روایت بھی عام ہی ہے۔

''بیٹی'' مشتاق احمد وانی کا ایک اصلاحی اندازِ فکر کا افسانہ ہے۔ اس افسانے میں انہوں نے ایک بیٹی کی عظمت کو پیش کیا ہے اور بہت خوبصورتی سے مرد اساس سماج کی بیٹی اور عورت کے تئیں اپنی روایتی اور فرسودہ سوچ بدلنے پر زور دیا ہے۔ پورے افسانے میں دو مرد کرداروں کی مکالمہ گوئی سے بیٹی کی اہمیت وافادیت پر بھرپور روشنی ڈالی گئی ہے۔ اُسے گھر میں لکشمی اور روشنی آنے سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔ افسانے کا ایک کردار مدن ورما دورانِ ملاقات اپنے دوست جس کے ہاں بیٹی پیدا ہوئی ہوتی ہے کو ایک بیٹی کی قدر ومنزلت اور والدین کے تئیں اُس کے ایثار وعقیدت اور قربانی کے متعلق نصیحت آمیز گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''بیٹی تو خوش نصیبی کی علامت ہے۔ تیرے گھر میں لکشمی آئی ہے۔ میرے دوست بیٹی بہت وفادار ہوتی ہے جس گھر میں بیٹی نہیں ہوتی وہ گھر کھنڈر ہوتا ہے، بیٹی گھر کی رونق ہوتی ہے، دیکھ میرے تین بیٹے ہیں، میری بیوی گنگوتری کی کمر میں اکثر درد رہتا ہے۔ میں جب دفتر چلا جاتا ہوں اور تینوں بیٹے اسکول چلے جاتے ہیں تو گنگوتری اکیلی درد کی وجہ سے بستر پر کراہتی رہتی ہے، کبھی کبھی ہمارے گھر میں کھانا بھی نہیں پکتا اور نہ برتن دھوئے جاتے ہیں۔ میں اور گنگوتری ایک بیٹی کے لئے کتنا ترستے ہیں۔ لیکن ہماری

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

کوئی بیٹی نہیں، میری بیٹی ہوتی تو وہ گھریلو کاموں میں اپنی ماں کا ہاتھ بٹاتی، لیکن ہم بدنصیبوں کی قسمت میں ''بیٹی'' کہاں۔ اگر تو بیٹی کے پیدا ہونے پر اتنا مایوس ہوا ہے تو لا اپنی بیٹی ہمیں سونپ دے۔ ہم اسے خوشی خوشی اپنا لیں گے ہمارے گھر میں روشنی آجائے گی۔'' (مشتاق احمد وانی۔ ''میٹھا زہر'' (افسانوی مجموعہ) افسانہ ''بیٹی'' صفحہ۔۱۱۹)

''پانچ سال کا بن باس'' ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کا موضوع کے اعتبار سے ایک اہم اور منفرد افسانہ ہے جس میں انہوں نے ایک عورت کو ہی موضوعِ بحث بنایا ہے۔ اس افسانے میں انہوں نے ایک نوجوان لڑکی ذلفاں بی بی کی کہانی پیش کر کے باصلاحیت نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کے لیے یہ نصیحت کا سبق دیا کہ وہ کس طرح سے اپنی پوشیدہ صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر اپنی زندگیوں کو سنوارنے کی کوشش کریں تاکہ اُن کی زندگیاں خوشیوں میں گزریں۔ ذلفاں بی بی جو کہ باٹنی (Botany) میں ایم ایس سی (MSC) ڈگری یافتہ ہوتی ہے لیکن اُسے مجبوراً اپنے آبائی گاؤں کے پرائمری اسکول میں بحیثیت معلّمہ کام کرنا پڑتا ہے۔ لیکن وہ ہمت نہیں ہارتی بلکہ محنت وریاضت سے کے اے ایس (KAS) کا امتحان پاس کر کے اپنی پوشیدہ صلاحیتوں کا لوہا منواتی ہے۔ ملاحظہ ہو اس افسانے کا یہ اقتباس:

''ذلفاں بی بی اُس دن بہت خوش ہوئی تھی جس دن اس نے کے اے ایس کا پہلا امتحان پاس کیا تھا اور بعد میں جب اس نے دوسرا امتحان بھی پاس کر لیا تو اس کی نگاہیں بے ساختہ طور پر خدا کا شکر بجا لانے کے لئے آسمان کی جانب اٹھ گئی تھیں۔ اب بحیثیت رہبر تعلیم اُس کے پانچ سال پورے ہونے میں کل دو ماہ باقی رہ گئے تھے۔ انہی دو

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

مہینوں کے دوران اس نے کے اے ایس کا انٹرویو بھی دے دیا۔ دو مہینے کے بعد جب اخبار میں اس نے کے اے ایس کے کامیاب امیدواروں کی لسٹ میں اپنا نام پڑھا تو وہ مبہوت ہو کر رہ گئی۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ واقعی کے اے ایس کر چکی ہے۔ اس کے والدین، بھائی بہنیں، اس کے خاندان والے اور اس کی سہیلیوں نے اس کی کامیابی پر بہت زیادہ خوشی منائی تھی۔'' (ڈاکٹر مشتاق احمد وانی۔ ''اندر کی باتیں'' (افسانوی مجموعہ) افسانہ ''پانچ سال کا بن باس'' صفحہ۔۱۶۴)

افسانہ ''چھپا سانپ'' میں مشتاق احمد وانی نے ایک عورت کے ساتھ ہو رہی جنسی زیادتی کو موضوع بنایا ہے۔ اس افسانے میں ایک عورت کے ساتھ اپنے گھر کے اندر ہو رہی جنسی زیادتی کو بہت خوبصورتی سے پیش کیا گیا ہے۔ افسانے کا مرکزی کردار پنڈت رتن شاستری جو اپنوں اور پرائیوں کی نظر میں بھگوان کا روپ رکھتے ہیں۔ وہ اپنے گھر کے اندر ہی اپنی بہو میناکشی کی دوبار زبردستی عزت وعصمت لوٹ لیتا ہے۔ جس کو میناکشی بیچاری برداشت نہیں کر پاتی اور خود کو پھانسی لگا کر اپنی جان کا خاتمہ کر دیتی ہے۔ میناکشی پر اپنے گھر کے اندر ہی ہو رہی جنسی زیادتی کو مشتاق احمد وانی نے اس طرح سے پیش کیا ہے:

''میناکشی دیر تک اپنے سسر کی گرفت سے چھٹکارا پانے کا جتن کرتی رہی۔ بہت تڑپی، گڑگڑائی مگر سسر کا پتھر دل نہیں پسیجا۔ حیوانیت انسانیت پر غالب آ چکی تھی۔ میناکشی ایک بار پھر اپنے سسر کی جنسی ہوس کا نشانہ بنی تھی۔'' (ڈاکٹر مشتاق احمد وانی۔ ''اندر کی باتیں'' (افسانوی مجموعہ) افسانہ ''چھپا سانپ'' صفحہ۔۱۷۳)

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

''جنس'' مشتاق احمد وانی کے افسانوں کا ایک اہم موضوع رہا ہے۔ یوں تو اردو افسانے میں یہ ایک ایسا موضوع رہا ہے کہ اس پر لگ بھگ بیشتر افسانہ نگاروں نے افسانے تخلیق کئے ہیں۔ سعادت حسن منٹو اور عصمت چغتائی نے تو جنس پر ایک سے بڑھ کر ایک کئی افسانے تخلیق کئے ہیں۔ ایسے میں کسی جدید افسانہ نگار کا جنس پر قلم اٹھانا بڑے دل گردے کا کام ہے۔ مشتاق احمد وانی کے ہاں نہ تو دلالوں کی کہانیاں ہیں اور نہ ہی طوائفوں کا بیانیہ ہے۔ بلکہ معاشرے میں پھیلی ہوئی جنسی خرابیوں پر قلم اٹھا کر انہوں نے ایک اہم کارنامہ انجام دیا ہے۔ ''میٹھا زہر''۔ ''چھپا سانپ''۔ ''چہرہ چھپائے لوگ''۔ ''آنکھوں کی عصمت دری''۔ ''دل و دماغ میں گھومتی کیل'' وغیرہ ان کی ایسی کہانیاں ہیں جو جنسی تقاضے، جنسی کشمکش، جنسی جذبات، جنسی بے راہ روی، جنسی شدّت، جنسی مسائل، جنسی حقائق، ناشائستہ رویّوں اور نفسیاتی تغیرات کی بہترین ترجمانی کرتی ہوئی نظر آتی ہیں۔

''میٹھا زہر'' مشتاق احمد وانی کا جنسیت سے پیدا ہونے والی بیماری پر لکھا ہوا عمدہ اور منفرد افسانہ ہے۔ اس افسانے میں ''ایڈز'' جیسی مہلک بیماری سے پیدا شدہ مسائل کی بہترین عکاسی کی گئی ہے۔ افسانے کا مرکزی کردار رامیشور اپنے دوست بلبیر کی وساطت سے کلکتہ کے بازار سونا گاچھی میں مختلف خوبصورت عورتوں کے پاس جاتا ہے، جس کی وجہ سے وہ ایڈز جیسی مہلک بیماری میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اس بیماری کی وجہ سے اُس کا خوبصورت اور سڈول جسم کمزور ہو جاتا ہے۔ جنسیت سے ہونے والی اس بیماری کا چونکہ کوئی علاج ہی نہیں ہے، اس لئے رامیشور کے گھر والے اس انتظار میں رہتے ہیں کہ کب اس پر کوئی دوائی اثر کرے اور وہ صحت یاب ہو جائے یا پھر کب وہ ابدی نیند سو جائے تاکہ وہ اس کی آخری رسومات ادا کریں۔ مشتاق احمد وانی نے اس افسانے میں فنی مہارت کا ثبوت دیتے ہوئے ایڈز جیسی مہلک بیماری کو ایک انسان کی ناجائز جنسی خواہشات کے لئے ایک دھمکی کے

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

طور پر پیش کیا ہے۔ ملاحظہ ہو اس افسانے کا یہ اقتباس:

''اب تو رامیشور کے باپ کو بھی رامیشور کی بیماری کا پتا لگ چکا ہے کہ میرا بیٹا ایڈز کا مریض ہے لیکن وہ کیا کر سکتا ہے سوائے آنسو بہانے کے اور اپنے بیٹے کی لاعلاج بیماری پر آہیں بھرنے کے۔ رامیشور کا باپ اور اُس کا بھائی سکھ دیو اب اُس دن کا انتظار کر رہے ہیں کہ جس دن رامیشور پر کوئی نئی دوائی اثر کرے اور وہ صحت یاب ہو جائے یا پھر جس دن وہ ابدی نیند سو جائے اور وہ اُس کی لاش کو اپنے آبائی گاؤں میں لا کر اُس کی آخری رسم ادا کر دیں۔'' (مشتاق احمد وانی۔ ''میٹھا زہر'' (افسانوی مجموعہ) افسانہ ''میٹھا زہر'' صفحہ۔۱۸۱)

''چھپا سانپ'' بھی مشتاق احمد وانی کا جنسیت پر لکھا ہوا ایک منفرد اور نمایاں افسانہ ہے۔ اس افسانے میں انہوں نے ایک ایسے شخص کی جنسیت کو موضوعِ بحث بنایا ہے، جنہیں اپنے اور پرائے بھگوان کا دوسرا روپ سمجھتے تھے۔ وہ شخص پنڈت رتن شاستری ہے، جو لوگوں کی نظروں میں بھگوان کا دوسرا روپ تھا۔ لیکن اُس کے اندر جنسی ہوس اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے گھر کے اندر ہی اپنی بہو میناکشی کو زبردستی دوبارا اپنی جنسی ہوس کا شکار بنا دیتا ہے۔ کیونکہ خود اُس کی بیوی جسمانی طور پر تقریباً ناکارہ ہو چکی ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ اپنی جنسی ہوس کی تکمیل کے لئے اپنی ہی بہو کو نشانہ بناتا ہے۔ بہو میناکشی ذلت وندامت کے ہاتھوں مجبور ہو کر خودکشی کر لیتی ہے اور بوڑھا پنڈت رتن شاستری قانون کی گرفت میں آجاتا ہے۔ پنڈت رتن شاستری کی جنسی ہوس کا نقشہ افسانہ نگار نے کچھ اس طرح سے پیش کیا ہے:

''پنڈت رتن شاستری پر حیوانیت کا بھوت سوار ہو چکا تھا اُن کی جنسی ہوس انہیں ایک گہرے کنویں میں دھکیل چکی تھی

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

کہ جہاں سے باہر نکلنا ان کے لئے ناممکن تھا۔ میناکشی
تڑپتی رہی، لرزتی رہی، بار بار مدافعت کے لئے ہاتھ پیر
مارتی رہی، اپنے سسر کو بھگوان کا واسطہ دیتی رہی لیکن کچھ ہی
لمحوں میں اس کا سسر اُس کی عزت وعصمت لوٹ کے الگ
ہوگیا۔'' (مشتاق احمد وانی۔ ''اندر کی باتیں'' (افسانوی مجموعہ)
افسانہ ''چھپا سانپ'' صفحہ۔۱۷۱)

افسانہ ''چہرہ چھپائے لوگ'' میں مشتاق احمد وانی نے کالج کی تین لڑکیوں پونم، ہرپریت کور اور فوزیہ کی جنسیت کو پیش کیا ہے۔ اس افسانے میں یہ دکھایا گیا ہے کہ یہ تینوں لڑکیاں اپنے چہروں کو چھپا کر کس طرح اپنے عاشقوں بلکہ اوباش لڑکوں کے ساتھ موٹر سائیکلوں پر سوار ہو کر کالج سے بہت دُور جا کر اپنے جسم کی آگ بجھانے کے لئے گھنے جنگل میں روپوش ہو جاتی ہیں۔ ملاحظہ ہو اس افسانے کا یہ اقتباس:

''تینوں لڑکیوں نے اپنے اپنے عاشق کا ہاتھ تھاما اور دیکھتے
دیکھتے وہ ایک کالے گھنے جنگل میں چلے گئے۔ راج محمد اپنی
گاڑی میں بیٹھے ہوئے محوئے حیرت تھے۔ اُن کے ذہن
ودل کو بار بار یہ سوال نوچ رہا تھا کہ اس کالے گھنے جنگل
میں اب یہ کیا کریں گے؟'' (ڈاکٹر مشتاق احمد وانی۔ ''اندر کی
باتیں'' (افسانوی مجموعہ) افسانہ ''چہرہ چھپائے لوگ'' صفحہ۔۱۷۸)

افسانہ ''آنکھوں کی عصمت دری'' میں بھی جنسیت کو موضوع بنایا گیا ہے۔ اس افسانے میں مشتاق احمد وانی نے جنسی شدّت پسند ماحول کی خوبصورت انداز میں عکاسی کی ہے۔ اس افسانے میں یہ دکھایا گیا ہے کہ افسانے کا مرکزی کردار پنڈت میگھ ناتھ عہد حاضر کے جنسی ماحول سے نہ صرف بیزار نظر آتے ہیں بلکہ خود کو ایک عرصہ تک سنبھالے بھی رکھتے ہیں۔ مگر اکیاون (۵۱) برس کی عمر میں ایک جنسی

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

فلم دیکھ کر بہت شرمندہ ہو جاتے ہیں۔ انہیں یہ احساس ہوتا ہے کہ اُس کی آنکھوں نے زنا بھی کیا ہے اور وہ اپنی سب سے قیمتی چیز بھی لُٹا چکے ہیں۔ ملاحظہ ہو اس افسانے کا یہ اقتباس جس میں پنڈت میگھ ناتھ کو دکھایا گیا ہے کہ جب وہ سنیما ہال میں ایک جنسی فلم دیکھتے ہیں تو اُس کے بعد اُن کی کیا کیفیت ہو جاتی ہے مشتاق احمد وانی نے کس خوبصورتی سے اُس منظر کو پیش کیا ہے:

''پہلے منظر میں ایک شادی شدہ عورت کو ایک غیر شادی شدہ نوجوان سے محبت کرتے دکھایا گیا تھا۔ دوسرے منظر میں ایک تالاب میں ان دونوں کو بالکل عریاں حالت میں دکھایا گیا اور پھر تیسرا منظر ناقابل بیان! میگھ ناتھ سنیما ہال کی تاریکی میں یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے..... تیسرے منظر نے ان کے پورے وجود میں بہت زیادہ حرارت پیدا کر دی تھی جو بعد میں آتش فشاں کی صورت اختیار کر گئی تھی۔'' (ڈاکٹر مشتاق احمد وانی۔ ''اندر کی باتیں'' (افسانوی مجموعہ) افسانہ ''آنکھوں کی عصمت دری'' صفحہ۔۱۸۵)

افسانہ ''دل و دماغ میں گھومتی کیل'' میں مشتاق احمد وانی نے اُس جنسی بے راہ روی کو پیش کیا ہے جس کے نتیجے میں لاوارث بچے اسٹیشنوں، بس اڈوں، جلسوں، بازاروں وغیرہ میں رُلتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ملاحظہ ہو اس افسانے کا یہ اقتباس:

''دلدار صاحب کی نظر پلیٹ فارم پہ ایک جگہ پڑی تو کیا دیکھتے ہیں کہ گذشتہ شب کو تولد ہوا ایک خوبصورت نوخیز بچہ گدڑیوں میں سویا ہوا ہے اور لوگ اُسے دیکھ کر ہنستے ہوئے گزر رہے ہیں، یہاں تک کہ پولیس اہل کار اور ریلوے اسٹیشن کے منتظمین بھی اُس گدڑیوں میں لپٹے لعل کو ایک

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

بیکار اور نجس شے سمجھ کر نظر انداز کر رہے ہیں۔'' (ڈاکٹر مشتاق احمد وانی۔ ''میٹھا زہر'' (افسانوی مجموعہ) افسانہ ''دل و دماغ میں گھومتی کیل'' صفحہ۔۱۱۲)

مشتاق احمد وانی نے جنس کے موضوع پر قلم اٹھا کر ایک اہم سماجی خدمت انجام دی ہے۔ کیونکہ اپنی کہانیوں کے ذریعے انہوں نے سماج کے بے حد نازک مسئلے کی جانب ہماری توجہ مبذول کرائی ہے تاکہ سماج کی بہت ساری بُرائیوں کا خاتمہ ہو سکے اور پردے کے پیچھے ہو رہے ایسے جرائم کو بے نقاب کیا ہے جو ہماری آنکھوں سے اوجھل تھے۔ یہاں پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ ایک حساس فنکار ہی ایسے موضوع سپرد قلم کر کے انجام تک پہنچا سکتا ہے۔ مشتاق احمد وانی نے ایسا کر کے دکھایا ہے۔

''رشوت خوری'' جو کہ آج کل ہمارے سماج کی ایک لاعلاج بیماری بن چکی ہے اور پورے سماج میں ناسور کی صورت اختیار کر چکی ہے۔ اس بُرائی پر بھی مشتاق احمد وانی نے اپنے افسانے تخلیق کئے ہیں اور سماج کے اندر پھیلی ہوئی اس بُرائی کی طرف بھرپور توجہ دلانے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ ''اندر کی باتیں'' اور ''شرافت'' ایسے افسانے ہیں جن میں کسی نہ کسی طرح سے انہوں نے رشوت جیسی بُرائی کو موضوعِ بحث بنایا ہوا ہے۔

افسانہ ''اندر کی باتیں'' میں ملک کے تعلیمی اداروں میں پھیلی ہوئی رشوت خوری کی بیماری کو مشتاق احمد وانی نے موضوع بنایا ہے۔ اس افسانے میں تعلیمی اداروں میں پھیلی ہوئی بدعنوانی کو خوبصورتی سے بے نقاب کیا گیا ہے اور ساتھ میں ہی مفاد پرست سلیکشن کمیٹیوں کے اراکین اور سینئر پروفیسروں کی ضمیر فروشیوں کا بھی پردہ چاک کیا گیا ہے۔ علم و دانش کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے لائق اور اعلیٰ صلاحیتوں کے حامل اُمیدواروں کے ساتھ روا رکھی جانے والی بے انصافیوں کو بھی اس افسانے کے ذریعے بے نقاب کیا گیا ہے۔ افسانہ ''اندر کی باتیں'' کی کہانی اس

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

طرح ہے کہ اس افسانے کے مرکزی کردار کمل کانت سے اُس کا حق رشوت کی وجہ سے بڑی بے دردی سے چھین لیا جاتا ہے، جس میں اس کے اپنے ہی شعبے کے سربراہ چترنجن باسو کا ہاتھ ہوتا ہے۔ چترنجن باسو رشوت کی بنا پر ہی اپنے نوکر نما اُمیدوار خیالورام کو اپنے شعبے میں اسسٹنٹ پروفیسری کے لئے سلیکٹ کرنے کے لئے کیا کیا کرتا ہے اس کی پوری تفصیل افسانے میں موجود ہے۔ ملاحظہ ہو اس افسانے کا یہ اقتباس جس میں وہ خود نریش رانا کے سامنے اس بات کا اعتراف کرتا ہے:

''نریش رانا صاحب! میرے پاپوش کے تسمے کھولنے اور باندھنے سے لے کر میرے مکان میں پوچھ پھیرنے تک کون سا ایسا کام ہے جو خیالورام نے نہیں کیا ہے۔ اب آپ ہی بتایئے میں اس کا خیال نہ رکھوں تو کس کا رکھوں؟ اور پھر اتنی ہی بات نہیں ہے، بلکہ اس نے تو اپنی جمع پونجی بھی میرے نام بینک اکاؤنٹ میں جمع کرادی ہے۔ اب آپ ہی کہیے کیسے انکار کروں؟'' (ڈاکٹر مشتاق احمد وانی۔ ''اندر کی باتیں'' (افسانوی مجموعہ) افسانہ ''اندر کی باتیں'' صفحہ۔۲۰۴)

موجودہ عہد میں یہ ایک عجیب اتفاق کی بات ہے کہ اس عہد میں باصلاحیت اُمیدواروں کی کسی بھی جگہ بحالی نہایت ہی کم ہو رہی ہے۔ ہر ایک انٹرویو کا نتیجہ چونکائے بغیر نہیں رہتا ہے۔ اکثر دیکھنے میں یہ آیا ہے کہ بیشتر انٹرویو میں ایسے اُمیدواروں کا انتخاب ہوتا ہے جو اس کے اصل حقدار نہیں ہوتے ہیں۔ ایسا کیوں ہو رہا ہے یہ بات غور و فکر کی دعوت دیتی ہے۔ لیکن رشوت نے ہمارے ذہنوں کے اندر اس طرح جگہ پکڑی ہے کہ ہم ایسا سوچتے ہی نہیں ہیں۔ ملاحظہ ہو افسانہ ''اندر کی باتیں'' کا یہ اقتباس:

''کمل کانت! جب دُکاندار اپنے گاہک کو ماچس کی ڈبیہ یا

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

صابن کی ٹکیہ مفت میں نہیں دیتا ہے تو تجھے کیا اتنی بڑی اسسٹنٹ پروفیسری محض تیری ذہانت اور قابلیت کی بنیاد پہ مل جاتی! تجھے پتا ہونا چاہیے دو لاکھ روپے سے یہ سودا شروع ہوا تھا اور پانچ لاکھ پہ ختم ہوا ہے!۔'' (ڈاکٹر مشتاق احمد وانی۔ ''اندر کی باتیں'' (افسانوی مجموعہ) افسانہ ''اندر کی باتیں'' صفحہ۔۲۰۷)

افسانہ ''شرافت'' میں ڈاکٹر مشتاق احمد وانی نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ سرکاری اداروں میں بھی کوئی کام رشوت کے بغیر نہیں ہوتا ہے۔ سرکاری کارندے گویا ایمانداری سے کام نہیں کرتے ہیں بلکہ رشوت لے کر وہ کام انجام دیتے ہیں۔ اس کی وجہ سے عوام بھی اکثر اوقات پر انصاف پانے کے لئے مجبوراً رشوت دینے پر راضی ہو جاتے ہیں۔ افسانہ ''شرافت'' میں ٹھیک اسی طرح تین نہایت ہی شریف اور ایماندار آدمیوں کو پولیس تھانے میں تھانیدار رشوت دینے پر مجبور کر دیتا ہے۔ ملاحظہ ہو اس افسانے کا یہ اقتباس:

''چلو میں تمہیں کچھ بھی نہیں کہوں گا۔ ہوسکتا ہے تم تینوں اپنی جگہ سچے ہو۔ سگی کو نا معلوم کیا غلط فہمی ہوگئی ہے۔ جو تمہارے پیچھے پڑ گئی ہے۔ لیکن تم تینوں کا کیس تب تک خارج نہیں کیا جائے گا جب تک تم تین ہزار روپئے ہماری فیس ادا نہ کروگے، ورنہ میں تم تینوں کا چالان عدالت میں پیش کردوں گا اور وہاں ہزاروں روپے صرف کرنے کے بعد بھی تمہاری خلاصی نہیں ہوگی''..... رحمت علی نے دکھی انداز میں اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا اور وہاں سے سو سو کے تیس نوٹ نکال کر تھانیدار کے حوالے کر دئے۔ تھانیدار نے جونہی تین ہزار روپے حاصل کر لئے تو اس کے تیور بدل

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

گئے اس نے بڑے نرم لہجے میں کہا۔

''اب تم تینوں اپنے گھروں کو جاسکتے ہو لیکن جانے سے پہلے سگی سے معافی مانگو۔'' (مشتاق احمد وانی۔''میٹھا زہر'' (افسانوی مجموعہ) افسانہ ''شرافت'' صفحہ۔۱۳۱)

اسلامی تعلیمات حق وصداقت پر مبنی ہیں۔اس کے اصول وضوابط حقوق انسانی کے محافظ ہیں اور ساتھ میں ہی امنِ عالم کی ضمانت دینے والے اور انسانوں کے دلوں میں گھر کرنے والے بھی ہیں۔مشتاق احمد وانی چونکہ خود دینِ اسلام کے پیروکار ہیں۔خدا پرست اور صوم وصلوٰۃ کے پابند ہیں۔انہیں اپنے مذہب سے بے حد لگاؤ اور خدا کے رحم وانصاف اور اُس کے فیوض وبرکات پر پورا پورا بھروسہ ہے۔ اسلامی تعلیمات اور اقدار سے خاص شغف رکھتے ہیں اور ان میں نجات کا وسیلہ ڈھونڈتے ہیں۔اس وجہ سے وہ اسلامی تعلیمات کو اپنی افسانہ نگاری کے فن سے فروغ دیتے رہتے ہیں۔وہ قران وحدیث کے حوالے سے اپنے افسانوں میں تعمیری، متصوفانہ اور اصلاحی باتیں کرتے رہتے ہیں۔ہدایت اور رحمت کی باتوں کو مشتاق احمد وانی اپنے افسانوں میں اس طرح سے داخل کرتے ہیں کہ وہ کہانی کا اہم حصہ بن جاتی ہیں۔ان تمام وجوہات کی بنا پر ہی مشتاق احمد وانی نے اسلامی فلسفے کو اپنے بیشتر افسانوں کا موضوع بنایا ہے۔''توبہ''۔''دل ودماغ میں گھومتی کیل''۔ ''شرافت''۔''ایک اہم سوال'' وغیرہ ایسے افسانے ہیں جن میں انہوں نے اسلامی فلسفے کو موضوعِ بحث بنایا ہوا ہے۔

''توبہ'' مشتاق احمد وانی کا ایک اہم اور منفرد افسانہ ہے۔اس افسانے میں انہوں نے ایک پڑھے لکھے غنڈے اور بدمعاش سراج الدّین کی کہانی بیان کی ہے۔ افسانے میں یہ دکھایا گیا ہے کہ کس طرح سے وہ چوری چھپے اپنی غنڈہ گردی کا بازار گرم کرتا ہے، دن دھاڑے بڑی ہوشیاری اور چالاکی سے عوام کی آنکھوں میں

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

ڈھول جھونکتا رہتا ہے۔ لیکن ایک دن سراج الدّین کے گھر میں اللہ کے نیک بندے اُسے نیکی کی دعوت اور بُرے کاموں سے روکنے کی ترغیب دیتے ہیں جس پر وہ عمل کر کے پوری طرح سے اسلامی حلیے میں ڈھل جاتا ہے۔ اور اس کی گناہوں بھری زندگی ایک دم بدل جاتی ہے، وہ اس کے بعد کی زندگی پوری طرح سے اللہ کی یاد میں گزارنے لگتا ہے۔ اللہ کے نیک بندے امیر جماعت کے ذریعے مشتاق احمد وانی اسلامی تعلیمات اور دینِ اسلام کی باتیں اس افسانے میں بہت ہی خوبصورتی سے کچھ اس طرح کرتے ہوئے نظر آتے ہیں:

''سراج بھائی! آپ جانتے ہیں کہ جب ہم مر جائیں گے تو ہمارا یہ جسدِ خاکی قبر میں دفنایا جائے گا۔ اور پھر اللہ پاک فرشتوں کے ذریعے ہمیں قبر میں زندہ فرمائے گا۔ پھر فرشتے ہم سے یہ سوال پوچھیں گے کہ بتاؤ تمہارا رب کون ہے؟ تمہارا رسول کون ہے؟ اور تمہارا دین کیا ہے؟ اگر ہم نے اس دنیا میں رہتے ہوئے اپنے رب کو پہچانا ہوگا اپنے دین کو سمجھا ہوگا اور اس پر چلے ہوں گے، اپنے رسول حضرت محمد ﷺ کے پاکیزہ اور نورانی طریقوں کے مطابق زندگی گزاری ہوگی تو میرے بھائی! اس صورت میں ہم فرشتوں کے سوالوں کے جواب آسانی سے دے سکیں گے اور ہمارے لیے قبر میں ایک کھڑکی کھول دی جائے گی جس میں سے جنّت کے دل کش مناظر کی سیر کرتے رہیں گے اور طرح طرح کی خوشبوئیں جنّت کی آتی رہیں گی۔''

''لیکن سراج صاحب! اگر ہم نے اپنے اللہ کے احکامات اور اس کے رسول ﷺ کی پاکیزہ زندگی کے خلاف زندگی

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

گزاری ہوگی یعنی رَب چاہی زندگی کے بدلے من چاہی زندگی بسر کی ہوگی تو پھر اس صورت میں ہم کو قبر میں سانپ اور بچھو ڈسیں گے اور ہماری قبر میں آگ جلادی جائے گی۔ قبر ہمیں سخت بھینچے گی اور ہماری پسلیاں ایک دوسرے میں گھُس جائیں گی۔ قبر ہی میں ایک کھڑکی کھول دی جائے گی، جہاں سے ہمیں نارِ جہنم کے شعلے اپنی لپیٹ میں لیتے رہیں گے۔'' (مشتاق احمد وانی۔ ''ہزاروں غم'' (افسانوی مجموعہ) افسانہ ''توبہ'' صفحہ ۸۸۔۸۹)

''دل ودماغ میں گھومتی کیل'' مشتاق احمد وانی کا اسلامی فلسفے پر لکھا ہوا نمایاں اور منفرد افسانہ ہے۔ اس افسانے میں انہوں نے دلدار نام کے کردار کے ذریعے اسلامی تعلیمات اور تصوف وفلسفہ کے نقوش کو روشن کیا ہے۔ دلدار صاحب کے ذہن پر اسلامی فلسفۂ حیات کے گہرے اثرات ہوتے ہیں۔ اس لئے وہ اپنے بچّوں کی تعلیم وتربیت بھی اسی نقطۂ نظر سے کرتے رہتے ہیں۔ اپنے بچّوں کے ذریعے کئے گئے سوالات مثلاً:

پاپا ہم دنیا میں کہاں سے آئے ہیں کہاں چلے جائیں گے؟

پاپا تقدیر کسے کہتے ہیں؟

پاپا شیطان کیا ہوتا ہے؟ اور اس کا گھر کہاں ہے؟

بچوں کے ذریعے کئے گئے مندرجہ بالا سوالات کے معقول جوابات مشتاق احمد وانی اسلامی نقطہ نظر سے اپنے کردار دلدار صاحب کے لہجے میں بہت معقولیت سے اس طرح ترتیب وار دیتے ہیں:

''ہم پیدا ہونے سے پہلے عالم ارواح میں تھے اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی رضا اور قدرت سے اس دنیا میں پیدا فرمایا۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

یہ دنیا ہمارے لئے ایک امتحان گاہ ہے۔ خدا تعالیٰ یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ کون میرا حکم مانتا ہے اور کون نہیں مانتا۔ زندگی ایک مختصر سا سفر ہے۔ جس کا خاتمہ موت پر ہے۔ مرنے کے بعد ہم اپنے اچھے اعمال کی بنا پر بہشت میں داخل ہوں گے اور برے اعمال کی بناء پر دوزخ میں۔ یاد رکھو بیٹے! مرنے کے بعد بھی ایک نہ ختم ہونے والی زندگی ہے، جسم مٹی ہو جاتا ہے۔ لیکن روح نہیں مرتی۔''

''تقدیر ہر انسان کی ایک ایسی خفیہ کتاب ہے جس کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہے۔ اس کتاب میں خدا نے ہر شخص کی پیدائش سے پہلے ہی لکھ دیا ہے کہ وہ دنیا میں کیا کچھ کرے گا۔ گویا دنیا میں ہمارے اچھے یا برے اعمال کا کرنا ازل ہی سے طے ہے۔''

''شیطان خدا تعالیٰ اور انسان کا ازلی دشمن ہے جو بظاہر نظر نہیں آتا، لیکن وہ ہر وقت انسان کے ساتھ رہتا ہے اور اُسے برے کام کرنے پر آمادہ کرتا ہے۔ برائی اسے بہت پسند ہے اور اچھائی سے سخت نفرت کرتا ہے۔ برائی کے اڈے اُس کے گھر ہیں۔'' (ڈاکٹر مشتاق احمد وانی۔ ''میٹھا زہر'' (افسانوی مجموعہ) افسانہ ''دل و دماغ میں گھومتی کیل'' صفحہ ۱۰۶ تا ۱۰۷)

''شرافت'' ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کا اسلامی نقطۂ نظر سے ایک نہایت ہی عمدہ افسانہ ہے۔ اس میں انہوں نے تین کرداروں نعمت علی، رحمت علی اور لیاقت علی کے ذریعے ہدایت اور رحمت کی باتیں اس طرح سے بیان کی ہیں کہ وہ کہانی کا اہم حصہ معلوم ہوتی ہیں۔ یہ تینوں کردار ایک دن چراغ دین نامی بے نمازی اور بد کردار

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

شخص کو دینِ اسلام کی دعوت دینے کے لئے اُس کے پاس دُکان پہ جاتے ہیں اور اُسے اس طرح دعوت دیتے ہیں۔ ملاحظہ ہو اس افسانے کا یہ اقتباس:

''چراغ بھائی! آپ ہمارے بڑے بھائی ہیں۔ ہم آپ کی رہبری چاہتے ہیں سبھی گاؤں والے آپ کا دم بھرتے ہیں۔ ہر کوئی آپ کی بات مانتا ہے۔ خدا نے آپ کو ہر طرح سے نوازا ہے۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ اگر آپ دنیا داری کے ساتھ ساتھ دین داری کی طرف بھی توجہ دیتے تو سونے پہ سہاگہ ہوتا۔ یہ زندگی تو چند روزہ ہے۔ میرے بھائی! اصل زندگی تو مرنے کے بعد والی زندگی ہے۔ جو نہ ختم ہونے والی ہے۔ وہاں تو انسان کے نیک اعمال ہی اُس کے کام آئیں گے۔ یہ مال و دولت یہ دنیا کی آرائش و زیبائش تو وہاں بالکل کام نہیں آئے گی۔ وہاں کام آئے گی تو اللہ کے احکامات اور محمد ﷺ کے نورانی طریقوں پر گزاری ہوئی یہ زندگی۔ اس لئے ہم آپ سے مخلصانہ گزارش کرتے ہیں کہ پنجگانہ نماز کی پابندی کیجئے اور اس کے علاوہ دوسرے فرائض کو بھی ملحوظ نظر رکھیے جو اسلام نے ہم پر فرض کر دیئے ہیں۔'' (مشتاق احمد وانی۔ ''میٹھا زہر'' (افسانوی مجموعہ) افسانہ ''شرافت'' صفحہ ۱۲۳)

''ایک اہم سوال'' مشتاق احمد وانی کا عام مذہبی مفروضات کو موضوع بنا کر قلمبند کیا ہوا بہت ہی عمدہ افسانہ ہے۔ اس افسانے میں انہوں نے لوٹ کھسوٹ اور دنیوی ظاہر داری پر مبنی واقعات کو اس انداز میں پیش کیا ہے کہ وہ ہمیں اپنی ہمسائیگی کے واقعے معلوم ہوتے ہیں۔ افسانے میں بدرالدّین کے کردار کے ذریعے یہ سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے کہ حرام مال و دولت سے تجوریاں بھر کر ایک

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

انسان اس دنیا کی محبت میں کس قدر اندھا ہو جاتا ہے اور سب سے اہم بات جو افسانہ نگار نے ایک اور کردار افتخار عالم کی پُر جوش تقریر سے ہمیں سمجھانے کی کامیاب کوشش کی ہے وہ یہ کہ دنیا میں ہر بُرا کام انسان خود کرتا ہے لیکن اس کا الزام وہ خدا پر لگاتا ہے جو کہ سراسر غلط ہے۔ ایک اہم سوال مشتاق احمد وانی ہمارے ذہنوں پر مسلّط کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ ملاحظہ ہو اس افسانے کا یہ اقتباس:

> ''خواتین وحضرات! آپ میں سے تقریباً بہت سے افراد کا یہی کہنا ہے کہ سب کچھ خدا ہی کرواتا ہے۔ میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ دنیا میں دن رات میں جو کروڑوں ٹن شراب پی جاتی ہے، لاکھوں زنا کے اڈے قائم ہیں۔ اس کے علاوہ رشوت، ظلم واستحصال، چیزوں میں ملاوٹ، ہیرا پھیری، دھوکہ وفریب، حق تلفی، ڈاکہ زنی، غنڈہ گردی، شکم مادر میں بیٹیوں کا قتل، حقوق اللہ اور حقوق العباد سے چشم پوشی غرضیکہ یہ سب کچھ کیا خدا کرواتا ہے؟ میں آپ سے اس اہم سوال کا جواب چاہتا ہوں؟'' (ڈاکٹر مشتاق احمد وانی۔ ''اندر کی باتیں'' (افسانوی مجموعی) افسانہ ''ایک اہم سوال'' صفحہ۔۱۶۷)

مشتاق احمد وانی چونکہ ادب کا اخلاقی، اصلاحی اور افادی نقطۂ نظر رکھتے ہیں جس کی وجہ سے انہوں نے اپنے افسانوں میں سماجی ومعاشی مسائل کے ساتھ ساتھ مذہبی واخلاقی مسائل کو بھی موضوع بنایا ہے۔ چنانچہ ان کے اسلامی طرزِ حیات افکار ونظریات کا اظہار ان کے بیشتر افسانوں میں ہمیں دیکھنے کو ملتا ہے۔ یہاں پر میں ڈاکٹر ریاض احمد کی اُس رائے کو پیش کرنا چاہتا ہوں جو انہوں نے مشتاق احمد وانی کے بارے میں اپنے ایک مضمون ''میٹھا زہر: ایک عمومی جائزہ'' میں دی ہوئی ہے۔ وہ رقمطراز ہیں:

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

''مشتاق احمد وانی کے افسانوں کے مطالعے سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ انہیں اپنے وطن، کلچر اور وراثت سے گہرا لگاؤ ہے۔ سماجی اور معاشی مسائل کو وہ بالخصوص اپنے افسانے میں پیش کرتے ہیں۔ وانی کے افسانوں میں اخلاقی و مذہبی رنگ بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔ دراصل وہ معاشرے کی بے سمتی کو ایک صحیح سمت میں لے جانے کے خواہاں ہیں۔''

(''میٹھا زہر: ایک عمومی جائزہ'' از ڈاکٹر ریاض احمد، مشمولہ ''میٹھا زہر'' (افسانوی مجموعہ) مشتاق احمد وانی، صفحہ۔۴۸)

مشتاق احمد وانی کے افسانوں کو پڑھتے وقت یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ جہاں انہوں نے سیاسی، سماجی، معاشی، اخلاقی، تہذیبی اور اقتصادی مسائل پر برملا اظہارِ خیال کیا ہے تو وہی انہوں نے اپنے افسانوں میں حسن و عشق اور رومانیت کی عکاسی بھی بڑے موثر انداز میں کی ہے۔ انسان کی زندگی چونکہ عشق و محبت کے جذبے پر قائم و دائم ہے۔ اسی لئے مشتاق احمد وانی نے عشق و محبت کے اس جذبے کو موضوع بنا کر اپنے افسانوں میں بڑی خوبصورتی کے ساتھ پیش کیا ہے۔ عشق و محبت کے اس جذبے سے مملو کئی افسانے ان کے تینوں افسانوی مجموعوں (ہزاروں غم، میٹھا زہر اور اندر کی باتیں) میں موجود ہیں۔ ''بھولی بھولی سی صورت''۔ ''میں تجھے آواز دیتا ہوں''۔ ''مکار''۔ ''اجنبی دو دل اجنبی'' وغیرہ جیسے افسانے عشق و محبت کے موضوع پر ہی لکھے گئے ہیں۔

''بھولی بھولی سی صورت'' محبت کے موضوع پر لکھا ہوا مشتاق احمد وانی کا ایک بہت ہی عمدہ افسانہ ہے۔ اس افسانے کو پڑھتے وقت ناکام محبت کا درد و کرب اور دم توڑتی حسرتوں اور آرزوؤں کی آخری ہچکیاں قاری کو صاف صاف سنائی دیتی ہیں۔ افسانے کا راوی اور ایک امیر فوجی آفیسر کی لڑکی مریم دونوں ایک ہی کالج میں

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

پڑھتے ہیں اور دونوں کے دلوں میں ایک دوسرے کے لئے محبت ہے۔لیکن افسانے کا راوی اپنی غربت اور فرائض کا احساس کرتے ہوئے مریم کی محبت کا جواب نہایت ہی سرد مہری سے دیتا ہے اور یوں دو چاہنے والے ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے ہیں۔ملاحظہ ہو اس افسانے کا یہ اقتباس:

''میں نے مریم سے پوچھا۔

''کیا بات ہے؟''

اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور اس نے روتے ہوئے مجھ سے کہا تھا..... ''میں نے آپ کو بہت ستایا پورے سال، کیا آپ مجھے معاف کر دیں گے؟ اب ہم ایک دوسرے سے جدا ہو رہے ہیں۔ خدا کے لیے آپ مجھے میری خطائیں معاف کر دیجیے۔ میری سب سے بڑی خطا یہی ہے کہ میں نے آپ کو جی جان سے چاہا تھا لیکن آپ نے.....!'' اس سے آگے وہ کچھ نہیں کہہ سکی تھی۔ میرے منہ سے بھی صرف یہی نکلا۔

''مریم تم مجھے معاف کر دو!'' میں اس کے علاوہ اور کچھ نہ کہہ سکا تھا۔ میرا گلا رندھ گیا تھا اور آنکھوں میں آنسو جھلملانے لگے تھے۔'' (ڈاکٹر مشتاق احمد وانی۔''ہزاروں غم''(افسانوی مجموعہ)افسانہ''بھولی بھولی سی صورت''صفحہ ۵۸تا۵۹)

''میں تجھے آواز دیتا ہوں'' افسانہ میں دو پیار کرنے والوں کی داستانِ محبت کو موضوع بنایا گیا ہے۔ جو پیار میں تو کامیابی حاصل کرتے ہیں لیکن شادی کے کچھ مہینوں بعد ہی لڑکی ملیریا کی بیماری سے مر جاتی ہے اور اس طرح دو پیار کرنے والے عمر بھر کے لئے ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے ہیں۔ افسانے کا مرکزی کردار گوہر مرزا ایم۔اے کرنے کے دوران شبینہ نام کی ایک لڑکی سے محبت کرتا ہے اور

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

بعد میں شبینہ سے ہی شادی کرنے میں کامیاب تو ہو جاتا ہے، لیکن شادی کے کچھ مہینوں بعد ہی شبینہ ملیریا کی بیماری کی وجہ سے مر جاتی ہے۔ اس طرح گوہر مرزا اپنی معشوقہ سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جدا ہو جاتا ہے۔ لیکن وہ ہر وقت شبینہ کی قبر پر جا کر روتا رہتا ہے۔ گوہر مرزا کو جب بھی اس کے بعد گھر والے دوسری شادی کرنے پر مجبور کرتے ہیں تو وہ بہت زیادہ پریشان ہو جاتا اور شبینہ کی قبر پر جا کر اپنے دل کا حال اُسے ہی سناتا رہتا ہے۔ ملاحظہ ہو اس افسانے کا یہ اقتباس:

> ''میری مونس و غمخوار شبینہ! آج جب کہ تم مجھ سے ہمیشہ کے لیے جُدا ہو گئی ہو لیکن تمھاری حَسین یادیں اور تمھاری پیار بھری باتیں اب بھی میرے ساتھ ہیں۔ تمھاری تصویر میرے سامنے میز پر فریم میں جڑی ہوئی ہے۔ یہ ہماری شادی کے بعد کی تصویر ہے۔ ہم دونوں ایک ساتھ کاندھے سے کاندھا ملائے کھڑے ہیں۔ جب میں تمھاری اس تصویر کو دیکھتا ہوں تو اسے اُٹھا کر سینے سے لگا لیتا ہوں۔ لیکن جوں ہی میرے دوست اور خاندان کے افراد مجھے دوسری شادی کرنے پر مجبور کرتے ہیں تو میں آپے سے باہر ہونے لگتا ہوں۔ اُن کی یہ فرمائش مجھے زہر سے بھی زیادہ کڑوی لگنے لگتی ہے۔ اور مجھے لگتا ہے کہ جیسے یہی میری شبینہ کے دُشمن ہیں۔'' (ڈاکٹر مشتاق احمد وانی۔ ''ہزاروں غم'' (افسانوی مجموعہ) افسانہ ''میں تجھے آواز دیتا ہوں'' صفحہ۔۱۴۴)

افسانہ ''مکّار'' بھی محبت کے موضوع پر لکھی گئی کہانی ہے۔ جس میں جان بی بی اور مراد حسین کی محبت کی داستان بیان کی گئی ہے۔ جان بی بی اکیلی بھیڑ بکریاں چرانے جنگل میں جاتی رہتی ہے۔ جہاں اُس کی ملاقات مراد حسین نام کے ایک لڑکے سے ہر روز ہوتی ہے، جس کی وجہ سے ان دونوں کے بیچ میں محبت ہو جاتی

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

ہے۔ جو روز بہ روز کی ملاقاتوں سے بڑھتی جاتی ہے۔ ان دونوں کی محبت بھری ایک ملاقات کو مشتاق احمد وانی نے اس طرح سے پیش کیا ہے:

''جان بی بی شرماتی ہوئی اپنی جگہ سے اُٹھی اور مراد حسین کے قریب آکر بیٹھ گئی..... مراد حسین نے کمبل کا آدھا حصّہ اُس پر ڈال دیا۔ جان بی بی کمبل میں آئی تو اُس کا دل دھڑکنے لگا اور اُس کا چہرہ جو پہلے ہی لال ہوا کرتا تھا اس میں مزید نکھار پیدا ہوگیا۔ بارش برستی رہی بھیڑ بکریاں جگالی کرتی رہیں۔ اور مراد حسین اور جان بی بی ایک ہی کمبل میں بیٹھے ایک دوسرے کی قربت محسوس کرتے رہے۔ دونوں کے دل بے تاب تھے۔ اس بات کے لیے کہ آج وہ دل کھول کر ایک دوسرے سے اپنی محبت کا اظہار کریں گے۔'' (مشتاق احمد وانی۔'' ہزاروں غم ''(افسانوی مجموعہ) افسانہ ''مگار'' صفحہ۔۳۶)

''اجنبی دو دل اجنبی'' بھی مشتاق احمد وانی کا عشق و محبت کے موضوع پر لکھا ہوا ایک عمدہ اور بہترین افسانہ ہے۔ اس افسانے میں انہوں نے محبت کے ساتھ ساتھ زندگی کی بے ثباتی کو بھی پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ افسانے کے دو کردار شہباز اور فرزانہ کی آپسی مکالمہ گوئی کے ذریعے پوری کہانی کو بیان کیا گیا ہے۔ شہباز اور فرزانہ ایک دوسرے کے لئے اجنبی ہوتے ہیں لیکن شادی کے بعد وہ ایک دوسرے کے رازدار بن جاتے ہیں۔ اُن کے درمیان کوئی بھی پردہ حائل نہیں رہتا ہے۔ دونوں ایک دوسرے سے بے انتہا محبت کرتے ہیں۔ فرزانہ شہباز سے ایک وعدہ کروانا چاہتی ہے کہ وہ ہمیشہ اُس کا ساتھ اسی طرح دے گا، جس طرح وہ آج ایک دوسرے کے ساتھ ہیں۔ لیکن شہباز فرزانہ سے یہ وعدہ نہیں کرتا کیونکہ اُسے زندگی کی حقیقت کے بارے میں پوری معلومات ہوتی ہیں، اس لئے وہ فرزانہ سے

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

کہتا ہے:

''یقیناً ہم دونوں ماضی میں ایک دوسرے کے لیے اجنبی تھے۔ پھر شادی جیسے مقدّس رشتے میں بندھ کر اب ہم دو دلوں کی صورت اختیار کر گئے ہیں۔ یعنی ہماری اجنبیت، اپنائیت میں بدل گئی ہے۔ لیکن ایک دن پھر اجنبی بن جائیں گے۔ کیوں کہ موت ہمیں ایک دوسرے سے ہمیشہ کے لیے جدا کر دے گی۔ گویا ہم پہلے بھی اجنبی تھے اور بعد میں بھی اجنبی بن جائیں گے اور معلوم یہ ہوا کہ یہ دو دلوں کا ساتھ بہت دیرپا نہیں، یہی احساس مجھے آنسو بہانے پر مجبور کر رہا ہے۔'' (ڈاکٹر مشتاق احمد وانی۔ ''ہزاروں غم'' (افسانوی مجموعہ) افسانہ ''اجنبی دو دل اجنبی'' صفحہ۔۲۸)

مشتاق احمد وانی کے افسانوں کے موضوعات مختلف الجہات ہیں۔ انہوں نے سماج میں پھیلی ہوئی ہر بُرائی کو اپنے افسانوں کے ذریعے ختم کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس لئے انہوں نے اپنی بیشتر کہانیوں میں موجودہ معاشرے میں اُبھرتے ہوئے متنوع مسائل کو بھی موضوع بنایا ہوا ہے۔ اُن کی نظر سماج کے ہر ایک مسئلے پر ہوتی ہے۔ اس لئے انہوں نے جب بھی سماج میں پھیلی ہوئی فحاشیت اور عُریانیت کو دیکھا تو اُسے بھی اپنے افسانوں کا خاص موضوع بنایا ہے۔ مشتاق احمد وانی کے مطابق ہماری دانش گاہیں اور علمی و ادبی ادارے اب عیاشی کا اڈہ بن گئے ہیں۔ ٹی وی، موبائل فون نے پورے معاشرے کو اس طرح سے اپنی لپیٹ میں لیا ہے کہ بُرے اور بھلے کی تمیز ہی نہیں رہ گئی ہے۔ کالج کے لڑکے اور لڑکیاں فحش گانوں پر بلا خوف رقص کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اس ساری صورتِ حال کو مشتاق احمد وانی ''فحشیالوجی'' کا نام دیتے ہیں۔ فحاشی اور عُریانیت پر لکھے گئے اُن کے افسانوں میں ''آنکھوں کی عصمت دری''۔ ''میں سوچتا ہوں''۔ ''تباہی کا دروازہ''۔ ''افراتفری

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

میں کھڑا آدمی'' وغیرہ خاص طور پر پیش کئے جا سکتے ہیں۔

افسانہ ''آنکھوں کی عصمت دری'' میں مشتاق احمد وانی نے معاشرے میں پھیلی ہوئی فحاشی اور عُریانیت کو اپنا موضوع بنایا ہے اور اس کو بہت ہی خوبصورتی کے ساتھ ہمارے سامنے اس طرح سے پیش کیا ہے کہ ٹھیک جیسے آجکل ہم یہ معاشرے میں ہوتا ہوا دیکھتے رہتے ہیں۔ اس افسانے میں یہ دکھانے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے کہ آجکل کے معاشرے میں کس طرح لوگ عورتوں کی عُریاں تصویریں دیکھ کر اپنی آنکھوں کو لذّت پہنچاتے ہیں اور لوگ کس طرح ٹیلی ویژن پر فیشن شو اور نیم عُریاں پروگرام دلچسپی سے دیکھتے رہتے ہیں۔ ان سب بُرائیوں کی منظر کشی اس افسانے میں مشتاق احمد وانی نے بہت ہی خوبصورتی سے کی ہے۔ ملاحظہ ہو اس افسانے کا یہ اقتباس:

> ''ان کے دفتر میں ہر روز ''رنگ سنسار'' نام کا ایک اخبار آتا تھا جس میں خبریں کم اور عریاں عورتوں کی تصویریں زیادہ ہوتی تھیں۔ میگھ ناتھ کے دفتر میں کام کرنے والے ملازم ان عورتوں کی عریاں تصویروں کو مزے مزے سے دیکھتے، ایک دوسرے کو دکھاتے اور اس طرح اپنی آنکھوں کو لذت پہنچاتے یہ تصویریں اس قدر عریاں ہوتی تھیں کہ مخصوص مقامات بھی برائے نام ہی چھپے ہوتے۔ میگھ ناتھ کی نظر جونہی ان تصویروں پر پڑتی تو وہ شرم وحیا کی وجہ سے اخبار کو دُور پھینک دیتے۔ ان کے دفتر کا کلرک جونہی لیپ ٹاپ کھولتا تو اس پہ بھی سب سے پہلے کسی حسین انگریزن کی تقریباً اسّی فیصدی عریاں تصویر اُبھرتی۔ اسی طرح ان کے ساتھ دفتر میں کام کرنے والوں کے پاس ایسے موبائل سیٹ تھے جنہیں آن کرتے ہی نیم عریاں

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

عورت کی تصویر آنکھوں میں جنسی بر انگیختگی کا نشہ پیدا کر دیتی..... !دفتر سے چھٹی ہونے کے بعد وہ سیدھے اپنے گھر آجاتے، آگے اُن کے بچّے ٹیلی ویژن پر ''فیشن شو'' اور ''چتر ہار'' جیسے نیم عریاں پروگرام بڑی دلچسپی سے دیکھ رہے ہوتے۔'' (ڈاکٹر مشتاق احمد وانی۔ ''اندر کی باتیں'' (افسانوی مجموعہ) افسانہ ''آنکھوں کی عصمت دری'' صفحہ ۱۸۲ تا ۱۸۳)

افسانہ ''میں سوچتا ہوں'' میں مشتاق احمد وانی نے اسکولوں میں پھیلی ہوئی فحاشی، بے حیائی، بے شرمی اور عریانیت کو بہت ہی خوبصورتی سے اپنا موضوع بنایا ہے۔ اس افسانے میں یہ دکھایا گیا ہے کہ افسانے کا مرکزی کردار امر لعل بھنگی جس کے ارد گرد ہی ساری کہانی گھومتی رہتی ہے، اسکولوں میں پھیلی ہوئی فحاشی اور عریانیت کو دیکھ کر یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ وہ اپنی ذہین بیٹی سریتا کو آٹھویں جماعت سے آگے نہیں پڑھائے گا۔ اسکولوں میں پھیلی ہوئی تمام بُرائیوں کو مشتاق احمد وانی نے اپنے کردار امر لعل بھنگی کے لہجے میں بہت ہی اچھی طرح سے بیان کیا ہے۔ ملاحظہ ہو اس افسانے کا یہ اقتباس:

''گرو جی! پریم نگر ہائی اسکول میں کچھ ایسے بھی گرو ہیں جو شراب پیتے ہیں۔ جوان جوان لڑکیوں کو بُری نظروں سے دیکھتے ہیں۔ آپ کو میں کیا بتاؤں۔ جب مجھے ایک دن کا وہ منظر یاد آتا ہے تو شرم کے مارے سارا جسم پسینہ پسینہ ہو جاتا ہے۔ پرسوں کی بات ہے میں پریم نگر کسی کام سے گیا ہوا تھا تو میں نے ساری دکانیں بند دیکھیں۔ میں نے ایک دو آدمیوں سے یہ بات پوچھی کہ آج بھلا پریم نگر بازار کی دکانیں کیوں بند ہیں تو انھوں نے مجھے بتایا کہ تو بھی کیسا اناڑی آدمی ہے۔ کیا

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

تجھے معلوم نہیں کہ ۱۵ اگست ہے۔ آہستہ آہستہ وہ لوگ پریم نگر ہائی اسکول کے اُس بڑے کھیل کے میدان کی طرف بڑھتے چلے گئے اور میں بھی ان کے پیچھے پیچھے چلتا رہا۔ یہاں تک کہ ہم اسکول کے میدان میں پہنچ گئے۔ میں نے سینکڑوں کی تعداد میں وہاں لوگ دیکھے۔ مرد، عورتیں، بچے، بوڑھے اور نوجوان لڑکے لڑکیاں رنگارنگ پروگرام دیکھ رہے تھے۔ بینڈ باجے بج رہے تھے۔ میں بھی جا کے ایک جگہ بیٹھ گیا۔ اتنے میں پریم نگر ہائی اسکول کی جوان جوان لڑکیاں اور تین چار گرو میدان میں آئے اور ناچنے لگے۔ بڑے بڑے معزز اور دین دھرم کو ماننے والے اپنی جوان بیٹیوں کا ناچ دیکھ کر خوش ہو رہے تھے۔ میں نے جب ان کنجروں کا یہ رنگ دیکھا تو میری چھاتی میں جیسے کوئی کیلیں ٹھونکنے لگا۔'' (ڈاکٹر مشتاق احمد وانی۔ ''ہزاروں غم'' (افسانوی مجموعہ) افسانہ ''میں سوچتا ہوں'' صفحہ ۱۱۰ تا ۱۱۱)

افسانہ ''تباہی کا دروازہ'' میں مشتاق احمد وانی نے اس بات کی طرف ہماری توجہ مبذول کرنے کی کوشش کی ہے کہ کس طرح ٹیلی ویژن پر دکھائے جا رہے فحش اور عریاں پروگرام دیکھنے سے اچھی خاصی اولادیں بگڑ جاتی ہیں۔ اکرم بھائی جو اس افسانے کا مرکزی کردار ہوتا ہے اُس کی بیٹی نصرت آرا بہت اچھی لڑکی ہوتی ہے۔ لیکن ٹیلی ویژن پر فلمیں دیکھنے کی وجہ سے اتنی بگڑ جاتی ہے کہ اپنے ہم جماعت وحید کے ساتھ گھر چھوڑ کر بھاگ جاتی ہے اور اس طرح سے اپنے والدین کی عزت خاک میں ملا دیتی ہے۔ ملاحظہ ہو اس افسانے کا یہ اقتباس:

''میں اس لڑکی کے طور طریقے بہت دنوں سے دیکھ رہا تھا۔ اس نے ٹیلی ویژن پر فحش پروگرام دیکھے ہوں گے جس کا یہ نتیجہ ہے

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

اس کی شرافت اور سادگی کا جنازہ تب ہی سے نکلنا شروع ہو گیا تھا جب سے اس نے ٹیلی ویژن دیکھنا شروع کیا تھا۔ (ڈاکٹر مشتاق احمد وانی۔ ''ہزاروں غم'' (افسانوی مجموعہ) افسانہ'' تباہی کا دروازہ'' صفحہ۔۱۶۳)

افسانہ ''افراتفری میں کھڑا آدمی'' میں ڈاکٹر مشتاق احمد وانی نے مغربی تہذیب کے غلط اثرات کو موضوع بنایا ہے۔ اس افسانے میں مغربی تہذیب سے پھیلی فحاشی اور عریانیت پر اچھی طرح سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور ساتھ ہی مغربی تہذیب کے اُن منفی پہلوؤں کو بھی پیش کیا گیا ہے جن کی وجہ سے کسی بھی سیدھے سادے انسان کا جینا اجیرن ہو جاتا ہے۔ مغربی تہذیب کن کن صورتوں میں ہماری تہذیب پر حاوی ہوتی جا رہی ہے۔ مذکورہ افسانے کی قرأت سے اس کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔ مغربی تہذیب کے غلط اثرات کی نشاندہی اس افسانے میں مشتاق احمد وانی اس طرح کرتے ہوئے نظر آتے ہیں:

''دیر تک یہ نوجوان لڑکے اور لڑکیاں ناچتے ناچتے پسینے سے شرابور ہوئے۔ ناچ گانا بند ہوا تو لوگوں کا ہجوم کھانے پر ٹوٹ پڑا۔ بدنظمی اور بداخلاقی کا مظاہرہ ہو رہا تھا۔ بوڑھے اور بچّے پیچھے دھکیل دیئے جاتے اور مشٹنڈے آگے آجاتے۔ عورتیں اور مرد سبھی ایک ساتھ کھڑے دھکّے پہ دھکّا لگ رہا تھا۔ نظر محمد نے بھی کھانا لینے کے لئے پلیٹ ہاتھ میں لی اور آگے بڑھنے کی کوشش کرنے لگے تھے کہ اُن کے آگے اور پیچھے عورتیں آکر کھڑی ہو گئیں۔ اب شانے سے شانہ چھلنے لگا۔ وہ دل ہی دل میں خدا سے دعا کرنے لگے ''اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں عورت کے فتنے اور

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

قبر کے عذاب سے!''

لوگ کھڑے کھڑے کھانا کھا رہے تھے، کھڑے کھڑے پانی پی رہے تھے۔ باتیں کر رہے تھے، ہنس رہے تھے۔ یوں معلوم ہو رہا تھا کہ آج کے ترقی یافتہ انسان نے کھڑے کھڑے کھانا پینا جانوروں سے سیکھ لیا ہے۔ نظر محمد اندر ہی اندر کڑھ رہے تھے اور ملامت کر رہے تھے کہ انگریز کم بخت تو ہندوستان سے چلا گیا ہے مگر ہندوستانیوں کو اُس نے اپنے رنگ میں رنگ لیا ہے۔'' (مشتاق احمد وانی۔ ''میٹھا زہر'' (افسانوی مجموعہ) افسانہ ''افرا تفری میں کھڑا آدمی'' صفحہ ۱۴۰ تا ۱۴۱)

مذکورہ افسانے میں جہاں مشتاق احمد وانی نے مغربی تہذیب کے غلط اثرات پر روشنی ڈالی ہے تو وہیں اس سے پھیلی فحاشی اور عریانیت کی طرف بھی ہماری توجہ مبذول کرائی ہے کہ کس طرح مغربی تہذیب سے ہمارے ہاں پھیلی فحاشی اور عریانیت کی وجہ سے ہمارا پورا معاشرہ خراب ہو گیا ہے۔ مشتاق احمد وانی کا ماننا ہے کہ ہمارے ہاں اب علمی و ادبی اداروں میں فحاشی اور عریانیت اس قدر پھیل گئی ہے کہ لڑکے اور لڑکیاں اب کسی سے بھی شرم و حیا نہیں کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو افسانے کا یہ اقتباس:

''ہماری تمام علمی و ادبی دانش گاہیں اور ہماری تفریح گاہیں عیاشی کا اڈہ بن رہی ہیں۔ ٹی وی اور موبائل فون نے نئی نسل کو آزادانہ جنسی اختلاط کی راہ پر ڈال دیا ہے۔'' (مشتاق احمد وانی۔ ''ہزاروں غم'' (افسانوی مجموعہ) افسانہ ''افرا تفری میں کھڑا آدمی'' صفحہ۔ ۱۳۹)

مشتاق احمد وانی کے افسانے جہاں اُن کی قوتِ اظہار و ابلاغ کے مظہر ہیں وہیں ان افسانوں میں ان کی وہ قوت احساس بھی جلوہ گر ہے جس کا سرچشمہ اُن کا

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

معاشرہ اور ماحول ہے۔ جس میں وہ سانس لے رہے ہیں۔ مشتاق احمد وانی کا تعلق ریاست جموں وکشمیر کے صوبہ جموں کے اضلاع ڈوڈہ اور اُدھم پور سے رہا ہے، اس لئے ان پہاڑی علاقوں میں رونما ہونے والے واقعات وحالات سے ان کا متاثر ہونا ایک فطری عمل ہے۔ دیہات اور قصبوں کی ذرا کم رفتار اور تھمی تھمی سی زندگی، محنت کشوں، مزدوروں اور کسانوں کی لاچاری اور بنیادی سہولیات وضروریات سے اُن کی محرومی کو مشتاق احمد وانی نے خاص طور پر اپنے افسانوں کا موضوع بنایا ہوا ہے۔ اس طرح اگر دیکھا جائے تو مشتاق احمد وانی اپنے افسانوں کے موضوعات روزمرہ زندگی سے ہی اخذ کرتے ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ ان میں سے اکثر افسانے ہمارے دور کے اہم سماجی مسائل کا احاطہ کرتے ہیں تو بے جا نہ ہوگا۔ ان سب چیزوں کے برعکس اگر خاص طور پر دیکھا جائے تو انہوں نے بعض افسانوں میں اپنی ذات کو بھی موضوعِ بحث بنایا ہے۔ بظاہر رمز وکنایہ سے کام لینے کے بجائے اپنے بیشتر افسانوں میں خود کلامی کے انداز میں مشتاق احمد وانی اپنی داستانِ حیات بیان کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اس طرح کے افسانوں میں ''اجنبی دو دل اجنبی''۔ ''ہزاروں غم''۔ ''اندر کی باتیں'' وغیرہ خاص طور پر قابلِ ذکر افسانے ہیں۔

''اجنبی دو دل اجنبی'' مشتاق احمد وانی کا مکالمہ نگاری کے لحاظ سے بہت ہی عمدہ اور منفرد افسانہ ہے۔ اس افسانے میں انہوں نے ازدواجی زندگی کے اہم رشتے کی آڑ میں اپنی ذات کو موضوع بنایا ہوا ہے۔ اس افسانے میں یہ دکھایا گیا ہے کہ اس کے مرکزی کردار شہباز اور فرزانہ کی شادی ہوجاتی ہے اور ان دونوں کی مکالمہ گوئی سے ہی پوری کہانی کو بیان کیا گیا ہے۔ ''شبِ زفاف'' کے دن جب شہباز اپنی بیوی فرزانہ کو اپنی ذات کے بارے میں بتاتا ہے تو اس میں خود افسانہ نگار مشتاق احمد وانی کی شخصیت صاف نظر آتی ہے۔ ملاحظہ ہو اس افسانے کا یہ اقتباس جسے پڑھ کر یہ صاف طور پر عیاں ہوجاتا ہے کہ گویا مشتاق احمد وانی یہ سب کچھ اپنے

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

بارے میں کہہ رہے ہیں:

''میں ضلع ڈوڈہ کے ایک پسماندہ علاقہ بھلیسہ میں پیدا ہوا ہوں اور جب کہ تم قصبہ رام نگر میں پیدا ہوئی ہو۔ مجھے بھلیسہ چھوڑے ہوئے پانچ سال ہوگئے ہیں۔ میرا بچپن وہیں گزرا ہے۔ پہاڑوں کے دامن میں پل کے جوان ہوا ہوں۔ کیا تم یقین کروگی کہ میں نے بھیڑ بکریاں چرائی ہیں اور اپنی ماں کے حکم پر گوبر سے بھری ٹوکریاں کھیتوں میں پہنچائی ہیں۔ میں نے آج تک غربت کے کئی تھپیڑے سہے ہیں۔ بھوکا اور ننگے پاؤں اسکول گیا ہوں۔ گلی کوچوں میں کورے کاغذ چن کر اُن کی شیرازہ بندی کر کے کاپیاں تیار کی ہے اور اپنے ہم جماعتوں سے دوستی کر کے سیاہی اور پنسل حاصل کر کے لکھا ہے۔ میں نے بہت کٹھن حالات کا سامنا کر کے پڑھا ہے۔ لیکن اپنے والدین کو کبھی بھی پڑھائی کے معاملے میں پریشان ہونے کا موقع نہیں دیا۔ آج اگرچہ میں اپنے والدین اور دو چھوٹے بھائیوں اور ایک بہن کے ہمراہ اودھم پور میں قیام پذیر ہوں اور پورا شہر مجھے ڈاکٹر شہباز کے نام سے جانتا ہے۔ میں بہ حیثیت ڈاکٹر کے اپنی غربت پہ قابو پا چکا ہوں۔ میری مالی اور گھریلو حالت بہت خوش گوار ہوگئی ہے۔ لیکن مجھے اپنے پسماندہ علاقہ بھلیسہ سے بے پناہ پیار ہے۔ اور وہ دن بھی مجھے بہت پیارے لگتے ہیں جو میں نے غربت میں گزارے ہیں۔'' (مشتاق احمد وانی۔ ''ہزاروں غم'' (افسانوی مجموعہ) افسانہ ''اجنبی دو دل اجنبی'' صفحہ۔۲۲)

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

''ہزاروں غم'' مشتاق احمد وانی کا ایک عمدہ اور منفرد افسانہ ہے۔ اس افسانے کے عنوان سے ہی ان کا پہلا افسانوی مجموعہ چھپا ہے۔ اس افسانے میں بھی انہوں نے اپنی ذات کو موضوع بنایا ہوا ہے۔ اس افسانے میں ہمیں افسانہ نگار خود اپنی کہانی کو اپنے ہی لہجے میں بیان کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ افسانہ نگار چونکہ خود بھی اردو ادب میں پی ایچ ڈی کی ڈگری یافتہ ہے اور اردو ادب سے جنون کی حد تک محبت کرتے ہیں۔ اس لئے افسانے کے اس اقتباس میں ان کی شخصیت پوری طرح سے صاف نظر آتی ہے۔ وہ اپنے بارے میں کچھ اس طرح فرماتے ہیں جو ان کی اپنی شخصیت کی بھرپور نمائندگی کرتا ہے۔ ملاحظہ ہو اس افسانے کا یہ اقتباس:

''اردو شعر و ادب سے فطری لگاؤ کی بنا پر میں نے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی ہے اور اردو کی سینکڑوں کتب و رسائل میرے کمرے میں موجود ہیں جن میں ناول، افسانوی مجموعے، ڈرامے، تحقیقی و تنقیدی کتب ہی نہیں بلکہ مقدس کتب، قرآنِ حکیم، سیرت النبی، گیتا، بائبل، گرو گرنتھ صاحب، تاریخِ اسلام اور چار وید بھی شامل ہیں۔ میں نے اپنی تحقیق کے دوران مذکورہ کتب علی گڑھ، دہلی، بمبئی اور لکھنؤ کے کتب فروشوں سے ایک زرِ کثیر صرف کرنے کے بعد حاصل کی ہیں۔ لیکن مجھے انتہائی دُکھ ہے کہ میں نے ابھی تک قرآنِ حکیم، سیرت النبی، تاریخِ اسلام، گیتا، بائبل، گرو گرنتھ صاحب اور چار ویدوں کا مطالعہ نہیں کیا ہے اور ادبی کتب میں سے بھی بہت سی کتب ایسی ہیں جنہیں پڑھنے کی مجھے ابھی تک فرصت نہیں ملی ہے۔ میرے دل میں اُس وقت آگ سی لگ جاتی ہے جب ان کتب پر دیمک کو رقص کرتا ہوا دیکھتا ہوں۔'' (مشتاق احمد وانی۔''

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

ہزاروں غم'' (افسانوی مجموعہ) افسانہ ''ہزاروں غم'' صفحہ ۱۸۸ تا ۱۸۹)

افسانہ ''اندر کی باتیں'' میں مشتاق احمد وانی نے کھلے طور پر اپنی ذات کو ہی موضوع بنایا ہے۔ ''اندر کی باتیں'' محض افسانہ ہی نہیں ہے بلکہ اصل واقعہ پر مبنی کہانی ہے۔ یہ کہانی کسی اور کی نہیں بلکہ خود افسانہ نگار کی آپ بیتی ہے۔ ''اندر کی باتیں'' میں مشتاق احمد وانی نے تاریخ کے سبجیکٹ کے ایک انٹرویو کی تفصیل بیان کی ہے۔ افسانے کی کہانی یہ ہے کہ اس کے مرکزی کردار کمل کانت سے اس کا حق زبردستی چھینا جاتا ہے۔ اسے تاریخ کے سبجیکٹ میں اسسٹنٹ پروفیسری کی اسامی کے لئے منتخب نہیں کیا جاتا ہے بلکہ اس کی جگہ خیالورام جیسے نااہل کو سلیکٹ کیا جاتا ہے۔ ''اندر کی باتیں'' کا مرکزی کردار کمل کانت کوئی اور نہیں بلکہ خود افسانہ نگار ہے۔ جسے ٹھیک کمل کانت کی طرح ذہانت، قابلیت اور اہلیت کے باوجود ایک یونیورسٹی میں اسسٹنٹ پروفیسر کی اسامی کے لئے منتخب نہیں کیا گیا تھا بلکہ اس کی جگہ چترنجن باسو جیسے رشوت خور، بدکار، بے ایمان اور بدمعاش شخص کی سفارش اور کوشش سے ہی خیالورام جیسے نااہل کی تقرری کردی گئی تھی۔ اس افسانے کا یہ اقتباس ملاحظہ فرمائیں جس میں افسانہ نگار مشتاق احمد وانی کمل کانت کے بارے میں افسانے کے ایک اہم کردار کلدیپ سنگھ کے لہجے میں یہ کہتے ہیں جو ان کی اپنی علمی بصیرت پر برابر چسپاں ہو رہا ہے:

> ''کمل کانت کی کتابیں پڑھ کر میں نے بہت کچھ سیکھا ہے۔ تاریخ کے دقیق موضوعات پہ اُس کی تحقیق نے نئی جہات مرتب کی ہیں۔ اُس کی زبان اُس کے موضوعات اور اُس کی علمی بصیرت کا باسو صاحب! میں بہت قائل ہوں۔ یہ وہی کمل کانت ہے جس کے تاریخی مضامین نہ صرف ہندوستان میں پڑھے جاتے ہیں بلکہ پاکستان، بنگلہ دیش، کنیڈا، اٹلی، جرمنی، ناروے،

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

ابوظہبی، برطانیہ، یورپ، سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات میں بھی داد و تحسین وصول کرتے ہیں۔'' (مشتاق احمد وانی۔ ''اندر کی باتیں'' (افسانوی مجموعہ) افسانہ ''اندر کی باتیں'' صفحہ۔۲۰۱)

درج بالا اقتباس اصل میں مشتاق احمد وانی کی اپنی علمی بصیرت کی بھرپور عکاسی کرتا ہے۔ ٹھیک کمل کانت کی طرح انہوں نے اردو ادب میں تانیثی ادب کے حوالے سے اپنی تحقیق کے ذریعے ایک نئی جہت مرتب کی ہے۔ اُن کی زبان، اُن کے موضوعات اور ان کی علمی بصیرت کا لگ بھگ اردو ادب کا ہر ایک معتبر ادب شناس قائل نظر آتا ہے اور ٹھیک اُن کی تحریریں بھی کمل کانت کی طرح برابر ملکی و غیر ملکی معیاری رسائل و جرائد میں چھپتی رہتی ہیں۔ ان سب وجوہات کی بنا پر ہی ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ''اندر کی باتیں'' میں کمل کانت کے کردار کے ذریعے مشتاق احمد وانی نے اپنی ذاتی کہانی کو افسانے کے قالب میں ڈھال کر پیش کیا ہے۔ مشتاق احمد وانی کے افسانوں میں موضوعات کی اہمیت وافادیت کے بارے میں پروفیسر علی احمد فاطمی کچھ اس طرح سے رقمطراز ہیں:

''میں نے جب مشتاق احمد وانی کی چند کہانیاں پڑھیں تو ان میں مجھے تکنیک کے مقابلے موضوع کی اہمیت شدت زیادہ نظر آئی لیکن اچھی بات یہ ہے کہ سارے موضوع اتنے اہم، تازہ اور فکر انگیز ہیں کہ افسانوں کا روایتی اُسلوب اور فرسودہ تکنیک پس پردہ چلی جاتی ہے۔ ایک بات یہ بھی کہی جاسکتی ہے کہ یہ موضوعات ہی ایسے ہیں کہ جن کو بوجھل اور مبہم انداز میں پیش کرنا ادبی دیانت داری کے خلاف ہے۔'' (ڈاکٹر مشتاق احمد وانی۔ ''اعتبار و معیار'' (تحقیق و تنقید) صفحہ۔۱۰)

الغرض ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کے افسانوں کے موضوعات کے اس تفصیلی

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

جائزے سے یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ انہوں نے معاصر زندگی کا جو منظر نامہ دیکھا ہے اُسے ایک حقیقت پسند فنکار کی حیثیت سے اپنے افسانوں کا موضوع و مرکز بنانے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ ان کے تمام افسانوں میں موضوع کی اہمیت زیادہ نظر آتی ہے۔ ان کے موضوعات میں وسعت پائی جاتی ہے۔ اور یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ ان کے موضوعات متنوع اور وسیع ہیں۔ مشتاق احمد وانی نے جس کسی بھی موضوع کو اپنے افسانے کا حصہ بنایا اُس کا حق بہت اچھی طرح سے اپنے خاص طرزِ ادا، منفرد اور دلچسپ انداز میں ادا کر دیا ہے کہ کہانی سیدھی قاری کے دل میں اُترتی چلی جاتی ہے۔ کہانی میں سے کہانی پیدا کرنے کا جو ہنر مشتاق احمد کو آتا ہے وہ واقعی اُن کا کمال ہے۔ کبھی کبھی تو وہ کہانی کو ایسے جملوں سے شروع کر دیتے ہیں کہ پہلی سطر پڑھ کر ہی قاری پوری کہانی پڑھنے پر مجبور ہو جاتا ہے اور پھر مختصر ہونے کی وجہ سے اور بھی اس میں دلچسپی پیدا ہو جاتی ہے۔ موجودہ معاشرے میں اُبھرتے ہوئے متنوع مسائل کو اپنے افسانوں کا موضوع بنانے کی وجہ سے انہیں دیگر افسانہ نگاروں کے مقابلے میں امتیازی حیثیت حاصل ہے۔

آخر پر مشتاق احمد وانی کے افسانوں میں موضوعات کے حوالے سے اپنی بات کو ختم کرتے ہوئے اردو ادب کی گراں قدر شخصیت پروفیسر گوپی چند نارنگ کی اس تحریر کو پیش کرنا چاہتا ہوں جو انہوں نے مشتاق احمد وانی کے افسانوں میں موضوعات و میلانات کی نشاندہی کرتے ہوئے لکھی ہے۔ ملاحظہ ہو یہ اقتباس:

> ''ڈاکٹر مشتاق احمد وانی ایک مدت سے کہانیاں لکھ رہے ہیں۔ وقتاً فوقتاً اُن کی کہانیاں میری نگاہ سے گزرتی ہیں۔ وہ ایک درد مند دل اور ایک حساس طبیعت رکھتے ہیں۔ وہ کشمیری اہل زبان ہیں لیکن اُردو میں بھی اُن کی پینٹھ مادری زبان سے کم نہیں۔ اُن کی انگلیاں معاشرے کی نبض پر ہیں۔ اور ان کی

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

کہانیاں آج کے مسائل کے گرد گھومتی ہیں۔ بالخصوص اخلاقی قدروں کی شکست و ریخت، انسانی رشتوں کا بکھرنا، بزرگوں اور اُن کی اولادوں کے درمیان بڑھتا ہوا فاصلہ، خودغرضی لالچ اور کاروباری ذہنیت کا فروغ، نیز سماجی سطح پر لڑکیوں کی ناقدری اور ان کے جذبات کے تئیں عزیزوں، رشتہ داروں کی بے حسی، ڈاکٹر مشتاق احمد وانی سماج کے فاسد مادے کے معالج ہیں اور اُن کی کہانیاں ترسیل، تاثیر اور دردمندی کے اعتبار سے توجہ چاہتی ہیں۔'' (ڈاکٹر مشتاق احمد وانی۔ ''اعتبار ومعیار'' (تحقیق وتنقید) صفحہ۔٦)

☆☆☆

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

کردار نگاری

اشخاص قصّہ کے حرکات وسکنات کی عکّاسی کا نام کردار نگاری ہے۔ افسانے کی تعمیر وبافت میں کردار نگاری کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ افسانے میں کردار اہم رول ادا کرتے ہیں۔ یہ افسانے کا مضبوط ترین ستون ہوتا ہے۔ ناقدین نے تو اسے پلاٹ سے بھی زیادہ اہمیت دی ہے۔ جبکہ کہانی کے سارے ڈھانچے کا انحصار پلاٹ پر ہی مبنی ہوتا ہے۔ البتہ کردار کے بغیر کسی بھی کہانی کا وجود ناممکن ہے۔ کیونکہ کسی بھی کہانی میں جو بھی واقعات پیش آتے ہیں وہ کسی نہ کسی طرح کردار کے سہارے ہی پیش آتے ہیں۔ ناول نگار کو تو یہ سہولت ہوتی ہے کہ وہ اپنے ناول میں کردار پر مختلف زاویوں سے روشنی ڈال سکتا ہے تاکہ اسے ہر ایک روپ میں دیکھا جاسکے۔ لیکن اس کے برعکس افسانے کا پیمانہ چونکہ مختصر ہوتا ہے۔ اس لئے افسانہ نگار اپنے افسانے میں کردار کا ہر ایک رُخ پیش نہیں کرسکتا۔ البتہ وہ کسی ایک زاویے سے اس پر روشنی ڈال کر اس کا کوئی پہلو نمایاں کرتا ہے، جس سے اس کی پوری شخصیت پر روشنی پڑتی ہے۔ کردار چونکہ افسانے کی جان ہوتے ہیں اس لئے ایک کامیاب کردار نہ صرف کہانی کے واقعات ہی کو آگے بڑھاتا ہے بلکہ مصنف اور قاری کے درمیان ایک رابطہ کی حیثیت بھی رکھتا ہے۔ افسانے میں کردار نگاری کی اہمیت پر وقار عظیم کچھ اس طرح سے رقمطراز ہیں:

"افسانے کے وجود کے لئے افسانے کی تحریک، اس کا

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

موضوع اور مواد کی فنی ترتیب اور پلاٹ کو جتنا ضروری اور اہم بتایا گیا ہے اس سے انکار ممکن نہیں لیکن اتنے ہی بلکہ بعض حیثیتوں سے اس سے بھی زیادہ ضروری خود افسانوی کردار ہیں۔ اس لئے کہ پلاٹ اور اس کی فنی ترتیب کا کہانی کے فن سے گہرا ربط اور تعلق ہے لیکن اس فن کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ہمیں حقیقت کا دست نگر ہونا پڑتا ہے۔ ہم اس فن کی کسی نہ کسی بنیادی حقیقت پر ہی بنیاد رکھتے ہیں۔ یہ حقیقتیں انسانی زندگی سے تعلق رکھتی ہیں۔ اس لئے افسانوی فن کو تحریک میں لانے اور اسے پلاٹ کی منظّم اور مربوط شکل دینے کے لئے ہمیں کرداروں کی ضرورت ہوتی ہے۔'' (ڈاکٹر پروین اظہر۔ ''اردو میں مختصر افسانہ نگاری کی تنقید'' صفحہ۔۸۳)

اسی طرح افسانے میں کردار کی اہمیت وافادیت پر انور کمال عندلیب شادانی لکھتے ہیں:

''مختصر افسانے میں پلاٹ سے زیادہ کردار کی اہمیت ہے اور یہ ایک بات کہہ کر دوسری کتنی ہی باتوں کی طرف قاری کے ذہن کو منتقل کر دینے کا ہنر، اس کی نہایت اہم خصوصیت ہے..... کردار جو حقیقی اور زندہ ہوتے ہیں وہ پڑھنے والے کے حافظے میں داخل ہو کر وہیں ٹھہر جاتے ہیں اور جو کچھ وہ کرتے ہیں اُس کی جزئیات اگرچہ ہمیں یاد نہیں رہتی پھر بھی مجموعی طور پر ہم جانتے ہیں کہ وہ کیسے لوگ تھے۔'' (ڈاکٹر پروین اظہر۔ ''اردو میں مختصر افسانہ نگاری کی تنقید'' صفحہ۔۸۲)

افسانوں میں کردار دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک مرکزی کردار کے حامل

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

ہوتے ہیں اور دوسرے ضمنی کردار کی حیثیت رکھتے ہیں۔ عام طور پر افسانے کی پوری کہانی مرکزی کردار کے ارد گرد ہی گھومتی رہتی ہے۔ جبکہ ضمنی کرداروں کو افسانہ نگار وقتی طور پر موقع و محل کے حساب سے پیش کرتے ہیں جو قصّہ کو آگے بڑھانے میں اہم رول ادا کرتے ہیں۔ افسانہ چونکہ مختصر ہوتا ہے اس لئے اس میں جہاں تک کرداروں کی تعداد کم ہو بہتر سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ کرداروں کی تعداد زیادہ ہونے کی وجہ سے کہانی کے اتحاد میں تضاد لاحق ہونے کا خطرہ رہتا ہے۔

اگر دیکھا جائے تو کردار نگاری افسانے کی جان ہے اور افسانہ نگار کا یہ فرض ہوتا ہے کہ وہ جیتے جاگتے کردار اپنے افسانے میں پیش کرے جو کہانی پر اثر انداز ہوتے ہیں بلکہ پڑھنے والا انہیں اچھی طرح سے سمجھ سکے۔ بہتر کردار وہ ہے جس کے اندر زندگی کی ٹھوس حقیقت اور سچائی ہوتا کہ وہ صرف مصنوعی یا خیالی پیکر نہ بن جائے۔ افسانہ نگار کے لئے ضروری ہے کہ وہ کرداروں کی ذہنی، جذباتی، نفسیاتی اور سماجی زندگی سے واقفیت رکھتا ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ اس عہد کی تہذیب و ثقافت، سیاسی و سماجی حالات و مسائل سے بھی آگاہ ہو جس عہد میں وہ کرداروں کو پیش کرے۔ الغرض افسانہ نگار جتنا کامیاب کردار نگار یعنی جتنا اچھا کردار تراشنے والا ہوگا اور انسانی نفسیات کا جتنا ماہر ہوگا وہ اتنا ہی اچھا افسانہ تخلیق کر سکتا ہے۔ اس حوالے سے جب میں نے ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کے افسانوں میں کردار نگاری کا جائزہ لیا تو وہ مجھے اس تجربے میں کامیاب نظر آئے۔

مشتاق احمد وانی کے تمام افسانے انسانی معاشرے کے آئینہ دار ہیں۔ ان میں ہر شخص کا چہرہ ہمیں صاف صاف نظر آتا ہے۔ مشتاق احمد وانی ایک ایسے بصیرت افروز افسانہ نگار ہیں کہ ان کی آنکھوں سے کوئی بھی منظر اوجھل نہیں رہتا ہے۔ وہ جو کچھ بھی معاشرے میں دیکھتے ہیں اسے کہانی کے روپ میں پیش کرنے کی کامیاب کوشش کرتے ہیں۔ ان کے کردار تخیل کی بھول بھلیوں سے جلوہ گر نہیں ہوتے ہیں

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

بلکہ ہمارے آس پاس ہی زندگی کے سُکھ دُکھ بھوگتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اُن کی کہانیاں اپنے کرداروں کی زندگی کے اطراف میں ہی گھومتی رہتی ہیں۔ ان کی کہانیوں کے کردار ہمارے اطراف کے ہی لوگ ہوتے ہیں۔ جنہیں ہم ان کی کہانیوں کے حوالے سے ہی پہچان لیتے ہیں۔ دیپک بُدکی بھی ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کی کردار نگاری کے متعلق اپنے ایک مضمون ''میٹھا زہر کی کڑوی سچائی'' میں رقمطراز ہیں:

''ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کے کردار ہمارے آس پاس کے ماحول میں چلتے پھرتے نظر آتے ہیں۔ کوئی شریف النفس ہے تو کوئی بدمعاش، کوئی ضمیر کا پابند ہے تو کوئی سفلی جذبات کا قیدی، ہر کردار اپنی مخصوص بولی بولتا ہے اور اپنی شخصیت کی صحیح ترجمانی کرتا ہے۔'' (''میٹھا زہر کی کڑوی سچائی'' از دیپک بُدکی، مشمولہ ''میٹھا زہر'' (افسانوی مجموعہ) مشتاق احمد وانی، صفحہ۔۳۶)

مشتاق احمد وانی کے افسانوں میں ہمیں اعلیٰ، متوسط اور نچلے غرض ہر ایک طبقے سے تعلق رکھنے والے کردار ملتے ہیں۔ چونکہ وہ خود متوسط طبقے سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے اُن کی کہانیوں میں ہمیں متوسط طبقے کے کردار کچھ زیادہ ہی نظر آتے ہیں۔ ان کے افسانوں میں ہندو اور مسلم، مرد اور عورت، نوجوان اور بچّوں کے کردار اپنی اپنی زندگی اور کہانی کہتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اُن میں ڈاکٹر، اساتذہ، پروفیسر، زمیندار، نوکر، کلرک، طالب علم، دہشت گرد، فوجی، چور، تاجر وغیرہ سبھی شامل ہیں۔ انہوں نے تقریباً سماج کے ہر ایک طبقے کے کردار کو اپنے افسانوں میں بڑے اچھے سلیقے سے برتا ہے۔ پروفیسر ابوالکلام اُن کی کردار نگاری کے بارے میں کچھ اس طرح سے رقمطراز ہیں:

''مشتاق احمد وانی کے یہاں افسانوں میں کرداروں کا انتخاب بھی مناسب و متوازن دکھائی دیتا ہے۔ وہ واقعے کے عین

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

مطابق کردار کا تعین کرتے ہیں۔ اُن کے کردار مختلف سماجی، تہذیبی اور مذہبی گروپ سے متعلق ہوتے ہیں۔ یہ سبھی کردار اپنی خصوصیات کے ساتھ افسانے میں داخل ہوتے ہیں اور افسانوی فضا پر چھا جاتے ہیں۔'' (''مشتاق احمد وانی: موضوعاتی ندرت وجدت اور فنی نفاست کا افسانہ نگار'' از پروفیسر ابوالکلام، مشمولہ'' اندر کی باتیں'' (افسانوی مجموعہ) مشتاق احمد وانی، صفحہ۔۲۳)

مشتاق احمد وانی اپنے افسانوں میں کرداروں کی باطنی کیفیات کو بڑی ہنر مندی اور فنی چابکدستی کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ وہ کرداروں کے باہر سے زیادہ ان کے اندرون میں جھانکنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ کرداروں کے رگ و پے میں داخل ہونے کا فن بڑی اچھی طرح سے جانتے ہیں۔ کرداروں کی نفسیات، چال چلن، ذہنی کشمکش، جذبات واحساسات اور حرکات وسکنات کو ڈاکٹر مشتاق احمد وانی فنکارانہ انداز میں پیش کرتے ہیں، جس کی وجہ سے ان کے کردار زندہ اور متحرک نظر آتے ہیں اور ان کے افسانوں کو کامیابی دلوانے میں نمایاں رول ادا کرتے ہیں۔ چنانچہ اس ضمن میں بانی ماہنامہ ''بیباک'' مالیگاؤں، ہارون بی اے لکھتے ہیں:

''مشتاق احمد وانی نے عہد حاضر کی زندگی کو تغیر پذیر اخلاقی قدروں اور منہدم ہوتے ہوئے عقائد کے تناظر میں دیکھا ہے۔ وہ ایک ماہر نفسیات کی طرح اپنے افسانوں کے کرداروں کی داخلی وخارجی کیفیات کو بڑی فنی چابکدستی سے پیش کرتے ہیں۔'' (ڈاکٹر مشتاق احمد وانی۔ ''اعتبار ومعیار'' (تحقیق وتنقید) صفحہ۔۱۳)

مشتاق احمد وانی نے اپنے افسانوں کے کردار حقیقی زندگی سے لئے ہیں جو کہ ہر حال اور ہر ایک صورت میں فعال اور جاندار نظر آتے ہیں۔ ان کے کرداروں

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

سے جو مکالمے ادا ہوتے ہیں ان میں حقیقت کا رنگ صاف جھلکتا ہوا نظر آتا ہے۔ مشتاق احمد وانی میں ایک خاص بات یہ ہے کہ کرداروں کو پیش کرتے وقت وہ ان کی نفسیات میں اُتر کر ان کو اسی انداز میں پیش کرتے ہیں جس ماحول میں وہ پرورش پاتے ہیں۔ افسانہ ''تنہاہ پرندہ'' کے کردار متحرک، جیتے جاگتے اور حقیقی معلوم ہوتے ہیں۔ اس افسانے میں انہوں نے آج کے اُس معاشرے کو پیش کیا ہے جہاں والدین کو اپنے ہی گھر میں بوجھ سمجھا جاتا ہے۔ اس افسانے میں کُل چھ (٦) کردار جاندار اور حقیقی نظر آتے ہیں، جن میں سکھ رام مرکزی کردار کی حیثیت رکھتا ہے۔ ماں باپ کے مرجانے کے بعد سکھ رام اپنے چھوٹے بھائی مادھو رام کی خوب پرورش کرتا ہے، محنت ومزدوری کر کے اس کی تمام ضروریات پوری کرتا ہے اور ملازمت دلوانے کے بعد مادھو رام کی شادی سمرتا نامی لڑکی سے کروادیتا ہے۔ لیکن مادھو رام اور اس کی بیوی سمرتا سکھ رام کو اکیلا چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔ اس کے بعد سکھ رام اپنے بیٹے شیام سندر کو پڑھا لکھا کر گھر کی قیمتی چیزیں فروخت کر کے اسے ڈاک کے محکمہ میں ملازمت دلواتا ہے۔ لیکن ملازمت ملنے کے بعد شیام سندر بھی اپنے باپ سکھ رام کو اکیلا چھوڑ کر چلا جاتا ہے اور انجنا نامی لڑکی سے شادی کرتا ہے۔ سکھ رام کی بیوی گوُراں جب اپنے شوہر کے فرش پر پڑے ہوئے بلغم کے چکتے دیکھتی ہے تو اپنے شوہر سکھ رام سے مخاطب ہو کر یہ جملے کہتی ہے جو ہمیں حقیقت پر مبنی نظر آتے ہیں:

> ''تم سے باہر نہیں تھوکا جاتا؟ میں کوئی نوکرانی ہوں جو تمھاری یہ گندگی صاف کرتی رہوں؟ اٹھو اور شیام سندر کے پاس بٹوت چلے جاؤ تاکہ وہ تمہیں وہاں کسی ڈاکٹر کو دکھادے۔ مجھے تم جیسے گندے پتی کی ضرورت نہیں۔'' (مشتاق احمد وانی۔ ''ہزاروں غم'' (افسانوی مجموعہ) افسانہ ''تنہا پرندہ'' صفحہ۔٧٦)

مشتاق احمد وانی کے ابتدائی افسانوں میں رومانیت غالب نظر آتی ہے۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

شروع شروع میں ان کے کردار بھی رومانی انداز سے لبریز ہوتے تھے۔اس ضمن میں ان کے کئی افسانوں کے کردار پیش کئے جاسکتے ہیں۔مثلاً ''اجنبی دو دل اجنبی'' کا شہباز اور فرزانہ، ''مکّار'' کا مُراد حسین، ''بھولی بھولی سی صورت'' کا راوی اور مریم، ''میں تجھے آواز دیتا ہوں'' کا گوہر جمیل، ''مجبوری'' کا ماسٹر سوہن لال، کیول کرشن اور چندرا، ''باغی'' کا جیون داس اور کومل، ''چہرہ چھپائے لوگ'' کی پونم، ہر پریت اور فوزیہ وغیرہ اُن کے مختلف افسانوں کے کردار رومانیت کی صحیح عکاسی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

مشتاق احمد وانی کی شخصیت اس اعتبار سے منفرد اور اہم ہے کہ ان کا ماحول، ان کے کردار اور واقعات ریاست جموں وکشمیر سے تعلق رکھنے والے لوگوں سے براہِ راست جڑے ہوئے ہیں۔وہ اپنے سماج کے متوسط طبقے میں سے اپنے افسانوں کے لئے کرداروں کا انتخاب کرتے ہیں۔ان کے کردار جس ماحول اور طبقے سے تعلق رکھتے ہیں، اُسی ماحول اور طبقے کی زبان بولتے ہوئے نظر آتے ہیں۔افسانہ ''مستی'' کا ایک کردار جگدیش چندر جو ڈرائیور ہوتا ہے۔اس کردار میں ہمیں ایک ڈرائیور کی ساری خصوصیات صاف نظر آتی ہیں کہ کس طرح ڈرائیور سواریوں کے ساتھ پیش آتے ہیں اور کیسی زبان میں گویا ہوتے ہیں۔ٹھیک جگدیش چندر سواریوں کے ساتھ باتیں کرتے ہوئے اُسی زبان اور لہجے کا استعمال کرتے ہوئے دکھائے گئے ہیں جس طرح ڈرائیور لوگ کرتے ہیں۔ملاحظہ ہو اس افسانے کا یہ اقتباس:

> ''جگدیش نے ٹیپ ریکارڈ پر چلتے ہوئے گانے کی آواز کم کردی اور بڑی حقارت سے بشیر سے کہنے لگا۔
>
> ''چل چل نیچے اُتر جا اور اپنا راستہ سنبھال لے۔ہم تیرے باپ کے نوکر ہیں کیا.....؟ جو ایک کلو میٹر تیری دھان کی بوریوں کے لیے بس اتنی پیچھے لے جائیں۔ہمیں اور بھی تو کام

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

ہیں۔''.....'' میں کہتا ہوں بکواس مت کر..... ساری سواریاں تیری وجہ سے لیٹ ہو رہی ہیں۔ میں کہتا ہوں نیچے اُتر جا۔'' یہ کہتے ہوئے جگدیش اپنی سیٹ سے اُٹھ کھڑا ہوا اور دھکّے دے کر بشیر کو بس سے نیچے اُتار دیا۔'' (ڈاکٹر مشتاق احمد وانی۔ ''ہزاروں غم'' (افسانوی مجموعہ) افسانہ ''مستی'' صفحہ ۱۳۰ تا ۱۳۱)

مشتاق احمد وانی کے یہاں افسانوں میں کرداروں کا انتخاب مناسب ومتوازن دکھائی دیتا ہے۔ انہوں نے اپنے افسانوں میں ہر مذہب، ہر طبقے اور ہر جنس کے کردار تخلیق کئے ہیں، واقعے کے عین مطابق ان کا تعین بھی کیا ہوا ہے۔ اُن کے کردار مختلف سماجی، تہذیبی اور مذہبی گروپ سے متعلق ہوتے ہیں۔ یہ سبھی کردار اپنی خصوصیات کے ساتھ افسانے میں داخل ہوتے ہیں، الگ الگ مسائل پر زندگی کے مختلف باب اور پہلوؤں کی نمائندگی کرتے ہیں اور افسانوی فضا پر پوری طرح سے چھا جاتے ہیں۔ عام طور پر افسانہ نگار مختلف کرداروں کو ان کی قدرتی کیفیت و صورت میں ہی پیش کرتا ہے۔ مگر جب افسانہ نگار اپنے اصلاحی اندازِ فکر کی ترویج چاہتا ہے تو کرداروں کو اپنی سوچ اور اپنے ہی احساسات کے رنگ میں ڈھال کر پیش کرتا ہے۔ مشتاق احمد وانی کے افسانوں میں ہمیں دونوں ہی قسم کے کردار نظر آتے ہیں۔

''جنم بھومی کے آنسو'' مشتاق احمد وانی کا ایک اہم افسانہ ہے۔ اس میں انہوں نے مختلف کرداروں کے حوالے سے ریاست جموں وکشمیر کی گذشتہ تین دہائیوں میں بدلتی ہوئی سیاسی وسماجی صورتِ حال اور یہاں کے المناک ماحول کی بھرپور عکاسی کی ہے۔ اس افسانے کا ایک کردار نادر چچا جاندار اور متحرک کردار کی صورت میں نظر آتا ہے جو افسانے کے ایک اور کردار گولو سے یوں گویا ہوتے ہیں کہ اُس کی باتوں سے جموں وکشمیر کے حالات کی بھرپور عکاسی ہوتی ہے۔ ملاحظہ ہو اس

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

افسانے کا یہ اقتباس:

''کیا بتاؤں بیٹے تم تو یہاں کے حالات دیکھ رہے ہو۔ نو سال سے تمہاری جنم بھومی جیسے آگ میں سُلگ رہی ہے۔ اب تو ہمارے دن کا چین اور رات کی نیند ہم سے چھن گئی ہے۔ بیٹے وہ پہلے جیسے مزے اب کہاں کہ آدھی آدھی رات کو چلتے تھے تو کوئی پوچھتا نہیں تھا لیکن اب تو پورے علاقے پر فوجیوں کا تسلّط ہے۔ ان نو برسوں میں بیٹے! تمہاری جنم بھومی پہ کئی بم پھٹے۔ کئی نوجوان مرد عورتیں، بوڑھے اور بچّے گولی کا نشانہ بنائے گئے، کتنی ہی بیویوں کے سہاگ اُجڑ گئے اور کتنے ہی ذبح کئے گئے۔ میرا بیٹا اختیار احمد بھی تو گولی کا نشانہ بنایا گیا ہے..... بیٹے! ہم جن حالات سے جوجھ رہے ہیں وہ بڑے مایوس کن ہیں۔ آدھی آدھی رات کو فوجی ہمارے گھروں میں داخل ہوتے ہیں۔ گھروں کی تلاشی لیتے ہیں اور انہیں دیکھ کر چھوٹے چھوٹے بچّے ڈر و خوف سے چیخنے لگتے ہیں اور مرد عورتیں ڈر کے مارے فوجیوں سے بات کرتے تھتھلا جاتے ہیں تو فوجی ان کی پٹائی کرتے ہیں، اب تو بیٹے ان حالات میں مجھے بہو بیٹیوں کی عصمت بھی خطرے میں دکھائی دیتی ہے۔'' (ڈاکٹر مشتاق احمد وانی۔ ''میٹھا زہر'' (افسانوی مجموعہ) افسانہ ''جنم بھومی کے آنسو'' صفحہ۔ ۱۰۰ تا ۱۰۱)

افسانہ ''دوہری مار'' کردار نگاری کے لحاظ سے ایک بہترین افسانہ ہے۔ اس کا مرکزی کردار فیضان ہے اور پوری کہانی اُسی کے اردگرد گھومتی رہتی ہے۔ سب سے پہلے وہ بیچارا چند نام نہاد دہشت گردوں اور پھر فوج کے ظلم و ستم کا شکار بن جاتا

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

ہے۔ منور اس افسانے کا دوسرا اہم کردار ہے جس میں ہمیں حقیقت کی نمایاں جھلک دیکھنے کو ملتی ہے۔ وہی اصل میں فیضان پر دہشت گردی کا الزام لگاتا ہے جس کی وجہ سے فیضان کو فوج ناکارہ بناتی ہے۔ منور کے کردار کا تعارف مشتاق احمد نے افسانے میں اس طرح سے کیا ہے:

> ''منور میں ہر طرح کی بری عادتیں موجود تھیں۔ اس نے چار سال کے بعد اپنے آپ کو فوج کے حوالے کیا تھا۔ ان چار برسوں میں اُس نے کئی لوگوں کو موت کے گھاٹ اتارا تھا اور کئی ماؤں، بہنوں کی عزت لوٹی تھی۔ اُس کی وجہ سے تنظیم بالکل بدنام ہوگئی تھی۔ چنانچہ اس نے فوراً اپنے آپ کو فوج کے حوالے کر دیا تھا۔ اب فوجی اُس سے ایک شکاری کتے کے طور پر کام لیتے تھے۔'' (مشتاق احمد وانی۔ ''میٹھا زہر'' (افسانوی مجموعہ) افسانہ ''دوہری مار'' صفحہ۔۶۱)

افسانہ ''چور'' میں مشتاق احمد نے دو کرداروں غلام نبی اور ہیرالعل کے ذریعے ہمارے سماج کے دو قسم کے انسانی گروہوں کی سیرت اور شخصیتوں کی نشاندہی کی ہے۔ ایک قسم کے لوگ وہ ہیں جو سیدھے سادے، صاف دل اور مکر و فریب سے مُبرا ہوتے ہیں۔ اس قسم کے لوگوں کا ترجمان ہمیں غلام نبی دکھائی دیتا ہے۔ دوسرا طبقہ وہ ہے جو مکّار اور فریبی ہوتا ہے اور جھوٹ، کذب اور ریا کو اپنا ذریعہ معاش بنائے ہوئے ہوتے ہیں۔ ہیرالعل ایسے ہی طبقہ کے لوگوں کا ترجمان دکھائی دیتا ہے۔ جو افسانے کے مرکزی کردار غلام نبی کو اپنی لچھے دار باتوں میں الجھائے رکھتا ہے اور پھر ان کا پورا سامان رات کو اپنے ساتھ لے کر بھاگ جاتا ہے۔

افسانہ ''شرافت'' میں بھی مشتاق احمد نے سماج کے اچھے اور بُرے دونوں طرح کے کرداروں کے معمولاتِ حیات پر روشنی ڈالتے ہوئے یہ بتانے کی کوشش کی

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

ہے کہ سچّے اور ایماندار لوگوں کو اکثر بدمعاش و بے ایمان لوگوں سے نقصان پہنچتا آیا ہے اور ان کی آزمائشیں ہوتی رہی ہیں۔ خیر و شر کی نمائندگی کرنے والے کرداروں کے بیچ میں تصادم کا سلسلہ دنیا میں شروع سے ہی چلا آیا ہے اور آئندہ بھی جاری رہے گا مگر فتح ہمیشہ سچے اور ایماندار لوگوں کی ہی ہوتی ہے۔ اس افسانے میں رحمت علی، نعمت علی اور لیاقت علی ایماندار، شریف النفس اور تبلیغِ دین کے حامی کردار ہیں۔ جبکہ چراغ دین اور ساجدہ بیگم عرف سگی بدمعاش اور فحش کردار ہیں۔ ان کے علاوہ تھانیدار کا کردار بھی ہے جو کہ رشوت لے کر فریقین کے معاملات کو رفع دفع کرا دیتا ہے۔ افسانے کا یہ اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

> ''ایک دن رحمت علی، نعمت علی اور لیاقت علی نے اپنی جگہ یہ مشورہ کیا کہ آج چراغ دین کے گھر جا کر اُس کے سامنے دین و دنیا کی حقیقت بیان کی جائے اور اسے بڑی حکمت عملی سے مسجد میں نماز پڑھنے کی دعوت دی جائے۔ چنانچہ تینوں اس نیک مشورے کو عملی جامہ پہنانے کی خاطر چراغ دین کے گھر کی طرف چل پڑے آگے چراغ دین دکان پر مسند لگائے بیٹھا اپنی مونچھوں کو تاؤ دے رہا تھا۔ دکان پر پانچ گاہک بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ چراغ دین نے جونہی رحمت علی اور اس کے ساتھیوں کو دکان میں داخل ہوتے دیکھا تو اس کے چہرے پر شکنیں اُبھر آئیں اور پورے چہرے پر ایسا تناؤ پیدا ہوا جیسے رحمت علی اور اس کے ساتھیوں نے چراغ دین کے گھر میں کوئی بہت بڑا ڈاکہ ڈالا ہو۔'' (ڈاکٹر مشتاق احمد وانی۔ ''میٹھا زہر'' (افسانوی مجموعہ) افسانہ ''شرافت'' صفحہ۔۱۲۲ تا ۱۲۳)

''کوفت'' افسانے کا راجندر یادو بھی ایک اہم کردار ہے۔ جس کے

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

ذریعے مشتاق احمد وانی نے اپنے تفکّر آمیز خیالات کا اظہار بڑی خوبصورتی کے ساتھ کیا ہے۔ مثال کے طور پر افسانے کا یہ اقتباس دیکھئے:

''بس میں بیٹھے راجندر یادو سوچتے سوچتے اس بات پر پہنچا کہ یہ دنیا بھی ایک بس کی مانند ہے جس میں ہم سبھی سوار ہیں اُن مسافروں کی طرح جو وقت کے ساتھ اپنی اپنی منزل پر اُتر جاتے ہیں اور ہم اپنی سیٹ دوسروں کے لئے خالی کر دیتے ہیں۔ ہماری پیدائش کا کیا مقصد ہے؟ کیا صرف کھانا پینا اور کمانا؟ نہیں نہیں ایسا نہیں ہوسکتا۔ یہ تو جانور بھی کرتے ہیں۔ انسان میں اگر انسانیت نہ ہو تو جانور اور انسان میں کوئی بھی فرق نہیں رہتا۔ ہاں ہاں بالکل درست ہے۔ مگر آج کا انسان تو انسان نہیں رہا۔ انسانیت ناپید ہوتی جارہی ہے اور حیوانیت پروان چڑھ رہی ہے۔ آدمی جب انسان تھا تو دنیا میں امن وامان تھا۔ اب جب کہ آدمی نے حیوان کا روپ دھارن کیا ہے تو امن وسکون عنقا ہو کر رہ گئے ہیں اور اب تو صرف ہوس پرست، مال وزر کے پجاری، جھوٹے تلک دھاری، جھوٹے مولوی اور جھوٹے کرم دھرم والے پیدا ہو رہے ہیں۔ خواہشوں کے سوداگر اور ریاکاری کے رسیا، اپنی اپنی بازی کھیل رہے ہیں۔ مجھے تو سبھی خواہشوں کے دلال بس صرف روپے کے دیوتا پر ناک رگڑتے نظر آرہے ہیں۔'' (مشتاق احمد وانی۔ ''میٹھا زہر'' (افسانوی مجموعہ) افسانہ ''کوفت'' صفحہ۔ ٦٦)

افسانہ ''افراتفری میں کھڑا آدمی'' میں مشتاق احمد وانی نے مرکزی کردار کے ذریعے مغربی تہذیب پر کڑی چوٹ کی ہے۔ انہوں نے نظر محمد کے کردار میں

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

اسلامی اقدار اور مشرقی تہذیب کے اثرات دکھانے کی کامیاب کوشش کی ہے اور اس کردار کے ذریعے انہوں نے عہد جدید میں مسلم معاشرے میں فروغ پذیر مغربی رسوم اور طور طریقوں کا پردہ فاش کیا ہے۔ اس افسانے میں نظر محمد کے کردار کے ذریعے کئی مقامات و مسائل پر بصیرت افروز گفتگو کی گئی ہے۔ اس افسانے میں نظر محمد کے کردار کی صورت میں کسی قدر خود افسانہ نگار کی شخصیت اور فکر کے نقوش بھی نمایاں ہو جاتے ہیں۔ ملاحظہ ہو اس افسانے کا یہ اقتباس:

> ''نظر محمد نے کہا'' یار! پورا معاشرتی نظام ہی بگڑ چکا ہے تمام انسانی قدریں مسمار ہو رہی ہیں۔ ''عورت'' پردے کا نام ہے یعنی ایسی چیز جسے چھپایا جائے۔ مگر اب تم دیکھ رہے ہو فلمی دنیا اور میڈیا نے اسے عریاں کر دیا ہے۔ کونسی چیز ہے جس پہ عورت کی تصویر نہیں ہے۔ عورت کا استحصال صدیوں سے ہو رہا ہے۔ مرد نے اسے آج تک کتنا بیچا ہے اور اب تک کس کس طرح سے بیچ رہا ہے۔'' (مشتاق احمد وانی۔ ''میٹھا زہر'' (افسانوی مجموعہ) افسانہ ''افراتفری میں کھڑا آدمی'' صفحہ۔ ۱۳۸)

افسانہ ''دل و دماغ میں گھومتی کیل'' میں مشتاق احمد وانی نے دلدار صاحب کے کردار کے ذریعے ایک طرف جہاں اسلامی تعلیمات اور تصوّف و فلسفہ کے نقوش روشن کئے ہیں تو وہیں انسانی اخلاص و ہمدردی ایسے اقدار کے تحفظ و ترویج کی فنکارانہ سعی بھی کی ہے۔ افسانہ نگار نے دلدار صاحب کے کردار کو ایک آدرش وادی کردار کے روپ میں پیش کیا ہے۔ آج کل کے دور میں دلدار صاحب جیسے کردار کمیاب ہیں۔ مشتاق احمد وانی نے جہاں اس افسانے میں دلدار صاحب کا کردار جاندار اور حقیقی بنا کر پیش کیا ہے وہی گل بہار کے کردار میں ایک عورت کی نفسیاتی کیفیات کو بھی بڑی ہنرمندی کے ساتھ پیش کیا ہے۔ جب ایک دن دلدار صاحب

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

ریل سے اُتر کر پلیٹ فارم پہ گڈریوں میں لپٹے ایک نومولود لاوارث بچّے کو اُٹھا کر اپنے گھر میں لاتے ہیں تو اُن کی بیوی گل بہار کی نفسیاتی کیفیت کو افسانہ نگار نے اس طرح سے پیش کیا ہے:

''گل بہار کے دل میں اپنے شوہر دلدار صاحب کا سولہ برس کا اعتماد متزلزل ہو رہا تھا۔ اُس کی پلکیں آنسوؤں سے بھیگ رہی تھیں اور غم و غصے کے باعث چہرے کی بشاشت مفقود ہو چکی تھی۔ اُس نے روتے ہوئے کہا۔

''آخر آج میں یہ کیا دیکھ رہی ہوں! میرے مرنے کے بعد ایسا کرتے تو مجھے کوئی دُکھ نہ ہوتا..... آپ نے ان بچّوں کا بھی خیال نہیں کیا! نہ جانے کب سے آپ نے دوسری شادی کر رکھی ہے۔ کہاں رکھی ہے وہ رکھیل! کہو اس بچّے کی ماں کہاں ہے؟'' (ڈاکٹر مشتاق احمد وانی۔ ''میٹھا زہر'' (افسانوی مجموعہ) افسانہ ''دل و دماغ میں گھومتی کیل'' صفحہ ۱۱۳)

''بیٹی'' مشتاق احمد وانی کا ایک اصلاحی افسانہ ہے۔ اس افسانے کی پوری کہانی دو مرد کرداروں کی مکالمہ گوئی کے توسّط سے ہی آگے بڑھتی ہے۔ ایک کردار باپ کا ہوتا ہے جس کے ہاں ایک بیٹی پیدا ہوتی ہے اور دوسرا کردار اس کا دوست مدن ورما ہوتا ہے۔ مشتاق احمد وانی نے انہی دو مرد کرداروں کے ذریعے سے ایک بیٹی کی اہمیت وافادیت اور اس کی ضرورت کا احساس دلایا ہے۔ اس افسانے میں مدن ورما کا کردار جاندار اور متحرک نظر آتا ہے۔ مشتاق احمد وانی مدن ورما کے لہجے میں افسانے کے دوسرے کردار جس کے ہاں بیٹی پیدا ہوئی ہوتی ہے کو بیٹی کی اہمیت وافادیت اور والدین کے تئیں اُس کے ایثار و قربانی کے متعلق کچھ اس طرح سے نصیحت کرتا ہے کہ ایک بیٹی کی اہمیت وافادیت اور اس کی ضرورت پوری طرح سے

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

واضح ہو جاتی ہے۔ ملاحظہ ہو اس افسانے کا یہ اقتباس:

''بیٹی تو خوش نصیبی کی علامت ہے۔ تیرے گھر میں لکشمی آئی ہے۔ میرے دوست! بیٹی بہت وفادار ہوتی ہے جس گھر میں بیٹی نہیں ہوتی وہ کھنڈر ہوتا ہے، بیٹی گھر کی رونق ہوتی ہے، دیکھ میرے تین بیٹے ہیں، میری بیوی گنگوتری کی کمر میں اکثر درد رہتا ہے، میں جب دفتر چلا جاتا ہوں اور تینوں بیٹے اسکول چلے جاتے ہیں تو گنگوتری اکیلی درد کی وجہ سے بستر پر کراہتی رہتی ہے، کبھی کبھی ہمارے گھر کھانا بھی نہیں پکتا اور نہ برتن دھوئے جاتے ہیں۔ میں اور گنگوتری ایک بیٹی کے لئے کتنا ترستے ہیں۔ لیکن ہماری کوئی بیٹی نہیں، میری بیٹی ہوتی تو وہ گھریلو کاموں میں اپنی ماں کا ہاتھ بٹاتی، لیکن ہم بدنصیبوں کی قسمت میں ''بیٹی'' کہاں۔ اگر تو بیٹی کے پیدا ہونے پر اتنا مایوس ہوا ہے تو لا اپنی بیٹی ہمیں سونپ دے۔ ہم اسے خوشی خوشی اپنالیں گے ہمارے گھر میں روشنی آجائے گی۔'' (مشتاق احمد وانی۔ ''میٹھا زہر'' (افسانوی مجموعہ) افسانہ ''بیٹی'' صفحہ۔۱۱۹)

''توبہ'' کردار نگاری کے اعتبار سے ایک بہترین افسانہ ہے۔ سراج الدّین اس افسانے کا مرکزی کردار ہے اور پوری کہانی اسی کے ارد گرد گھومتی رہتی ہے۔ سراج الدّین ایک ایسے ماحول میں پلا بڑھا ہے کہ جس میں شراب، جوا، چوری، لوٹ کھسوٹ اور زنا کاری عام ہے، جس کی وجہ سے اُسے بھی ان بُرے کاموں کی لت پڑتی ہے۔ وہ دن دھاڑے اپنی غنڈہ گردی کا بازار گرم کرتا رہتا ہے۔ وہ ایک عورت جس کا نام درشنا ہوتا ہے سے جنسی تعلقات بھی بڑھاتا ہے۔ غرض وہ ہر ایک بُرے کام میں مبتلا رہتا ہے۔ لیکن ایک دن اس کے گاؤں میں اللہ

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

والوں کی ایک جماعت آتی ہے اور اس جماعت کا امیر سراج الدّین کو اللہ کے خوف اور ڈر کے بارے میں کچھ اہم باتیں بتاتا ہے جنہیں سن کر اُس کی پوری گناہوں بھری زندگی ایک دم بدل جاتی ہے اور وہ اللہ کے دربار میں اس طرح سے توبہ کرتا ہے کہ دوبارہ گناہوں کی طرف نہیں جاتا اور باقی لوگوں کو بھی نیکی کی دعوت دیتا رہتا۔ اس افسانے میں مشتاق احمد وانی نے سراج الدّین جیسے کردار کے ذریعے آج کے سماج میں رہ رہے ایسے ہی پڑھے لکھے غنڈوں اور بدمعاشوں پر بھرپور روشنی ڈالی ہے۔ مشتاق احمد وانی نے سراج الدّین کے توبہ کرنے کے بعد کے منظر کو بہت خوبصورتی کے ساتھ پیش کیا ہے۔ ملاحظہ ہو اس افسانے کا یہ اقتباس جس میں سراج الدّین توبہ کرنے کے بعد درشنا سے مخاطب ہو کر کہتا ہے:

> ''درشنا اب تم مجھے بالکل بھُول جاؤ۔ کیوں کہ میں نے ہر بُرے کام سے توبہ کرلی ہے۔ میں جانتا ہوں جس لیے تم میرے پاس آئی ہو مجھے معاف کرو۔ میں نے تمھارے ساتھ جو بُرے کام کیے ہیں اُن کی تم سے معافی چاہتا ہوں۔ میں ہر بُرے کام سے توبہ کر چکا ہوں۔ اس لیے تم بھی باز آجاؤ۔ یاد رکھو کہ بُرے کام کا انجام بُرا ہوتا ہے۔''
>
> یہ کہتے کہتے سراج الدّین کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور درشنا کے چہرے کا رنگ اُڑ گیا۔'' (مشتاق احمد وانی۔ ''ہزاروں غم'' (افسانوی مجموعہ) افسانہ ''توبہ'' صفحہ۔۹۳)

مشتاق احمد وانی کے افسانوں میں عورتوں کے کردار جاندار اور متحرک نظر آتے ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ عورت اُن کا محبوب کردار ہے۔ اُن کے افسانوں میں نسوانی کردار اپنی تمام تر نفاست کے ساتھ سامنے آتے ہیں۔ انہوں نے عورت کے کردار کو اپنے افسانوں میں ہر ایک روپ میں پیش کیا ہوا ہے۔ کبھی ماں کے روپ

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

میں، کبھی بہن کے روپ میں، کبھی بیوی کے روپ میں، کبھی بہو کے روپ میں، کبھی بھابی کے روپ میں اور کبھی فاحشہ کے روپ میں بھی انہوں نے عورت کے کردار کو افسانوں میں پیش کیا ہے۔ ان کے افسانوں میں ''خونی رشتے''۔ ''مجبوری''۔ ''پنجرے میں مورنی''۔ ''چھپا سانپ''۔ ''مکّار''۔ ''درد بھری راتیں''۔ ''میٹھا زہر''۔ ''پانچ سال کا بن باس'' وغیرہ ایسے افسانے ہیں جن میں عورتوں کے کردار مختلف روپوں میں جاندار اور متحرک نظر آتے ہیں۔

افسانہ ''خونی رشتے'' میں ساحرہ کا کردار جاندار اور متحرک نظر آتا ہے۔ جو اپنے شوہر شمشیر کی بُری عادتوں سے تنگ آ کر اُس کی شکایت اپنے گھر والوں کے سامنے کرنے پر مجبور ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے اس کا طلاق ہو جاتا ہے۔ لیکن ساحرہ طلاق نہیں چاہتی تھی کیونکہ اس کا ایک چھوٹا بچّہ گلریز اپنے باپ کے پاس ہی رہتا ہے۔ طلاق ملنے کے بعد جب ساحرہ کو اپنے بچّے گلریز کی یاد تڑپاتی ہے تو وہ کسی بھی چیز کا خیال نہ کرتے ہوئے شمشیر کے پاس واپس چلی جاتی ہے۔ اس افسانے میں ساحرہ کے کردار کو مشتاق احمد وانی نے اس طرح سے پیش کیا ہے کہ ہمیں اس کے ذریعے اس بات کا پورا پورا احساس ہو جاتا ہے کہ ایک ماں کو اپنی اولاد کے تئیں کتنی محبت ہوتی ہے کہ وہ سب کچھ برداشت کر سکتی ہے مگر اپنے بچّے سے جدا نہیں رہ سکتی۔ ٹھیک اسی طرح ساحرہ اپنے بچّے گلریز کے لئے ہر ایک سختی برداشت کرنے کو تیار ہو جاتی ہے۔ ملاحظہ ہو اس افسانے کا یہ اقتباس جس میں ایک ماں کے دل کی آواز صاف سنائی دیتی ہے جب ساحرہ اپنی ماں اور بھائی سے یوں مخاطب ہوتی ہے:

''پھر ایک دن اُس نے اپنی ماں اور بھائی سے کہہ دیا کہ:
''چاہے شمشیر مجھے اب مار ہی کیوں نہ دے۔ لیکن میں شمشیر کے پاس ہی چلی جاؤں گی کیوں کہ میں اپنے بچّے کے بغیر زندہ

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

نہیں رہ سکتی۔'' (مشتاق احمد وانی۔ ''ہزاروں غم'' (افسانوی مجموعہ)
افسانہ ''خونی رشتے'' صفحہ۔۶۷)

افسانہ ''مجبوری'' میں چندرا کا کردار جاندار اور پُرکشش دکھائی دیتا ہے۔ اس افسانے کی پوری کہانی چندرا کے ارد گرد ہی گھومتی رہتی ہے۔ مرد کرداروں میں ماسٹر سوہن لال اور کیول کرشن بہت اہم ہیں۔ ماسٹر سوہن لال چندرا کی ماں مندری کو اپنے جال میں پھنسا کر چندرا کی شادی اپنے پچاس سالہ بوڑھے سالے جس میں مردانہ پن کی طاقت ہی نہیں ہوتی ہے سے کروانے میں کامیاب ہوجاتا ہے اور پھر موقعے کا فائدہ اُٹھاتا ہوا چندرا کو اپنی جنسی ہوس کا شکار بنا دیتا ہے۔ چندرا بھی یہ سب کچھ چپ چاپ سہتی رہتی ہے کیونکہ وہ مجبور ہوتی ہے۔ اس کے بعد چندرا خود ہی کیول کرشن نامی ایک لائن مین سے جنسی رشتہ رجوڑنے پر مجبور ہوجاتی ہے۔ کیونکہ ماسٹر سوہن لال بھی لگ بھگ بوڑھا ہوتا ہے، جس کی وجہ سے چندرا ایسا کرتی ہے۔ اس طرح چندرا اپنی عصمت کا سودا کرنے پر مجبور ہوجاتی ہے۔ کیونکہ اس کے پاس کوئی اور چارہ بھی نہیں ہوتا ہے۔ اسی لئے چندرا ایک غیر مرد کو یہ کہنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتی ہے کہ میں آپ کے بغیر مرجاؤں گی۔ ملاحظہ ہو اس افسانے کا یہ اقتباس:

''بھگوان کے لئے ایسا نہ کہئے میں آپ کے بنا مرجاؤں گی،
میری جوانی پر ترس کھایئے۔ میں آپ کو یہاں سے نہیں جانے
دوں گی یا تو مجھے بھی ساتھ لے جایئے!'' (مشتاق احمد وانی۔ ''میٹھا
زہر'' (افسانوی مجموعہ) افسانہ ''مجبوری'' صفحہ۔۹۲)

افسانہ ''پنجرے میں مورنی'' چنچل نامی لڑکی پر منحصر افسانہ ہے اور پوری کہانی پر یہی کردار حاوی نظر آتا ہے۔ چنچل رانی تعلیم یافتہ ہونے کے علاوہ خوبصورت بھی ہوتی ہے، لیکن اس کی شادی زبردستی ایک ایسے لڑکے کے ساتھ کی جاتی ہے جو کسی بھی لحاظ سے اس کے قابل نہیں ہوتا ہے۔ اس کی وجہ سے چنچل کی

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

پوری زندگی اندر ہی اندر جہنم بن جاتی ہے۔ مشتاق احمد وانی نے چنچل رانی کے کردار کے ذریعے ایسی باتیں ہمارے سامنے پیش کی ہیں جو اس افسانے کا پورا نچوڑ بھی ہے۔ ملاحظہ ہو افسانے کا یہ خط جس میں چنچل رانی اپنے والدین سے مخاطب ہو کر اپنے اندرونی جذبات کا ذکر اس طرح سے کرتی ہے جس میں وہ ہمارے لئے بھی نصیحت کا سامان چھوڑتی ہے:

''آپ نے میرا جیون ساتھی منتخب کرنے میں خطا کھائی ہے۔ آپ کو میرا رشتہ کرانے والوں نے دھوکہ دیا ہے۔ آپ یقین کیجئے کبھی کبھی میں بہت جذباتی ہو جاتی ہوں جب مجھے اس بات کا شدید احساس ہوتا ہے کہ میری زندگی تباہ و برباد کردی گئی ہے تو میں اس وقت خودکشی پہ آمادہ ہو جاتی ہوں۔ مگر فوراً مجھے یہ احساس ہوتا ہے کہ خودکشی کرنا ایک بُزدلانہ فعل ہے، اور بھگوان خودکشی کرنے والے کو کبھی معاف نہیں کرے گا اس طرح میں اس لرزہ خیز فعل سے رُک جاتی ہوں۔ کبھی میرا جی چاہتا ہے کہ میں اپنے من پسند مرد کے ساتھ بھاگ جاؤں مگر فوراً مجھے آپ والدین اور خاندان کی عزت و وقار کا خیال ایسا قابل مذمّت فعل سے باز رکھتا ہے۔ اب میں یہ بات اچھی طرح سمجھ گئی ہوں کہ بے میل اور نامناسب شادیاں کس طرح جرائم کو جنم دیتی ہیں۔ میں یہ خط آپ کو اس لئے لکھ رہی ہوں کہ آپ جب میری بہنوں کے رشتوں کی بات کریں گے تو سب سے پہلے لڑکے کو دیکھ لیجئے گا۔ اس کے اخلاق، رہن سہن، تعلیمی قابلیت، پیشہ، شکل وصورت کے علاوہ گھر، خاندان اور ماحول پر ضرور نظر رکھئے

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ عجلت میں ان کی زندگیاں بھی اسی طرح
تباہ کردیں، جس طرح میری کی گئی ہے۔'' (مشتاق احمد وانی۔''
میٹھا زہر'' (افسانوی مجموعہ) افسانہ ''پنجرے میں مورنی'' صفحہ۔۱۶۸)

افسانہ ''چھپا سانپ'' میں بھی ایک عورت کا کردار نمایاں اور اہم ہے۔اس افسانے میں ایک بہو میناکشی کی کہانی بیان کی گئی ہے اور یہ دکھایا گیا ہے کہ کس طرح سے اس کا بوڑھا سسر پنڈت رتن ناتھ شاستری دوبار اس کی عزت وعصمت لوٹ لیتا ہے، جسے میناکشی برداشت نہیں کر پاتی اور خودکشی کر لیتی ہے۔لیکن اپنی خودکشی کی وجوہات میناکشی پولیس آفیسر کے نام لکھے گئے ایک خط میں اس طرح کرتی ہے:

''میں میناکشی شرما پتنی منوہر شرما عمر چوبیس برس بذریعہ خط
پولیس کو یہ اطلاع دینا چاہتی ہوں کہ میرا سسر پنڈت رتن
شاستری دو مرتبہ زبردستی میرے ساتھ منہ کالا کر چکا ہے۔آج
سے ایک ہفتہ پہلے جب اس نے میری عزت وعصمت لوٹی تھی
تو میں نے بہت سی باتیں سوچ کر صبر کا کڑوا گھونٹ پی لیا تھا
لیکن آج پھر اس نے میرے ساتھ منہ کالا کیا ہے۔اب میں یہ
سب کچھ برداشت نہیں کر سکتی۔ اس لئے میں مجبوراً خودکشی
کر رہی ہوں۔ میں یہ بات واضح کر دینا چاہتی ہوں کہ میری
موت کا ذمہ دار میرا سسر ہے جس نے مجھے خودکشی کرنے پر
مجبور کیا۔'' (مشتاق احمد وانی۔''اندر کی باتیں'' (افسانوی مجموعہ)
افسانہ ''چھپا سانپ'' صفحہ۔۱۷۳تا۱۷۴)

''پانچ سال کا بن باس'' ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کا ایک بہترین افسانہ ہے جسے اگر یک کرداری افسانہ بھی کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔اس افسانے میں ذلفاں بی بی مرکزی کردار کی حیثیت رکھتی ہے۔ جو اپنے والد صاحب کی رہنمائی کے باعث

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

آبائی گاؤں میں علمی اُجالا کرنے کے لئے اپنی زندگی وقف کرتی ہے اور ہر اس رکاوٹ کا ڈٹ کر مقابلہ کرتی ہے جو اس کے راستے میں حائل ہوتی ہے۔ وہ چونکہ شہر میں پلی بڑھی ہوتی ہے لیکن اس کے باوجود دیہات میں پیش آنے والی طرح طرح کی صعوبتیں ومشکلاتیں برداشت کرتی ہے اور بالآخر اپنے عزم وارادے میں کامیاب ہوجاتی ہے۔ ذلفاں بی بی کے اے ایس (KAS) کا امتحان پاس کر کے اپنی پوشیدہ صلاحیتوں کا لوہا منواتی ہے۔ اس افسانے میں ذلفاں بی بی کا کردار حالانکہ خیالی اور مثالی ہے مگر قاری کو سوچنے پر مجبور کرتا ہے اور نئی نسل کے لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے مشعل راہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ ملاحظہ ہو اس افسانے کا یہ اقتباس جو ذلفاں بی بی کی کامیابی کے بارے میں رقم کیا گیا ہے:

> ''ذلفاں بی بی اُس دن بہت خوش ہوئی تھی جس دن اس نے کے اے ایس کا پہلا امتحان پاس کیا تھا اور بعد میں جب اس نے دوسرا امتحان بھی پاس کرلیا تو اس کی نگاہیں بے ساختہ طور پر خدا کا شکر بجالانے کے لئے آسمان کی جانب اٹھ گئی تھیں۔ اب بحیثیت رہبر تعلیم اس کے پانچ سال پورے ہونے میں کل دو ماہ باقی رہ گئے تھے۔ انہی دو مہینوں کے دوران اس نے کے اے ایس کا انٹرویو بھی دے دیا۔ دو مہینے کے بعد جب اخبار میں اس نے کے اے ایس کے کامیاب امیدواروں کی لسٹ میں اپنا نام پڑھا تو وہ مبہوت ہو کر رہ گئی۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ وہ واقعی کے اے ایس کر چکی ہے۔ اس کے والدین، بھائی بہنیں، اس کے خاندان والے اور اس کی سہیلیوں نے اس کی کامیابی پر بہت زیادہ خوشی منائی تھی۔'' (مشتاق احمد وانی۔ ''اندر کی باتیں'' (افسانوی مجموعہ) افسانہ ''پانچ سال کا بن باس'' صفحہ۔۱۶۴)

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

افسانہ ''میٹھا زہر'' میں مشتاق احمد وانی نے ایک طوائف کا کردار پیش کر کے سماج کے بدھے چہرے سے نقاب اٹھایا ہے اور اچھی طرح سے یہ دکھانے کی کوشش کی ہے کہ کس طرح سماج کے مردہ ضمیر لوگ ایک عام لڑکی کو طوائف بننے پر مجبور کرتے ہیں۔ اس افسانے میں سنگیتا نام کی لڑکی کا کردار جاندار اور متحرک نظر آتا ہے جو بُرائی کے اس بازار میں آئی نہیں بلکہ لائی گئی ہے۔ افسانے کا مرکزی کردار رامیشور، سنگیتا سے بہت سے سوالات کرتا ہے جن کے جوابات سنگیتا دے کر اپنی پوری کہانی سُناتی ہے۔ سنگیتا رامیشور سے یہ کہتی ہے:

> ''رامیشور بابو! یہ میرے نفس کا مسئلہ ہے۔ مجھے اب عزت نہیں چاہیئے۔ میری عزت تو ہمیشہ کے لئے اُسی دن خاک میں مل چکی ہے جب مجبوراً اس بازار میں داخل ہوئی تھی۔ کوئی بھی لڑکی طوائف بننا نہیں چاہتی لیکن سماج کے مردہ ضمیر لوگ اُسے طوائف بننے پر مجبور کرتے ہیں۔'' (مشتاق احمد وانی۔ ''میٹھا زہر'' (افسانوی مجموعہ) افسانہ ''میٹھا زہر'' صفحہ۔ ۱۷۷)

افسانہ ''مکّار'' میں جان بی بی کا کردار مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ وہ اس افسانے کا ایک جاندار اور متحرک کردار ہے۔ جو وقت کے ساتھ سمجھوتہ کرتی ہے نہ کہ اپنی ہمت اور حوصلے کو کم ہونے دیتی ہے۔ جان بی بی جو کہ مراد حسین سے محبت کرتی ہے اور اُسی سے اس کی شادی بھی طے ہو جاتی ہے۔ لیکن مراد حسین شادی سے پہلے ہی جان بی بی کے ساتھ انسانیت سوز حرکت کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ جس کی جان بی بی کو ذرا بھر بھی اُمید نہ تھی۔ لیکن جان بی بی اُس وقت ہمت اور حوصلے سے کام لے کر مراد حسین کو ایسا نہیں کرنے دیتی۔ اور ایک فرمانبردار، باحیا، شریف، باہمت اور حوصلہ مند کردار کے طور پر خود کو ثابت کرتی ہے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ جب مراد حسین کی دوسری لڑکی سے شادی کرنے کی خبر جان بی بی کے گھر ایک خط کے ذریعے پہنچتی

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

ہے تو وہ روتی اور پچھتاتی نہیں بلکہ اس کے برعکس اپنی ماں کو ہمت اور حوصلے سے لیس ہو کر دلاسہ دیتی ہے۔ ملاحظہ ہو اس افسانے کا یہ اقتباس:

''اماں.....آپ پچھتاتی کیوں ہیں.....جو لوگ اس دُنیا میں مکّار قسم کے ہوتے ہیں، وہ ایسے ہی ہوتے ہیں....اُن کا کوئی دین دھرم نہیں ہوتا۔ وہ جو کہتے ہیں سو کرتے نہیں۔'' (مشتاق احمد وانی۔ ''ہزاروں غم'' (افسانوی مجموعہ) افسانہ ''مکّار'' صفحہ۔۵۰)

مشتاق احمد وانی نے اپنے افسانوں میں کرداروں کے ذریعے ہی جنس پرستوں، واسنا میں ڈوبے ہوئے بھوکے بھیڑیوں، نام نہاد سادھوؤں، سنتوں، مذہبی رہنماؤں، جعل سازوں، مفاد پرستوں، سفید پوش سیاہ کاروں کو بے نقاب کیا ہے۔ اس سلسلے میں اُن کے بہت سارے افسانے پیش کئے جاسکتے ہیں جن کے کردار اس جُرم میں مبتلا نظر آتے ہیں۔ ''چھپا سانپ''۔ ''مجبوری''۔ ''مکّار''۔ ''میٹھا زہر'' وغیرہ مشتاق احمد وانی کے ایسے افسانے ہیں جن میں جنس پرست کردار صاف نظر آتے ہیں۔

افسانہ ''چھپا سانپ'' کے مرکزی کردار پنڈت رتن ناتھ شاستری کی وضع قطع کے سبب لوگ انہیں بھگوان کا دوسرا روپ سمجھتے تھے۔ اور بھگوان کی طرح ہی پوجے جاتے تھے۔ لیکن جب اپنے گھر کی چار دیواری میں ان کے اندر کا حیوان جاگتا ہے تو وہ جنسی ہوس کی آگ میں تپ کر اتنا اندھا ہو جاتا ہے کہ اپنے ہی بیٹے کی بیوی میناکشی کے ساتھ زنا بالجبر کر بیٹھتا ہے۔ مشتاق احمد وانی پنڈت رتن شاستری کا تعارف کچھ اس طرح سے کراتے ہیں کہ اس کی پوری تصویر ہماری آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے۔ ملاحظہ ہو اس افسانے کا یہ اقتباس:

''پنڈت رتن شاستری کی وضع قطع اور رفتار و گفتار ہی کچھ ایسی تھی کہ اپنے اور پرائے انہیں بھگوان کا روپ سمجھتے تھے۔ انہیں نہ صرف گیتا اور رامائن کا گیان تھا بلکہ چاروں وید بھی پڑھ ڈالے

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

تھے۔ کاشی میں دھارمک تعلیم حاصل کی تھی۔ شاستری بھی تھے
کئی منتر اور بھجن انہیں زبانی یاد تھے۔ جنم مرن کے موقع پر لوگ
انہیں بڑے ادب واحترام کے ساتھ بلاتے۔ سفید رنگ کی
دھوتی اور کرتہ ان کی خاص پسند تھی۔ ماتھے پہ چندن کا تلک
لگائے بغیر نہ رہتے۔ سر منڈواتے لیکن بودی بڑھانے کے
شوقین تھے۔ پیروں میں چمڑے کا بوٹ یا چپل پہننا مہا پاپ
سمجھتے، اس لئے کھڑاؤں پہنتے تھے۔'' (ڈاکٹر مشتاق احمد وانی۔
''اندر کی باتیں'' (افسانوی مجموعہ) افسانہ ''چھپا سانپ'' صفحہ۔۱۶۸)

افسانہ ''مجبوری'' میں مشتاق احمد نے دو کرداروں ماسٹر سوہن لال اور کیول کرشن کی جنس پرستی کو بے نقاب کیا ہے۔ یہ دونوں چالاکی سے ایک معصوم سولہ برس کی لڑکی چندرا کی معصومیت کا فائدہ اُٹھا کر اس سے اپنی جنسی ہوس پوری کرتے رہتے ہیں۔ اور وہ بیچاری بھی لاچار و مجبور ہو کر ان دونوں سے ایسا رشتہ رکھنے پر آمادہ ہو جاتی ہے۔ کیونکہ ماسٹر سوہن لال نے اس کی شادی بڑی چالاکی سے اپنے پچاس سالہ بوڑھے سالے پھول چند سے کرائی تھی۔ جس میں مردانہ پن کی کوئی طاقت نہیں ہوتی ہے۔ جس کا فائدہ یہ دونوں اُٹھاتے رہتے ہیں۔ مشتاق احمد وانی نے بہت اچھی طرح سے ماسٹر سوہن لال اور کیول کرشن کے کرداروں کے ذریعے سماج میں پنپ رہی ایسی بہت سی بیماریوں کی طرف ہماری توجہ مبذول کرانے کی کوشش کی ہے کہ کس طرح سماج کے ایسے ہی بھوکے بھیڑیے اور جنس پرست غریبوں کا استحصال کرتے رہتے ہیں۔ پہلے مشتاق احمد وانی نے ماسٹر سوہن لال کے کردار کو چندرا کی معصومیت کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے دکھایا ہے اور اس کے بعد ایک لائن مین کیول کرشن کے کردار کو بہت خوبصورتی سے چندرا کا جنسی فائدہ اُٹھاتے ہوئے دکھایا ہے۔ ملاحظہ ہو اس افسانے کا یہ اقتباس جس میں چندرا اور کیول کرشن کی

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

جنسیت کو پیش کیا گیا ہے:

''چندرا نے خود دیر سے کھانا کھایا اور کیول کرشن کے انتظار میں بیٹھی رہی۔ کیول کرشن ساڑھے دس بجے کے قریب آ گیا ، چندرا نے اسے آنکھوں اور ہاتھوں کے اشاروں سے ایک کمرے میں بلا لیا۔ اس نے کمرہ بھی بڑے خوبصورت انداز میں سجا رکھا تھا کمرے میں بھینی بھینی خوشبو مہک رہی تھی جیسے آج ہی اس کی سہاگ رات ہو۔ اس نے کیول کرشن کو پہلے کا جو بادام کھلائے اور پھر بجلی کا بلب آف کر دیا۔

چندرا نے محسوس کیا کہ اسے آج پہلی بار زندگی میں روحانی وجسمانی تسکین حاصل ہوئی ہے۔'' (مشتاق احمد وانی۔ ''میٹھا زہر'' (افسانوی مجموعہ) افسانہ ''مجبوری'' صفحہ۔۹۱)

''مکار'' افسانے میں مشتاق احمد وانی نے مراد حسین جیسے جنس پرست کو بہت خوبصورتی سے بے نقاب کیا ہے جو جان بی بی نام کی ایک لڑکی سے محبت تو کرتا ہے لیکن وہ اُسے ہی اپنی جنسی ہوس کا شکار بنانا چاہتا ہے۔ لیکن جان بی بی اسے ایسا کچھ نہیں کرنے دیتی ہے۔ حالانکہ ان دونوں کی منگنی بھی ہو چکی ہوتی ہے اور صرف شادی کرنا باقی ہوتی ہے۔ لیکن مراد حسین شادی کے دن کا انتظار نہ کرتے ہوئے اپنی بُری نیت کے ساتھ ایک دن جان بی بی کے گھر میں اس لئے جاتا ہے کہ وہ اس کے ساتھ اپنی جنسی ہوس پوری کر سکے۔ لیکن جان بی بی مراد حسین کو کوئی ایسا کام نہیں کرنے دیتی ہے جس سے اس کی عزت وعصمت پہ کوئی آنچ آ سکے۔ مشتاق احمد وانی نے اس افسانے میں بہت ہی خوبصورتی کے ساتھ مراد حسین کی جنسی ہوس کو اس طرح سے پیش کیا ہے:

''مراد حسین آہستہ سے چارپائی پر بیٹھ گیا۔ اس کے انگ انگ

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

پر شہوانی جذبہ غالب آچکا تھا۔ وہ آپے سے باہر ہو رہا تھا۔ اُس نے جان بی بی کو اپنی بانہوں میں بھینچنا چاہا۔ لیکن جان بی بی نے اسے اپنا آپ چھونے نہ دیا۔ اس نے جان بی بی کے آگے اپنا ناپاک ارادہ بیان کیا۔ اور اس کی تکمیل چاہی تو جان بی بی نے اُسے یہ بات کہی۔ شادی کے بعد تمہیں کوئی بھی نہیں روک سکتا۔'' (مشتاق احمد وانی۔ ''ہزاروں غم'' (افسانوی مجموعہ) افسانہ ''مکار'' صفحہ۔۴۷)

افسانہ ''میٹھا زہر'' میں مشتاق احمد وانی نے مرکزی کردار رامیشور کی جنسیت کو بے نقاب کیا ہوا ہے جو اپنی جنسی ہوس کی تکمیل کے لئے کلکتہ کے ایک بازار سونا گاچھی میں اپنے دوست بلبیر کی مدد سے جاتا ہے اور وہاں پر مختلف خوبصورت عورتوں کے پاس جا کر اپنی جنسی ہوس پوری کرتا ہے۔ رامیشور کی جنسیت کو مشتاق احمد وانی نے بہت خوبصورتی سے پیش کیا ہے جب وہ سونا گاچھی کے اُس بازار میں سنگیتا نام کی ایک طوائف سے اپنی جنسی ہوس کو پورا کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ ملاحظہ ہو اس افسانے کا یہ اقتباس:

''سنگیتا نے اُس سے پوچھا:

''اب کیا سوچ رہے ہو رامیشور بابو؟''

''سوچ کچھ بھی نہیں رہا ہوں۔ بس تمہاری حسین صورت پر نظر ہے اور تمہارے حکم کا انتظار۔ سچ سنو تو میرے دل کی بے قراری اپنے نقطۂ عروج کو پہنچ چکی ہے۔ لہٰذا میں مزید انتظار نہیں کر سکتا۔''

سنگیتا اُٹھی اور اس نے بجلی کا بلب آف کر دیا۔ کمرے میں اب مکمل اندھیرا تھا۔ کچھ وقت کے بعد بجلی کا بلب آن کر دیا گیا۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

رامیشور نے اپنی عریانیت چھپانے کے لئے اپنے لباس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔'' (مشتاق احمد وانی۔ ''میٹھا زہر'' (افسانوی مجموعہ) افسانہ ''میٹھا زہر'' صفحہ۔۱۷۸)

ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کے افسانوں میں اگر دیکھا جائے تو انہوں نے اپنے بیشتر افسانوں میں خود کی ذات کو بھی کردار کے قالب میں پیش کیا ہوا ہے۔ اُن کے افسانوں کے بیشتر مرکزی کرداروں میں ان کی اپنی ہی شخصیت جلوہ گر ہوتی ہوئی نظر آتی ہے۔ بظاہر رمز و کنایہ سے کام لینے کے بجائے خود کلامی کے انداز میں انہوں نے اپنے آپ کو کردار کے قالب میں ڈھالنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ ان کے افسانوں میں ''اجنبی دو دل اجنبی''۔ ''بھولی بھولی سی صورت''۔ ''گردش''۔ ''ہزاروں غم''۔ ''افراتفری میں کھڑا آدمی''۔ ''اندر کی باتیں'' وغیرہ ایسے افسانے ہیں جن میں مشتاق احمد وانی نے اپنی ذات کو ہی ان افسانوں کے مرکزی کرداروں کے روپ میں پیش کیا ہوا ہے۔

افسانہ ''اجنبی دو دل اجنبی'' میں صرف دو ہی کرداروں شہباز اور فرزانہ کے ذریعے سے پوری کہانی کو بیان کیا گیا ہے۔ شہباز مرکزی کردار کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کردار میں خود افسانہ نگار مشتاق احمد وانی کی شخصیت پوری طرح سے نظر آتی ہے۔ شہباز جو کہ ڈاکٹر ہوتا ہے اور اپنے آبائی گاؤں سے ہجرت بھی کیا ہوا ہے، ٹھیک اسی طرح سے افسانہ نگار بھی ڈاکٹریٹ کی ڈگری یافتہ ہے اور اپنے آبائی گاؤں سے ہجرت بھی کیا ہوا ہے۔ افسانے کے ایک اقتباس کے مطالعہ سے اچھی طرح سے یہ پتا چلتا ہے کہ شہباز کوئی اور نہیں خود مشتاق احمد وانی ہے۔ ملاحظہ ہو اس افسانے کا یہ اقتباس:

''میں نے بہت کٹھن حالات کا سامنا کر کے پڑھا ہے۔ لیکن اپنے والدین کو کبھی بھی پڑھائی کے معاملے میں پریشان ہونے کا موقع نہیں دیا۔ آج اگر چہ میں اپنے والدین اور دو

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

چھوٹے بھائیوں اور ایک بہن کے ہمراہ اودھم پور میں قیام پذیر ہوں اور پورا شہر مجھے ڈاکٹر شہباز کے نام سے جانتا ہے۔''
(مشتاق احمد وانی۔ ''ہزاروں غم'' (افسانوی مجموعہ) افسانہ ''اجنبی دو دل اجنبی'' صفحہ۔۲۲)

افسانہ ''بھولی بھولی سی صورت'' میں دو محبت کرنے والوں کی ناکام محبت کی کہانی کو بیان کیا گیا ہے۔ افسانے کا راوی جو کہ پوری کہانی بیان کرتا ہوا نظر آتا ہے، وہ مریم نام کی ایک امیر فوجی آفیسر کی بیٹی سے دل ہی دل میں محبت کرتا رہتا ہے۔ جب کہ مریم اسے کھلے دل سے چاہتی ہے۔ مریم بعد میں افسانے کے راوی کے سامنے اپنی محبت کا اظہار بھی کرتی ہے۔ لیکن راوی خود کو مریم کے قابل نہ سمجھتے ہوئے اُس کی محبت کا نہایت ہی سرد مہری سے جواب دیتا ہے۔ اس افسانے کا راوی جو کہ مرکزی کردار کی حیثیت رکھتا ہے کوئی اور نہیں بلکہ خود افسانہ نگار مشتاق احمد وانی ہوتا ہے۔ ملاحظہ ہو اس افسانے کا یہ اقتباس جس میں ہمیں مشتاق احمد وانی کی شخصیت صاف نظر آتی ہے:

''مجھے اس بات کا شدید احساس تھا کہ میں غریب والدین کا چشم و چراغ ہوں۔ دور دراز گاؤں سے محض اس لیے اس کالج میں آیا تھا کہ پڑھ لکھ کر علم حاصل کروں اور اپنے والدین اور گاؤں کا نام روشن کروں۔ اس لیے مجھے ہر وقت یہی فکر رہتی تھی کہ مجھ سے کوئی ایسی .....نازیبا حرکت نہ ہو جائے جس سے میرے والدین اور گاؤں کی عزت پر حرف آئے۔'' (ڈاکٹر مشتاق احمد وانی۔ ''ہزاروں غم'' (افسانوی مجموعہ) افسانہ ''بھولی بھولی سی صورت'' صفحہ۔۵۳)

''ہزاروں غم'' مشتاق احمد وانی کا ایک نمائندہ اور منفرد افسانہ ہے۔ اس

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

افسانے کا مرکزی کردار بھی افسانے کا راوی ہی ہوتا ہے، جو زندگی کے ہزار غموں سے آشنا ہے۔ اس افسانے کا راوی بھی کوئی اور نہیں بلکہ خود افسانہ نگار مشتاق احمد وانی ہے، جو اپنے ذاتی تجربات کو راوی کے روپ میں ہمارے سامنے نہایت خوبصورتی سے پیش کرتے ہیں۔ ان کا ماننا ہے کہ زندگی غموں کا ایک سمندر ہے۔ ''ہزاروں غم'' افسانے میں مشتاق احمد وانی کی پوری شخصیت صاف نظر آتی ہے۔ ملاحظہ ہو اس افسانے کا یہ اقتباس جس میں مشتاق احمد وانی صاف طور پر گویا یہ سب کچھ اپنے بارے میں ہی فرما رہے ہیں:

> ''اردو شعر و ادب سے فطری لگاؤ کی بنا پر میں نے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی ہے اور اُردو کی سینکڑوں کتب و رسائل میرے کمرے میں موجود ہیں جن میں ناول، افسانوی مجموعے، ڈرامے، تحقیقی و تنقیدی کتب ہی نہیں بلکہ مقدّس کتب، قرآنِ حکیم، سیرت النّبی، گیتا، بائبل، گرو گرنتھ صاحب، تاریخِ اسلام اور چار وید بھی شامل ہیں۔ میں نے اپنی تحقیق کے دوران مذکورہ کتب علی گڑھ، دہلی، بمبئی اور لکھنؤ کے کتب فروشوں سے ایک زرِ کثیر صرف کرنے کے بعد حاصل کی ہیں۔ لیکن مجھے انتہائی دُکھ ہے کہ میں نے ابھی تک قرآنِ حکیم، سیرت النّبی، تاریخِ اسلام، گیتا، بائبل، گرو گرنتھ صاحب اور چار ویدوں کا مطالعہ نہیں کیا ہے اور ادبی کتب میں سے بھی بہت سی کتب ایسی ہیں جنہیں پڑھنے کی مجھے ابھی تک فرصت نہیں ملی ہے۔ میرے دل میں اُس وقت آگ سی لگ جاتی ہے جب ان کتب پر دیمک کو رقص کرتا ہوا دیکھتا ہوں۔'' (مشتاق احمد وانی۔ ''ہزاروں غم'' (افسانوی مجموعہ) افسانہ ''ہزاروں غم'' صفحہ ۱۸۸ تا ۱۸۹)

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

افسانہ ''اندر کی باتیں'' میں مشتاق احمد وانی کی کردار نگاری کھُل کر سامنے آئی ہے۔ اس افسانے میں تعلیمی مافیا کے گھناؤنے کردار پر بھرپور روشنی ڈالی گئی ہے۔ جس نے اس مقدّس شعبے کو بے ایمانی، رشوت خوری اور اقربا پروری کا اڈہ بنا دیا ہے۔ اس افسانے کے کرداروں میں چتر نجن باسو، کمل کانت، خیالورام، نریش رانا اور باہر سے آئے ہوئے ایکسپرٹس منوج اگروال، کلدیپ سنگھ اور کندن لال شامل ہیں۔ چتر نجن باسو، کمل کانت اور نریش رانا اس افسانے کے اہم، جاندار اور متحرک کردار نظر آتے ہیں۔ کمل کانت اس افسانے کا مرکزی کردار ہے، اور پوری کہانی اسی کے ارد گرد گھومتی ہے۔ وہ ایک یونیورسٹی کے شعبہ تاریخ میں اسسٹنٹ پروفیسر کی اسامی کے لئے فارم بھرتا ہے مگر اُسے وہاں پہ سلیکٹ نہیں کیا جاتا ہے۔ بلکہ اُس کی جگہ خیالورام جیسے رشوت خور اور نااہل اُمیدوار کو منتخب کیا جاتا ہے۔ جو اس پوسٹ کا اصل حقدار نہیں ہوتا ہے اس طرح کمل کانت سے اُس کا حق زبردستی چھینا جاتا ہے۔ اس سب کو کمل کانت برداشت نہ کرتے ہوئے خودکشی کرنے کا ارادہ کرتا ہے البتہ اپنے دوست نریش رانا کی نصیحت سے وہ ایسا کرنے سے باز آجاتا ہے۔

''اندر کی باتیں'' کی کہانی محض افسانہ ہی نہیں ہے بلکہ یہ اصل واقعہ پر مبنی کہانی ہے۔ یہ کہانی کسی اور کی نہیں بلکہ خود اس کے مُصنف ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کی آپ بیتی ہے۔ کہانی کا کردار کمل کانت کوئی اور نہیں خود مشتاق احمد وانی ہے۔ جسے ٹھیک کمل کانت کی طرح ذہانت، قابلیت اور اہلیت کے باوجود ایک یونیورسٹی میں اسسٹنٹ پروفیسر کی اسامی کے لئے سلیکٹ نہیں کیا گیا تھا۔ بلکہ چتر نجن باسو جیسے رشوت خور، بدکار، بے ایمان اور بدمعاش شخص کی سفارش سے خیالورام جیسے نااہل اُمیدوار کی تقرری کردی گئی تھی۔ اس افسانے میں ہمیں جگہ جگہ پر اس کے مرکزی کردار کمل کانت کی شخصیت میں افسانہ نگار کی اپنی شخصیت صاف نظر آتی ہے۔ گویا انہوں نے کمل کانت کے روپ میں خود کو ہی پیش کیا ہے۔ ملاحظہ ہو اس افسانے کا یہ

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

اقتباس جس میں مشتاق احمد وانی کی شخصیت صاف نظر آتی ہے، اور بالکل ایسا لگتا ہے کہ یہ سب کچھ وہ خود اپنے بارے میں دیگر کرداروں سے کہلواتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ سب سے پہلے سلیکشن کمیٹی کے ایک ممبر منوج اگروال گویا خود افسانہ نگار کے بارے میں کہہ رہے ہیں:

> ''باسو صاحب! کمل کانت نے اگر فارم بھرا ہے تو اُس کی سلیکشن کی جانی چاہیے۔ وہ ایک مستحق امیدوار ہے۔ کمل کانت کو ہم تیس برس سے ہسٹری کے اہم اور معیاری رسائل میں پڑھتے آرہے ہیں۔ کمل کانت نے ہندوستان کی جدید تاریخ پر جو کام کیا ہے وہ آج تک کسی سے نہیں ہوسکا ہے۔ لہٰذا یہ میرے ضمیر اور اصول کے خلاف ہے بلکہ ایک بڑا ظلم ہے کہ حق والے کو اُس کا حق نہ دلایا جائے۔'' (مشتاق احمد وانی۔ ''اندر کی باتیں'' (افسانوی مجموعہ) افسانہ ''اندر کی باتیں'' صفحہ۔۲۰۰)

اسی طرح افسانے میں ایک اور جگہ باہر سے آئے ہوئے ایکسپرٹ کلدیپ سنگھ کے لہجے میں مشتاق احمد وانی کمل کانت کی زبانی اپنے بارے میں کہتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں جو اُن کی اپنی علمی بصیرت پر اچھی طرح سے چسپاں ہوتا ہے۔ ملاحظہ ہو یہ اقتباس:

> ''آپ یقین کیجئے کہ کمل کانت کی کتابیں پڑھ کر میں نے بہت کچھ سیکھا ہے۔ تاریخ کے دقیق موضوعات پہ اُس کی تحقیق نے نئی جہات مرتب کی ہیں۔ اُس کی زبان، اس کے موضوعات اور اُس کی علمی بصیرت کا باسو صاحب میں بہت قائل ہوں۔ یہ وہی کمل کانت ہے جس کے تاریخی مضامین نہ صرف ہندوستان میں پڑھے جاتے ہیں بلکہ پاکستان، بنگلہ

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

دیش، کنیڈا، اٹلی، جرمنی، ناروے، ابوظہبی، برطانیہ، یورپ، سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات میں بھی داد و تحسین وصول کرتے ہیں۔'' (مشتاق احمد وانی۔''اندر کی باتیں'' (افسانوی مجموعہ) افسانہ ''اندر کی باتیں'' صفحہ۔۲۰۱)

چترنجن باسو بھی چونکہ ''اندر کی باتیں'' کا ایک اہم اور جاندار و متحرک کردار ہے، اس لئے اُس کے بارے میں بھی کچھ لکھا جائے تو بہتر ہوگا۔ چترنجن باسو شعبہ تاریخ کا صدر ہے۔ شراب اور شباب کو اُس کی زندگی میں اوّلیت حاصل ہے بلکہ رشوت اور کرپشن میں تو وہ بہت ہی آگے ہے۔ افسانے میں اس کردار کا تعارُف نریش رانا کے لہجے میں مشتاق احمد وانی نے کچھ اس طرح سے کرایا ہے کہ اُس کی تصویر ہماری آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے۔ ملاحظہ ہو اس افسانے کا یہ اقتباس:

''چترنجن باسو میری نظر میں بدترین منافق ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ جب وہ ممتحن بن کے کہیں جاتا ہے تو کال گرل بُک کرواتا ہے اور ایسی مدرا کی خواہش میں رہتا ہے جس کے پینے سے آدمی کی آنکھیں دن کو ہی تارے گننے لگتی ہیں اور وجود زمیں پر ڈھیر ہونے لگتا ہے۔ کمل کانت سنو! چترنجن باسو بہت چُتر آدمی ہے وہ اہم سیاسی، ادبی اور سماجی شخصیات کو قابو کرنے کیلئے محفلیں منعقد کرتا ہے۔ پچاس روپے کا گلدستہ اُن کے ہاتھوں میں تھما دیتا ہے، ڈیڑھ سو روپے کا شال اُن کے کندھوں پر ڈال دیتا ہے اور اس منافقانہ انداز سے وہ اُن کے روشن ضمیر کی کلغی دبوچ لیتا ہے پھر وہ اُس کی بداعمالیوں پہ لب کشائی نہیں کر پاتے!..... میں جانتا ہوں چترنجن باسو کو چار چیزیں بہت پیاری ہیں اور ان چیزوں کے حصول کی خاطر وہ

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

اپنی جان کی بھی پرواہ نہیں کرتا۔ وہ چار چیزیں ہیں۔ مدرا، دھن، ناری اور چانڈو۔'' (مشتاق احمد وانی۔ ''اندر کی باتیں'' (افسانوی مجموعہ) افسانہ ''اندر کی باتیں'' صفحہ۔۱۹۷)

مشتاق احمد وانی نے اپنے بیشتر افسانوں میں کرداروں کا حلیہ بھی بیان کیا ہے۔ جس سے اُن کی ہو بہو تصویریں ہماری آنکھوں کے سامنے آجاتی ہیں۔ انہوں نے بہت ہی دلکش انداز سے ان کرداروں کی خوبصورتی کو بھی بیان کیا ہوا ہے۔ اُن کے افسانوں میں ''مجبوری''۔ ''خونی رشتے''۔ ''پنجرے میں مورنی''۔ ''چھپا سانپ'' وغیرہ ایسے افسانے ہیں جن میں انہوں نے اپنے کرداروں کے حلیہ کو نہایت دلکش انداز میں بیان کیا ہے۔

افسانہ ''مجبوری'' میں مشتاق احمد وانی نے چندرا کے کردار کا حلیہ اور اُس کی خوبصورتی کو اس طرح دلکش انداز میں بیان کیا ہے کہ چندرا کی خوبصورتی اور اُس کا حلیہ ٹھیک ہماری آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔ ملاحظہ ہو اس افسانے کا یہ اقتباس:

''مندری کی بیٹی چندرا اپنی ماں سے زیادہ خوبصورت اور ہوشیار تھی۔ چودہ برس کی ہو چکی تھی لیکن قدبُت سے اٹھارہ کی معلوم ہوتی تھی، اس کی لمبی گھنیری زلفیں، جھیل سی آنکھیں، صراحی دار گردن، ستواں ناک، گلاب کی پنکھڑیوں ایسے ہونٹ، موتیوں کی طرح چمکیلے دانت اور گلنار کی طرح دمکتے رخساروں کو دیکھ کر یہ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ چندرا میں غربت کے تھپیڑے سہنے کے باوجود اتنا زیادہ حسن کیوں کر نکھر آیا ہے۔ (مشتاق احمد وانی۔ ''میٹھا زہر'' (افسانوی مجموعہ) افسانہ ''مجبوری'' صفحہ۔۸۰)

افسانہ ''خونی رشتے'' میں ساحرہ کا حلیہ بھی بہت خوبصورتی سے اسی طرح بیان کیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو اس افسانے کا یہ اقتباس:

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

''ساحرہ بہت خوبصورت تھی۔ دراز قد، سرمئی آنکھیں، ریشمی زلفیں، گورے گورے گال، نرم و نازک سا بدن، باتیں کرتی تو جیسے منہ سے پھول جھڑنے لگتے۔ عجیب قسم کی دل کشی اس کے خدوخال میں تھی۔ ماں باپ نے اسے بڑے لاڈ پیار سے پالا تھا۔'' (مشتاق احمد وانی۔ ''ہزاروں غم'' (افسانوی مجموعہ) افسانہ ''خونی رشتے'' صفحہ۔۶۲)

افسانہ ''چھپا سانپ'' میں مشتاق احمد وانی نے مرکزی کردار پنڈت رتن شاستری کا حلیہ اس طرح سے بیان کیا ہے:

''اوپر سے اُچ کوٹی کے پنڈت، سفید دھوتی کا جھول جھال، تلک دھاری، ہاتھ میں کیسری رنگ کی مالا اور ہر وقت پوتھی پتروں کی چھوٹی سی بقچی اٹھائے اس بات کے لئے بھی مشہور تھے کہ وہ جادو ٹونا، گنڈے تعویذ کھلانے اور کھوٹ کرنے والوں کا پتہ لگانے میں بڑے ماہر ہیں اس لئے طرح طرح کے روگی اور سحر زدہ لوگوں کا اُن کے ہاں آنا جانا لگا رہتا تھا۔ (مشتاق احمد وانی۔ ''اندر کی باتیں'' (افسانوی مجموعہ) افسانہ ''چھپا سانپ'' صفحہ۔۱۶۹)

مشتاق احمد وانی کی کردار نگاری کی سب سے اہم خوبی یہ ہے کہ اُن کے افسانوں کے کردار قدم قدم پر بے شمار مشکلات، پریشانیاں، نازک اور جذباتی حالات پیدا کرنے کے باوجود انسانی نفسیات سے متعلق کچھ ایسی باتیں ظاہر کرتے ہیں کہ قاری حیران ہو جاتا ہے۔ انہیں عام آدمیوں کی چھوٹی چھوٹی خواہشوں کی تشنہ لبی کو درد انگیزی کے ساتھ بیان کرنے کا سلیقہ بخوبی آتا ہے۔ وہ اپنے کرداروں کی نفسیات کا گہرائی میں اُتر کر جائزہ لیتے ہیں اور پھر ان کے بارے میں ایسی رائے

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

قائم کرتے ہیں جس سے اُن کے کرداروں کی پوری شخصیت اندر اور باہر سے بالکل ہمارے سامنے نمایاں ہو جاتی ہے۔ انہوں نے زندگی کو بہت قریب سے دیکھا ہے۔ اس لئے وہ اپنے افسانوں میں کرداروں کا بڑی گہرائی سے نفسیاتی مطالعہ کرتے ہیں۔ اس ضمن میں پروفیسر شریف احمد قریشی اپنے مضمون ''ڈاکٹر مشتاق احمد وانی: کامیاب اور منفرد افسانہ نگار'' میں کچھ اس طرح رقمطراز ہیں:

> ''اُنہیں (ڈاکٹر مشتاق احمد وانی) اپنے کرداروں کی جذباتی، نفسیاتی اور مزاجی کیفیات کو تصادم، تکرار اور تضاد کے ذریعہ بامعنی اور بامقصد بنانے کے ساتھ افسانوں میں دل چسپ رنگ بھرنے میں بھی ملکہ حاصل ہے۔'' (''ڈاکٹر مشتاق احمد وانی: کامیاب اور منفرد افسانہ نگار'' از پروفیسر شریف احمد قریشی، مشمولہ ''اندر کی باتیں'' (افسانوی مجموعہ) مشتاق احمد وانی، صفحہ۔۳۶)

مشتاق احمد وانی کے افسانوں کے بیشتر کردار حقیقی معلوم ہوتے ہیں جو زندگی سے مکالمہ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ انہوں نے اپنی کہانیاں چونکہ دہلی اور ممبئی جیسے بڑے تجارتی مراکز سے دور بیٹھ کر ریاست جموں و کشمیر کے پہاڑی علاقوں میں لکھی ہیں۔ دیہات اور قصبوں کی ذرا کم رفتار اور تھمی تھمی سی زندگی، محنت کشوں، مزدوروں اور کسانوں کی لاچاری اور بنیادی سہولیات وضروریات سے ان کی محرومی کے مطابق ہی انہوں نے اپنے افسانوں میں کردار پیش کئے ہیں۔ جس کی وجہ سے وہ زیادہ تیز رفتار اور مغرب زدہ نہیں ہیں۔ مثال کے طور پر ''اجنبی دو دل اجنبی'' کا شہباز اور فرزانہ، ''مکّار'' کا مراد حسین اور جان بی بی، ''تنہاہ پرندہ'' کا سکھ رام، ''دوہری مار'' کا فیضان، ''افراتفری میں کھڑا آدمی'' کا نظر محمد، ''پانچ سال کا بن باس'' کی ذلفاں بی بی، ''آنکھوں کی عصمت دری'' کا میگھ ناتھ وغیرہ جیسے کردار اس ضمن میں پیش کئے جا سکتے ہیں۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

مشتاق احمد وانی کے تخلیق کئے ہوئے کرداروں کا خاصہ یہ رہا ہے کہ اُن کے کرداروں کو اپنی خوبیوں اور خامیوں کا احساس ہوتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنی تکمیل بھی چاہتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اسی طرح سماج میں پھیلی ہوئی بُرائیوں کو جب مشتاق احمد وانی اپنے کرداروں کے ذریعے پیش کرتے ہیں تو بے پناہ غصہ اُن میں پایا جاتا ہے جسے وہ دباتے نہیں بلکہ اپنے کرداروں کے ذریعے سے ہی لفظوں میں انڈیل دیتے ہیں۔ اس ضمن میں ان کے افسانوں میں سے ''افراتفری میں کھڑا آدمی'' کا نظر محمد، ''دل ودماغ میں گھومتی کیل'' کا دلدار صاحب، ''میں سوچتا ہوں'' کا امر لعل بھنگی، ''جنم بھومی کے آنسو'' کا نادر چچا، ''آنکھوں کی عصمت دری'' کا پنڈت میگھ ناتھ، ''بیٹی'' کا مدن ورما وغیرہ نمایاں اور اہم نظر آتے ہیں۔

مختصر یہ کہ ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کے افسانوں میں کردار نگاری کا مفصّل جائزہ لینے کے بعد یہ کہا جاسکتا ہے کہ انہوں نے اپنے افسانوں میں کردار نگاری کی جانب خصوصی توجہ دی ہے، جس کی وجہ سے انہیں کرداروں کے انتخاب اور اُن کی نفسیات اور پھر ان کے استعمال پر خاصا عبور حاصل ہوا ہے۔ افسانوں میں کردار نگاری کی اس مہارت سے مشتاق احمد وانی کے فن اور کرداروں میں جان سی پیدا ہوجاتی ہے۔ وہ اپنے افسانوں میں کردار وں کی خوبیاں اور خامیاں دونوں اُبھارنے کی ہر دم کوشش کرتے رہتے ہیں تاکہ کردار نکھر کر قاری کے سامنے آجائے۔ مشتاق احمد وانی کے افسانوں میں جہاں ایک طرف کمل کانت، ذلفاں بی بی، سکھ رام، دلدار صاحب، نظر محمد، مدن ورما، وغیرہ جیسے مثبت کردار دیکھنے کو ملتے ہیں تو وہیں دوسری طرف پنڈت رتن شاستری، ماسٹر سوہن لال، منوّر، چتر نجن باسو وغیرہ جیسے منفی کردار بھی ملتے ہیں۔ مشتاق احمد وانی کرداروں کو مستعار کرنے کی لغزش نہیں کرتے ہیں۔ بلکہ عام طور پر ان کے کردار حرکی اور ارتقاء پذیر ہوتے ہیں جو واقعات کے ساتھ خود کو ڈھالتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ان کے کردار اسی

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

ماحول میں سانس لیتے ہیں، جس میں ہم اور آپ جی رہے ہیں اور پوری طرح سے ریاست جموں وکشمیر کی نمائندگی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ڈاکٹر پرویز شہریار مشتاق احمد وانی کے افسانوں میں کردار نگاری کے بارے میں اپنے مضمون ''مشتاق احمد وانی کے افسانے تہذیبی بحران پر تازیانے'' میں رقمطراز ہیں:

''اُن (ڈاکٹر مشتاق احمد وانی) کے اکثر و بیشتر افسانوں میں کردار بہت جاندار اور دلچسپ ہوتے ہیں۔ ان میں سے زیادہ تر کرداروں کا تعلق وادیٔ کشمیر سے ہی دیکھنے کو ملتا ہے۔ ان کی جزئیات نگاری میں وہ بہت انہماک سے کام لیتے ہیں۔ جس سے کردار کو اس کے ماحول سے جوڑ کے دیکھنے اور سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ مشتاق احمد وانی کے اسلوب اور زبان و بیان سے کشمیریت بخوبی مترشح ہوتی ہے۔ مکالمات کی ادائیگی سے کرداروں کی سماجی حیثیت (Status) کا بھی پتا لگتا جاتا ہے۔'' (''مشتاق احمد وانی کے افسانے تہذیبی بحران پر تازیانے'' از ڈاکٹر پرویز شہریار، مشمولہ ''اندر کی باتیں'' (افسانوی مجموعہ) مشتاق احمد وانی، صفحہ۔ ۹۳ تا ۹۴)

☆☆☆

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

اسلوب نگاری

اسلوب یا طرزِ نگارش کا مسئلہ ایسا نہیں ہے کہ جس پر کوئی فیصلہ کُن اور دوٹوک بات کہی جاسکے بلکہ آسان لفظوں میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ یہ افکار و خیالات کے اظہار و ابلاغ کا ایسا پیرایہ ہے جو دل نشین بھی ہو اور منفرد بھی، اسی کو انگریزی میں (Style) کہتے ہیں اردو میں اس کے لئے ''طرز'' یا ''اسلوب'' کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ اسلوب مصنف کی شخصیت کا دوسرا نام ہے اور یہ مصنف کی شخصی شناخت کا ذریعہ بھی بن جاتا ہے جس کو افسانے سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔ اسلوب کسی بھی لکھنے والے کا طرزِ بیان ہوتا ہے جس کی بنیاد پر اُسے دوسرے لکھنے والوں پر ترجیح دی جاتی ہے۔ اسلوب اظہار ذات میں ترتیب کو بامعنی بنا دیتا ہے۔ اسلوب مصنف کی محنت سے اُس کی ذات کا حسن، اس کی مخصوص لفظیات، مضمون کا مخصوص طرز، اس کے طور طریقے، منفرد طرز کے فقرے، اس کے موضوع کے ساتھ وابستگی اور پھر مسلسل اس کا استعمال آہستہ آہستہ ایک طرز کو جنم دیتا ہے اور یہی طرز اسلوب بن کر اس کی شخصیت کے ظہور کا سبب بن جاتا ہے۔

مختلف زمانوں میں اسلوب کی جو تعریف کی گئی ہے اس سلسلے میں سب سے زیادہ مشہور قول ڈاکٹر بوفان (Dr.Buffan) کا ہے جو اُس نے ۱۷۵۰ء میں فرنچ اکاڈمی کے افتتاحی جلسے کو خطاب کرتے ہوئے کہا تھا۔ اُن کا وہ مشہور قول یہ ہے:

"Style is the man himself."

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

''یعنی اسلوب خود انسان ہے۔'' (ڈاکٹر فوزیہ اسلم۔ ''اردو افسانے میں اسلوب اور تکنیک کے تجربات'' صفحہ۔۲۷)

متذکرہ بالا قول کی بنیاد پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ مصنف کی پوری شخصیت اپنے تمام نشیب و فراز اور رنگ و آہنگ کے ساتھ الفاظ میں ہی منتقل ہو جاتی ہے۔ اسلوب زبان و بیان کی اُن خصوصیات کا بھی نام ہے جن کی وجہ سے ایک افسانہ نہایت ہی جاندار اور کامیاب بن جاتا ہے۔ عام طور پر اس کے بارے میں یہی کہا گیا ہے کہ اسلوب سادہ اور دلکش ہونا چاہیے۔ چونکہ اس ضمن میں ڈاکٹر سنبل نگار لکھتی ہیں:

''افسانے کا اسلوب موضوع کے مطابق ہونا چاہیے۔ کہا جاتا ہے کہ افسانے کی زبان کو سادہ و رواں ہونا چاہیے۔ مگر سادگی کے ساتھ دلکشی بھی ضروری ہے۔ لیکن بعض افسانہ نگار ایسی زبان لکھتے ہیں کہ قارئین یا سامعین ایک ایک فقرے پر اس طرح داد دیں جیسے مشاعرے میں شعر پر دی جاتی ہے۔ یہ رویّہ بہر حال غلط ہے۔'' (ڈاکٹر سنبل نگار۔ ''اردو نثر کا تنقیدی مطالعہ'' صفحہ۔۱۴۹)

اردو افسانہ نگاری کی صنف میں جس افسانہ نگار کا اسلوب سادہ، سلیس اور صاف رہا ہے وہی افسانہ نگار کامیابی کی حدیں پار کر گیا۔ مشتاق احمد وانی کی افسانہ نگاری میں اب جہاں تک اسلوب کی بات کی جائے تو وہ اس حقیقت سے اچھی طرح باخبر دکھائی دیتے ہیں کہ اسلوب سادہ، سلیس اور عام فہم ہی ہونا چاہیے۔ وہ چونکہ بہت اچھی طرح سے یہ جانتے ہیں کہ ہمارے سماج میں بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جو زیادہ پڑھے لکھے نہیں ہیں اس لئے انہوں نے اپنے افسانوں میں جو زبان استعمال کی ہے وہ مشکل اور دقیق الفاظ سے بالکل پاک ہے۔ اس کے بجائے سادہ، سلیس، صاف اور روزمرہ زندگی میں استعمال ہونے والے الفاظ ہی کا وہ بہت

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

خوبصورتی کے ساتھ استعمال کرتے ہیں۔ اگر دیکھا جائے تو یہ ایک کامیاب افسانہ نگار کے لئے اچھا بھی ہے کہ وہ آسان اسلوب کو ہی اپنے افسانوں کا حصہ بنالے تاکہ اُس کا پورا افسانہ قاری کی سمجھ میں آسانی سے آسکے۔ ڈاکٹر مشتاق احمد وانی چونکہ خود ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ افسانہ نگار ہیں اس لئے وہ بہت اچھی طرح سے یہ جانتے ہیں کہ ادبی دنیا میں کون سا اسلوب استعمال کرنا چاہیے۔ اس سلسلے میں وہ خود اپنے ایک مضمون ''خالد حسین کی کہانیوں کے موضوعات اور زبان و بیان کا برتاؤ'' میں کچھ اس طرح سے رقمطراز ہیں:

''میں (مشتاق احمد وانی) ادبی دنیا میں صاف، شستہ، سیدھی سادی اور خالص ادبی زبان کے علاوہ عمدہ اُسلوبِ بیان کو خصوصی اہمیت دیتا ہوں کیونکہ ایک قلم کار کے لیے زبان وبیان پہ عبور حاصل ہونا نہایت ضروری ہے۔ اسی صورت میں وہ اپنے قارئین کو مسرور و مسحور کرسکتا ہے۔ زبان وبیان کی باریکیوں کو سمجھنے کے لیے ایک عمر درکار ہوتی ہے۔ یہ تبھی ممکن ہے جب دل میں ادبی ذوق وشوق موجزن ہو اور اُس کی تکمیل کے لیے کثیر مطالعے، وسیع مشاہدے اور تفکر وتدبر سے کام لیا جائے۔ درحقیقت ادب کے میدان میں زبان و بیان ہی ایک ایسا پیمانہ ہے جو کسی ادب پارے کو معیاری اور غیر معیاری بناتا ہے۔ کسی خیال، واقعے، جذبے یا واردات کو عمدہ زبان و بیان کے ساتھ پیش کرنا معمولی بات نہیں۔''

(خالد حسین کی کہانیوں کے موضوعات اور زبان وبیان کا برتاؤ'' از ڈاکٹر مشتاق احمد وانی، مشمولہ ''لمحے لمحے'' (خالد حسین نمبر) سلور جبلی نمبر، نومبر ۲۰۱۳ء، مدیر، حسیب سوز، صفحہ۔ ۷۳)

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

مشتاق احمد وانی کے ابتدائی افسانوں پر اگر نظر ڈالی جائے تو یہ پتا چلتا ہے کہ ان کے اکثر افسانے ایسے ہیں جو زندگی سے جڑے ہوئے چھوٹے چھوٹے مسائل کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہیں۔ ان کا آغاز بڑے عام فہم اور سہل انداز میں ہوتا ہے اور واقعات کا تسلسل قاری کو اپنے ساتھ چلنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ان کے ابتدائی افسانوں میں مکالمے کہیں کہیں کافی طوالت کا رنگ بھی پکڑے ہوئے ہیں جن کی جانب انہوں نے بعد کے افسانوں میں خاص طور پر توجہ دی اور یہ کمی بھی کسی حد تک دُور ہوگئی۔ البتہ ڈاکٹر مشتاق احمد وانی نے اپنے افسانوں میں جو اسلوب اختیار کیا ہوا ہے وہ نہایت ہی شگفتہ و شیریں ہے۔ ان کے افسانوں کی زبان عام فہم، سادہ، سلیس، رواں اور نہایت شستہ ہے۔ ثقیل اور مشکل الفاظ کا استعمال کرنے اور استعاروں و کنایوں کو برتنے کے بجائے انہوں نے روزمرہ اور بول چال کے رائج انداز کو ہی اپنے اسلوب میں اپنایا ہے۔ مقامی الفاظ کا استعمال بھی کہیں کہیں بڑی عمدگی کے ساتھ کرتے ہیں۔ پروفیسر شریف احمد قریشی ان کے اسلوب کے بارے میں اپنے ایک مضمون ''ڈاکٹر مشتاق احمد وانی: کامیاب اور منفرد افسانہ نگار'' میں ایک جگہ رقمطراز ہیں:

> ''ڈاکٹر مشتاق احمد وانی معاشرتی، نفسیاتی اور اخلاقی مسائل اور عصری حالات و واقعات کو پہلے مختلف زاویوں سے دیکھتے اور پرکھتے ہیں پھر اُس کا پلاٹ تیّار کر کے افسانے کے فارم میں ڈھال دیتے ہیں۔ اُن کی کہانیاں تہہ دار ہوتے ہوئے بھی پیچیدہ اور گنجلک نہیں ہیں۔ اُن کا لب و لہجہ سلیس اور شستہ ہے۔ طرزِ بیان میں ادبیت اور شگفتہ اسلوب کے سبب اُن کی باتیں نہ صرف دل و دماغ میں ثبت ہو جاتی ہیں بلکہ روح کی گہرائیوں میں بھی اُتر جاتی ہیں۔ کہانی، پلاٹ، کردار، منظر

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

نگاری، مکالموں کی چستی و برجستگی اور واقعات کی ترتیب کے اعتبار سے اُن کی کہانیاں منفرد نظر آتی ہیں۔'' (ڈاکٹر مشتاق احمد وانی: کامیاب اور منفرد افسانہ نگار۔از پروفیسر شریف احمد قریشی، مشمولہ ''اندر کی باتیں'' (افسانوی مجموعہ) مشتاق احمد، صفحہ۔۳۶)

مشتاق احمد وانی کے اسلوب میں زبان کی سادگی، صفائی، شگفتگی، بے ساختگی، شستگی، شائستگی، تازگی، شیفتگی اور سیل بلا کی سی روانی بڑی لطیف اور فرحت بخش معلوم ہوتی ہے۔ان کا اپنا ایک خاص اسلوب ہے جس پر کسی کی بھی چھاپ نظر نہیں آتی ہے۔مشتاق احمد وانی کے لگ بھگ سارے افسانے ان کے اپنے ہی خاص طرزِ اسلوب کے آئینہ دار ہیں۔وہ قاری کے ذہن تک با آسانی رسائی پانے میں کامیاب نظر آتے ہیں۔پیچیدگی اور مشکل پسندی ان کے افسانوں میں دور دور تک بھی دکھائی نہیں دیتی ہے۔وہ اپنے اسلوب کو دل نشین پیرائے میں پیش کرنے کے ہنر سے واقفیت رکھتے ہیں جس کی وجہ سے ان کا اندازِ بیان قاری کو باندھ کر رکھنے میں ان کی بھرپور مدد کرتا ہے۔ان کی سحر انگیز افسانوی زبان اور پُرکشش اسلوب قاری کو ذہنی حظ فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ معاشرتی، ثقافتی اور جمالیاتی پہلوؤں سے بھی آگہی فراہم کرتا ہے۔جناب رونق جمال صاحب اپنے مضمون ''ڈاکٹر مشتاق احمد وانی حق گو ادیب'' میں ان کے طرزِ اسلوب کے بارے میں یوں لکھتے ہیں:

''آپ (مشتاق احمد وانی) کا اندازِ بیان کافی دلکش و دلچسپ اور فصاحت و بلاغت سے بھرپور ہے جو قاری کو زبان کی بھول بھلیوں میں نہیں بھٹکاتا بلکہ افسانے کے اختتام تک سیدھے سیدھے سفر کرواتا ہے۔'' (''ڈاکٹر مشتاق احمد وانی حق گو ادیب'' از رونق جمال، مشمولہ ''اندر کی باتیں'' (افسانوی مجموعہ) صفحہ۔۴۹)

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

مشتاق احمد وانی کو زبان و بیان پر بھرپور قدرت حاصل ہے۔ انہوں نے اپنے افسانوں میں زبان و بیان کا خاص خیال رکھا ہے۔ وہ اپنے کرداروں کی داخلی اور خارجی کیفیتوں کا اظہار موثر زبان میں کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ یعنی ان کے افسانوں کے کردار جس طبقے سے تعلق رکھتے ہیں ٹھیک اُسی طبقے سے اُن کی زبان بھی مماثلت رکھتی ہے۔ مثلاً اگر کردار متوسط طبقے سے ہیں تو اُن کی زبان بھی اُسی انداز کی ہے اور اگر کردار اعلیٰ طبقے سے تعلق رکھتے ہیں تو اُن کے لئے زبان بھی اعلیٰ استعمال کی گئی ہے۔ یعنی جس معاشرے میں مشتاق احمد اپنے کرداروں کو پیش کرتے ہیں بالکل اُسی معاشرے کی زبان اُن کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر ''مکّار'' افسانے میں مراد حسین اور جان بی بی پہاڑی علاقے سے تعلق رکھتے ہیں اور دونوں دن بھر جنگل میں بھیڑ بکریاں چراتے رہتے ہیں۔ ان دونوں کے درمیان ہو رہی بات چیت کو مشتاق احمد وانی نے بالکل انہی کے ماحول کے مطابق اپنے اسلوب میں پیش کیا ہے۔ ملاحظہ ہو اس افسانے کا یہ اقتباس:

> ''مراد حسین جان بی بی کو کتاب پڑھتے دیکھ کر حیران رہ جاتا۔ اور پھر اس سے پوچھتا۔
>
> ''جانو..... تو بڑی سخت ہے وے۔ تو نے کتاب پڑھنی کہاں سے سیکھ لی۔ تجھے تو تیرے ماں باپ نے کبھی اسکول بھیجا ہی نہیں۔''
>
> وہ آگے سے کہتی..... ''چھوڑ وے مراد! سارے تیری طرح اسکول تھوڑی پڑھتے ہیں۔ میرے بھیا نے مجھے گھر میں ہی قاعدہ پڑھا دیا تھا۔ بس پھر میں خود ہی پڑھتی گئی۔ اب میں بڑی کتاب بھی پڑھ لیتی ہوں۔'' (ڈاکٹر مشتاق احمد وانی۔ ''ہزاروں غم'' (افسانوی مجموعہ) افسانہ ''مکّار'' صفحہ۔۳۴)

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

اسی طرح کی ایک اور مثال ہمیں ان کے افسانے ''شرافت'' میں بھی دیکھنے کو ملتی ہے۔اس افسانے میں چراغ دین اور سگی جو منفی کردار کے طور پر پیش کئے گئے ہیں وہ بالکل اپنے کردار کے مطابق گفتگو کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ملاحظہ ہو اس افسانے کا یہ اقتباس جس میں مشتاق احمد وانی نے چراغ دین اور سگی کے بیچ میں ہو رہی مکالمہ گوئی کو بہت خوبصورتی سے اس طرح پیش کیا ہوا ہے:

''سگی تو نے رحمت علی، نعمت علی اور لیاقت علی پر یہ الزام لگانا ہے کہ انہوں نے تیری عصمت دری کی ہے۔ تاکہ سالے جب تک پولیس کے ہاتھوں زدوکوب نہ ہوں گے۔تب تک ان کی عقل ٹھکانے نہیں آئے گی۔ بڑے بنے ہیں نمازی اور دین داری کے دعویدار۔کوئی کچھ بھی کر گزرے انہیں کیا۔انہوں نے لوگوں کو سمجھانے کا کوئی ٹھیکہ لے رکھا ہے کیا؟''

سگی نے کہا:

''ہاں کاکا یہ تو میرے لئے معمولی کام ہے مجھے بھی تو اس بات کا خوف ستا رہا ہے کہ اگر سبھی گاؤں والے رحمت علی، نعمت علی اور لیاقت علی کی باتوں پر عمل کرنے لگیں تو میرے دروازے پر ایک دن کوئی بھی نہیں آئے گا۔میں مانتی ہوں۔ان لوگوں نے اگرچہ نیکی ہی کی تبلیغ کرنا شروع کردی ہے۔لیکن میری روٹی روزی کا بھی مسئلہ ہے۔'' (مشتاق احمد وانی۔''میٹھا زہر'' (افسانوی مجموعہ) افسانہ ''شرافت'' صفحہ ۱۲۸ تا ۱۲۹)

افسانہ ''پنجرے میں مورنی'' میں انہوں نے نمایاں اور بہت ہی دلکش

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

اسلوب اختیار کیا ہوا ہے۔ افسانے کا ہر ایک کردار اپنی اپنی نوعیت کے مطابق باتیں کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ اس افسانے کا ایک کردار پنڈت جی ہوتا ہے، جسے مشتاق احمد وانی نے ٹھیک اُسی کی زبان میں باتیں کرتے ہوئے دکھایا ہے جو لطف سے خالی نہیں ہے۔ ملاحظہ ہو اس افسانے کا یہ اقتباس:

''پنڈت جی نے جنم کنڈلی دیکھنا شروع کی تو بول اٹھے۔
''ارے..... ارے بھائی! ادھر تو گھور اندھیرا ہے۔ ان کے جیون میں کافی سنکٹ ہیں۔ شادیاں دو لکھی ہیں پہلی بیوی سے نوک جھونک ہوتی رہے گی۔ کاروبار میں سفلتا تو ہوگی مگر کافی پاپڑ بیلنے پڑیں گے۔ آیو بھی کوئی زیادہ نہیں ہے۔ پچاس برس کی آیو میں کوئی جانی حادثہ پیش آنے والا ہے!'' (مشتاق احمد وانی۔ ''میٹھا زہر'' (افسانوی مجموعہ) افسانہ ''پنجرے میں مورنی'' صفحہ۔۱۶۳)

''باغی'' مشتاق احمد وانی کا ایک اہم افسانہ ہے۔ اس کا مرکزی کردار جیون داس باغی طبعیت کا مالک ہوتا ہے۔ اس لئے مشتاق احمد وانی نے ٹھیک باغی طبعیت کی زبان اس کے لئے استعمال کی ہے۔ اس افسانے میں انہوں نے باغی طبعیت کی زبان و بیان کو جس اسلوب میں پیش کیا ہے وہ قابلِ داد ہی نہیں بلکہ قابلِ توجہ بھی ہے۔ ملاحظہ ہو اس افسانے کا یہ اقتباس جس میں جیون داس لوگوں سے یوں مخاطب ہوتے ہیں:

''میرے دیش میں بسنے والے بھائیو، بہنو اور بزرگو! ہم سب انسان ہیں مگر مختلف فرقوں، ذاتوں اور رسموں رواجوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ کوئی اپنے آپ کو ہندو کہتا ہے کوئی مسلمان، کوئی سکھ، کوئی بدھ اور کوئی جین کہتا ہے۔ اس کے علاوہ بہت

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

ساری ذاتوں میں ہم بالکل سمٹ کے رہ گئے ہیں۔ ان مذہبوں، دھرموں اور ذاتوں کی بنیاد پر ہم ایک دوسرے کا خون بہاتے ہیں۔ قتل و غارت گری کا بازار گرم کرتے ہیں..... مذہبوں، ذاتوں اور رسموں و رواجوں سے اپنا دامن حیات چھڑا لیجئے۔ آپ کا کوئی بھی دین دھرم نہ ہو نہ کوئی ذات ہو بلکہ آپ صرف انسان بن کے رہیں کوئی بھی مذہبی پابندی نہ ہو، کیونکہ مذہبی جنون ہماری تمام آزادیاں اور عیاشیاں ختم کر دیتا ہے۔'' (مشتاق احمد وانی۔ ''اندر کی باتیں'' (افسانوی مجموعہ) افسانہ ''باغی'' صفحہ۔۱۳۵تا۱۳۶)

مشتاق احمد وانی کا اسلوب چونکہ شگفتہ اور لطیف ہے ہی لیکن اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے تشبیہات و استعارات کے استعمال سے بھی اپنے اسلوب میں الگ ہی رنگ پیدا کر دیا ہے۔ گویا تشبیہات و استعارات کے برمحل استعمال سے انہوں نے اپنے اسلوب میں جان سی ڈال دی ہے۔ اس ضمن میں ان کے کئی افسانوں کے اقتباسات پیش کئے جا سکتے ہیں۔ جن میں ''بھولی بھولی سی صورت''۔ ''میں تجھے آواز دیتا ہوں''۔ ''پنجرے میں مورنی''۔ ''مجبوری''۔ ''چھپا سانپ'' وغیرہ نمایاں اور اہم افسانے ہیں۔

افسانہ ''بھولی بھولی سی صورت'' مشتاق احمد وانی کا ایک اہم اور منفرد کارنامہ ہے۔ اس افسانے میں انہوں نے ایک ناکام محبت کی کہانی کو پیش کیا ہے۔ اس افسانے میں مشتاق احمد وانی نے افسانے کے راوی اور مریم جبین کی ناکام محبت کی داستان کو بہت ہی خوبصورتی سے پیش کیا ہے۔ مریم جبین کے حسن و خوبصورتی کا ذکر افسانے کے راوی کے لہجے میں مشتاق احمد وانی اس طرح کرتے ہیں جو تشبیہات سے بھرپور ہوتی ہے۔ ملاحظہ ہو اس افسانے کا یہ اقتباس:

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

''مریم کو جب میں نے کالج میں پہلی بار دیکھا تھا تو وہ سفید رنگ کی وردی میں ملبوس تھی۔ اس کی سیاہ زُلفیں، دمکتے ہوئے عارض اور مہکتی جوانی کو دیکھ کر یوں لگا تھا کہ جیسے وہ کوئی پری ہو جو پرستان کی فضا سے نکل کر اس کالج کے احاطے میں آگئی ہو۔ وہ جب کلاس روم میں داخل ہوتی تو اس کی چنچل نغمہ ریز ہوجاتی تھی۔'' (مشتاق احمد وانی۔ ''ہزاروں غم'' (افسانوی مجموعہ) افسانہ ''بھولی بھولی سی صورت'' صفحہ۔۵۲)

افسانہ ''میں تجھے آواز دیتا ہوں'' کا اسلوب نہایت ہی شگفتہ وشیریں ہے۔ اس کے اسلوب میں بھی تشبیہات کا بھرپور استعمال کیا گیا ہے جس سے اس کے اسلوب میں ایک کشش سی پیدا ہوگئی ہے۔ ملاحظہ ہو اس افسانے کا یہ اقتباس:

''تمہارے چہرے سے عجیب قسم کا نور ٹپکتا تھا۔ جب تم بات کرتی تھیں تو تمہارے ہونٹ گلاب کی پنکھڑیوں کی طرح ہلنے لگتے تھے۔ تمہارا صحت مند جسم، سیاہ ریشمی زلفیں، گلابی رخسار اور وہ جھیل سی آنکھیں جب میں نے تمہیں پہلی بار دیکھا تھا تو میرے دل و دماغ پر تمہاری حسین وجمیل صورت نقش ہوگئی تھی۔'' (مشتاق احمد وانی۔ ''ہزاروں غم'' (افسانوی مجموعہ) افسانہ ''میں تجھے آواز دیتا ہوں'' صفحہ۔۱۳۴)

''پنجرے میں مورنی'' بھی مشتاق احمد وانی کا ایک اہم افسانہ ہے۔ اس افسانے کا اسلوب نہایت ہی متاثر کن ہے۔ اس میں ایک نسوانی کردار چنچل رانی کا تعارف تشبیہات سے بھرپور اسلوب میں اس طرح سے کیا گیا ہے کہ اس کی تصویر

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

ہماری آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے۔ملاحظہ ہو یہ اقتباس:

''ان کی سب سے بڑی بیٹی کا نام چنچل رانی تھا۔ جو ہندی میں ایم اے کر چکی تھی کافی حسین تھی۔ بوٹا قد، گھنیری لمبی زلفیں، جھیل سی آنکھیں، گلابی چہرہ، ستواں ناک، صراحی دار گردن، موتیوں کی طرح چمکیلے دانت، گوری باہیں، مخروطی انگلیاں، گلاب کی پنکھڑیوں ایسے ہونٹ، گدرایا ہوا بدن اور دلکش ادائیں۔غرضیکہ وہ سرتا پا قدرت کا ایک حسین شاہکار معلوم ہوتی تھی۔'' (مشتاق احمد وانی۔''میٹھا زہر'' (افسانوی مجموعہ) افسانہ''پنجرے میں مورنی''صفحہ۔۱۵۵تا۱۵۶)

افسانہ''چھپا سانپ''میں بھی کچھ اسی طرح کا اسلوب دیکھنے کو ملتا ہے جو تشبیہات سے بھرپور ہے۔اس افسانے میں میناکشی کا تعارف کراتے ہوئے مشتاق احمد وانی نے تشبیہات کا بڑی خوبصورتی سے استعمال کیا ہے۔ملاحظہ ہو یہ اقتباس:

''میناکشی انتہائی حسین تھی۔ بوٹا قد، لمبیری گھنیری سیاہ زلفیں، بڑی بڑی آنکھیں، دمکتے بھرے بھرے رخسار، موتیوں کی لڑی ایسے دانت، گلاب کی پنکھڑی ایسے ہونٹ، ستواں ناک، صراحی دار گردن، مخروطی انگلیاں، جھلمل کرتی ہری چوڑیاں، اس کا تھل تھل کرتا وجود نہایت دلکش تھا۔'' (مشتاق احمد وانی۔''اندر کی باتیں'' (افسانوی مجموعہ) افسانہ''چھپا سانپ''صفحہ۔۱۶۹)

درج بالا اقتباسات کے مطالعہ کے بعد ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ مشتاق احمد وانی نے اپنے افسانوں کے اسلوب میں جگہ جگہ پر تشبیہات کے استعمال سے جان ڈال دی ہے۔تشبیہات کے استعمال سے ان کے افسانوں کا اسلوب اور زیادہ

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

پرکشش بن گیا ہے۔ان کے افسانوں میں شعری لب ولہجہ کے اسلوب کی نشاندہی کرتے ہوئے ڈاکٹر سید اختیار جعفری اپنے ایک مضمون ''افسانوں میں شعری لب و لہجہ کا ترجمان مشتاق احمد وانی'' میں ایک جگہ لکھتے ہیں:

> ''مشتاق وانی اوّل وآخر ایک نثر نگار ہیں۔لیکن کہیں کہیں دل کے کسی گوشے میں وہ شاعر بھی ہیں۔خواہ انہوں نے ایک بھی غزل یا نظم نہ کہی ہو لیکن ان کے افسانوں میں جہاں کہیں قدرت کے خوبصورت مناظر، حسین عورت یا مرد کا ذکر آتا ہے، ان کے بیان سے جیسے شاعری پھوٹ کر بہنے لگتی ہے۔ ان کی تشبیہیں ایسی نادر اور دل کو چھو لینے والی ہوتی ہیں کہ اچھے اچھے شاعر کو بھی پسینے آجائیں۔'' (''افسانوں میں شعری لب ولہجہ کا ترجمان مشتاق احمد وانی'' از ڈاکٹر سید اختیار جعفری، مشمولہ ''اندر کی باتیں'' (افسانوی مجموعہ) صفحہ۔۶۴)

مشتاق احمد وانی نے اپنے افسانوں میں سادگی، شگفتگی، سہل زبان وبیان، تشبیہات اور استعارات کے علاوہ محاوروں اور ضرب الامثال کا بھی موقع ومحل کے مطابق بڑی خوبصورتی سے استعمال کیا ہے۔اس سے ان کے افسانوی اسلوب میں لطافت وچاشنی کی صورت پیدا ہوگئی ہے۔اس سلسلے میں ان کے بیشتر افسانے مثال کے طور پر پیش کئے جاسکتے ہیں جن کے اسلوب میں انہوں نے محاوروں اور ضرب المثل کا برمحل استعمال کیا ہوا ہے۔مشتاق احمد وانی کے ایسے افسانوں میں ''تباہی کا دروازہ''۔''شرافت''۔''توبہ''۔''اندر کی باتیں''۔''بندر سے اُلو تک'' وغیرہ پیش کئے جاسکتے ہیں۔

افسانہ ''تباہی کا دروازہ'' میں مشتاق احمد وانی نے محاورہ اور ضرب المثل کا بڑی خوبصورتی سے استعمال کیا ہے جس سے اس افسانے کے اسلوب میں

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

ایک کشش سی پیدا ہوگئی ہے۔اس افسانے کا یہ اقتباس دیکھئے جس کے اسلوب میں انہوں نے موقع ومحل کے مطابق محاوروں اور ضرب المثل کا استعمال کیا ہے:

''حنیفہ بولی۔''میرے دل میں بھی کئی دفعہ یہ بات آئی کہ میں آپ کو کہوں کہ ہم بھی بچّوں کے شوق کے لیے ایک چھوٹا سا ٹیلی ویژن خرید لیں گے۔لیکن جوں ہی مجھے کسی بزرگ کا یہ قول یاد آجاتا ہے کہ:

''چادر دیکھ کر پاؤں پھیلاؤ۔''

''تو میرے دل کی بات دل ہی میں دفن ہو کے رہ جاتی ہے۔''

.....وہ اپنے آپ کو سمجھاتے۔

''بوند بوند سے تالاب بھرتے ہیں.....''اس لیے وہ کیوں بس میں سوار ہو کر روز کے دس روپے گنوادے۔اسے تو اپنے بیوی بچّوں کے لیے ٹیلی ویژن خریدنا ہے۔اس کے لیے تو اُسے اپنی جائز خواہشات تک کا گلا گھونٹنا پڑے گا۔''(مشتاق احمد وانی۔''ہزاروں غم''(افسانوی مجموعہ)افسانہ''تباہی کا دروازہ'' صفحہ۔۱۵۳تا۱۵۴)

افسانہ''شرافت''میں مشتاق احمد وانی نے سادہ، سلیس، صاف، عام فہم اور شیریں زبان و بیان کے ساتھ ساتھ محاوروں کا بھی موقع ومحل کی مناسبت سے خوبصورتی سے استعمال کیا ہے جس سے اس افسانے کے اسلوب میں ایک الگ سی کشش پیدا ہوگئی ہے۔ملاحظہ ہو اس افسانے کا یہ اقتباس جو محاوروں کے استعمال سے بھرپور ہے:

''ہمارے بہت سارے بھائی نماز، روزے، ذکوٰۃ اور حج کو

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

بالکل کوئی بھی اہمیت نہیں دیتے اور رب چاہی زندگی کے
بدلے من چاہی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اس لئے ہم جیسے
برائے نام مسلمانوں کو خدا ہرگز معاف نہیں کرے گا۔ بلکہ دنیا
و آخرت میں ذلیل کردے گا۔ ہمارے بہت سے مسلمان
بھائی آٹھ، کھاٹ اور تین سو ساٹھ والی نماز پڑھتے ہیں۔''
(ڈاکٹر مشتاق احمد وانی۔ ''میٹھا زہر'' (افسانوی مجموعہ) افسانہ
''شرافت'' صفحہ۔۱۲۶)

''اندر کی باتیں'' مشتاق احمد وانی کا ایک نمایاں اور منفرد افسانہ ہے جس میں انہوں نے جگہ جگہ پر خوبصورت محاورے استعمال کئے ہیں۔ محاوروں کے برمحل استعمال سے اس افسانے کے اسلوب میں شگفتہ پن کی بہت ساری خوبیاں ایک ساتھ جمع ہوگئی ہیں۔ ملاحظہ ہو اس افسانے کا یہ اقتباس:

''باسو صاحب مجھے آپ سے یہ اُمید نہ تھی کہ آپ سیاہ کو سفید
اور سفید کو سیاہ کہنے کا مزاج رکھتے ہیں اور مجھے بھی ایسا ہی کہنے
پر مجبور کریں گے۔'' (مشتاق احمد وانی۔ ''اندر کی باتیں'' (افسانوی
مجموعہ) افسانہ ''اندر کی باتیں'' صفحہ۔۲۰۱)

افسانہ ''بندر سے اُلو تک'' کے اسلوب میں بھی مشتاق احمد وانی نے محاوروں کا موقع و محل کی مناسبت سے استعمال کیا ہے۔ ملاحظہ ہو اس افسانے کا یہ اقتباس:

''باتوں باتوں میں کسی کو طعنہ دینا، غصّہ کرنا اور کمینے پن پر
اُتر آنا، اب متھرا داس کی طبعیت بن چکی تھی اور اس لیے
اُس کے ہمسائیوں نے اپنے اپنے گھروں میں یہ کہنا شروع
کردیا تھا کہ:
''متھرا داس ہر کسی کو کتّے کی طرح آگے سے کھانے کو پڑتا

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

ہے۔'' (مشتاق احمد وانی۔ ''ہزاروں غم'' (افسانوی مجموعہ)
افسانہ ''بندر سے اُلو تک'' صفحہ۔۱۸۱)

مشتاق احمد وانی نے منفرد تراکیب و محاورات، استعارات و تشبیہات، لفظیات و علامات اور ضرب المثل سے اپنے افسانوں کے اسلوب میں نئی روح پھونک دی ہے اور اپنے اسلوب کے ذریعے اردو افسانے میں نئی راہیں ہموار کی ہیں۔ اس کے علاوہ ان کے ذریعے انہوں نے اپنے اسلوب کو پُر لطف اور معنی خیز بھی بنا ڈالا ہے اور ان کے موقع و محل کی مناسبت کے استعمال سے مشتاق احمد وانی اپنی بات کو بہت خوبصورتی کے ساتھ ہمارے ذہنوں پر نقش کرنے میں کامیاب نظر آتے ہیں۔

مشتاق احمد وانی کے بیشتر افسانوں کا اسلوب روایتی اور فرسودہ معلوم ہوتا ہے، البتہ موضوع کی شدّت و اہمیت نے اس پر آنچ بھی نہیں آنے دی ہے۔ ان کی افسانوی نثر کا اسلوب تاثیر سے پُر ہے۔ اس میں نہ صرف احساس کی ترجمانی ہے بلکہ لفظیات کے برتاؤ میں مواد و فن کا لحاظ بھی ملتا ہے۔ مشتاق احمد وانی اپنے اسلوب میں لسانی مہارتوں کا بھی خوبصورت طریقے سے استعمال کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنے اسلوب میں زبان کو تخلیقی انداز میں برتنے کی کامیاب کوشش کی ہے جس کی وجہ سے ان کے اسلوب میں اثر انگیز لب و لہجہ ہمیں دیکھنے کو ملتا ہے۔ ان کے بیانیہ میں بلا کی سی رعنائی اور فصاحت ہے۔ وہ لفظوں کو موتیوں کی طرح چُن لیتے ہیں اور پھر انہیں ایک لڑی میں پرونے کا ہنر بھی بخوبی جانتے ہیں۔ ملاحظہ ہو افسانہ ''جسم خور کیڑا'' کا یہ اقتباس:

''نوری! مجھے وقت کے گزرنے کا احساس اندر ہی اندر نوچتا اور جھنجھوڑتا ہے کبھی کبھی یہ تمنا کرنے لگتا ہوں کہ کاش! وقت کی رفتار تھم جائے اور تغیر نام کی کوئی بھی چیز دنیا میں نہ رہے۔ میں جوان رہوں اور تم بھی جوان رہو! ہم دونوں حسن و عشق

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

کی ڈور میں یوں بندھے رہیں کہ یہ ڈور کبھی ٹوٹنے نہ پائے!
مگر یہ سب کچھ چاہتے ہوئے بھی ہم دونوں وقت کے آگے
بے بس و مجبور ہیں! کیونکہ وقت جیسے دیو ہیکل کے سامنے کوئی
بھی نہیں ٹک سکا ہے۔ اس نے آج تک سب کو تہس نہس
کر دیا ہے۔ یہ بڑی بے دردی سے سب کو روندتا ہوا آگے
بڑھ جاتا ہے۔ اسے کسی کی پرواہ نہیں.....نوری ہم سب
ذمہ داریوں کے بوجھ تلے اس قدر دب جاتے ہیں کہ ہمیں
اپنے آپ کا بھی علم نہیں رہتا۔ وقت نے ہمیں کس مقام پر لا
کے کھڑا کیا ہے اور آخر کار ہمارا انجام کیا ہوگا؟ ذرا سوچو تو
سہی۔'' (مشتاق احمد وانی۔ ''اندر کی باتیں'' (افسانوی مجموعہ)
افسانہ ''جسم خور کیڑا'' صفحہ۔۱۲۱)

افسانہ ''اجنبی دو دل اجنبی'' میں بھی مشتاق احمد وانی نے تخلیقی زبان کا استعمال بہت خوبصورتی سے کیا ہے۔ اس افسانے کا اسلوب نہایت ہی پُرکشش ہے جو ہمارا دامنِ دل کھینچ لیتا ہے۔ ملاحظہ ہو اس افسانے کا یہ اقتباس:

''آج کی رات میری اور تمہاری زندگی کی ایک ایسی رات ہے
جسے ادبی اصطلاح میں ''شبِ زفاف'' کہا جاتا ہے۔ میری
طرف اپنے دستِ حنائی بڑھاؤ میں انہیں بے تحاشہ چومنا
چاہتا ہوں۔ میرے کان مضطرب ہیں تمہاری پائل کی جھنکار
اور ان ہری ہری چوڑیوں کی کھنکھناہٹ سننے کے لیے۔ دیکھو
میں نے یہ حجلۂ عروسی محض تمہاری خاطر سجا رکھا ہے، یہ
خوبصورت اور رنگا رنگ پھولوں کے گلدستے، یہ دروازے
اور کھڑکیوں پر آویزاں دیدہ زیب پردے، یہ فرش، یہ بچھی

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

منقش چادر، یہ مخملی بستر، یہ دیواروں پر چسپاں دلکش مناظر سے آراستہ تصویریں، یہ خشک میوے سے بھری ٹرے، یہ چکا چوند کر دینے والی اس کمرے کی ہر شے اور یہ عبیر سے مہکتا ہوا کمرہ، بس میرے اور تمہارے وصل کو خوش آمدید کہہ رہا ہے۔'' (مشتاق احمد وانی۔ ''ہزاروں غم'' (افسانوی مجموعہ) افسانہ ''اجنبی دو دل اجنبی'' صفحہ۔۲۴)

اسی طرح ایک اور اقتباس افسانہ ''مکّار'' کا بھی ملاحظہ فرمائیں جس میں تخلیقی زبان کا بھرپور استعمال کیا گیا ہے۔ اس کے اسلوب کو دیکھ کر ایسا لگتا ہے کہ جیسے اس میں لفظوں کو موتیوں کی طرح جوڑ دیا گیا ہو۔ پیش ہے یہ اقتباس:

''زندگی کے اس رواں دواں سفر میں انسان انسان کو اس طرح بھول جاتا ہے جس طرح انسان خواب دیکھتا ہے اور بھول جاتا ہے۔ کوئی بھی آدمی ایک دوسرے کو ہمیشہ یاد نہیں رکھتا۔ دنیا سے گزرے ہوئے آدمی کی شکل وصورت جیتے جاگتے آدمیوں کے دل ودماغ پر سے وقت کے ساتھ ساتھ اُتر جاتی ہے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ کوئی بھی آدمی کسی کے لیے نہیں روتا۔ بلکہ ہر آدمی اس دنیا میں اپنے آرام وسکون کو روتا ہے۔ ہاں ایک ماں شاید اس زمرے میں نہیں آتی۔ کیوں کہ ماں کے دل میں اولاد کے لیے بے لوث اور بے پناہ محبّت ہوتی ہے اور اسی لیے انسانی رشتوں میں اللہ پاک نے ماں کا درجہ بہت بلند رکھا ہے کہ ماں کے قدموں کے تلے جنّت ہے۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''ہزاروں غم'' (افسانوی مجموعہ) افسانہ ''مکّار'' صفحہ۔۳۳)

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

مشتاق احمد وانی کے افسانوں میں ایسے اسلوب کے نمونے بہت سارے ہیں جن میں انہوں نے تخلیقی زبان کا استعمال نہایت ہی خوبصورتی سے کیا ہے۔ لیکن طوالت کے سبب یہاں پر درج بالا اقتباسات پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔

مشتاق احمد وانی کے افسانوں کا اسلوب قدیم طرز کا اسلوب ہے لیکن انہوں نے اپنے اس اسلوب میں نہایت ہی فنی چابکدستی سے مسائل کو تازہ اور نو بہ نو پیش کیا ہے۔ کہیں کہیں ان کی کہانیوں میں مثالیت بھی زیادہ آ گئی ہے۔ لیکن واقعات کی حقیقت اور کرداروں کی مکالماتی سچائی کو شگفتہ و شیریں اسلوب میں پیش کر کے انہوں نے اپنی کہانیوں کو پُر اثر بنا دیا ہے کہ وہ ہمارا دامنِ دل کھینچتی ہیں۔ ان کے افسانے عام طور پر سپاٹ اور امکانی نظر آتے ہیں۔ وہ بیانیہ میں گھماؤ پھراؤ کے عادی نہیں بلکہ سیدھی سادی بات واضح اسلوب میں قاری کو پہنچا دیتے ہیں۔ اس کے لئے وہ عام طور پر بول چال کی زبان کو ہی استعمال کرتے ہیں۔ لیکن اس کے برعکس اگر دیکھا جائے تو ان کے اسلوب میں جمالیاتی لفظیات و واردات کا حسن و جمال بھی صاف صاف نظر آتا ہے۔ مشتاق احمد وانی نے حسن کی رعنائیوں کا ذکر بھی خوب کیا ہے۔ گرچہ وہ ان افسانوں کا مجموعی یا بنیادی موضوع نہیں ہوتا ہے۔ لیکن وہ اپنی جمالیاتی حِس کا شعوری یا غیر شعوری اظہار کرنے سے باز نہیں رہتے۔ یوں تو عورت حسن و جمال کا منبع ہے اس لئے وہ اسی کا ذکر کر کے اپنی نازک حِسیت کا اظہار کرتے ہیں۔ افسانہ ''آنکھوں کی عصمت دری'' میں حسن کی کرشمہ سازی کا بیان وہ اس طرح سے کرتے ہیں:

> ''صبح جب وہ اپنے دفتر کی طرف نکلتے تو راستے میں ایک کمہارن اپنی دکان پر سجی سنوری بیٹھی دکھائی دیتی، جس کے بال بکھرے ہوئے، کندھوں تک موٹی ننگی بانہیں اور قمیض کا گلا اتنا نشیبی کہ اس کی معمولی جنبش سے قدرت کا انمول خزانہ

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

ہمک ہمک کے باہر آنے کو ترستا۔ اس کے سرخ گالوں اور موٹی موٹی آنکھوں میں نشے کی سی کیفیت پر جونہی میگھ ناتھ کی اچانک نظر پڑتی تو وہ فوراً آنکھیں پھیر لیتے اور گناہ کا احساس ان کے رگ وریشے میں دوڑ جاتا۔'' (مشتاق احمد وانی۔ ''اندر کی باتیں'' (افسانوی مجموعہ) افسانہ'' آنکھوں کی عصمت دری'' صفحہ۔۱۸۲)

افسانہ ''مجبوری'' میں مشتاق احمد وانی کا جمالیاتی اسلوب کھُل کر سامنے آ گیا ہے۔ یہ افسانہ جمالیاتی اسلوب کے لحاظ سے اہم ہے۔ اس افسانے کو پڑھ کر ایک قاری جمالیاتی محاسن کی تہوں اور طرفوں تک رسائی حاصل کر کے اپنے ذوق کی تسکین و تکمیل کر سکتا ہے۔ ملاحظہ ہو اس افسانے کا یہ اقتباس:

''اُس رات چندرا کا بدن جوانی کے نشے میں بہت مہک رہا تھا جس رات وہ پیاری سی دلہن کے روپ میں ایک کمرے میں اپنا لباس فاخرہ اُتار کر سو گئی تھی اور اس کا بوڑھا پتی پھول چند اکھڑتی ہوئی سانسوں کے ساتھ اس کے بالکل قریب آ گیا تھا۔ چندرا کو اسے دیکھ کر یوں لگا تھا کہ جیسے اُس کے نانا بھول کر اس کے پاس آ رہے ہیں۔ وہ ڈر و خوف کے مارے کانپ گئی تھی پھر اُس نے اپنے گورے بدن پر لڑکھڑاتے ہوئے ہاتھوں کی سرسراہٹ محسوس کی تھی۔ ایک بوڑھا وجود اس کے مخملی جسم سے لپٹ گیا تھا لیکن لپٹتے ہی وہ آب نزول اور زکاوت حس کی بیماری سے ایک طرف کو لڑھک گیا تھا۔ اُس وقت چندرا نے یوں محسوس کیا تھا کہ جیسے وہ تپتے ہوئے صحرا میں اکیلی العطش العطش پکار رہی ہو!'' (مشتاق احمد وانی۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

''میٹھا زہر''(افسانوی مجموعہ)افسانہ''مجبوری''صفحہ۔۸۹)

افسانہ''مکّار''میں بھی مشتاق احمد وانی نے جمالیاتی لفظیات و واردات کا بہت خوبصورتی سے استعمال کیا ہے جس سے اس افسانے کا اسلوب بھی قابلِ داد اور پُرکشش بن گیا ہے۔ دیکھئے اس افسانے کا یہ اقتباس:

''جان بی بی شرماتی ہوئی اپنی جگہ سے اُٹھی اور مراد حسین کے قریب آکر بیٹھ گئی.....مراد حسین نے کمبل کا آدھا حصّہ اس پر ڈال دیا۔ جان بی بی کمبل میں آئی تو اس کا دل دھڑکنے لگا اور اس کا چہرہ جو پہلے ہی لال ہوا کرتا تھا اس میں مزید نکھار پیدا ہوگیا۔ بارش برستی رہی بھیڑ بکریاں جگالی کرتی رہیں۔ مراد حسین اور جان بی بی ایک ہی کمبل میں بیٹھے ایک دوسرے کی قربت محسوس کرتے رہے۔''(ڈاکٹر مشتاق احمد وانی۔''ہزاروں غم''(افسانوی مجموعہ)افسانہ''مکّار''صفحہ۔۳۶)

مشتاق احمد وانی نے اس کے علاوہ بھی اپنے بہت سے افسانوں میں جمالیاتی اسلوب کے بہترین نمونے پیش کئے ہیں جو ہمارا دامنِ دل کھینچ لیتے ہیں، لیکن یہاں پر طوالت کے سبب درج بالا اقتباسات پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔

مشتاق احمد وانی نے اپنے افسانوں میں جگہ جگہ نصیحت آمیز اسلوب بھی اختیار کیا ہوا ہے۔ وہ اپنے افسانوں کے ذریعے سے ایک ناصح بن کر ہمارے سامنے آجاتے ہیں۔ انہوں نے اپنے بیشتر افسانوں میں نصیحت آمیز اسلوب سے اپنی بات کو ہم تک پہنچایا ہے۔ ان کے اسلوب میں اصلاحی اندازِ بیان کی جھلکیاں بھی صاف نظر آتی ہیں۔ افسانہ''توبہ''میں جگہ جگہ پر اصلاحی اسلوب کے نمونے دیکھنے کو ملتے ہیں۔ ملاحظہ ہو اس افسانے کا یہ اقتباس:

''دیکھو سراج بھائی! اللہ کا ہم سب پر کتنا بڑا کرم ہے کہ جس

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

نے ہم کو انسان پیدا فرمایا۔ وہ اگر چاہتا تو ہم کو کُتا پیدا کر دیتا۔ یا کوئی موذی جانور، وہ اللہ اگر چاہتا تو ہمیں کسی گندی نالی کا کیڑا پیدا فرماتا، کیوں کہ اللہ تو ہر چیز پر قادر ہے۔ لیکن یہ اُس پاک پروردگار کا کتنا بڑا ہم پر احسان ہے کہ اس نے ہمیں انسان بنایا۔ اور تمام مخلوق سے افضل بنا کر اشرف المخلوقات کا درجہ عطا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں مختلف قسم کی نعمتیں کھِلا رہا ہے۔ ہم سب کو مرنا ہے اور مرنے کے بعد اپنے اچھے اور بُرے کاموں کا اُس کے آگے حساب دینا ہے۔ اور اصلی زندگی تو آخرت کی زندگی ہے جہاں انسان کو موت بالکل نہیں آئے گی۔ انسان کو اللہ پاک نے اپنی عبادت کے لیے پیدا فرمایا ہے۔'' (ڈاکٹر مشتاق احمد وانی۔ ''ہزاروں غم'' (افسانوی مجموعہ) افسانہ ''توبہ'' صفحہ۔ ۸۸)

ٹھیک اسی طرح کا اسلوب ان کے ایک اور افسانے ''شرافت'' میں بھی دیکھنے کو ملتا ہے۔ اس افسانے میں انہوں نے نصیحت آمیز اسلوب میں اپنی بات کو بہت خوبصورتی سے اس طرح پیش کیا ہے:

''میرے بھائیو! بزرگو! اور دوستو! اس لئے ہمیں چاہئے کہ ہم اللہ تعالیٰ کو پہچانیں اس کے قرآن کو سمجھیں۔ اس پر عمل کریں اور محمد ﷺ کے نورانی طریقوں کے مطابق زندگی بسر کریں تا کہ ہمیں اللہ کی خوشنودی حاصل ہو سکے اور ہم دنیا و آخرت میں کامیاب ہو جائیں لیکن یہ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ ہمارے بہت سارے بھائی نماز، روزے، ذکوٰۃ اور حج کو بالکل کوئی بھی اہمیت نہیں دیتے اور رب چاہی زندگی کے

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

بدلے من چاہی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اس لئے ہم جیسے برائے نام مسلمانوں کو خدا ہرگز معاف نہیں کرے گا۔ بلکہ دنیا وآخرت میں ذلیل کردے گا۔'' (ڈاکٹر مشتاق احمد وانی۔ ''میٹھا زہر'' (افسانوی مجموعہ) افسانہ ''شرافت'' صفحہ۔۱۲۶)

افسانہ ''چہرہ چھپائے لوگ'' میں بھی مشتاق احمد وانی نے نصیحت آمیز اسلوب سے فائدہ اُٹھایا ہے اور اپنی بات کو ہم تک با آسانی بہت ہی خوبصورتی سے پہنچایا ہے۔ ملاحظہ ہو اس افسانے کا یہ اقتباس:

''میری بیٹی! میری نصیحت آمیز باتوں پہ عمل کرنا، بیٹیاں گھروں کی زینت اور رحمت ہوتی ہیں۔ لیکن جب ان کے قدم بہک جاتے ہیں تو ماں باپ کے لئے زحمت اور بدنامی کا باعث بنتی ہیں۔ اس لئے میں چاہتا ہوں تم علم کی شمع بنو، رونق محفل نہ بنو، تم کالج اور یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کرو لیکن تمہارے رُخ پہ نقاب رہے تاکہ تم پہ کسی غیر محرم کی نگاہ نہ پڑنے پائے۔'' (مشتاق احمد وانی۔ ''اندر کی باتیں'' (افسانوی مجموعہ) افسانہ ''چہرہ چھپائے لوگ'' صفحہ۔۱۷۶)

مشتاق احمد وانی چونکہ ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ افسانہ نگار ہیں اس لئے انہوں نے اپنی قابلیت اور محنت سے اپنے افسانوں کے اسلوب میں جان سی ڈال دی ہے۔ ان کے افسانوں کا اسلوب بھی ان کی اعلیٰ تعلیم یافتہ شخصیت کی بھرپور نمائندگی کرتا ہے۔ انہوں نے فلسفیانہ اندازِ بیان کے اسلوب سے بھی بھرپور فائدہ اُٹھایا ہے جس کی مثالیں ان کے بیشتر افسانوں میں دیکھنے کو ملتی ہیں۔ خاص کر ان کے افسانے ''ایک اہم سوال'' میں ان کا فلسفیانہ اندازِ بیان کا اسلوب کھُل کر ہمارے سامنے آگیا ہے۔ ملاحظہ ہو اس افسانے کا یہ اقتباس:

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

''خواتین وحضرات! آپ میں سے تقریباً بہت سے افراد کا یہی کہنا ہے کہ دنیا میں دن رات میں جو کروڑوں ٹن شراب پی جاتی ہے، لاکھوں زنا کے اڈے قائم ہیں، اس کے علاوہ رشوت، ظلم و استحصال، چیزوں میں ملاوٹ، ہیرا پھیری، دھوکہ وفریب، حق تلفی، ڈاکہ زنی، غنڈہ گردی، شکم مادر میں بیٹیوں کا قتل، حقوق اللہ اور حقوق العباد سے چشم پوشی غرضیکہ یہ سب کچھ کیا خدا کرواتا ہے؟ میں آپ سے اس اہم سوال کا جواب چاہتا ہوں؟'' (مشتاق احمد وانی۔''اندر کی باتیں'' (افسانوی مجموعہ) افسانہ ''ایک اہم سوال'' صفحہ۔۱۶۷)

مشتاق احمد وانی نے اپنے افسانوں میں کرداروں کی شخصیت کے عین مطابق مکالمے تحریر کئے ہیں۔ وہ ہر ایک کردار کو اُسی کی زبان میں باتیں کرواتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ ان کے افسانوں کے کردار زیادہ تر ہندو مذہب سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس لئے ان کے لئے ہندی الفاظ کا بھی اپنے اسلوب میں استعمال کیا ہے۔ انہوں نے اپنے اسلوب میں موقع ومحل کے مطابق ہندی الفاظ کے استعمال سے جان ڈال دی ہے۔ انہوں نے ہندی الفاظ کو مناسب وقت، مناسب جگہ اور مناسب کردار کے ذریعے سے ادا کیا ہے جس سے ان کی افسانوی نثر کا اسلوب تاثیر سے خالی نہیں ہوتا۔ ان کے بیشتر افسانوں میں ہندی الفاظ کا خوبصورتی سے استعمال کیا گیا ہے۔ جن میں ''دوہری مار''۔ ''چھپا سانپ''۔ ''آنکھوں کی عصمت دری''۔ ''اندر کی باتیں''۔ ''میں سوچتا ہوں''۔ ''پنجرے میں مورنی'' وغیرہ نمایاں اور قابلِ ذکر افسانے ہیں۔ ان افسانوں کے اسلوب کو مشتاق احمد وانی نے ہندی الفاظ کے استعمال سے پُرکشش اور دلچسپ بنایا ہے۔

افسانہ ''دوہری مار'' میں مشتاق احمد وانی نے بڑے ہی لطیف پیرائے میں

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

ہندی زبان کے الفاظ کا بہت ہی خوبصورتی سے استعمال کیا ہے۔ ملاحظہ ہو اس افسانے کا یہ اقتباس جس میں انہوں نے ایک فوجی کمانڈر کے لہجے میں موقع و محل کی مناسبت سے ہندی زبان کے الفاظ اس طرح سے ادا کرائے ہیں:

''یہ لمبی داڑھی والا سالا اوپر والے کے پیچھے پڑا ہے۔ یہ ہر وقت آکاش سے اوپر اور دھرتی سے نیچے کی باتیں کرتا رہتا ہے۔ اسے راج نیتی میں روچی ہے نہ دھن دولت کی واسنا، اس میں کرودھ ہے نہ لوبھ، یہ سالا تو سنسار کو نرک سمجھ بیٹھا ہے اور یہ چھوٹی ڈاڑھی والا نا یہ سالا ہمارے پیچھے پڑا ہے۔ یہ ہمیں جیوت دیکھنا نہیں چاہتا، اسی سالے نے ساری سمسیائیں کھڑی کی ہوئی ہیں، یہ ہے ہمارا اصلی بیری۔''

(ڈاکٹر مشتاق احمد وانی۔ ''میٹھا زہر'' (افسانوی مجموعہ) افسانہ ''دوہری مار'' صفحہ۔۵۹)

افسانہ ''چھپا سانپ'' میں مشتاق احمد وانی نے جگہ جگہ پر اپنے اسلوب میں ہندی زبان کے الفاظ کا استعمال نہایت ہی خوبصورتی سے کیا ہے۔ اس افسانے کے سارے کردار چونکہ ہندو مذہب کے پیروکار ہیں، اس لئے ان کی زبان سے بے ساختہ ہندی کے الفاظ نکلتے ہوئے ہمیں نظر آتے ہیں۔ جس سے اس افسانے کے اسلوب میں ایک الگ سی کشش پیدا ہوگئی ہے۔ ملاحظہ ہو اس افسانے کا ہندی کے الفاظ سے بھرا ہوا یہ اقتباس:

''آپ میرے پتا جی کے سمان ہیں، ایسا نہ کیجئے کیا اس گھور پاپ کے بعد میں آپ کی بہو کہلانے کے لائق رہوں گی؟''

(مشتاق احمد وانی۔ ''اندر کی باتیں'' (افسانوی مجموعہ) افسانہ ''چھپا سانپ'' صفحہ۔۱۷۱)

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

افسانہ ''آنکھوں کی عصمت دری'' کے اسلوب میں بھی ہندی زبان کے الفاظ کا موقع ومحل کی مناسبت سے برمحل استعمال کیا گیا ہے اور لگ بھگ اس افسانے کے پورے اسلوب میں ہمیں ہندی زبان کے الفاظ کا استعمال نظر آتا ہے کیونکہ اس افسانے کے کردار بھی ہندو مذہب سے تعلق رکھنے والے ہیں اس لئے اُن کی زبان سے بے ساختہ ہندی کے الفاظ ادا کرائے گئے ہیں جس سے اس افسانے کے اسلوب میں ایک الگ سی کشش پیدا ہوگئی ہے۔ ملاحظہ کیجئے اس افسانے کا یہ اقتباس:

''میگھ ناتھ چار سال تک گُروکل میں پڑھتے رہے۔ وہاں انہوں نے گائتری اور سرسوتی منتروں کے علاوہ بہت سے اچھے اصول وآداب سیکھے۔ اپنے من کی واسنا پر کیسے کنٹرول پایا جائے، عورت کے چلتروں سے کیسے بچا جائے، اپنے تن اور آتما کو کیسے پاک وصاف رکھا جائے اور پھر مخصوص اوقات میں ایشور کے گیان دھان میں محو ہوجانا یہ سبھی باتیں میگھ ناتھ نے گُروکل میں سیکھ لی تھیں۔

جب اُن کی شادی ہوئی تو وہ بیوی سے بھی نظریں ملانے اور اس کے پاس جانے میں عار محسوس کرنے لگے۔ تب انہیں دوستوں نے سمجھایا کہ اپنی دھرم پتنی سے بھوگ ولاس کرنا پاپ نہیں ہوتا ہے اور اگر وہ اس کے تن من کو نہیں چھوئے گا تو وہ واپس اپنے میکے چلی جائے گی.....

.....سیدھے سادے نرم مزاج، کام، کرودھ، موہ، لوبھ اور اہنکار سے کوسوں دور، اپنی ڈیوٹی کے پابند، زبان پر ہر وقت اوم، ہری اوم کا وِرد رہتا، پرائی عورت پر نظر ڈالنا

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

مہا پاپ سمجھتے تھے۔'' (مشتاق احمد وانی۔ ''اندر کی باتیں''
(افسانوی مجموعہ) افسانہ ''آنکھوں کی عصمت دری'' صفحہ ۱۸۱ تا ۱۸۲)

افسانہ ''اندر کی باتیں'' مشتاق احمد وانی کا ایک شاہکار کارنامہ ہے۔ اس افسانے میں ایک ساتھ بہت ساری خوبیاں جمع ہوگئی ہیں۔ جہاں اس افسانے میں مشتاق احمد وانی کی کردار نگاری کھُل کر سامنے آگئی ہے تو وہیں اس میں ان کا اسلوب بھی نمایاں اور دلکش نظر آتا ہے۔ ''اندر کی باتیں'' میں مشتاق احمد وانی نے جذبے کی زبان کا استعمال کیا ہے۔ کیونکہ اس افسانے کی کہانی کسی اور کی نہیں بلکہ خود ان کی اپنی ذاتی زندگی کی کہانی ہے جسے انہوں نے اپنے پورے ذاتی جذبے اور درد کے ساتھ پیش کیا ہے۔ ''اندر کی باتیں'' کے اسلوب میں بھی ہندی زبان کے الفاظ کا استعمال کیا گیا ہے۔ اس افسانے میں موقع و محل کی مناسبت سے ہندی زبان کے الفاظ کا استعمال مناسب کردار کے ذریعے کیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو اس افسانے کا یہ اقتباس:

''منوج اگروال صاحب! آداب سُنایئے کیسے رہے؟ کسی
کٹھنائی کا سامنا تو نہیں کرنا پڑا؟ میں آپ کا خادم ہوں۔
دل میں کئی وسوسے اُٹھ رہے تھے کہ آپ کو کوئی تکلیف تو
نہیں پہنچی ہو، جا کے معلوم کرلوں۔ اس لئے آپ کے پاس
اس وقت چلے آیا۔''
منوج اگروال بولے
''باسو صاحب! آپ کے ہوتے ہوئے ہمیں کیسی
چنتا! بس سب کُشل منگل ہے۔'' (مشتاق احمد وانی۔ ''اندر کی
باتیں'' (افسانوی مجموعہ) افسانہ ''اندر کی باتیں'' صفحہ۔ ۱۹۹)

درج بالا اقتباسات کے مطالعہ سے یہ پتا چل جاتا ہے کہ مشتاق احمد وانی کو اردو زبان پر مناسب دست رس حاصل ہونے کے ساتھ ساتھ ہندی زبان کے

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

استعمال پر بھی پورا عبور حاصل ہے۔ انہوں نے ہندی زبان کے الفاظ کا استعمال اپنے بہت سارے افسانوں کے اسلوب میں کیا ہوا ہے۔ لیکن طوالت کے سبب یہاں پر متذکرہ بالا اقتباسات پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔ یہاں پر میں ایک بات اور لکھنا مناسب سمجھتا ہوں کہ اگر ہم مشتاق احمد وانی کے ایسے ذخیرۂ الفاظ کو ذہن میں رکھیں تو انہیں اپنے معاصرین میں نمایاں مقام تفویض کیا جانا لازمی بن جاتا ہے جس کی وجہ سے ان کی افسانہ نگاری کی طرف خاطر خواہ توجہ کی جائے گی۔ مشتاق احمد وانی کے افسانوں میں ہندی زبان کے الفاظ کے استعمال پر ڈاکٹر الطاف انجم اپنے مضمون ''ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کا جہانِ افسانہ'' میں کچھ اس طرح سے رقمطراز ہیں:

> ''معاشرے کے مختلف مسائل و مصائب اور رجحانات و میلانات کو تخلیقی سطح پر برتنے کا ہنر مشتاق کو خوب آتا ہے کیوں کہ ان کے یہاں زبان پر مناسب دست رس ہونے کا احساس ملتا ہے۔ موصوف چوں کہ ہندی اکثریت والے علاقے میں اپنی صبح کو شام کرتے ہیں اس لیے ان کی تخلیقی زبان میں ہندی الفاظ کا استعمال کوئی غیر فطری بات نہیں ہے بلکہ یہ اپنی زمین اور اس میں پیوست جڑوں کے ساتھ مناسبت کی ایک عمدہ مثال ہے جسے ساختیات (Structuralism) کے حوالے سے ثقافتی کنونشنز سے وابستگی کا ایک مظہر تصور کیا جاتا ہے۔''
>
> (''ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کا جہانِ افسانہ'' از ڈاکٹر الطاف انجم، مشمولہ ''اندر کی باتیں'' (افسانوی مجموعہ) مشتاق احمد وانی، صفحہ ۱۰۲ تا ۱۰۳)

مشتاق احمد وانی کا اندازِ بیان کافی دلکش و دلچسپ اور فصاحت و بلاغت سے بھرپور ہے۔ وہ قاری کو زبان کی بھول بھلیوں میں نہیں بھٹکاتے بلکہ افسانے کے اختتام تک سیدھے سیدھے سفر کرواتے ہیں۔ ان کے افسانوں میں تخلیقی زبان کے

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

استعمال سے واقعات میں ربط و تسلسل پیدا ہو گیا ہے جس کی وجہ سے ان کے افسانے بغیر کسی اُلجھن کے مکمل ہو جاتے ہیں۔ ان کے اسلوب میں وہ اندازِ بیان ہے کہ ہر کوئی اس کا شیدائی بن جاتا ہے۔ یعنی ان کے اندازِ بیان میں کافی دلچسپی پائی جاتی ہے۔ جو ان کے افسانوی اسلوب کا ایک خاصہ ہے۔ اس ضمن میں ''انتساب عالمی'' کے مدیر اعلیٰ ڈاکٹر سیفی سرونجی کچھ اس طرح سے رقمطراز ہیں:

> ''مشتاق احمد وانی کی کہانیوں میں حالانکہ کوئی نیا پن نہیں ہے لیکن انداز بہت دلچسپ ہے اور یہی کہانی کے انداز کی وجہ سے قاری کی دلچسپی برقرار رہتی ہے اور قاری جب تک کہانی ختم نہ کرلے اس کی بے چینی برقرار رہتی ہے، یہ ایک اچھے کہانی کار کی سب سے بڑی خصوصیت ہوتی ہے کہ وہ قاری کو باندھے رکھے اور مشتاق وانی اس فن میں ماہر ہیں۔'' (ڈاکٹر سیفی سرونجی۔ ''اردو افسانہ ترقی پسند تحریک کے بعد'' صفحہ۔۱۷۲)

مشتاق احمد وانی نے اپنے افسانوں کے اسلوب میں کہیں کہیں پر شاعرانہ مزاج بھی داخل کیا ہے۔ یعنی اپنے اسلوب میں عمدہ اشعار پیش کر کے اسے اور زیادہ دلکش اور پُرکشش بنا دیا ہے۔ انہوں نے اپنے اسلوب کو جگہ جگہ پر عمدہ اشعار سے سجایا ہوا ہے۔ ان کے افسانے ''بھولی بھولی سی صورت'' اور ''اجنبی دو دل اجنبی'' میں چند عمدہ اشعار قلمبند کئے گئے ہیں۔

افسانہ ''بھولی بھولی سی صورت'' میں مشتاق احمد وانی نے بہت اچھے اور عمدہ اشعار قلمبند کئے ہیں جن سے اس افسانے کے اسلوب میں ایک کشش سی پیدا ہو گئی ہے۔ اس افسانے میں انہوں نے بشیر بدؔر کی غزل کے چند اشعار کو اس طرح سے پیش کیا ہے:

''مِرے دل کی راکھ کرید مت اسے مُسکرا کے ہوا نہ دے

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

یہ چراغ پھر بھی چراغ ہے کہیں تیرا ہاتھ جلا نہ دے
یہاں لوگ رہتے ہیں رات دن کسی مصلحت کی نقاب میں
یہ تری نگاہ کی سادگی کہیں دِل کے راز بتا نہ دے
میں غزل کی شبنمی آنکھ سے یہ دُکھوں کے پھُول چنا کروں
مِری سلطنت مرا فن رہے مجھے تخت و تاج خُدا نہ دے

(مشتاق احمد وانی۔ ''ہزاروں غم'' (افسانوی مجموعہ) افسانہ ''بھولی بھولی سی صورت'' صفحہ۔۵۸)

افسانہ ''اجنبی دو دل اجنبی'' میں بھی شعر پیش کر کے اس کے اسلوب کو مشتاق احمد وانی نے نہایت ہی دلکش بنایا ہوا ہے۔ ملاحظہ ہو اس افسانے میں پیش کیا گیا یہ شعر:

دو ستاروں کا زمیں پر ہے مِلن آج کی رات
ساری دُنیا نظر آتی ہے دُلہن آج کی رات

(مشتاق احمد وانی۔ ''ہزاروں غم'' (افسانوی مجموعہ) افسانہ ''اجنبی دو دل اجنبی'' صفحہ۔۲۵)

مشتاق احمد وانی چونکہ ایک نثر نگار کی حیثیت سے ہی ادبی دنیا میں جانے اور پہچانے جاتے ہیں لیکن انہوں نے اپنے افسانوں میں شاعرانہ اسلوب سے ان کی خوبصورتی اور دلکشی میں نمایاں اضافہ کیا ہے جو ہمارا دامنِ دل کھینچ لیتی ہے۔ ان کے افسانوں میں شاعرانہ خصوصیت کی نشاندہی کرتے ہوئے ڈاکٹر سید اختیار جعفری اپنے مضمون ''افسانوں میں شعری لب ولہجہ کا ترجمان مشتاق وانی'' میں یوں لکھتے ہیں:

''حالانکہ مشتاق وانی اوّل و آخر ایک نثر نگار ہیں۔ لیکن کہیں کہیں دل کے کسی گوشے میں وہ شاعر بھی ہیں۔ خواہ انہوں نے ایک بھی غزل یا نظم نہ کہی ہو لیکن ان کے افسانوں میں جہاں کہیں قدرت کے خوبصورت مناظر، حسین عورت یا مرد کا ذکر آتا ہے، ان کے بیان سے جیسے شاعری پھوٹ کر بہنے

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

لگتی ہے۔ ان کی تشبیہیں ایسی نادر اور دل کو چھو لینے والی ہوتی ہیں کہ اچھے اچھے شاعروں کو بھی پسینے آجائیں۔''

(''افسانوں میں شعری لب ولہجہ کا ترجمان مشتاق وانی'' از ڈاکٹر سید اختیار جعفری، مشمولہ ''اندر کی باتیں'' (افسانوی مجموعہ) صفحہ۔۶۴)

مشتاق احمد وانی کے افسانوں میں ہمیں منظر نگاری کے بھی کامیاب نمونے ملتے ہیں۔ انہوں نے جس کسی بھی منظر کی تصویر کشی کی ہے تو وہ منظر گویا ہماری آنکھوں کے سامنے اپنی اصل شکل میں آجاتا ہے اور قاری کو ایسا لگتا ہے کہ وہ خود اس منظر پہ موجود ہے اور یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے۔ مشتاق احمد وانی کی منظر نگاری میں سب سے اہم بات اُن کا نمایاں اور منفرد اسلوب ہے جس کے ذریعے وہ کسی بھی منظر کی ایسے دلکش اسلوب میں تصویر کشی کرتے ہیں کہ وہ ہمارا دامنِ دل کھینچ لیتی ہے۔ انہوں نے اپنے بیشتر افسانوں میں بہت سے مناظر کی بہترین اسلوب میں تصویر کشی کی ہے۔ جن میں ''دوہری مار''۔ ''مکّار''۔ ''گردش''۔ ''میں تجھے آواز دیتا ہوں''۔ ''چور''۔ ''باہر اور اندر کا منظر'' وغیرہ بہت ہی اہم اور قابلِ ذکر ہیں۔

افسانہ ''دوہری مار'' جو کہ ملی ٹینسی سے متاثر ہو کر لکھا ہوا ایک عمدہ افسانہ ہے۔ اس میں مشتاق احمد وانی نے ایک خوفناک رات کا منظر اپنے بہترین اسلوب میں پیش کیا ہے۔ انہوں نے مناسب الفاظ سے اُس خوفناک رات کے منظر کو اس طرح دلکش اسلوب میں پیش کیا ہے:

''وہ برسات کی ایک خوفناک رات تھی۔ آسمان پہ گھنے سیاہ بادل چھائے ہوئے تھے۔ بجلی بادلوں کو چیرتی ہوئی بار بار کوند رہی تھی اور بادل اس طرح گرج رہے تھے کہ لگ رہا تھا چند ہی لمحوں میں ایک ایسا سیلاب برپا ہو کے رہ جائے گا جو ہر

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

شے کو اپنے ساتھ بہالے جائے گا۔ وقفے وقفے کے بعد تند و تیز ہواؤں کے جھکڑ چلتے جن سے کھڑکیاں اور کواڑ بجنے لگتے۔ تمام شہر تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔'' (مشتاق احمد وانی۔ ''میٹھا زہر'' (افسانوی مجموعہ) افسانہ ''دوہری مار'' صفحہ۔۵۳)

افسانہ ''میں تجھے آواز دیتا ہوں'' میں مشتاق احمد وانی نے قدرتی مناظر کی اپنے بہترین اسلوب کے ذریعے سے تصویر کشی کی ہے۔ اس افسانے میں انہوں نے ریاست جموں و کشمیر کے ضلع اُدھم پور کے ایک سیاحتی مقام ''پٹنی ٹاپ'' کی منظر کشی اپنے دلکش اسلوب میں اس طرح سے کی ہے کہ ''پٹنی ٹاپ'' کی قدرتی خوبصورتی کا پورا نقشہ ہماری آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔ ملاحظہ ہو اس افسانے کا یہ اقتباس:

''پٹنی ٹاپ پہنچ کر قدرت کے دلکش مناظر دیکھتے ہی ہم سب پر ایک سرمستی کی سی کیفیت طاری ہوگئی۔ پٹنی ٹاپ کے وہ گھنے دیودار، سرسبز میدان، پھولوں سے لدی ہوئی کیاریاں مختلف پرندوں کی چہچہاہٹ، ٹھنڈا میٹھا پانی، سرسراتی ہوئی تازہ ہوا اور پھر وہ عالیشان ریسٹ ہاؤس دیکھ کر ہر ساتھی کا چہرہ خوشی سے کھِل اُٹھا تھا۔'' (مشتاق احمد وانی۔ ''ہزاروں غم'' (افسانوی مجموعہ) افسانہ ''میں تجھے آواز دیتا ہوں'' صفحہ۔۱۳۷)

افسانہ ''سرگوشی'' میں مشتاق احمد وانی نے ایک پارک کی منظر کشی اپنے اسلوب میں اس طرح سے پیش کی ہے کہ اُس پارک کا پورا نقشہ ہماری آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔ ملاحظہ ہو یہ اقتباس:

''پوری پارک میں کل آٹھ چنار کے پیڑ ترتیب وار نصب تھے جن کی گھنی چھاؤں میں ہر شخص تازگی اور راحت محسوس کرتا۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

ان کے علاوہ دیودار اور مور پنکھ کے چھوٹے چھوٹے پیڑ پارک کی خوبصورتی اور دلکشی کے ساتھ سیر و تفریح کرنے والوں کو اپنی طرف راغب کر رہے تھے۔ پوری پارک میں چاروں جانب پھولوں کی کیاریوں کے ساتھ تھوڑے تھوڑے فاصلے پہ لوہے کے خوشنما بینچ لگے ہوئے تھے۔'' (مشتاق احمد وانی۔ ''اندر کی باتیں'' (افسانوی مجموعہ) افسانہ ''سرگوشی'' صفحہ۔ ۱۲۷)

افسانہ ''اندر کی باتیں'' میں مشتاق احمد وانی نے سات ستارہ ہوٹل اینڈ ریسٹورنٹ کا نقشہ اس طرح اپنے اسلوب کے ذریعے پیش کیا ہے کہ اس ہوٹل اینڈ ریسٹورینٹ کی پوری تصویر ہماری آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے۔ افسانے میں نریش رانا کے سات ستارہ ہوٹل وریسٹورینٹ کا نقشہ مشتاق احمد وانی اس طرح اپنے اسلوب میں پیش کرتے ہیں:

''نریش رانا کا سات ستارہ ہوٹل اینڈ ریسٹورینٹ مہانگر کے بالکل وسط میں ہر خاص و عام کو دعوت نظارہ دیتا ہے۔ کھانے پینے اور رہائش کی تمام سہولیات اس میں موجود ہیں.....
سات منزلہ یہ عالیشان ہوٹل اینڈ ریسٹورینٹ ہر وقت نئی نویلی دُلہن کی طرح سجا رہتا ہے۔ خاص کر رات کے وقت جب بجلی کے قمقموں کی دھنک رنگ روشنی سے پل پل میں پورے ہوٹل کی چاروں سمتوں پر مختلف طرح کے خوشنما ڈیزائن تیار ہوتے چلے جاتے ہیں تو دیکھنے والے دیکھتے ہی رہ جاتے ہیں۔ اس ہوٹل اینڈ ریسٹورینٹ کی ہر چیز نہایت نفیس، دیدہ زیب، آرام دہ اور عمدہ ہے کہ جو اس میں ٹھہرنے والوں کے دلوں کو موہ لیتی ہے۔'' (مشتاق احمد وانی۔ ''اندر کی

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

باتیں'' (افسانوی مجموعہ) افسانہ ''اندر کی باتیں'' صفحہ۔۱۹۳)

مشتاق احمد وانی کے افسانوی اسلوب میں ہمیں مکالمہ نگاری کی بھی بہت خوبصورت مثالیں دیکھنے کو ملتی ہیں جنہیں پڑھ کر ایسا لگتا ہے کہ انہیں مکالمہ نگاری پر پورا عبور حاصل ہے۔ وہ اپنے افسانوں میں کرداروں کی نفسیات، ان کے عادات و اطوار، ان کے جذبات و احساسات اور ان کے خیالات کی بھرپور عکاسی آسان، صاف، سلیس اور عام فہم زبان میں کرتے ہیں۔ وہ اپنے کرداروں سے موقع و محل کی مناسبت سے مکالمے ادا کراتے ہیں جو قابلِ داد اور قابلِ توجہ ہوتے ہیں۔ ان کے لگ بھگ سارے افسانوں کے اسلوب میں مکالمہ نگاری کی بہترین صورتیں دیکھنے کو ملتی ہیں۔ ان کے افسانوں میں ''اجنبی دو دل اجنبی''۔ ''مکّار''۔ ''توبہ''۔ ''سرگوشی''۔ ''اندر کی باتیں'' وغیرہ ایسے افسانے ہیں جن میں انہوں نے اپنے بہترین اسلوب میں اپنے کرداروں کے توسط سے مکالمہ گوئی کرائی ہے۔ ان کے افسانوں کی مکالمہ گوئی کے اسلوب میں ایک دلکشی سی بھری ہوئی ہے۔

افسانہ ''اجنبی دو دل اجنبی'' مکالمہ نگاری کے لحاظ سے ہی ایک بہترین افسانہ مانا جاتا ہے۔ اس افسانے میں مشتاق احمد وانی نے دو کرداروں کی آپسی مکالمہ گوئی سے ہی پوری کہانی بیان کی ہے۔ یعنی اس افسانے کا پورا اسلوب مکالماتی ہے۔ ملاحظہ ہو اس افسانے کا یہ اقتباس:

> ''دیکھو اب تم مُسکرا رہی ہو۔ تمہارے چہرے پر جوانی کا سارا نشہ اُتر آیا ہے۔ مجھے تم اس وقت یوں معلوم ہو رہی ہو کہ جیسے تم انسانی مخلوق سے بالاتر ایک ایسی شے ہو جس نے حُسن و عشق کا سارا رَس اپنے حلق میں اُتار لیا ہو۔''
>
> ''میں ایک بات کہنا چاہتی ہوں۔''
>
> ''ہاں سُناؤ کیا؟''

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

''یہ ساڑی جو میں نے پہنی ہے، مجھے بہت پسند آئی۔
دیکھیے اس کا ہر تار اس بجلی کی روشنی میں کتنا جگمگا رہا ہے۔
مجھے یوں لگ رہا ہے کہ جیسے میں نے سونے کی چادر اوڑھ
رکھی ہے۔ یہ کہاں سے خرید لائی ہے آپ نے؟
''یہ میں نے تمہارے لیے بنارس سے خریدی ہے۔ شاید تمہیں
پتا ہوگا کہ بنارس کی ساڑی بہت خوبصورت اور قیمتی ہوا کرتی
ہے۔ محض تمہارے لیے خرید لایا ہوں۔ بس تمہارے لیے۔''
(مشتاق احمد وانی۔ ''ہزاروں غم'' (افسانوی مجموعہ) افسانہ ''اجنبی دو دل
اجنبی'' صفحہ۔۲۵)

افسانہ ''مکّار'' کی مکالمہ گوئی میں مشتاق احمد وانی نے ایک مخصوص لب و لہجہ استعمال کیا ہے۔ عورتیں ایک دوسرے سے کس طرح رشتے کی باتیں کرتی ہیں، اس افسانے کی مکالمہ گوئی کے اسلوب سے ہمیں پوری طرح سے پتا چلتا ہے۔ ملاحظہ ہو اس افسانے کا یہ اقتباس:

''ٹھیکیدارنی نے جان بی بی کی ماں سے پوچھ لیا۔
''آپا.....! آپ نے جان بی بی کا رشتہ کہیں کیا ہے کہ نہیں؟''
''نہیں کلثومہ! ابھی نہیں کیا ہے۔ لیکن چاہتی ہوں کہ جلد
سے جلد اس کا بوجھ بھی میرے سر سے اُتر جائے۔ بہر حال
بیٹی پرائی چیز ہوتی ہے۔ ایک قسم کی امانت سمجھ لو۔ اگر تمہاری
نظر میں کوئی اچھا سا پڑھا لکھا لڑکا ہے تو اری بتا دو۔ میں
اب زیادہ دیر تک بیٹی کا پہرہ نہیں کر سکتی۔'' جان بی بی کی
ماں نے کہا۔
''آپا ہمیں دُور کیوں جانا ہے۔ معاف کرنا ایک بات کہنے والی

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

ہوں اور وہ یہ کہ مراد آپ کی بیٹی جان بی بی پر دل و جان سے فریفتہ ہو چکا ہے۔ وہ سویرے شام ہمیں یہی کہہ رہا ہے کہ اگر آپ میری شادی جان بی بی سے نہیں کرو گے تو میں زہر کھا کر جان دے دوں گا۔ آج کے یہ لڑکے بھی کتنے جذباتی ہیں کہ جس بات پر اڑ گئے بس پھر اڑے ہی رہتے ہیں۔ اس لیے آپا..... جان بی بی ہماری بہُو بننے والی ہے۔ آپ مطمئن رہیں۔ ہم ایک دو دن میں آپ کے ہاں مُراد کے رشتے کی بات پکّی کرنے آرہے ہیں۔ مراد کے ابّو کو بھی میں نے اس بات پر راضی کرلیا ہے۔'' ٹھیکیدارنی نے کہا۔'' (مشتاق احمد وانی۔ ''ہزاروں غم'' (افسانوی مجموعہ) افسانہ ''مکّار'' صفحہ ۴۰ تا ۴۱)

افسانہ ''توبہ'' میں دو کرداروں سراج الدّین اور درشنا کے درمیان ہو رہی مکالمہ گوئی کو مشتاق احمد وانی نے بہت سہل اور عام فہم زبان میں بیان کیا ہے۔ اس افسانے کے مکالماتی اسلوب میں سہل نگاری کی صورتیں دیکھنے کو ملتی ہیں۔ ملاحظہ ہو یہ اقتباس:

''درشنا چھپتے چھپاتے سراج الدّین کے کمرے میں آگئی۔ اور بڑی سہمی ہوئی آواز میں بولی۔

''میں تو یہاں آگئی، لیکن اگر کسی کو پتہ چل گیا تو بدنامی ہوگی۔ اور ہاں اگر ٹھاکر صاحب کو پتہ چلے گا تو وہ مجھے زندہ نہ چھوڑیں گے۔''

''سراج الدّین کہنے لگا۔'' گھبراؤ نہیں درشنا بس پل بھر کے لیے بیٹھ جاؤ۔ پھر چلی جانا۔''

''آپ کا گھر کہاں ہے؟'' درشنا نے پوچھا۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

''کیا کروگی میرا گھر پوچھ کے.....؟ جہاں رات لگی وہیں بس گھر سمجھ لو۔ لیکن اگر تم مجھ سے پوچھ رہی ہو تو اپنا پتہ بتا ہی دیتا ہوں۔ لو سُنو! میرا نام سراج الدّین ہے۔ میں قصبہ بسنت گڑھ میں رہتا ہوں۔ یہاں تمہارے گاؤں میں ایک ماسٹر کے طور پر آیا ہوں۔''

''اچھا یہ بتاؤ کہ آپ نے مجھے یہاں کیوں بُلایا ہے..... .....؟ درشنا نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

''اس لیے کہ تم مجھے حُسن کی دیوی لگتی ہو اور میں تمہارے درشن کرنا چاہتا ہوں۔ جب سے میں نے تمہیں دیکھا ہے تب سے میری نیند اُڑ چکی ہے۔ میرے خون کی گردش میں تمہارے عشق نے ایک تلاطم برپا کر دیا ہے۔ درشنا! تم میری اس بات کا دل سے یقین جانو کہ مجھے تم سے بے پناہ محبّت ہوگئی ہے۔'' (مشتاق احمد وانی۔ ''ہزاروں غم'' (افسانوی مجموعہ) افسانہ ''توبہ'' صفحہ ۸۴ تا ۸۵)

افسانہ ''سرگوشی'' میں ایک غیر شادی شدہ جوڑے کے بیچ میں ہو رہی تلخ گفتگو کو مشتاق احمد وانی نے بہت ہی انوکھے اسلوب میں پیش کیا ہے جس کو پڑھ کر اچھی طرح سے یہ پتا چل جاتا ہے کہ بے بھروسہ محبت کرنے والے جوڑے میں کس طرح تکرار ہوتی ہے اور پھر اس کا انجام کیا ہوتا ہے۔ ملاحظہ ہو اس افسانے کے غیر شادی شدہ جوڑے کے درمیان ہو رہی یہ گفتگو جو کہ بہترین اسلوب میں پیش کی گئی ہے:

''یہ اجنبی شخص آپ کو کیا کہہ رہا تھا؟''

''اری یہ کوئی پاگل لگتا ہے، اس نے تو مجھے کوئی بھی بات نہیں سنائی۔''

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

لڑکی کا لہجہ فوراً تلخ ہوگیا وہ بولی ''یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک آدمی آپ کو میری نظروں کے سامنے مجھ سے الگ لے جا کر ایک ضروری بات سنا رہا ہے اور آپ کہہ رہے ہیں اس نے کچھ بھی نہیں کہا۔ یہ تو آپ مجھ سے سراسر جھوٹ کہہ رہے ہیں۔''

لڑکے نے یقین دلاتے ہوئے کہا ''میں سچ کہہ رہا ہوں اُس نے مجھ سے کچھ بھی نہیں کہا۔''

لڑکی کے دل و دماغ میں شک کی سوئی گھومنا شروع ہوگئی اس نے کہا۔

''میں پوچھ رہی ہوں وہ کیا کہہ رہا تھا؟ آخر مجھ سے آج آپ یہ بات کیوں چھپا رہے ہیں۔'' (مشتاق احمد وانی۔''اندر کی باتیں'' (افسانوی مجموعہ) افسانہ ''سرگوشی'' صفحہ۔۱۲۸تا۱۲۹)

افسانہ ''اندر کی باتیں'' میں مشتاق احمد وانی نے اپنی ساری افسانوی خوبیوں کو ایک ساتھ اس طرح سے جمع کیا ہے کہ ان کا یہ افسانہ کوہِ نور کا ہیرا بن گیا ہے۔ اس افسانے کی پوری کہانی اس کے مرکزی کردار کمل کانت اور سات ستارہ ہوٹل اینڈ ریسٹورینٹ کے مالک جناب نریش رانا کے بیچ میں ہو رہی مکالمہ گوئی کے ذریعے ہی بیان کی گئی ہے۔ اس افسانے کے مکالماتی اسلوب کی زبان نہایت ہی صاف، شستہ اور سلیس ہے اور بعض جگہ ہندی کے الفاظ سے بھی بھری پڑی ہے۔ اس کے مکالمے کافی طویل ہیں، لیکن ان کا اندازِ بیان ایسا دلکش ہے کہ طوالت کا احساس ہی نہیں ہوتا ہے۔ اس افسانے میں چونکہ مشتاق احمد وانی نے اپنی ذاتی زندگی کی کہانی کو جذباتی زبان کے اسلوب میں بیان کیا ہوا ہے جو دلچسپی سے خالی نہیں ہے۔ اس افسانے کا پورا اسلوب مکالماتی ہے۔ اس میں مشتاق احمد وانی نے گویا مکالمہ

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

نگاری کا بھرپور اظہار کیا ہوا ہے۔ اس افسانے میں ایک اثر انگیز لب ولہجہ بھی دیکھنے کو ملتا ہے جس کی بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ مشتاق احمد وانی کا اسلوب نمایاں اور منفرد ہے۔ ملاحظہ ہو اس افسانے کے یہ چند اقتباسات جو مکالماتی اسلوب کی بہترین مثالوں کے طور پر پیش کئے جا سکتے ہیں:

''ارے کمل کانت! میرے بھائی کیا حال ہے تیرا؟ مجھے تو تُو پہلی نظر میں آج پہچانا ہی نہیں جا رہا تھا'' دونوں بڑے تپاک سے آپس میں بغلگیر ہوئے، پھر کمل کانت ایک طرف کُرسی پہ بیٹھ گیا تو نریش رانا نے اُسے پوچھا۔

''کمل کانت! تُو نے اپنی یہ کیا حالت بنا رکھی ہے بھائی! کہاں گیا تیرا وہ ہشاش بشاش چہرہ! آج سے چھ مہینے پہلے جب ہماری ملاقات ہوئی تھی تو تیرا چہرہ اور سڈول جسم دیکھ کے مجھے تجھ پر رشک آ گیا تھا لیکن آج تیرا حال دیکھ کے میں مایوس ہو رہا ہوں۔ آخر کیا بات ہے؟ میں تیرے وجود میں آئی ہوئی اس سونامی کو جاننا چاہتا ہوں جس نے تیری یہ حالت بنائی ہوئی ہے۔''

''نریش رانا صاحب! میں آپ کو اپنا بڑا بھائی سمجھتا ہوں اور سمجھتا رہوں گا مجھ پہ جو بیتی ہے وہ کسی پہ نہ بیتے!.....

.....رانا صاحب! مجھے بتائیے اُس وقت آپ کے دل پہ کیا بیتے گی! بس میرے ساتھ بھی کچھ اسی طرح کا سا سلوک کیا گیا ہے میرے بھائی''!

کمل کانت! آخر تیرے ساتھ کیا ہوا ہے؟ کھُل کے بات کرنا تا کہ مجھے بھی پتا چلے کہ معاملہ کیا ہے''؟ کمل کانت

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

نے کہا۔

''سنیئے بھیا! آپ ہی کے کہنے پر میں نے دارالعلوم کے شعبۂ تاریخ میں اسسٹنٹ پروفیسری کی اسامی کیلئے فارم بھرا تھا لیکن مجھے بُری طرح نظر انداز کردیا گیا ہے۔ میرا مستقبل تاریک بنا دیا گیا ہے۔ یہ میرے لئے ایک بہت بڑا سانحہ ہے۔ میرا حق بُری طرح مجھ سے چھینا گیا ہے۔'' (مشتاق احمد وانی۔ ''اندر کی باتیں'' (افسانوی مجموعہ) افسانہ ''اندر کی باتیں''، صفحہ۔۱۹۵تا۱۹۶)

مشتاق احمد وانی کے درج بالا مکالماتی اسلوب سے بھرے پڑے اقتباسات کے مطالعے سے یہ پتا چلتا ہے کہ انہیں مکالماتی اسلوب پر کافی دسترس حاصل ہے۔ ان کے مکالمے کہیں کہیں کافی طوالت کا رنگ پکڑے ہوئے ہیں لیکن اس سے ان کے افسانوی اسلوب پر کوئی فرق نہیں پڑتا ہے، بلکہ طوالت کے سبب بھی ان کے مکالمے دلچسپی سے پڑھے جاتے ہیں۔ انہوں نے طویل مکالموں میں جو زبان استعمال کی ہے وہ بہت ہی آسان اور صاف ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے مکالموں میں کرداروں کی ذہنی، نفسیاتی اور جذباتی کیفیات کی بہترین اسلوب میں عکاسی کی ہے۔ ان کے مکالمے فطری اور حقیقی معلوم ہوتے ہیں کیونکہ وہ کرداروں کی حقیقی شخصیت کے مطابق ہی ان سے مکالمے ادا کراتے ہیں۔

مشتاق احمد وانی کے افسانوں کی زبان سادہ، صاف، سلیس اور عام فہم ہے لیکن کہیں کہیں پر وہ اچھے اور بہترین جملوں میں ثقیل الفاظ کا بھی استعمال کرتے ہیں جو بھلے معلوم ہوتے ہیں۔ انہوں نے اپنے افسانوں میں کرداروں کے سماجی، سیاسی اور مذہبی سیاق میں زبان کا استعمال کیا ہے۔ وہ افسانے کے اسلوب اور ہیئت میں کسی حد تک زیادہ تجربہ کرنے کے قائل نہیں ہیں، مگر فکشن کی روایت پر ان کی

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

گرفت مضبوط ہے، اس لئے بیانیہ پر بھی ان کی گرفت کبھی ڈھیلی نہیں پڑتی ہے۔ وہ موضوع کی نوعیت کے اعتبار سے اپنے اسلوب کا انتخاب کرتے ہیں اور کرداروں کی نفسیات میں بھی گہرائی تک اُترنے کی کامیاب کوشش کرتے ہیں۔ ان کے افسانوں کے اسلوب کی تکنیک روایتی طرز سے تو مختلف نہیں ہے البتہ اس بات کے سبب ان کے فن میں کوئی بھی کمی واقع نہیں ہوتی ہے۔ حقانی القاسمی اپنے مضمون ''مشتاق احمد وانی ایک مشّاق کُوزہ گر'' میں اُن کے اسلوب کے بارے میں اس طرح سے رقمطراز ہیں:

> ''مشتاق وانی کی کہانیاں زبان کی ژولیدگی، ابہام اور مہملیت سے پاک ہیں۔ وہ صاف ستھری اور ترسیلی زبان استعمال کرتے ہیں۔ نہ زبان نہ کردار اور نہ ہی پلاٹ میں جھول ہے۔ وہ سیدھے سادے بیانیہ پر یقین رکھتے ہیں۔ زبان کی لطافتوں اور نزاکتوں سے آگاہ ہیں۔ اس لئے اُردو کے بنیادی اُسلوب سے منحرف نہیں ہوتے۔ وہ فلسفیانہ مباحث اور ادق مسائل کو بھی بڑی فن کاری اور خوب صورتی سے اپنی کہانیوں کا جزو بناتے ہیں مگر کہیں بھی ان نظریات کا بوجھل پن ان کی زبان کی نزاکت و لطافت کو مجروح نہیں کرتا۔''
>
> (''مشتاق احمد وانی ایک مشّاق کُوزہ گر'' از حقانی القاسمی، مشمولہ ''اندر کی باتیں'' (افسانوی مجموعہ) صفحہ۔۵۹)

مشتاق احمد وانی کے بارے میں اگر یہ کہا جائے کہ وہ ایک نہایت ہی شریف مزاج کے انسان ہیں اور اُن کے حُلیہ سے ہی شرافت اور سادہ مزاجی کے آثار نمایاں ہوتے ہیں تو غلط نہ ہوگا۔ چونکہ اپنی اسی خصوصیت کی وجہ سے انہوں نے اپنے افسانوں میں جو اسلوب اختیار کیا ہے وہ بھی نہایت ہی صاف، سادہ، سلیس

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

اور رواں دکھائی دیتا ہے اور اس میں زبان کی پینترے بازی کہیں بھی نظر نہیں آتی ہے۔ ہاں اس وجہ سے ان میں کہیں کہیں ضرور کمی سی محسوس ہوتی ہے مگر اس سے ان کی کہانیوں کی تاثیر میں کوئی فرق نہیں پڑتا ہے۔ اس ضمن میں ڈاکٹر اسلم جمشید پوری اپنے ایک مضمون ''ڈاکٹر مشتاق احمد وانی: انسانی زندگی کے سچے عکاس'' میں ایک جگہ یوں لکھتے ہیں:

> ''جس طرح مشتاق احمد وانی ذاتی زندگی میں شرافت کا پیکر ہیں اسی طرح اُن کی افسانہ نگاری بھی انتہائی سادہ اور سلیس ہے۔ سیدھی سادی زندگی کی کہانی، عام سے کردار، پلاٹ پیچیدگی سے پاک، تحیر، تجسس، تصادم بقدر ضرورت عام فہم سے کہانیوں کے اختتام، قاری سے بے جا خطاب نہ ہی کسی نظریہ کی اشاعت..... یہ تمام اوصاف جہاں انہیں سہل افسانہ نگار ثابت کرتے ہیں وہیں کہانی کی تکمیل اور تاثیر میں کبھی کبھی رخنہ بھی بن جاتے ہیں۔'' (''ڈاکٹر مشتاق احمد وانی: انسانی زندگی کے سچے عکاس'' از ڈاکٹر اسلم جمشید پوری، مشمولہ ''میٹھا زہر'' (افسانوی مجموعہ) صفحہ ۳۲ تا ۳۳)

مشتاق احمد وانی کے تقریباً تمام افسانوں میں سیدھی سادی زندگی کی کہانیاں سیدھے سادے اندازِ بیان کے اسلوب میں بیان کی گئی ہیں۔ ان میں واقعات کی ترتیب و تنظیم کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔ ان کے تقریباً تمام پلاٹ سیدھے سادے اور منظّم و مربوط ہیں۔ ان میں کہیں بھی ہمیں جھول کا احساس تک نہیں ہوتا ہے اور کہانی شروع سے آخر تک ایک بھرپور تاثر کے ساتھ پیش کرنے کی وجہ سے قاری کے دل و دماغ پر دیرپا اثر چھوڑتی ہے۔ اس کے علاوہ مشتاق احمد وانی فہم و فراست کے نازک موتیوں کو اپنے اسلوب میں چھلکاتے ہوئے افسانہ نگاری

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

کے ذریعے اپنی تخلیقی حسیت کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔ وہ اپنے افسانوں کو بلند جذباتی ونفسیاتی پہلو سے ہم آہنگ کرتے ہوئے سحر آفریں اسلوب سے قارئین کے دلوں کو گرماتے بھی ہیں اور انہیں متاثر کر کے غور وفکر کے لئے مجبور بھی کر دیتے ہیں۔ ان کے اسلوب میں اثر انگیز لب ولہجہ دیکھنے کو ملتا ہے۔ پروفیسر قاضی عبیدالرحمٰن ہاشمی اپنے مضمون ''تخلیقی زبان اور دلکش بیانیہ کا افسانہ نگار: مشتاق احمد وانی'' میں ان کے بارے میں رقمطراز ہیں:

> ''وانی کے افسانے اُن کی ذات سے شروع ہو کر انہیں پر ختم ہونے یا ان کی نجی زندگی کی محرومیوں اور ناکامیوں کی روئیداد ہونے کے بجائے اپنی ایک عمومی اور آفاقی جہت رکھتے ہیں جن میں پیش کردہ دُکھ درد سے اکثر قاری اپنا رشتہ استوار کر لیتے ہیں۔ اس کا سبب ان کہانیوں کی موثر اور پرقوت تخلیقی زبان اور دلکش بیانیہ ہے۔'' (''تخلیقی زبان اور دلکش بیانیہ کا افسانہ نگار: مشتاق احمد وانی'' از پروفیسر قاضی عبیدالرحمٰن ہاشمی، مشمولہ ''اندر کی باتیں'' (افسانوی مجموعہ) صفحہ۔۱۴)

الغرض ڈاکٹر مشتاق احمد وانی بیانیہ اسلوب کے منفرد افسانہ نگار ہیں۔ ان کی زبان نہایت ہی صاف، سادہ اور سلیس ہے۔ جس سے قاری کو ان کے افسانوں کی کہانیاں سمجھنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آتی ہے۔ انہوں نے تشبیہات، استعارات، ترکیبات اور محاورات کا بھی موقع ومحل کی مناسبت سے استعمال کر کے اپنے اسلوب کو خوبصورت اور دلکش بنانے کی کامیاب کوشش کی ہے جس کی وجہ سے ان کے اسلوب میں مزید تازگی، شگفتگی، چاشنی، اثر انگیزی، بے ساختگی وغیرہ پیدا ہوگئی ہے۔ ان کے افسانوں کا جزو لاینفک جہاں بیانیہ اسلوب سے پُر ہے تو وہیں

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

انہوں نے مکالمہ گوئی سے بھی کہیں کہیں پر کام لیا ہے۔ البتہ ان کی سادہ بیانی ان کے افسانوی اسلوب پر کچھ اس طرح سے غالب آ گئی کہ اگر یہ کہا جائے کہ ان کی سادہ بیانی میں ہی جادو کا جوہر اور سادگی میں پرُ کاری ہے تو بیجا نہ ہوگا۔ آخر پر یہی کہا جا سکتا ہے کہ مشتاق احمد وانی کے زیادہ تر افسانے اسلوب کی بنا پر ہی قابلِ مطالعہ نہیں بلکہ قابلِ توجہ بھی ہیں۔

ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کے تقریباً تمام افسانوں کا بنظر غائر مطالعہ کرنے کے بعد یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان کے افسانوں کے تین امتیازی پہلو ایسے ہیں جو انہیں دوسرے ہم عصر افسانہ نگاروں سے انفرادی حیثیت عطا کرتے ہیں۔ پہلا امتیازی پہلو یہ ہے کہ مشتاق احمد وانی تخیل سے گریز کرتے ہوئے اپنے گرد و پیش کے ماحول و معاشرے میں رونما ہونے والے حالات و واقعات کو ایک چشم دید گواہ کے طور پر بیان کرتے ہیں۔ باالفاظ دیگر یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اُن کے افسانوں میں جموں و کشمیر کا ماحول، تہذیب و ثقافت، رسم و رواج اور یہاں کے پرُ آشوب حالات و واقعات کا پورا منظر نامہ دکھائی دیتا ہے۔ دوسرا امتیازی پہلو اختصار و جامعیت اور طنز و رمز کی گہری کاٹ ان کی کہانیوں کا طرۂ امتیاز ہے۔ وہ بات کو طول نہیں دیتے بلکہ سیدھے سادے انداز میں اختصار کے ساتھ اپنی بات کو قاری تک پہنچاتے ہیں۔ ان کے افسانوں کا تیسرا امتیازی پہلو یہ ہے کہ زبان و بیان کے معاملے میں اُن کے افسانے نہایت ہی اثر انگیز اور پرُ لطف نظر آتے ہیں۔ انہوں نے اپنے افسانوں میں زبان و بیان کا خاص خیال رکھا ہے۔ کہیں پر بھی ایسی زبان کا استعمال نہیں کیا جسے قاری کو سمجھنے میں دقت آ جائے۔ انہوں نے سادہ، سلیس، شگفتہ، شیریں، پرُ لطف اور موثر زبان کا استعمال کیا ہے اور تشبیہات و استعارات، محاورات، ضرب الامثال، رمز و کنائے، مترادفات اور کہیں کہیں ٹھیٹھ ہندی الفاظ کو جس ذہنی سوجھ بوجھ کے ساتھ افسانوں میں برتا ہے وہ بڑی بات ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

اپنے افسانوں میں جدید تکنیک کے تجربے بھی کئے ہیں۔انہوں نے اپنے افسانوں میں خود کلامی، فلیش بیک اور خطوط نگاری کی تکنیک کا استعمال بڑے بہترین اور موثر انداز میں کیا ہے۔غرض ان کے افسانوں کے مطالعے سے یہ بات صاف واضح ہوجاتی ہے کہ ان میں وہ تمام خصوصیات موجود ہیں جو ایک بہترین اور کامیاب افسانہ نگار کے لئے ضروری ہوتی ہیں۔ان کے افسانوں کو مدنظر رکھ کر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ مشتاق احمد وانی عصرِ حاضر کے ہم عصر افسانہ نگاروں میں ایک منفرد اور نمایاں حیثیت کے حامل افسانہ نگار ہیں۔اس ضمن میں پروفیسر شریف احمد قریشی کی اُس رائے کو قلمبند کر کے اپنے اس باب کو میں یہاں پر ہی ختم کرنا چاہتا ہوں جو انہوں نے مشتاق احمد وانی کی افسانہ نگاری کے بارے میں اپنے مضمون ''ڈاکٹر مشتاق احمد وانی: کامیاب اور منفرد افسانہ نگار'' میں کچھ اس طرح سے رقم کی ہے:

> ''ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کے تمام افسانے لایعنی، بے ربط، منتشر اور مبہم خیالات، علامات و استعارات سے پاک و صاف ہیں۔اُن کی کہانیاں جامع اور مکمّل ہونے کے ساتھ عہدِ حاضر کے حقائق و مسائل کی سچّی اور حقیقی تصاویر ہیں۔ کہانی، موضوع، تکنیک، اسلوب اور زبان و بیان کی انفرادیت اور دیگر فنی خصوصیات کے سبب ڈاکٹر مشتاق احمد وانی نہ صرف ایک کامیاب افسانہ نگار ہیں بلکہ اپنے ہم عصر افسانہ نگاروں سے ممتاز اور منفرد بھی نظر آتے ہیں۔'' (''ڈاکٹر مشتاق احمد وانی: کامیاب اور منفرد افسانہ نگار'' از پروفیسر شریف احمد قریشی، مشمولہ ''اندر کی باتیں'' (افسانوی مجموعہ) صفحہ۔۳۶)

☆☆☆

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

(باب سوم)

مشتاق احمد وانی
بحیثیت محقق و نقاد

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

جیسا کہ گذشتہ باب میں اس بات کا ذکر کیا گیا ہے کہ ڈاکٹر مشتاق احمد وانی نے اپنی ادبی زندگی کا آغاز افسانہ نگاری سے کیا لیکن آگے چل کر انہوں نے تحقیق وتنقید کے میدان میں بھی قدم رکھا اور بحیثیت ایک محقق ونقاد کے اپنی شخصیت تسلیم کروانے میں کامیاب ہوئے۔ ریاست جموں وکشمیر میں تحقیق وتنقید میں نئے لکھنے والوں میں مشتاق احمد وانی کا نام بہت اہم ہے۔ وہ نہ صرف ہندوستان بلکہ بیرونِ ہند کی اردو بستیوں میں بھی ایک دیدہ ور نقاد، محقق، مفکر اور منفرد کہانی کار کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔ اکیسویں صدی کے اردو ادب کے تناظر میں اگر دیکھا جائے تو مشتاق احمد وانی ایک جانے پہچانے قلم کار کا نام ہے۔ پروفیسر قدوس جاوید اُن کے بارے میں رقمطراز ہیں:

> ''معاصر اُردو ادب میں مشتاق احمد وانی ایک مانوس قلمکار کا نام ہے۔ تخلیق، تحقیق اور تنقید کو یکساں طور پر ایک معیار کے ساتھ برتنا آسان نہیں۔ لیکن مشتاق احمد وانی ایسا کر گزرتے ہیں۔ اس سے اُن کی ہمہ جہت ادبی شخصیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ تانیثیت کے حوالے سے اُن کی مفصّل تصنیف اُن کے وسیع وعمیق علم کا تازہ ثبوت ہے۔ فکشن کی تنقید اُن کی تنقیدی سرگرمیوں کا نمایاں پہلو تو ہے

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

ہی، لیکن ساتھ ہی ایک منفرد فکشن نگار کی حیثیت سے بھی
مشتاق احمد وانی خصوصی توجہ کے مستحق ہیں۔''

(''مشتاق وانی کا افسانہ ''اندر کی باتیں'' (ایک آتش فشاں) از قدوس جاوید، مشمولہ ''اندر کی باتیں'' (افسانوی مجموعہ) مشتاق احمد وانی، صفحہ۔۹)

ڈاکٹر مشتاق احمد وانی نے ادبی دنیا میں ایک محقق و ناقد کی حیثیت سے اُس وقت دستک دی جب اُردو ادب کے معیاری رسائل و جرائد میں اُن کے تحقیقی و تنقیدی نوعیت کے مضامین چھپ کر آ گئے اور انہیں ادبی دنیا میں کافی سراہا گیا۔ وہ ان رسائل و جرائد کے ذریعے بہت کم وقت میں قارئین حضرات تک رسائی حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے۔ پروفیسر وہاب اشرفی مشتاق احمد وانی کی تحقیقی و تنقیدی کاوشوں کے بارے میں لکھتے ہیں:

''ڈاکٹر مشتاق احمد وانی ایک عرصے سے تنقید، تحقیق اور تخلیق کے سلسلے میں اپنی سرگرمیوں سے پہچانے جاتے ہیں۔ اُن کی کاوشیں جہات کے لحاظ سے وسیع پس منظر پیش کرتی ہیں۔ انہوں نے تحقیقی مضامین بھی لکھے ہیں اور تنقیدی بھی۔ اس ضمن میں اُن کی کتاب ''آئینہ در آئینہ'' لوگوں کے ذہن میں محفوظ ہے۔ ایک تحقیقی کتاب ''تقسیم کے بعد اُردو ناول میں تہذیبی بحران'' بھی بڑی اہمیت کی حامل ہے۔''

(''دولفظ'' از پروفیسر وہاب اشرفی، مشمولہ ''میٹھا زہر'' (افسانے) مشتاق احمد وانی، صفحہ۔۱۲)

مشتاق احمد وانی کی تحقیقی و تنقیدی صلاحیتوں کو صحیح سمت عطا کرنے میں پروفیسر ظہور الدّین صاحب کا کافی اہم کردار رہا ہے۔ چونکہ انہوں نے ظہور الدّین کی نگرانی میں پی ایچ ڈی کی ڈگری کے لئے اپنا مقالہ ''تقسیم کے بعد اُردو ناول میں

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

تہذیبی بحران'' لکھا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہیں ایسے قابل، ذہین اور محنتی اُستاد سے تحقیق وتنقید کے اسرار ورموز سیکھنے کا بہت اچھا موقع ملا۔

بیسویں صدی کی آخری دہائی سے ہی ریاست جموں وکشمیر کے ادبی منظر نامے پر نمایاں ہونے والوں میں مشتاق احمد وانی ایک ایسے منفرد ادیب ہیں جنہوں نے بڑی سنجیدگی کے ساتھ اردو تحقیق وتنقید کے ادبی سرمائے میں اضافہ کیا۔ ان کی جو خالص تحقیقی وتنقیدی تصانیف شائع ہو کر اردو دنیا میں مشہور ومقبول ہو کر قارئین حضرات سے داد وتحسین وصول کر چکی ہیں اُن میں ''تقسیم کے بعد اردو ناول میں تہذیبی بحران'' (۲۰۰۲ء) ''آئینہ در آئینہ'' (۲۰۰۴ء) ''اعتبار ومعیار'' (۲۰۱۱ء) ''اُردو ادب میں تانیثیت'' (۲۰۱۳ء) ''شعورِ بصیرت'' (۲۰۱۴ء) ''ترسیل وتفہیم'' (۲۰۱۹ء) ''تناظر وتفکّر'' (۲۰۱۹ء) اور ''نئی تنقیدی معنویت'' (۲۰۲۰) شامل ہیں۔ یہ تمام تصانیف مشتاق احمد وانی کی فنی صلاحیت اور وسیع مطالعے کی ترجمان ہیں۔ پروفیسر شریف احمد قریشی اُن کے تحقیقی وتنقیدی سفر کے بارے میں لکھتے ہیں:

> ''ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کا نام ادبی حلقوں میں غیر معروف نہیں ہے۔ وہ بیک وقت محقق بھی ہیں اور نقاد بھی، مبصّر بھی ہیں اور مفکر بھی اور ایک کامیاب منفرد ومعتبر افسانہ نگار بھی ہیں۔ وہ سابقہ کئی دہائیوں سے اُردو زبان وادب کی بے لوث خدمت کر رہے ہیں۔ اُن کے بے شمار تحقیقی، تنقیدی وتجزیاتی مقالات ومضامین اور افسانے موقر اخبارات و رسائل میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ اُن کی متعدد گراں مایہ نگارشات زیورِ طباعت سے آراستہ ہو کر قبولِ خاص وعام کی سند حاصل کر چکی ہیں۔ پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری کے

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

لئے قلم بند کیا گیا اُن کا تحقیقی مقالہ ''تقسیم کے بعد اردو ناول میں تہذیبی بحران'' اور ڈی۔لِٹ ڈگری کے لئے سپردِ قلم کیا گیا اُن کا تحقیقی مقالہ ''اُردو ادب میں تانیثیت'' کی حیثیت نہ صرف دستاویزی ہے بلکہ تاریخ ساز بھی ہے۔ اُن کے تحقیقی و تنقیدی مضامین کے مجموعوں آئینہ در آئینہ، اعتبار و معیار اور شعورِ بصیرت کی بھی ادبی حلقوں میں خاطر خواہ پذیرائی ہوئی ہے۔''

(''ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کامیاب اور منفرد افسانہ نگار'' از پروفیسر شریف احمد قریشی، مشمولہ ''اندر کی باتیں'' (افسانے) صفحہ۔۲۸)

مشتاق احمد وانی ایک وسیع النظر ادیب ہیں۔ فن، آرٹ اور ثقافت کے دوسرے شعبوں سے انہیں گہری دلچسپی ہے۔ وہ اردو کے اُن محققین و ناقدین میں سے ایک ہیں جو کسی بھی ادبی تخلیق، ادبی شخصیت یا کسی بھی ادبی مسئلے پر اظہار خیال کرتے ہوئے موضوع کا ہر پہلو سے جائزہ لیتے ہیں، غور و فکر کرتے ہیں، موازنہ اور تقابل سے کام لیتے ہیں اور پھر موضوع سے متعلق اپنے تحقیقی و تنقیدی خیالات کا اظہار کرتے ہیں۔ ان کی تحقیقی و تنقیدی تصانیف میں جو مضامین شامل کئے گئے ہیں وہ ان کی مختلف النوع فکری اور تجزیاتی کاوشوں کا ماحصل ہے اور وہ ان کے اندازِ فکر کی نشاندہی بھی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ان کے ہاں تحقیق و تنقید شانہ بشانہ چلتی ہے۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ ان کے اکثر تحقیقی و تنقیدی مضامین میں ان کے ذہنی میلان کے سبب تحقیقی عناصر و اشارے غالب نظر آتے ہیں۔ ان تمام باتوں کی تائید نیز مشتاق احمد وانی کی تحقیقی و تنقیدی بصیرتوں کا اندازہ ان کی مذکورہ بالا تصانیف کا مطالعہ کرنے کے بعد ہی اچھی طرح لگایا جا سکتا ہے۔ زیرِ بحث باب میں مشتاق احمد وانی کی ان تمام تصانیف کا مُفصّل جائزہ پیش کیا جا رہا ہے تا کہ اُن کی تحقیقی و تنقیدی

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

بصیرت سے واقفیت حاصل ہو جائے۔ اس سلسلے کی پہلی کڑی ''تقسیم کے بعد اردو ناول میں تہذیبی بحران'' ہے۔

☆☆☆

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

تقسیم کے بعد اردو ناول میں تہذیبی بحران

''تقسیم کے بعد اردو ناول میں تہذیبی بحران'' مشتاق احمد وانی کی پہلی تحقیقی وتنقیدی کتاب ہے جو ۲۰۰۲ء میں ایجوکیشنل پبلشنگ ہاوس دہلی سے شائع ہوکر منظر عام پر آئی۔ اس کے بعد ۲۰۰۷ء میں اس کا ایک اور ایڈیشن شائع ہوکر منظر عام پر آیا۔ ''تقسیم کے بعد اردو ناول میں تہذیبی بحران'' مشتاق احمد وانی کا تحقیقی مقالہ ہے جو انہوں نے پی ایچ ڈی کی ڈگری کے لئے جموں یونیورسٹی کے شعبۂ اردو میں پروفیسر ظہور الدّین صاحب کی نگرانی میں لکھا۔ اس مقالے پر انہیں جموں یونیورسٹی نے ۱۹۹۹ء میں پی ایچ ڈی کی ڈگری تفویض کی۔ اس کتاب کو مشتاق احمد وانی کے تحقیقی وتنقیدی کارناموں میں اوّلیت کا شرف حاصل ہے۔ اس تصنیف میں انہوں نے نہایت عرق ریزی سے اردو ناول پر کام کیا ہے، تقسیم کے بعد اردو ناول میں رونما ہونے والی تہذیبی تبدیلیوں کا بہت خوبصورتی سے نقشہ کھینچا ہے۔ مشتاق احمد وانی نے اس تحقیقی مقالے میں گذشتہ پچاس برسوں کے ممتاز ترین فکشن کے کارناموں کو بحث کا موضوع بناتے ہوئے اُن کے فنی وفکری تجزیئے سے جو نتائج اخذ کئے ہیں وہ تعمیر کی صحت اور استدلال کی مضبوطی کے سبب قائل اور مطمئن کرتے ہیں۔ پروفیسر قاضی عبید الرّحمٰن ہاشمی مشتاق احمد وانی کے اس تحقیقی مقالے کی اہمیت وافادیت کے بارے میں کچھ اس طرح سے رقمطراز ہیں:

''ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کی موجودہ کوشش اس لحاظ سے

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

قابلِ قدر ہے کہ اس کے وسیلے سے اُردو ناول کی عہد بہ عہد
بدلتی ہوئی صورتِ حال کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے اور خصوصاً
آزادی کے بعد زندگی کے رزم نامے میں ناول کے خصوصی
کردار اور عمل کو بھی دیکھا اور سمجھا جا سکتا ہے۔''

(''پیش لفظ'' از قاضی عبید الرحمٰن ہاشمی، مشمولہ ''تقسیم کے بعد اردو ناول میں تہذیبی بحران'' مشتاق احمد وانی، صفحہ۔۱۳)

پروفیسر شمیم حنفی مشتاق احمد وانی کے اس مایہ ناز کارنامے کے بارے میں لکھتے ہیں:

''ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کا مقالہ ''تقسیم کے بعد اردو ناول میں تہذیبی بحران'' عام تحقیقی مقالات کے برعکس اپنی سطح اور معنویت کے اعتبار سے یقیناً اہمیت کا حامل ہے اور اس میں وہ متانت ملتی ہے جو سنجیدہ مطالعے کے بغیر ہاتھ نہیں آتی۔''

(ڈاکٹر مشتاق احمد وانی۔ ''اعتبار و معیار'' (تحقیق و تنقید) صفحہ۔۸)

''تقسیم کے بعد اُردو ناول میں تہذیبی بحران'' کے موضوع کو مشتاق احمد نے پانچ ابواب میں منقسم کیا ہے جن کی فہرست اس طرح ہے:

پہلا باب: جدید تہذیبی بحران
دُوسرا باب: اقوامِ عالم میں تہذیبی بحران
تیسرا باب: اُردو ناول میں جدید تہذیبی بحران کی عکاسی
چوتھا باب: تہذیبی بحران کا اُردو ناول پر اثر
پانچواں باب: محاکمہ

''تقسیم کے بعد اردو ناول میں تہذیبی بحران'' کی فہرست ابواب سے اس بات کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ یہ کتاب اردو ناول کے حوالے سے کس قدر

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

اہمیت کی حامل ہے۔اس موضوع کو مشتاق احمد وانی نے چونکہ پانچ (۵) ابواب میں منقسم کیا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہر ایک باب مختلف ذیلی عنوانات سے مربوط ہے جن کے تحت گہرائی میں جا کر اردو ناول سے جڑے ہوئے حقائق کی بازیافت کا فریضہ انجام دیا گیا ہے۔ذیل میں اب ان پانچ ابواب پر مختصراً مگر مُدلّل انداز میں نظر ڈالی جائے گی تا کہ ان کی روشنی میں مشتاق احمد وانی کی تحقیقی وتنقیدی بصیرتوں کی واقفیت آسانی سے ہو جائے۔

''تقسیم کے بعد اردو ناول میں تہذیبی بحران'' کے پہلے باب میں ''جدید تہذیبی بحران'' سے متعلق معلومات کو ایک نئے انداز میں ترتیب دیا گیا ہے۔اس باب میں سب سے پہلے لفظ ''تہذیب'' کا مفہوم بیان کیا گیا ہے اور اس کے بعد جدید تہذیبی بحران کی وضاحت کی گئی ہے۔اس باب میں سائنسی، صنعتی اور فرانس کا انقلاب، ڈارون کا فلسفۂ ارتقاء، علم نفسیات کا ارتقاء، تین فلاسفروں: مارکس، فرائڈ اور ڈرکایم کے نظریات کی بھرپور تفصیل پیش کی گئی ہے جنہوں نے یکے بعد دیگرے تہذیبی سطح پر بحران پیدا کیا ہے۔مشتاق احمد وانی نے نہایت ہی عرق ریزی سے جدید تہذیبی بحران پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔وہ لکھتے ہیں:

> ''جدید تہذیبی بحران کے عناصر کی ابتدائی جھلکیاں ہمیں یونانیوں کے قدیم کلاسیکی زمانے ہی میں دکھائی دینے لگتی ہیں۔ جب یونان کے اہلِ فلاسفہ نے اس کائنات سے متعلق اپنے ایسے نظریات پیش کیے جن کا تعلق اُن کی روایت سے بہت کم تھا۔یعنی انہوں نے موت کے بعد کی زندگی کو فراموش کر دیا اور اپنی تہذیب کی اساس شہری زندگی پر رکھی۔اُنہوں نے ایڑی چوٹی کا زور اس بات پر صرف کیا کہ دُنیا کی زندگی ہی حقیقت ہے، اس لیے انسان کو چاہیے

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

کہ اسے بہتر سے بہتر بنانے کی کوشش کرے۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''تقسیم کے بعد اردو ناول میں تہذیبی بحران'' صفحہ۔۲۸)

مشتاق احمد وانی کا ماننا ہے کہ جدید تہذیب خالص مادی تہذیب ہے اور مادہ پرستی کے اسی رُجحان نے ماضی کی دی ہوئی قدروں پر سے انسانی یقین کو متزلزل کردیا ہے۔ جدید تہذیبی بحران کے بارے میں انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس کے پیچھے جو محرکات کارفرما رہے ہیں اُن میں سائنسی، صنعتی اور فرانس کا انقلاب، ڈارون کا فلسفۂ ارتقاء، مارکس، فرائڈ اور ڈرکایم کے نظریات کے علاوہ تحریک وجودیت کو بھی خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ مزید انہوں نے لکھا ہے کہ یہی وہ محرکات ہیں جنہوں نے آگے چل کر انسان کی شخصیت کا شیرازہ ہی بکھیر کے رکھ دیا ہے۔

''تقسیم کے بعد اردو ناول میں تہذیبی بحران'' کے دوسرے باب میں مشتاق احمد وانی نے ''اقوامِ عالم میں تہذیبی بحران'' کے عنوان کے تحت سمیری، مصری، یونانی، ہڑپا، موہنجوداڑو، رومی، فرانسیسی، چینی، جرمنی، امریکی، ایرانی، ہندوستانی اور پاکستانی تہذیب میں آئے تہذیبی بحران پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے اور ان تمام ممالک کی تہذیب میں آئے ہوئے تہذیبی بحران سے پوری طرح روشناس کرانے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ مشتاق احمد وانی کا ماننا ہے کہ ابتدائے وقت سے ہی ہر ایک قوم کے لوگ دو گروہوں میں بٹے رہے۔ ایک وہ جنہوں نے وقت کے نبی کی بات مانی اور دوسرا وہ جنہوں نے وقت کے نبی کی بات کو ٹھکرادیا۔ چنانچہ پہلا گروہ اللہ کی مدد و نصرت سے کامیاب و کامران رہا اور دوسرا گروہ اللہ کے قہر و غضب کا مستحق ٹھہرا۔ مشتاق احمد وانی اقوامِ عالم میں تہذیبی بحران کے بارے میں لکھتے ہیں:

''جن قوموں کی تہذیب نے انسانیت پر اپنے گہرے اور شاندار نقوش مرتب کیے ہیں اور جن قوموں کو پورے عالم

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

میں تہذیب یافتہ سمجھا جاتا تھا۔ مثلاً سُمیری تہذیب، مصری تہذیب، یونانی تہذیب، ہڑپا اور مہنجو داڑو تہذیب، رومی تہذیب، فرانسیسی تہذیب، چینی تہذیب، جرمنی تہذیب، امریکی تہذیب، ایرانی تہذیب، ہندوستانی تہذیب اور پاکستانی تہذیب اگرچہ ایک زمانے میں کافی مہذب قومیں رہی ہیں لیکن بعد میں جب سائنسی انکشافات نے عالم گیر اثرات مرتب کیے تو ان قوموں کی تہذیب بحرانی صورت اختیار کر گئی ہے۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''تقسیم کے بعد اردو ناول میں تہذیبی بحران'' صفحہ۔۴۳۹)

مشتاق احمد وانی کی شہرۂ آفاق تصنیف ''تقسیم کے بعد اردو ناول میں تہذیبی بحران'' کا تیسرا باب ''اردو ناول میں جدید تہذیبی بحران کی عکّاسی'' کے عنوان پر مبنی ہے۔ اس باب میں مشتاق احمد وانی نے اردو ناول کی اہمیت وافادیت پر روشنی ڈالتے ہوئے اُس بحران کی عکاسی کی ہے جس میں جدید دور کا انسان مبتلا ہے۔ مثلاً ذہنی، سیاسی، سماجی، مذہبی، اخلاقی، اقتصادی، ثقافتی، تعلیمی اور ازدواجی انتشار۔ مشتاق احمد وانی نے لکھا ہے کہ جدید تہذیبی بحران نے پورے اقوامِ عالم کو اپنی لپیٹ میں لیا ہے اور ساتھ میں اس کے اثرات علمی و ادبی سطح پر بھی پڑے ہیں۔ اس ضمن میں وہ آگے لکھتے ہیں:

''جہاں تک انسانی تہذیب میں تبدیلی کا تعلق ہے جواب جدید تہذیبی بحران کی شکل اختیار کر گئی ہے۔ اس کا آغاز اگرچہ یورپ سے ہوا لیکن اب اس نے ساری اقوامِ عالم کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ اس کے اثرات صرف سیاسی و سماجی سطح پر ہی ہمیں نظر نہیں آتے بلکہ علمی وادبی سطح پر بھی ان

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

اثرات نے انقلاب انگیز نتائج پیدا کیے ہیں۔ادب کی جن
اصناف میں ان اثرات کی نمایاں صورت نظر آتی ہے ان
میں 'ناول' خصوصاً قابلِ ذکر ہے۔''

(مشتاق احمد وانی۔''تقسیم کے بعد اردو ناول میں تہذیبی بحران'' صفحہ۔۱۵۳)

مشتاق احمد وانی نے تیسرے باب میں جن ناولوں کو جدید تہذیبی بحران کے تحت زیر بحث لایا ہے اُن میں پنڈت رتن ناتھ سرشار کا طویل ناول ''فسانہ آزاد'' محمد مرزا ہادی رسوا کا مایہ ناز ناول ''امراؤ جان ادا'' منشی پریم چند کا شہرۂ آفاق ناول ''گئودان'' سجاد ظہیر کا ناولٹ ''لندن کی ایک رات'' عزیز احمد کا ''گریز'' ڈاکٹر احسن فاروقی کا ''شامِ اودھ'' قرۃ العین حیدر کا ناول ''آگ کا دریا'' شوکت صدیقی کا ''خدا کی بستی'' جمیلہ ہاشمی کا ''تلاش بہاراں'' عبد اللہ حسین کا ''اُداس نسلیں'' خدیجہ مستور کا ''آنگن'' انتظار حسین کا ''بستی'' صلاح الدّین پرویز کے تین ناول ''نمرتا''، ''سارے دن کا تھکا ہوا پُرش'' اور ''آئیڈینٹٹی کارڈ'' کے علاوہ انور سجاد کا ناول ''خوشیوں کا باغ'' بانو قدسیہ کا ''راجہ گدھ'' عبد الصمد کا ناول ''دو گز زمین'' اور الیاس احمد گدی کا ناول ''فائر ایریا'' کو جدید تہذیبی بحران کی عکّاسی کے تناظر میں بہت خوبصورتی کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ اردو کے ان نمایاں ناولوں میں جدید تہذیبی بحران کی عکاسی کرتے ہوئے مشتاق احمد وانی رقمطراز ہیں:

''ان تمام مذکورہ ناولوں میں جدید تہذیبی بحران کی عکّاسی
کسی نہ کسی صورت میں کی گئی ہے یعنی کسی ناول میں ذہنی،
سیاسی اور سماجی انتشار دکھایا گیا ہے تو کسی میں اخلاقی،
تعلیمی، ثقافتی، مذہبی، ازدواجی اور اقتصادی انتشار کی
جھلکیاں دکھائی دیتی ہیں۔''

(مشتاق احمد وانی۔''تقسیم کے بعد اُردو ناول میں تہذیبی بحران'' صفحہ۔۱۵۹)

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

مشتاق احمد وانی کی تصنیف ''تقسیم کے بعد اردو ناول میں تہذیبی بحران'' کا چوتھا باب ''تہذیبی بحران کا اردو ناول پر اثر'' کے عنوان پر مبنی ہے جس میں انہوں نے یہ بتانے کی کامیاب کوشش کی ہے کہ جدید تہذیبی بحران نے اردو ناول پر موضوعاتی اعتبار سے، ہئیت کے اعتبار سے اور زبان و بیان کے اعتبار سے کیا کچھ اثرات مرتب کئے ہیں، ان پر انہوں نے تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور اس سلسلے میں انہوں نے اُن تمام ناولوں کا جائزہ لیا ہے جن کا ذکر اس تصنیف کے تیسرے باب میں آچکا ہے۔

تہذیبی بحران کا اردو ناول پر اثر کے بارے میں مشتاق احمد وانی نے لکھا ہے:

''جہاں تک تہذیبی بحران کے اُردو ناول پر اثر کا تعلق ہے۔ اس سلسلے میں یہ بات ذہن نشین رہے کہ ۱۹۴۷ء کے بعد کے ناولوں میں نہ صرف موضوعاتی اعتبار سے ہی دونوں ملکوں کے ناول نگاروں نے بحرانی صورتِ حال کو پیش کیا بلکہ تہذیبی بحران کی وجہ سے ناول کی ہئیت اور زبان و بیان پر بھی جو اثر پڑا اُسے بھی برتا۔ اس بارے میں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اُردو ناول پر موضوعاتی اور ہئیتی اعتبار سے اس تہذیبی بحران کا جو اثر پڑا ہے اُس میں دو تحریکوں کا اہم رول رہا ہے۔ ایک ترقی پسند تحریک اور دوسری حلقۂ اربابِ ذوق۔ چنانچہ ان تحریکوں کے زیرِ اثر جہاں ایک طرف موضوعاتی اعتبار سے سماج کے گرتے ہوئے ملبے کو پیش کیا گیا تو ساتھ ہی دوسری طرف ہئیت اور زبان و بیان کے اعتبار سے بھی نئے تجربوں کو اہمیت دی گئی اور ناول نگاری کے فرسودہ طریقوں سے انحراف کرنے کی کوشش کی گئی۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''تقسیم کے بعد اردو ناول میں تہذیبی بحران'' صفحہ۔ ۳۲۰ تا ۳۲۱)

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

''تقسیم کے بعد اردو ناول میں تہذیبی بحران'' کا پانچواں اور آخری باب ''محاکمہ'' پر مبنی ہے۔ اس میں مشتاق احمد وانی نے جدید تہذیبی بحران، اس کے محرکات اور پھر اقوام عالم میں تہذیبی بحران کی کیفیت کا مختصراً مگر مدلل ذکر کرتے ہوئے اردو ناول میں تہذیبی بحران پر سیر حاصل تبصرہ کیا ہے۔ اس کے مطالعہ سے پہلے چاروں ابواب کے متعلق بھی اچھی خاصی معلومات بہم پہنچتی ہے۔ اس باب میں گویا مشتاق احمد وانی نے پہلے چاروں ابواب کا تبصرہ پیش کیا ہے اور اس کے آخر میں انہوں نے لکھا ہے:

> ''بحیثیت مجموعی یہ کہا جا سکتا ہے کہ تقسیم کے بعد کی اُردو ناول نگاری نے اُن تمام بحرانی حالات و واقعات کو مؤثر انداز میں پیش کر دیا ہے، جو نہ صرف ہند و پاک میں رُونما ہوئے بلکہ جو عالمی سطح پر بھی اپنے اثرات چھوڑ گئے۔ ان بحرانی حالات نے جہاں اُردو ناول کو نئے موضوعات دیئے وہاں ناول کے فنی اسلوب کو متاثر کرنے کے ساتھ ہی ساتھ عام انسان کے کردار، مزاج اور ذہنی روش میں پیچیدگی، تشکیک اور اضطراب کی کیفیت بھی پیدا کر دی۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''تقسیم کے بعد اُردو ناول میں تہذیبی بحران'' صفحہ۔۴۴۴)

ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کی شہرہ آفاق تصنیف ''تقسیم کے بعد اردو ناول میں تہذیبی بحران'' کا بھرپور جائزہ لینے کے بعد یہ کہا جا سکتا ہے کہ مشتاق احمد وانی ایک حساس قلمکار کی حیثیت سے ہمارے سامنے آئے ہیں۔ انہوں نے اس موضوع پر سنجیدگی سے سوچا ہے اور عمدہ نتائج اخذ کئے ہیں۔ سب سے پہلے انہوں نے لفظ تہذیب کی وضاحت کر کے جدید تہذیبی بحران کے مفہوم پر روشنی ڈالی ہے۔ اس کے بعد اقوامِ عالم میں تہذیبی بحران کی نشاندہی کر کے اسے ماضی اور حال کے پسِ منظر

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

میں جانچا اور پرکھا ہے اور پھر جدید تہذیبی بحران کے تناظر میں انہوں نے اردو کے اہم ناولوں کا تجزیہ پیش کیا ہے۔ اس طرح مشتاق احمد وانی کے اس موضوع پر کام کرنے سے تقسیم کے بعد اردو ناول نگاری کے تناظر میں تہذیبی بحران کا مکمل اور مربوط خاکہ ہمارے سامنے آجاتا ہے۔ افتخار امام صدیقی، مدیر ماہنامہ ''شاعر'' ممبئی نے مشتاق احمد وانی کی اس تحقیقی وتنقیدی کاوش کے بارے میں جو اپنی رائے قلمبند کی ہے وہ ملاحظہ کیجئے:

> ''تقسیم کے بعد اردو ناول میں تہذیبی بحران'' کو اگر مرکز بناتے ہوئے مشتاق احمد وانی کے لاشعور کی تہوں میں اُترا جائے تو معلوم ہوگا کہ ایک مسلم ذہن اور اسلام شعار قلم کار نے اُردو کے اہم ناولوں کے تناظر میں تہذیبی بحران کا نہایت ہی عرق ریزی اور باریک بینی سے مطالعہ کیا ہے۔ اس منفرد موضوع کو مشتاق نے روایتی تنقید کے بجائے نیا تنقیدی تناظر دیا ہے۔''
>
> (مشتاق احمد وانی۔ ''اعتبار و معیار'' (تحقیق وتنقید) صفحہ۔۷)

☆☆☆

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

آئینہ در آئینہ

''آئینہ در آئینہ'' ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کے تحقیقی و تنقیدی مضامین کا پہلا مجموعہ ہے جو ۲۰۰۴ء میں ایجوکیشنل پبلشنگ ہاوس دہلی سے شائع ہو کر منظر عام پر آیا۔ یہ تصنیف سولہ (۱۶) تحقیقی و تنقیدی مضامین پر مشتمل اردو ادب میں ایک اہم فن پارے کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس میں اردو شعراء و اُدباء پر کئی اہم مضامین لکھے گئے ہیں۔ علاوہ ازیں کچھ ایسے مضامین بھی اس میں شامل کئے گئے ہیں جو افسانہ اور ناول جیسی اہم اصناف کے ساتھ ساتھ افسانہ نگاروں اور نقادوں پر بھی لکھے گئے ہیں۔ ''آئینہ در آئینہ'' کے تمام مضامین کو خالص ادبی موضوعات کے زمرے میں رکھا جا سکتا ہے اور ان کی مدد سے مشتاق احمد وانی کے تحقیقی و تنقیدی نظریات کو سمجھنے میں کافی مدد ملتی ہے۔ پروفیسر قاضی عبید الرحمٰن ہاشمی اس تصنیف کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> ''آئینہ در آئینہ'' ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کے ایک درجن سے زائد تنقیدی مضامین کا مجموعہ ہے جس کی داخلی کائنات پر نظر پڑتے ہی یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ مصنف نے نہ صرف یہ کہ ادب کا کھلے ذہن اور غیر مشروط انداز سے مطالعہ کیا ہے بلکہ انہیں ادبی اِظہار کی ہر شکل سے خاطر خواہ دِلچسپی اور والہانہ شغف بھی ہے۔ چنانچہ انہوں نے شاعری اور فکشن دونوں کی طرف توجہ کی ہے۔ تحقیق و تنقید کی صورتِ حال پر

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

بھی غور وفکر کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔''

(''آئینہ در آئینہ: ایک عُمدہ ادبی کاوش'' از قاضی عبیدالرحمٰن ہاشمی، مشمولہ ''آئینہ در آئینہ'' مشتاق احمد وانی، صفحہ۔۱۰)

''آئینہ در آئینہ'' میں شامل بیشتر مقالات اس مجموعے میں شامل ہونے سے پہلے ہی ملکی سطح کے سیمیناروں میں پڑھے جانے کے ساتھ ساتھ اردو کے مؤقر رسائل و جرائد میں چھپ چکے ہیں اور ان کی اردو دنیا میں خوب پذیرائی بھی ہوئی۔ اب ذیل میں الگ الگ ان مضامین کی روشنی میں مشتاق احمد وانی کے تحقیقی وتنقیدی شعور پر سیر حاصل بحث کی جائے گی۔

''آئینہ در آئینہ'' کا پہلا تحقیقی وتنقیدی مقالہ ''ادبی تحقیق میں بددیانتی'' کے عنوان پر مبنی ہے جس میں مصنف نے سب سے پہلے تحقیق کی تعریف کی ہے اور پھر تحقیق جیسے مشکل عمل کے بارے میں ہمیں اچھی طرح سے آگاہ کیا ہے۔ انہوں نے تحقیقی کام کرنے والوں کو تین گروہوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے گروہ میں انہوں نے ایسے افراد کو رکھا ہے جو کہ تحقیق جیسے ایماندارانہ اور منصفانہ فریضے کو انفرادی حیثیت سے انجام دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک تحقیق علمی فریضے کا درجہ رکھتی ہے اور اس گروہ کے افراد شہرت اور دولت کی خاطر تحقیق نہیں کرتے بلکہ ان کے پاس علم وعمل اور مزاج میں کام کرنے کی لگن ہوتی ہے جبکہ دوسرا گروہ اُن لوگوں پر مشتمل ہے جو مختلف یونیورسٹیوں میں بحیثیت نگراں طلبہ کو منتخبہ موضوع پر تحقیقی کام کراتے ہیں اور تیسرا گروہ ایسے افراد پر مشتمل ہے جو مختلف تعلیمی اداروں میں بحیثیت ریسرچ اسکالر کام کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے مذکورہ مضمون میں ادبی تحقیق میں کام کرنے والے میں چند بنیادی اوصاف کی بھی نشاندہی کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''تحقیق کرنے والے میں چند بنیادی اوصاف کا ہونا ضروری ہے۔ پہلی صفت یہ کہ تحقیق کار سچ کو اپنا شعار

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

بنالے.....دُوسری صفت یہ کہ تحقیق کار کو تحقیق سے بے حد دلچسپی اور ذوق وشوق ہو۔ایک طرح کا ایسا ولولہ، جو اُسے ہر وقت کام کرنے پر آمادہ کرتا رہے.... تحقیق کار میں تیسری صفت یہ ہونی چاہئے کہ اس کا تجربہ وسیع اور مطالعہ گہرا ہو۔دریائے ادب کا شناور ہو، اس نے اپنے موضوع سے متعلق پہلے ہی سے کافی معلومات حاصل کر لی ہوں۔''

(مشتاق احمد وانی۔''آئینہ در آئینہ''(تحقیقی وتنقیدی مضامین)صفحہ۔۱۵)

مشتاق احمد وانی کے مطابق جب ایک محقق میں یہ جملہ صفات موجود ہوں تبھی ہم اُس سے یہ توقع رکھ سکتے ہیں کہ وہ اپنے موضوع سے انصاف کرے گا اور ایک ایسا تحقیقی کارنامہ انجام دے گا جو آنے والوں کے لئے قیمتی سرمایہ ثابت ہوگا۔لیکن اس مقالے کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مشتاق احمد وانی آج کل کی یونیورسٹیوں میں ہو رہے تحقیقی کام سے خوش نہیں ہیں۔اُن کا ماننا ہے کہ آج کل تحقیق جیسے ایماندارانہ اور منصفانہ فریضے کو انجام دینے میں بددیانتی بھرتی جارہی ہے۔ چنانچہ اس ضمن میں وہ لکھتے ہیں:

''تحقیق کے نام پر اکثر یونیورسٹیز میں وہ کام نہیں ہو رہا ہے جو ہونا چاہئے تھا۔اسی برائے نام تحقیقی کام کا اظہارِ افسوس اکثر سنجیدہ اور معتبر محققوں اور نقادوں نے کیا ہے۔تحقیق میں بہت کم لوگ ایسے ملیں گے جو حقائق کی کھوج، اہمیت اور تجربہ، شہادتوں کی اصلیت، مختلف علوم اور متعلقہ مسائل کے وسیلے سے صحیح نتائج اخذ کرنے اور اس کے ساتھ ہی نتائج کی ادبی اہمیت کا مناسب شعور رکھتے ہوں یا زبان کی باریکیوں اور اُسلوبِ تحریر پر دسترس رکھتے ہوں۔''

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

(ڈاکٹر مشتاق احمد وانی۔ ''آئینہ در آئینہ'' (تحقیقی وتنقیدی مضامین) صفحہ ۲۱ تا ۲۲)

''آئینہ در آئینہ'' کا دوسرا مضمون ''اردو کا سیکولر کردار'' کے عنوان سے قائم ہوا ہے جس میں مشتاق احمد وانی نے اردو کے سیکولر کردار پر بھرپور روشنی ڈالی ہے۔ اردو کا خمیر چونکہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے میل ملاپ اور تہذیبی وثقافتی اثرات سے تیار ہوا ہے اسی لئے اردو کو ایک سیکولر زبان ہونے کا شرف حاصل ہے۔ مشتاق احمد کے مطابق اردو زبان وادب کی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے یہ پتا چلتا ہے کہ اردو کے فروغ میں جہاں مسلمان ادیبوں، شاعروں اور نقادوں نے اپنے علم وفن کا لوہا منوایا ہے تو وہیں ہندوؤں، سکھوں اور عیسائیوں نے بھی اردو میں اپنے جوہر دکھانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے۔ انہوں نے شاعری، ناول، افسانہ، ڈرامہ، طنز ومزاح اور تحقیق وتنقید کے ذریعے اردو کے سیکولر کردار کو واضح طور پر پیش کیا ہے۔ اس کے علاوہ برصغیر کے باہر اردو کی مقبولیت میں گیتوں کو ذمہ دار ٹھہرایا ہے۔ اس ضمن میں وہ رقمطراز ہیں:

> ''اُردو کے سیکولر کردار کو اُبھارنے کے علاوہ اسے برِصغیر ہند وپاک سے باہر کی بستیوں میں مقبولِ عام کا شرف حاصل کروانے میں اُردو کے گیتوں کا خاصا عمل دخل رہا ہے۔ یہاں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اُردو اگر آج ایک سیکولر اور عوام پسندیدہ زبان کے مرتبے کو پہنچی ہے تو اس میں ہندوستانی فلموں کے اُن اُردو گیتوں کا ایک اہم رول رہا ہے جو فلمی دُنیا سے وابستہ گیت کاروں نے تخلیق کئے ہیں۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''آئینہ در آئینہ'' صفحہ۔۳۰)

مشتاق احمد وانی اس مضمون کے آخر میں اردو کے سیکولر کردار پر خوبصورتی

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

کے ساتھ روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

''تمام علاقائی زبانوں کے ہوتے ہوئے بھی اُردو کو مجموعی طور پر غیر معمولی مقبولیت حاصل ہے۔اس کا اپنا ایک سیکولر کردار اور مخصوص طرزِ ادائیگی ہے۔اس زبان کی داغ بیل ہندو، مسلم اور سکھ اخوّت نے ڈالی ہے۔اس زبان نے ہر دور میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے دوش بدوش چل کر پریم، بھائی چارے، آپسی میل جول اور مذہبی رواداری کا ثبوت فراہم کیا ہے اور یہی خوبی اُردو کے سیکولر کردار کو نمایاں کرتی ہے۔''

(مشتاق احمد وانی۔''آئینہ در آئینہ''صفحہ۔۳۲)

ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کو زبان و بیان پر اچھی دسترس حاصل ہے۔وہ ادب اور تاریخ سے اچھی واقفیت رکھتے ہیں جس کی وجہ سے ان کی تمام نگارشات میں ایک مقناطیسی کشش پائی جاتی ہے۔روانی، شگفتگی اور دلکشی ان کی تحریروں کی نمایاں خوبیاں ہیں۔''آئینہ در آئینہ'' میں شامل بہت سارے مقالات اس ضمن میں پیش کئے جاسکتے ہیں۔''اردو ادب میں خطوط نگاری'' اسی سلسلے کی ایک اہم کڑی ہے۔اس مقالے میں مشتاق احمد وانی نے اردو ادب میں خطوط نگاری کا بہت خوبصورتی سے جائزہ لیا ہے۔اس میں انہوں نے غالبؔ اور مولانا ابوالکلام آزاد کی خطوط نگاری کا سرسری جائزہ لیا ہے۔انہوں نے لکھا ہے کہ حالیؔ اور سرسید احمد خان نے بھی خطوط لکھے ہیں جنہیں ادبی اہمیت حاصل ہے لیکن ان کے خطوط میں وہ دلکشی اور شوخی و ظرافت نہیں جو غالب اور مولانا ابوالکلام آزاد کے حصے میں آئی ہے۔حالیؔ اور سرسید کے خطوط ان کی نظر میں عالمانہ اور مفکرانہ نوعیت کے ہیں اور علامہ اقبالؔ کے تمام خطوط سوانحی، ادبی، سیاسی اور اُن کی شاعرانہ زندگی پر محیط ہیں۔اس مقالے کے آخر

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

میں موصوف نے خطوط نگاری کے بارے میں اپنی ذاتی رائے کو بھی پیش کیا ہے جو اس طرح ہے:

''راقم الحروف کا اس بات پر ایقان ہے کہ ایک اہم شخص کی سیرت اور اس کے ذاتی کوائف کو صحیح طور پر سمجھنے کے لیے اس کے خطوط کا مطالعہ لازمی ہے۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''آئینہ در آئینہ'' صفحہ۔۵۲)

''آئینہ در آئینہ'' میں شامل مقالہ ''ترجمہ نگاری کی اہمیت وافادیت'' بھی ایک اہم مقالہ ہے جس میں مشتاق احمد وانی نے ترجمہ نگاری سے متعلق بہت ساری معلومات کو دل نشین زبان و بیان کے پیرائے میں بیان کیا ہے۔ اس مقالے کو اچھی طرح سے پڑھ کر ہم ترجمہ نگاری کی اہمیت و افادیت سے باخبر ہو جاتے ہیں۔ مشتاق احمد وانی ترجمہ نگاری کو نہایت ہی مشکل فن قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ترجمہ نگاری کوئی آسان کام نہیں ہے۔ یہ تو تصنیف و تالیف سے کئی گنا دُشوار ہے کیونکہ تصنیف و تالیف میں اظہارِ خیال کی گنجائش ہوتی ہے جب کہ ترجمے میں ہر قدم پر پابندی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس سلسلے میں مصنف کے فکری اُسلوب، اندازِ بیان، خیالات کی پیشکش کے انداز اور خاص الفاظ کے معنی و مفہوم کی نزاکت کو ملحوظِ نظر رکھنا پڑتا ہے تاکہ اصل مصنف کا مافی الضمیر اپنے الفاظ اور محاورے میں اس طرح ادا ہو جائے کہ مصنف کے مدّعا و مقصد کو سمجھنے میں کوئی دِقّت نہ آنے پائے۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''آئینہ در آئینہ'' صفحہ۔۶۷)

''آئینہ در آئینہ'' کا ایک اور مقالہ ''اردو ناول میں ہیئتی بحران'' کے عنوان

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

پر مبنی ہے۔ جس میں مشتاق احمد وانی نے اردو ناول میں نمو پذیر ہیئتی بحران کی بہت خوبصورتی سے نشاندہی کی ہے۔ ان کا ماننا ہے کہ تہذیبی بحران کا اثر نہ صرف اردو ناول کے موضوع پر پڑا ہے بلکہ ناول کی ہیئت بھی اس سے متاثر ہوئی ہے۔ خاص طور سے پلاٹ، کردار نگاری اور ناول کی تکنیک پر تہذیبی بحران کے اثرات نمایاں صورت میں سامنے آتے ہیں۔

مشتاق احمد وانی اردو کے ایک ایسے محقق ونقاد ہیں جنہوں نے بڑی سنجیدگی سے اردو کے نمائندہ اور عظیم قلمکاروں کی تحریروں کا نہایت باریک بینی سے مطالعہ کیا ہے اور اُن سے متاثر ہو کر انہوں نے شخصیات نگاری کو اپنا نصب العین بنایا۔ ''آئینہ در آئینہ'' میں زیادہ تر اس نوعیت کے مضامین بھی شامل کئے گئے ہیں۔ مشتاق احمد وانی کو اردو کے افسانوی ادب اور اس کی تفہیم وتنقید سے خاص دلچسپی رہی ہے۔ گذشتہ تیس چالیس برسوں سے جہاں وہ افسانے لکھتے آئے ہیں تو وہیں بعض افسانہ نگاروں پر انہوں نے تحقیقی وتنقیدی مضامین بھی لکھے ہیں۔ وہ آزادی کے بعد کے افسانوی ادب اور اس کی تنقید کے منہاج ومیلانات سے بخوبی واقف ہیں۔ اس ضمن میں ''برج پریمی کی افسانہ نگاری'' اہم مقالہ ہے جس میں انہوں نے ریاست جموں وکشمیر کے اس ہمہ جہت شخصیت کے مالک، افسانہ نگار، محقق ونقاد اور تاریخ دان کی افسانہ نگاری کا جائزہ لیا ہے جنہوں نے اردو ادب کی ترقی اور اس کی بقا کے لئے مسلسل جدوجہد کی ہے۔ مشتاق احمد وانی نے لکھا ہے برج پریمی کو یہ کمال حاصل تھا کہ وہ افسانے میں بہترین مکالمہ نگاری کے ذریعے ایک ایسی ڈرامائی کیفیت پیدا کردیتے جس سے قاری کرداروں کی ذہنی ونفسیاتی کیفیتوں کو بخوبی سمجھ سکتا ہے۔ انہوں نے اپنے افسانوں میں شاعرانہ انداز کے ساتھ ساتھ اشاروں، کنایوں اور تشبیہات واستعارات کا بھی برمحل استعمال کیا ہے۔ انہوں نے اس مقالے میں برج پریمی کی افسانہ نگاری کی قدر ومنزلت کا جگہ جگہ جو اظہار کیا ہے وہ صداقت پر مبنی

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

ہے۔ایک جگہ انہوں نے لکھا ہے:

''برج پریمی بنیادی طور پر ایک اچھے افسانہ نگار تھے۔یہ الگ بات ہے کہ اُنھوں نے ایک خاص عرصے تک ہی افسانے لکھے اوراس کے بعد نہ معلوم کس مصلحت کے تحت تحقیق وتنقید اور خاکہ نگاری کو ہی اپنا نصب العین بنالیا۔ لیکن جہاں تک فنِ افسانہ نگاری کا تعلق ہے اس سے وہ کما حقہ واقف تھے۔اُنھوں نے نہ صرف فکشن کی تنقید لکھی بلکہ ایسے عمدہ افسانے بھی لکھے ہیں جو اُنھیں ریاست کی اُردو افسانہ نگاری کی تاریخ میں ہمیشہ زندہ رکھیں گے۔''

(مشتاق احمد وانی۔''آئینہ در آئینہ''صفحہ۔111)

''آئینہ در آئینہ'' میں ایک اور مقالہ برج پریمی سے منسوب ہے جو ''مباحث:ایک جائزہ'' کے عنوان سے شامل ہے۔اس مقالے میں مشتاق احمد وانی نے برج پریمی کے تحقیقی وتنقیدی مضامین کے مجموعے ''مباحث'' کا تفصیل سے جائزہ پیش کیا ہے۔''مباحث'' میں شامل کئے گئے مضامین میں سے اکثر مضامین ادیبوں اور شاعروں پر لکھے گئے ہیں۔اس مقالے میں مشتاق احمد وانی نے برج پریمی کی ادبی تحریروں میں پائی جانے والی خوبیوں کو خاص طور پر اُبھارا ہے۔مثال کے طور پر ایک جگہ وہ لکھتے ہیں:

''ڈاکٹر برج پریمی کو زبان و بیان پر اچھی خاصی دسترس حاصل ہے۔وہ ادب اور تاریخ سے اچھی واقفیت رکھتے ہیں۔جس کی وجہ سے ان کی تمام نگارشات میں ایک مقناطیسی کشش پائی جاتی ہے۔روانی، شگفتگی اور دل کشی ان کی تحریروں کی نمایاں خوبیاں ہیں۔انھوں نے بڑی سنجیدگی

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

سے اُردو کے نمائندہ اور عظیم قلم کاروں کی تحریروں کا مطالعہ کیا ہے اور ان سے متاثر ہوکر ہی شخصیات نگاری کو اپنا نصب العین بنایا ہے۔ ''مباحث'' میں زیادہ تر اِسی نوعیت کے مضامین شامل ہیں۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''آئینہ در آئینہ'' صفحہ۔۹۶)

''آئینہ در آئینہ'' میں اسی طرح شخصیت کے ذیل میں جگن ناتھ آزاد پر دو مقالے لکھے گئے ہیں۔ ایک ''جگن ناتھ آزاد کی شاعری میں وارداتِ غم'' اور دوسرا ''جگن ناتھ آزاد کے قطعات'' کے عنوان پر مبنی ہیں۔ یہ دونوں مضامین مشتاق احمد وانی کی نہایت دلچسپ معلوماتی اور زبان و بیان کی شیرینی کے حامل ہیں۔ پہلے مقالے میں جگن ناتھ آزاد جیسی بلند قامت اور وسیع النظر شخصیت کی شاعری میں وارداتِ غم کی بھرپور نشاندہی کی گئی ہے۔ اس ضمن میں مشتاق احمد وانی لکھتے ہیں:

''جگن ناتھ آزاد کی شاعری میں غم واندوہ کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ لیکن یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ ان کا غم صرف رونے بسورنے پر ہی مجبور نہیں کرتا بلکہ وہ اس غم کے ذریعے انسان کو ہمت و حوصلہ اور حالات سے جم کر مقابلہ کرنے، محنت و کوشش سے زندگی کے خارستان سے گزرنے اور ایک بلند ہمت انسان کی طرح زندگی کے غم کو اپنے سینے سے لگانے کا درس بھی دیتے ہیں۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''آئینہ در آئینہ'' صفحہ۔۵۵)

دوسرا مقالہ ''جگن ناتھ آزاد کے قطعات'' کے عنوان پر مبنی ہے جس میں مشتاق احمد وانی نے جگن ناتھ آزاد کے قطعات کی روشنی میں اُس کے اندر کے درد کو نمایاں طور پر پیش کیا ہے۔ جگن ناتھ آزاد جو کہ پاکستان سے بچھڑ کر ہندوستان میں

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

آ گئے تھے اس وجہ سے اُن کے کلام میں اپنے آبائی وطن پاکستان سے بچھڑ جانے کا ذکر بڑے دُکھ درد اور ذہنی و روحانی کوفتوں کے ساتھ آیا ہے۔ اس چیز کی مشتاق احمد وانی نے اُن کے قطعات کی روشنی میں بھرپور نشاندہی کی ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ جگن ناتھ آزاد کے قطعات کی فنی خوبیوں کو بھی پیش کرنے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے۔ مشتاق احمد وانی ایک جگہ رقمطراز ہیں:

> ''جگن ناتھ آزاد کے قطعات میں پند و نصیحت اور اصلاحِ نفس کا درس موجود ہے۔ اُن کے قطعات اُن کی زندگی کے مخصوص واقعات، تجربات و مشاہدات اور افکار و نظریات کی ترجمانی کرتے ہیں..... جگن ناتھ آزاد کے قطعات میں مضمون آفرینی اور خیالات و احساسات کی سچائیاں موجود ہیں۔ منظّم خیالات کو تنظیمِ جذبات میں لایا گیا ہے۔ شاعرانہ پختگی، تخئیل کی بلندی، سوز، درد مندی، لطافت، خیالات میں نفاست و پاکیزگی آزاد کے قطعات کی اہم خوبیاں ہیں۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''آئینہ در آئینہ'' صفحہ ۸۵ تا ۸۶)

''آئینہ در آئینہ'' کا شخصیت کے ذیل میں ایک اور مقالہ علامہ اقبال جیسے عظیم شاعر اور فلسفی پر لکھا ہوا ہے جو ''علامہ اقبال کی شاعری میں شیخ و برہمن'' کے عنوان پر مبنی ہے۔ مشتاق احمد وانی نے اس مقالے میں علامہ اقبال کی شاعری میں شیخ و برہمن کے بارے میں لکھے گئے اشعار کی بہترین طریقے سے نشاندہی کر کے اُن کے تناظر میں علامہ اقبال کا شیخ و برہمن کے بارے میں تصور کو بہت خوبصورتی کے ساتھ پیش کیا ہے۔ مشتاق احمد وانی نے اس مقالے میں لکھا ہے:

> ''اقبال شیخ و برہمن سے اس لئے شکوہ سنج تھے کہ وہ چاہتے

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

تھے کہ مسلمان صحیح مسلمان بن کر رہے اور برہمن، برہمنیت پر پورا اُترے۔ یہاں یہ بات ذہن نشین کرنے کی ہے کہ اقبالؔ نے مسلم اور غیر مسلم کے امتیاز سے بالاتر ہو کر جس کسی کے بھی افکار و نظریات کو اپنے خیالات سے ہم آہنگ پایا اُسے اپنایا۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''آئینہ در آئینہ'' صفحہ ۳۸ تا ۳۹)

اس مقالے کے آخر میں مشتاق احمد وانی نے علامہ اقبالؔ کے بارے میں لکھا ہے:

''انہوں (اقبالؔ) نے شیخ و برہمن کو اپنے خول سے باہر نکلنے اور حیات و کائنات پر غور و تدبیر کرنے اور مذہب کے تئیں عقلی اندازِ فکر اختیار کرنے کی تلقین کی ہے۔ اس لئے کہا جاسکتا ہے کہ اقبالؔ کا پیغام محض مِلّی و مقامی نہیں بلکہ ہمہ گیر و آفاقی ہے۔ وہ کسی ایک علاقے یا ملک تک محدود نہیں بلکہ یہ بات پورے وُثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ وہ عالمِ انسانیت کے شاعر تھے۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''آئینہ در آئینہ'' صفحہ۔ ۴۳)

''آئینہ در آئینہ'' کا مقالہ ''ڈاکٹر خلیق انجم کا تحقیقی شعور'' نہایت ہی دلچسپ اور معلومات سے بھرا ہوا، زبان و بیان کی شیرینی کا حامل ہے جس میں مشتاق احمد وانی نے خلیق انجم کے تحقیقی شعور کو بہت خوبصورتی کے ساتھ پیش کیا ہے۔ اس مقالے میں اُنہوں نے جگہ جگہ پر مستند حوالوں سے ڈاکٹر خلیق انجم کے تحقیقی شعور کی خوبیوں کی بھرپور نشاندہی کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''ڈاکٹر خلیق انجم پورے وثوق سے بات کرتے ہیں۔ گول

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

مول بات کرنا تو اُنھیں آتا ہی نہیں ہے۔ بس ہر وقت عینی شواہد کے خواہش مند زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرنے کی تڑپ، اخلاقیاتِ تحقیق کا خیال رکھتے ہوئے اپنے تحقیقی کاموں میں سرگرم عمل رہتے ہیں۔ اُنھوں نے اپنے تحقیقی کارناموں سے ادبی تحقیق کا معیار کافی بُلند کیا ہے اور نئے تحقیق کاروں کے لئے میدان ہموار کردیا ہے۔ چنانچہ یہ بات پورے اعتماد کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ ڈاکٹر خلیق انجم جیسے انتہائی محنتی، قابل ترین اور اُردو زبان وادب کے سچّے شیدائی صدیوں کے بعد پیدا ہوتے ہیں جو آنے والی نسلوں کے لئے مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''آئینہ در آئینہ'' صفحہ۔۷۹)

''آئینہ در آئینہ'' میں شامل ایک اور مقالہ جس کا نام ''رسؔا کی رسائی'' ہے اُس کا تعلق بھی مشتاق احمد وانی کی شخصیات نگاری سے ہے جس میں انہوں نے ریاست جموں وکشمیر کے ایک علمبردار شاعر رسؔا جاودانی کی شعری خوبیوں کو پیش کرنے کے ساتھ ساتھ انہیں ایک ذہین، ملنسار، خدادوست اور امن وآشتی کا شاعر بھی قرار دیا ہے۔ مشتاق احمد وانی رسؔا جاودانی کی اردو شاعری کے تعلق سے کہتے ہیں:

''رسؔا جاودانی کو اُردو شاعری پر مکمل رسائی حاصل ہے۔ اُنھوں نے اپنے عہد کے حالات وواقعات کی اپنے کلام میں مؤثر ترجمانی کی ہے۔ اُن کی غزلیں مختصر بحر میں ہیں جو انتہائی معیاری اور معنی آفرینی کی حامل ہیں، جو اپنے اندر دُکھ درد اور سوز وگداز رکھتی ہیں۔ تشبیہات واستعارات کا برمحل استعمال کیا گیا ہے۔ تمام غزلیں اور نظمیں سادگی و

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

سلاست اور صداقت کی آئینہ دار ہیں۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''آئینہ در آئینہ'' صفحہ۔۱۴۲)

''آئینہ در آئینہ'' میں شامل ایک اور مضمون ''امین بنجارا بحیثیت افسانہ نگار'' کا تعلق بھی مشتاق احمد وانی کی شخصیات نگاری سے ہے۔اس مقالے میں انہوں نے امین بنجارا کی افسانوی کائنات پر بھرپور روشنی ڈالتے ہوئے انہیں ریاست جموں وکشمیر کے اُن معتبر افسانہ نگاروں کی صف میں رکھا ہے جو اردو افسانہ نگاری کی زُلفِ گرہ گیر کو سنوارنے میں مُنہمک ہیں۔مشتاق احمد وانی امین بنجارا کی افسانہ نگاری کی مقبولیت کے بارے میں رقمطراز ہیں:

''امین بنجارا کے فن کی مقبولیت کا سب سے بڑا سبب دراصل افسانہ نگاری کے فن پر اُن کی مضبوط گرفت ہے۔وہ افسانے کے ہر ایک جز یعنی پلاٹ' کردار نگاری' نقطۂ نظر' ماحول اور فضا' اُسلوب' آغاز و اختتام اور وحدتِ تاثر کی اہمیت و افادیت کو سمجھتے ہوئے ان اجزائے ترکیبی کے سانچے میں اپنے افسانوں کو ڈھالنے کے ہُنر سے بخوبی واقف ہیں اور اُن کا ہر افسانہ اس کا مُنہ بولتا ثبوت ہے۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''آئینہ در آئینہ'' صفحہ۔۱۲۰)

''آئینہ در آئینہ'' کا مقالہ ''ڈاکٹر پریمی رومانی کا سنگِ میل'' ایک اہم تحقیقی مقالہ ہے جس میں مشتاق احمد وانی نے پریمی رومانی کے پہلے شعری مجموعے ''سنگِ میل'' کے تناظر میں اُن کی شاعری کا مختصر طور پر جائزہ لیا ہے۔پریمی رومانی ریاست جموں وکشمیر کے ایک اچھے محقق، نقاد اور افسانہ نگار ڈاکٹر برج پریمی کے صاحب زادے ہیں۔وہ اپنے والد کی طرح گوناگوں ادبی صلاحیتوں کے حامل ہیں۔ان کا رُجحان اگرچہ تحقیق وتنقید کی طرف زیادہ ہے لیکن اس کے علاوہ شاعری ان کا اولین

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

مشغلہ رہا ہے۔ اس بات کا پتا اسی مقالے کے مطالعے سے چلتا ہے۔ جہاں تک پریمی رومانی کے شعری مجموعے ''سنگِ میل'' کی فنی شناخت کا تعلق ہے تو اس کے بارے میں مشتاق احمد وانی کی یہ رائے بہت اہم ہے جو اس مقالے کے آخر میں انہوں نے رقم کی ہے۔ ملاحظہ کیجئے وہ رائے:

> ''جہاں تک ڈاکٹر پریمی رومانی کے شعری مجموعے ''سنگِ میل'' کی فنی شناخت کا تعلق ہے اس میں تقریباً زیادہ تر غزلیں بالکل مختصر بحر میں کہی گئی ہیں۔ ہر غزل کے مطالعے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاعر کی طبعیت کی روانی اور تسلسل ہر غزل اور نظم میں کارفرما نظر آتا ہے۔ پورے مجموعے میں شامل غزلیں اور نظمیں پڑھتے ہوئے نغمگی، لطافت، شگفتگی، مضمون آفرینی، ندرتِ زبان، الفاظ کی بندش، بلند خیالی اور بلند اخلاقی جیسی تمام شعری خوبیاں بدرجۂ اتم موجود ہیں۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''آئینہ در آئینہ'' صفحہ۔۱۴۹)

مشتاق احمد وانی کے اس تحقیقی وتنقیدی مضامین کے مجموعے ''آئینہ در آئینہ'' کا آخری مقالہ ''اُردو انسانوں کی زبان ہے'' (امین بنجارا سے ایک ادبی گفتگو) کے عنوان سے درج ہے جس میں مشتاق احمد وانی نے اردو کی معروف وممتاز شخصیت جناب امین بنجارا سے جو مختلف سوالات کئے تھے اُن کے معقول جوابات پیش کئے ہیں جن کے مطالعہ سے امین بنجارا کی پوری ادبی زندگی کے بارے میں جانکاری حاصل ہوتی ہے اور اُن کی پوری ادبی زندگی ہمارے سامنے ایک کھلی کتاب کی صورت میں آئی ہے۔ اس ادبی گفتگو کے دوران مشتاق احمد وانی نے امین بنجارا سے نہایت ہی اہم سوالات کر کے اُن سے معقول جوابات حاصل کر کے اپنے اس

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

مقالے میں درج کئے ہیں۔سب سے اہم سوال جو مشتاق احمد وانی نے امین بنجارا سے کیا وہ یہ کہ اردو کو مسلمانوں کی زبان قرار دیا جاتا ہے۔آپ اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ امین بنجارا نے جو جواب دیا ملاحظہ کیجئے:

''اُردو انسانوں کی زبان ہے... ہندوؤں یا مُسلمانوں کی نہیں.... وانی صاحب اُردو ایک ایسی زبان ہے جس میں سیکولر مزاجی، رواداری، خداپرستی، وطن پرستی، اتحاد و اتفاق، تہذیب و تمدن، آفاقیت پسندی، حلیمگی و چاشنی، سادگی و صفائی، نظم وضبط، صبر وشکر، امن و آشتی اور دردمندی جیسے انسانی اوصاف موجود ہیں۔ اِسی لئے میں اُردو کو ہندوؤں یا مسلمانوں کی زبان نہیں مانتا بلکہ اُردو کو انسانوں کی زبان قرار دیتا ہوں۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''آئینہ در آئینہ'' صفحہ۔۱۶۲ تا ۱۶۳)

مشتاق احمد وانی کے تحقیقی و تنقیدی مضامین کے مجموعے ''آئینہ در آئینہ'' کے بارے میں جناب ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی رقمطراز ہیں:

''آئینہ در آئینہ'' ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کے تحقیقی و تنقیدی مضامین کا مجموعہ ہے۔ان تمام مضامین کے مطالعے سے ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کے وسیع مطالعے، مشاہدے اور ان کی تحقیقی و تنقیدی صلاحیتوں کا پتا چلتا ہے۔مزید یہ کہ موصوف کا نثری اسلوب اپنی تمام خوبیوں کے ساتھ واضح اور روشن نظر آتا ہے۔''آئینہ در آئینہ'' میں شامل مضامین سادگی، وضاحت، تجزیہ اور استدلال جیسی امتیازی صفات کے حامل ہیں۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''آئینہ در آئینہ'' صفحہ۔سرورق)

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

بحیثیت مجموعی ''آئینہ در آئینہ'' کے سبھی مضامین کا سرسری جائزہ بہت اچھی طرح سے پیش کرنے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے اور تعارف کے دوران تقریباً ہر مقالے میں مصنف کے اقتباسات خاص طور پر پیش کئے گئے ہیں تاکہ ان کی روشنی میں مصنف کے تحقیقی وتنقیدی شعور وبصیرت کا بخوبی اندازہ ہوجائے۔'' آئینہ در آئینہ'' کے ہر ایک مقالے میں مشتاق احمد وانی نے بنیادی پہلوؤں تک پہنچنے کی فنکارانہ کوشش کی ہے اور اپنی گفتگو کو نتیجہ خیز بنانے میں وہ کامیاب ہوئے ہیں۔ اعتدال واستدلال کی روش انہوں نے بیشتر مقامات میں اختیار کی ہوئی ہے۔ان تمام مقالات کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا کہ ان میں مشتاق احمد وانی زیادہ تر ایک محقق کے فرائض انجام دیتے ہوئے نظر آتے ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ ان تمام مقالات کے پس پردہ ان کے تنقیدی معاملات وافعال بھی روشن نظر آتے ہیں۔ لیکن ان کا ذہنی میلان تحقیق کی طرف زیادہ متوجہ کرتا ہوا نظر آتا ہے۔الغرض'' آئینہ در آئینہ'' مشتاق احمد وانی کے تحقیقی وتنقیدی مضامین کا ایک خوبصورت مجموعہ ہے جو تحقیق وتنقید کے خوبصورت امتزاج کی حیثیت رکھتا ہے۔

☆☆☆

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

اعتبار و معیار

''اعتبار و معیار'' ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کے تحقیقی و تنقیدی مضامین کا دوسرا مجموعہ ہے جو ۲۰۱۱ء میں ایچ۔ ایس۔ آفسیٹ پریس دہلی سے بڑے دیدہ زیب سرورق، عمدہ کاغذ، اعلیٰ کمپیوٹر کمپوزنگ اور نفاست سے مزین طباعت کے ساتھ شائع ہوا۔ کتاب دوسو چودہ (۲۱۴) صفحات پر مشتمل ہے جس میں تیرہ تحقیقی و تنقیدی مقالات شامل کئے گئے ہیں۔ ان مقالات میں سے بیشتر مقالات اس مجموعے میں شامل ہونے سے پہلے ہی ملکی سطح کے سیمیناروں میں پڑھے جانے کے ساتھ ساتھ مقتدر رسائل و جرائد میں بھی چھپ چکے ہیں۔ ''اعتبار و معیار'' کے سارے مقالات واضح مقصد اور مثبت تعمیری پہلو لئے ہوئے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ہمارے ملک و قوم کے اُن اہم مسائل سے بھی وابستہ ہیں جو ماضی اور حال میں انہیں درپیش رہے ہیں۔ قومی یکجہتی، پُرامن ماحول، سماج میں خواتین کی پسماندگی اور استحصال کا خاتمہ، کسانوں کی مقروضیت اور خودکشیاں، مغربی تہذیب کی ہمارے کلچر پر غلط اثرات وغیرہ کی بھرپور عکاسی ''اعتبار و معیار'' میں شامل مقالات میں کی گئی ہے۔

جہاں تک مشتاق احمد وانی کی تحقیق و تنقید کا سوال ہے تو فکشن اُن کا خاص موضوع رہا ہے اور فکشن کی طرف ان کا رُجحان زیادہ نظر آتا ہے۔ اسی لئے ''اعتبار و معیار'' میں زیادہ تر مقالات فکشن سے ہی تعلق رکھتے ہیں۔ علاوہ ازیں کچھ ایسے مقالات بھی ہیں جو اردو شعراء و ادبا اور افسانہ نگاروں پر لکھے گئے ہیں۔ ''اعتبار و

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

معیار'' کے لگ بھگ سارے مقالات کو خالص ادبی زمرے میں رکھا جاسکتا ہے۔اس کتاب کی اہمیت وافادیت اس بات سے معلوم ہوتی ہے کہ اس کو اردو ادب کے معتبر محققوں اور نقادوں نے کافی سراہا ہے اور اسے تحقیق وتنقید کے حوالے سے ایک اہم دستاویز قرار دیا ہے۔ جناب پروفیسر قدوس جاوید اس کتاب کے بارے میں رقمطراز ہیں:

''اُردو کے کہنہ مشق نقاد مشتاق احمد وانی کے تنقیدی مضامین کے مجموعے ''اعتبار و معیار'' کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ مشتاق احمد وانی نہ صرف یہ کہ عصری اُردو ادب کے لسانی، فنی، نظریاتی اور جمالیاتی اقدار اور تقاضوں کی گہری واقفیت رکھتے ہیں بلکہ فن اور فنکار کا محاکمہ و محاسبہ تمام تر ذاتی تعصّبات و ترجیحات سے بالاتر ہوکر کرنے پر یقین رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے تجزیے قابل اعتبار بھی ہوتے ہیں اور ان کا ایک قابل تعریف تنقیدی معیار بھی ہوتا ہے۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''اعتبار و معیار'' (تحقیق وتنقید) صفحہ۔۱۹)

ڈاکٹر شباب للت اپنے مضمون ''نئی تنقید کی ایک معتبر کاوش'' میں مشتاق احمد وانی کے اس ادب پارے کے بارے میں لکھتے ہیں:

''اُردو زبان کے لئے یہ بشارتِ برکات ہے کہ گذشتہ نصف صدی سے نئی نسل کے اعلےٰ تعلیم یافتہ اور بیدار مغز نوجوان قلم کار بھی انتقادیات میں اپنی شناخت بنا رہے ہیں۔ایسے ہی ایک بصیر اور محنتی نقاد کا ادب پارہ ہے ''اعتبار و معیار'' جس میں مشمولہ تیرہ (۱۳) تنقیدی مضامین ایک واضح مقصد اور مثبت تعمیری پہلو لئے ہوئے ہیں۔اس نوع

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

کی ادبی کاوشیں ہمارے ملک وقوم کے اُن اہم مسائل سے
بھی وابستہ ہیں جو ماضی اور حال میں اُنہیں درپیش رہے
ہیں۔''

(سہ ماہی ''جدید فکر وفن'' جولائی تا ستمبر ۲۰۱۳۔ جلد ۲۶۔ شمارہ ۹۶۔ مدیر اعلیٰ۔ ڈاکٹر ڈی کے گپتا)

اس کے علاوہ مشتاق احمد وانی کے اس تحقیقی وتنقیدی مضامین کے مجموعے کی ادبی اہمیت و افادیت اور اس کی مقبولیت کو دیکھ کر اُتر پردیش اردو اکیڈمی کی طرف سے ۲۰۱۴ء میں پانچ ہزار (۵۰۰۰) روپے کا انعام دیا گیا جس سے اس کتاب کی ادبی اہمیت مسلّم ہو جاتی ہے۔

''اعتبار و معیار'' کا انتساب مشتاق احمد وانی نے ایک تخلیق کار کی طرح اردو کے بلند پایہ محقق، نقاد، مفکر اور ماہر لسانیات جناب پروفیسر گوپی چند نارنگ صاحب کے نام اور ''اکتشافی تنقید'' کے نظریہ ساز جناب پروفیسر حامدی کاشمیری صاحب کے نام اور ''تاریخ ادبیات عالم'' کے مصنف جناب پروفیسر وہاب اشرفی صاحب کے نام بہت ہی خوبصورت طریقے سے کیا ہے جس میں تخلیقی جھلک صاف نظر آتی ہے۔ اس کے بعد ''مشتاق احمد وانی مشاہیر ادب کی نظر میں'' کے عنوان کے تحت لگ بھگ تیس (۳۰) مشاہیر ادب کی مشتاق احمد وانی کے بارے میں لکھی گئی آرائیں قلمبند کی گئی ہیں۔ ''اعتبار و معیار'' کے تناظر میں سب سے پہلے ڈاکٹر خلیق انجم کا مختصر مضمون ''مشتاق احمد وانی اُردو کا ایک تازہ کار ادیب'' اور پروفیسر قدوس جاوید کا مفصل مضمون ''اعتبار و معیار (ایک تجزیاتی مطالعہ)'' کے عنوان سے کتاب کے شروع میں شامل کئے گئے ہیں۔ اول الذکر مضمون میں ڈاکٹر خلیق انجم نے مختصراً مگر قدوس جاوید نے اپنے مضمون میں ''اعتبار و معیار'' کے تناظر میں مفصل گفتگو کی ہے۔

''اعتبار و معیار'' میں مشتاق احمد وانی نے جو تیرہ (۱۳) تحقیقی وتنقیدی مضامین شامل کئے ہیں اُن کی ترتیب اس طرح سے ہیں:

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

۱۔ اُردو ناولوں میں سیکولرازم اور قومی یکجہتی کے عناصر

۲۔ اکیسویں صدی میں اُردو افسانہ

۳۔ اُردو فکشن میں تانیثیت

۴۔ اُردو ادب میں جدیدیت

۵۔ جموں و کشمیر میں اُردو شاعرات (ایک تجزیاتی مطالعہ)

۶۔ پریم چند کے افسانوں میں دیہات کی عکّاسی

۷۔ کرشن چندر کے افسانوں میں منظر نگاری

۸۔ علامہ اقبالؔ کی مغربی طرزِ حیات سے بیزاری

۹۔ ''ننگی دھوپ'' کے افسانے اور سرن سنگھ

۱۰۔ محمد بشیر مالیر کوٹلوی: زندگی کی تلخ حقیقتوں کا عکاس

۱۱۔ محمد شاہد پٹھان: بحرانی دور کا شاعر

۱۲۔ ''غالبؔ کا سفر کلکتہ اور کلکتے کا ادبی معرکہ'' (غالبیات میں ایک اہم اضافہ)

۱۳۔ شہاب عنایت ملک کا تحقیقی و تنقیدی شعور

آیئے اب ذیل میں ان متذکرہ بالا مضامین کی روشنی میں ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کے تحقیقی و تنقیدی شعور کی نشاندہی کی جائے۔

''اعتبار و معیار'' کا پہلا مقالہ ''اُردو ناولوں میں سیکولرازم اور قومی یکجہتی کے عناصر'' کے عنوان سے درج ہے جس میں مشتاق احمد وانی نے سیکولرازم کی اصطلاح کے معنی و مفہوم کی وضاحت کرتے ہوئے یہ تصوّر قائم کیا ہے کہ سیکولرازم فکر و ضمیر کی آواز بلند کرنے اور آزادانہ رائے قائم کرنے کے پیدائشی حق سے عبارت ہے۔ اس کی بنیاد مذہب سے زیادہ سائنس ہے اور اس کی غرض و غایت فرد کی ذہنی و فکری آزادی ہے۔ مشتاق احمد وانی نے اس مقالے میں سیکولرازم کی اصطلاح کو سادہ اور سلیس انداز میں سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ انہوں نے لکھا ہے

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

سیکولرازم کسی ملک یا سماج کے فرد میں ایک ایسے میل ملاپ اور رواداری کا نام ہے جس میں کسی بھی طرح کے بھید بھاؤ یا امتیازی سلوک کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

اردو زبان کا مزاج ابتداء سے ہی سیکولر رہا ہے لیکن پھر بھی اس زبان کو ایک مخصوص فرقہ سے منسوب کرنے کی سازشیں ہو رہی ہیں۔ ایسے میں اردو زبان و ادب کے سیکولر مزاج اور تعمیری کردار کو نئے تناظر میں سامنے لانا بہت ضروری ہو گیا ہے۔ مشتاق احمد وانی نے اپنے اس مقالے میں اسی ضرورت کی تکمیل احسن طریقے سے انجام دی ہے۔ انہوں نے پنڈت رتن ناتھ سرشار کے ناول ''فسانہ آزاد'' پریم چند کے ناول ''پردہ مجاز'' کرشن چندر کے ناول ''غدار'' رامانند ساگر کے ناول ''اور انسان مر گیا'' حیات اللہ انصاری کے ناول ''لہو کے پھول'' قرۃ العین حیدر کے شاہکار اور تاریخ ساز ناول ''آگ کا دریا'' جمیلہ ہاشمی کے ناول ''تلاشِ بہاراں'' اور مشرف عالم ذوقی کے ناول ''بیان'' کے حوالے سے اردو ناول میں سیکولرازم اور قومی یکجہتی کے عناصر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ دلائل کے ساتھ پیش کیا ہے اور یہ نتیجہ بھی اخذ کیا ہے کہ نہ صرف اردو ناولوں نے سیکولر اور قومی یکجہتی کی قدروں کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا ہے بلکہ اردو ناول نگاروں نے بھی اپنی سوچ، فکر، واقعات اور کرداروں کے حوالے سے اپنے آپ کو سیکولر ثابت کیا ہے۔ مشتاق احمد وانی اردو ناولوں میں سیکولرازم کی نشاندہی کرتے ہوئے اس مقالے میں رقمطراز ہیں:

> ''جہاں تک اُردو ناولوں میں سیکولرازم اور قومی یکجہتی کے عناصر کا تعلق ہے تو ناول کی تاریخ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُردو ناول نگاروں نے تقریباً شروع سے ہی ایک سیکولر اور قومی یکجہتی کی فضا قائم کرنے کی سعی کی ہے۔ اس سلسلے میں پنڈت رتن ناتھ سرشار کا نام سرفہرست ہے کہ جنہوں نے اپنے ناولوں بالخصوص ''فسانہ آزاد'' میں لکھنؤ کے ایک خاص

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

عہد کی تہذیب و معاشرت کی عکّاسی کی ہے۔ سرشار نے
مذکورہ ناول میں جس حقیقت پسندی سے کام لیتے ہوئے
زوال پذیر لکھنوی معاشرت کو موضوع بنایا ہے اُس میں
مختلف فرقوں، عقیدوں اور پیشوں سے تعلق رکھنے والے
لوگ شامل ہیں۔ آزاد اور خوجی کے کردار ایک مشترکہ اور
سیکولر ماحول و معاشرے کی نمائندگی کرتے ہیں۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''اعتبار و معیار'' (تحقیقی و تنقیدی مضامین) صفحہ۔۲۹)

''اعتبار و معیار'' کا دوسرا مقالہ ''اکیسویں صدی میں اُردو افسانہ'' کے عنوان سے درج ہے جس میں مشتاق احمد وانی نے اردو فکشن میں عصری اور ملکی تناظر میں در آئی کچھ نئی موضوعاتی اور ہیئتی تبدیلیوں اور رُجحانات کا خوبصورتی سے جائزہ لیا ہے۔ دراصل اگر دیکھا جائے تو جدیدیت کے رُجحان نے افسانہ سے افسانہ پن چھین لیا تھا جس کے نتیجے میں افسانہ بھی افسانہ نہ رہ کر محض شعبدہ بازی اور اسلوبیاتی کھیل ہو کر رہ گیا تھا۔ ایسے میں یہ سوال بہت اہم تھا کہ اکیسویں صدی میں اُردو افسانہ کا خدوخال کیسا ہوگا؟ مشتاق احمد وانی نے انتہائی دانشورانہ انداز میں اس سوال کا جواب ڈھونڈنے کی کوشش کی ہے۔ وہ خود یہ مانتے ہیں کہ ترقی پسند ادبی تحریک نے اردو افسانے کو جہاں انفعالیت و رومانیت سے نکال کر زندگی کی تبدیلیوں، بنتی بگڑتی قدروں، عصری مسائل و مشکلات، انسانی حیات میں رونما ہونے والے انقلابات و حقائق، قومی جذبات، کشمکش اور سماجی تبدیلیوں کا ترجمان بنانے کے ساتھ ساتھ افسانے کے فنی لوازمات متعین کئے ہیں وہیں ۱۹۶۰ء کے بعد جدیدیت کی یلغار نے اُردو افسانے کے فنی لوازمات کو کافی نقصان پہنچایا اور ایک ایسی نامناسب تبدیلی وجود میں آئی جو بہت حد تک جبراً قاری پر تھوپ دی گئی اب افسانہ قاری کے لئے افسانہ نہیں رہا بلکہ پہیلی بن گیا۔ چونکہ علامتی، استعاراتی اور

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

تجریدی افسانے کی تفہیم ایک عام قاری کے بس کی بات نہ رہی لیکن اس کے بعد انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ اکیسویں صدی میں لکھا جانے والا افسانہ ترقی پسند تحریک اور جدیدیت سے کافی حد تک مختلف ہے۔ اس ضمن میں وہ لکھتے ہیں:

> ''آج کا افسانہ نگار زندگی کے مختلف پہلوؤں کو کمال ہوشیاری سے واشگاف کرنا چاہتا ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ جیسے وہ اپنے ساتھ معنویت کا ایک طلاطم سا اُٹھائے چل رہا ہے۔ دراصل رفتار زمانہ کے تقاضوں کے مطابق افسانہ بھی اُسی تیز رفتاری سے اپنی منزل کی طرف گامزن ہے۔ اکیسویں صدی کا اُردو افسانہ زندگی کی صداقتوں اور جیتے جاگتے کرداروں کی عکاسی کرتا ہے۔ گویا زندگی سے وابستگی پیدا کرنا آج کے افسانے کا طرہ امتیاز ہے جب کہ کچھ جدیدیت پرست افسانہ نگاروں نے افسانے کو لفظوں کا گورکھ دھندہ بنادیا تھا۔ آج کے افسانے میں اپنے عہد کی دھڑکنیں شامل ہوگئی ہیں۔ آج کا افسانہ نگار شعور، تحت الشعور، لاشعور، وژن اور آئیڈیالوجی کو خاص اہمیت دیتا ہے۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''اعتبار و معیار'' صفحہ۔۴۵)

مشتاق احمد وانی نے اس مقالے میں ۱۹۸۰ء کے بعد کے کم و بیش تمام اہم افسانہ نگاروں کے افسانوں کے حوالے کی مدد سے اکیسویں صدی کے افسانہ نگاروں کی تخلیقی جہات کو نمایاں طور پر پیش کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ انہوں نے جن افسانوں کا جائزہ لیا ہے اُن میں مشرف عالم ذوقی کا افسانہ ''کاتیائن بہنیں''، سید محمد اشرف کا ''طوفان''، ترنم ریاض کا ''چمگادڑ''، حسین الحق کا ''آشوب''، سلام بن رزاق

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

کا ''حلالہ'' بشیر مالیر کوٹلوی کا ''معمولی بات'' ایم مبین کا ''تیس بچّوں کی ماں'' جتندر بلو کا ''انوکھا سمبندھ'' سلطانہ مہر کا ''اک طائر لاہوتی'' اشتیاق سعید کا ''بیری کا پیڑ'' فیصل نواز چودھری کا ''بلیک لسٹ'' اور خالد سہیل کا ''خودکشی یا قتل'' شامل ہیں۔ مشتاق احمد وانی کا تحقیقی وتنقیدی رویہ کس قدر منطقی، مدلل اور نتیجہ خیز ہوتا ہے اس کا بخوبی اندازہ اس مقالے سے لگایا جاسکتا ہے۔ مقالے کے آخر میں وہ اکیسویں صدی کے اردو افسانے کے متعلق لکھتے ہیں:

> ''اکیسویں صدی کا اُردو افسانہ زیادہ مثبت، جیتا جاگتا اور زندگی کی صداقتوں سے سرشار ہے۔ آج کے افسانہ نگار پوری زندگی سے نہ صرف وابستہ ہیں بلکہ وہ اپنی فکری وثقافتی نکتہ رسی شعور ادراک کے حربوں سے عصر حاضر کے مکروہ، سفاک اور منفی قوتوں سے پنجہ آزمائی کررہے ہیں۔ وہ اپنے اپنے ملک، ماحول و معاشرے، تہذیب و ثقافت کو فنی اور تخلیقی بصیرتوں کے ساتھ پیش کررہے ہیں۔''

(''مشتاق احمد وانی۔ ''اعتبار و معیار'' صفحہ۔ ۵۵ تا ۵۶)

''اعتبار و معیار'' تحقیقی وتنقیدی مضامین کے مجموعے کا تیسرا مقالہ ''اُردو فکشن میں تانیثیت'' کے نام سے درج ہے جو تانیثیت کے موضوع پر مشتاق احمد وانی کے وسیع مطالعے کا حامل ہے۔ اس مقالے میں انہوں نے پہلے تانیثیت کے معنی و مفہوم پر بھرپور روشنی ڈالی ہے۔ تانیثیت چونکہ جدید ادبی منظرنامے کی ایک نمایاں اصطلاح ہے لیکن اس اصطلاح کے ٹھوس اور ہر ایک کے لئے قابل قبول معنی متعین کرنا آسان نہیں، کیونکہ تانیثیت ایک کثیر المعنی اور کثیر الجہات تصور ہے جو اپنے اندر مختلف حقائق، مسائل، موضوعات اور رویّے سموئے ہوئے ہے۔ اس میں عورت کے حوالے سے مرد غالب معاشرہ (Male Dominated Society) سے

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

لے کر معاشی استحصال، جنسی جبر، غیر مساوی حقوق، سماجی نابرابری، قانونی عدم تحفظ، اخلاقی اقدار اور خاندانی ازدواجی رشتوں سے لے کر پیشہ، کاروبار اور سیاسی وسماجی اقتدار کے وہ سارے موضوعات آتے ہیں جن کا تعلق بنیادی طور پر 'عورت' سے ہی ہے۔ مشتاق احمد وانی نے تانیثیت کے ان ہی ڈھیر سارے پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے اردو فکشن میں تانیثیت کے تصور کے آغاز وارتقاء اور عصری صورتحال کا جائزہ کامیابی سے لیا ہے اور بہترین نتائج اخذ کئے ہیں۔ گویا انہوں نے تانیثیت کے رُجحان اور نظریات کی ابتداء اور اس کے ارتقاء کی تاریخ بیان کی ہے اور یہ بتایا ہے کہ آج تانیثیت جس مقام پر ہے اُسے یہاں تک پہنچانے میں کن مغربی اور مشرقی خواتین اور مرد ادیبوں کا ہاتھ ہے۔ اس موضوع پر انہوں نے مغربی خواتین ناقدین اور مفکرین کی کتابوں کے حوالے دیئے ہیں۔ مغربی ادب کے بعد انہوں نے اردو ادب اور خاص طور پر اردو فکشن میں تانیثیت کے آغاز پر روشنی ڈالتے ہوئے یہ بتایا ہے کہ اردو میں جن ادیبوں نے پہلی بار اس موضوع کو اپنی توجہ کا مرکز بنایا وہ خواتین نہیں بلکہ مرد ادیب تھے۔ مشتاق احمد وانی کی نظر میں ڈپٹی نذیر احمد سب سے پہلے ادیب ہیں جنہوں نے خواتین ادیبوں کی تحریروں کا ایجنڈا سب سے پہلے تیار کیا۔ ان کا ماننا ہے کہ مرزا محمد ہادی رسوا کے ناول ''امراؤ جان ادا'' میں پہلی بار تانیثیت کو بھرپور طریقے سے پیش کیا گیا ہے۔ چونکہ اس ضمن میں وہ لکھتے ہیں:

> ''اُردو فکشن میں مرزا محمد ہادی رُسوا کا ناول ''امراؤ جان ادا'' پہلا اعلیٰ ترین تانیثی ناول قرار دیا جاسکتا ہے کہ جس میں ناول نگار نے گناہ آلودہ سوسائٹی میں زندگی بسر کرنے والی عورت کی بے بسی ولاچاری کو محسوس کرنے کے بعد اُس عورت کے اندر چھپی نیک اور شریف عورت کو بے نقاب کیا ہے۔ اس ناول میں پہلی دفعہ ایک مرد نے عورت اور وہ بھی

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

طوائف کے ساتھ سماج کے اُس جابرانہ سلوک کی نشاندہی
کی ہے جو ابتداء ہی سے مردانہ سماج و معاشرے نے اُس
کے ساتھ روا رکھا ہے۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''اعتبار و معیار'' صفحہ۔۶۱)

مشتاق احمد وانی نے مرزا محمد ہادی رسوا کے علاوہ عصمت چغتائی، قرۃ العین حیدر، خدیجہ مستور، جمیلہ ہاشمی، جیلانی بانو، رضیہ سجاد ظہیر، آمنہ ابوالحسن اور واجدہ تبسم کے علاوہ ذکیہ مشہدی، بشریٰ رحمٰن، ترنم ریاض، شمیم صادقہ اور قمر جہاں کے ناولوں اور افسانوں کا جائزہ لیتے ہوئے اردو فکشن میں تانیثیت کے عناصر کی نشاندہی کی ہے۔ ''اُردو فکشن میں تانیثیت'' مقالے میں مشتاق احمد وانی اردو فکشن نگار خواتین کی تخلیقات کے امتیازی پہلوؤں کی نشاندہی ایک تانیثی نقاد (Feministic Critic) کا کردار ادا کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ انہوں نے لکھا ہے:

''گذشتہ صدی کی چھ دہائیوں کے دوران خواتین نے اُردو
فکشن میں جن تانیثی رُجحانات کو پیش کیا، اس جائزے
سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُردو کی قلم کار خواتین نے سماجی
قدروں کو نظر انداز کر کے ایک متبادل دائرہ کار دریافت کیا
ہے۔ انہوں نے عورتوں پر ظلم و استبداد کے لئے براہِ
راست مردوں کو نشانہ نہیں بنایا بلکہ اُن سماجی قدروں کو نشانہ
بنایا جو مردوں کے قبضہ قدرت میں تھیں۔ خواتین کی
تخلیقات میں دروں بینی اور جہاں بینی کا ایک نیا آہنگ
موجود ہے۔ تانیثی زبان اور لب و لہجہ اور وہ الفاظ جو امورِ
خانہ داری کے لئے مخصوص ہیں۔ اُنہیں تحریروں میں وضع کیا
گیا ہے، اس طرح جہاں تک اُردو فکشن میں تانیثیت کا تعلق

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

ہے اُس کی مکمل صورت خواتین لکھاریوں کی تخلیقات میں
نظر آتی ہے۔''

(مشتاق احمد وانی۔''اعتبار و معیار''صفحہ۔۷۶)

''اعتبار و معیار'' کا چوتھا مقالہ ''اُردو ادب میں جدیدیت'' کے نام سے درج ہے۔اس میں مشتاق احمد وانی نے پہلے اختصار کے ساتھ جدیدیت کے مفہوم کی وضاحت کی ہے۔انہوں نے لکھا ہے کہ جدیدیت فلسفے،فکر و خیال،نظریے وغیرہ کی وابستگی کے خلاف ہے۔اس مقالے میں انہوں نے جدیدیت کے سب سے بڑے علمبردار شمس الرحمٰن فاروقی کا یہ اقتباس بھی نقل کیا ہے:

''جدیدیت تمام فلسفوں اور نظریوں کی حدود کو توڑنے کا نام
ہے۔ ناوابستگی ہی اس کی وہ خصوصیت ہے جو اسے پچھلے
تمام ادیبوں سے ممتاز کرتی ہے۔''

(مشتاق احمد وانی۔''اعتبار و معیار''صفحہ۔۷۷)

مشتاق احمد وانی نے اس مقالے میں اُردو کے جدید شعری، افسانوی اور تنقیدی ادب کا جائزہ ایک وسیع تناظر میں لیا ہے۔اُن کا ماننا ہے کہ اردو نثر و نظم دونوں پر جدیدیت کے اثرات پڑے ہیں۔چونکہ وہ اس ضمن میں لکھتے ہیں:

''اُردو ادب میں جدیدیت کے اثرات نثر و نظم دونوں میں
یکساں طور پر دکھائی دیتے ہیں۔ بالخصوص غزل، نظم،
افسانے، ناول اور تنقید میں۔اس اعتبار سے اب نئی غزل یا
جدید غزل، جدید نظم، جدید افسانہ، جدید ناول اور جدید تنقید
کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔''

(مشتاق احمد وانی۔''اعتبار و معیار''صفحہ۔۷۸)

''اُردو ادب میں جدیدیت'' کا مقالہ پڑھ کر یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

مشتاق احمد وانی نہ صرف جدیدیت کے مفہوم سے بخوبی واقفیت رکھتے ہیں بلکہ جدیدیت کے مختلف رنگ بھی ان کے سامنے ہیں۔ انہیں جدیدیت کی تحریک پر بھی گہری نظر ہے اور وہ ادب کی اُن ہیئتی اور موضوعاتی تبدیلیوں سے بھی بخوبی واقفیت رکھتے ہیں جن کے تحت شاعری اور فکشن متاثر ہوئے ہیں۔ اس مقالے کے آخر میں مشتاق احمد وانی نے بڑے محتاط انداز میں یہ بھی لکھا ہے:

''اُردو ادب میں جدیدیت کے نقوش نہ صرف شاعری اور فکشن میں موجود ہیں بلکہ تحقیق وتنقید نے بھی اس کے صحت منداثرات کو قبول کیا ہے۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''اعتبار و معیار'' صفحہ۔۸۶)

''اعتبار و معیار'' میں ''جموں و کشمیر میں اُردو شاعرات'' (ایک تجزیاتی مطالعہ) مشتاق احمد وانی کا ایک ایسا اچھوتا، پر اثر اور معلوماتی مقالہ ہے کہ اس موضوع پر ہماری ریاست جموں وکشمیر کے قلمکاروں نے آج تک قلم نہیں اُٹھایا ہے۔ یہ مقالہ اس کتاب کا سب سے طویل ہونے کے ساتھ ہی جامع اور پر اثر بھی ہے جس میں مشتاق احمد وانی نے ترنم ریاض، نصرت آرا چودھری، شبنم عشائی، سیدہ نسرین نقاش اور رُخسانہ جبین جیسی معروف شاعرات کی شاعری کے حوالے سے نسائیت اور تانیثیت کی نشاندہی بڑے مدلل انداز میں کی ہے۔ مشتاق احمد وانی نے سیدہ نسرین نقاش کے ماہیوں کے تناظر میں کمال بیباکی سے تلذّذ اور طنز کی آمیزش سے مرد کی جنسی تشنگی، بے صبری اور ہوس کو بے نقاب کیا ہے۔ اس مقالے کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ کہا جاسکتا ہے کہ مشتاق احمد وانی نے بڑی محنت ولگن سے اس موضوع کا حق ادا کر دیا ہے۔ جموں وکشمیر میں ان اردو شاعرات کی شاعری کا بھرپور جائزہ لینے کے بعد مشتاق احمد وانی نے کیا خوب لکھا ہے وہ ملاحظہ کیجئے:

''اگرچہ اُردو شاعری میں یہاں کی خواتین کی تعداد اکائیوں

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

میں ہے مگر یہ قلیل تعداد اپنے کلام اور مقام کے لحاظ سے کافی ممتاز حیثیت رکھتی ہے۔ یہاں کی شاعرات نے ذرائع ابلاغ سے مستفید ہوکر بدلتے عالمی منظر نامے کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنے مسائل، ماحول و معاشرے کے ساتھ ساتھ نسوانی جذبات واحساسات اور بالخصوص موجودہ انتشار زدہ سماج میں عورت کے درد وکرب، احساس محرومی، خوف، دہشت، انسان اور انسانی اقدار کی بے حرمتی کو متاثر کن شعری آہنگ میں ڈھالا ہے اتنا ہی نہیں وہ اپنے مکمل حقوق کی بحالی اور مرد اساس سماج کے جابرانہ حصار کو توڑ کر کھلی فضا میں سانس لینا چاہتی ہیں۔ اس ذاتی حریت کے لئے وہ مرد کی نفسیاتی کمزوریوں اور اُس کے خود ساختہ شکنجے کی شدید مذمت کرتی معلوم ہوتی ہیں۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''اعتبار و معیار'' صفحہ۔۱۲۳)

مشتاق احمد وانی کی تحقیق وتنقید نگاری کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ ادب کو ایک ''کُل'' کے طور پر برتتے ہیں۔ ادب کو اس کی کلیت میں دیکھنے اور برتنے کا یہی وہ طریقہ ہے جس کی بنا پر وہ نہ صرف آج کے عہد کے نئے شاعروں اور ادیبوں پر توجہ مرکوز کرتے ہیں بلکہ ان کے ساتھ ساتھ وہ پریم چند، کرشن چندر اور اقبال جیسے مستند اور معتبر تخلیقی فنکاروں کی عظمت کی نئی بازیافت کی کوشش بھی کرتے ہیں۔ ''اعتبار و معیار'' میں اس قسم کے مقالے بھی شامل کئے گئے ہیں۔ ''پریم چند کے افسانوں میں دیہات کی عکاسی'' اسی قسم کا ایک اہم اور دلچسپ مقالہ ہے جس میں مشتاق احمد وانی نے پریم چند کے چند نمائندہ افسانوں 'اندھیر'، 'بیٹی کا دھن'، 'صرف ایک آواز'، 'بانکا زمین دار'، 'خون سفید'، 'پنچایت'، 'سوا سیر گیہوں'، اور 'کفن'

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

جیسے شاہکار افسانوں کے حوالے سے پریم چند کے افسانوں میں دیہات کی عکاسی پر مدلل، جامع اور پُر اثر بحث کی ہے۔ مشتاق احمد وانی نے ان افسانوں کا جو تجزیہ پیش کیا ہے اُس میں دیہات، دیہات میں رہنے والے لوگوں کے مسائل، کسانوں کے استحصال اور ان کی خوشحال زندگی کی حسرتوں اور تمناؤں کے ساتھ ساتھ ان کی اقتصادی بدحالیوں کی جیتی جاگتی تصویریں بھی صاف اور نمایاں طور پر نظر آتی ہیں۔ ان افسانوں کا تجزیہ کرنے کے بعد انہوں نے لکھا ہے:

> ''پریم چند نے مذکورہ افسانوں میں دیہات کی عکاسی بڑے خوبصورت اور متاثر کن طور پر کی ہے انہوں نے دیہات میں بسنے والے کسانوں، مزدوروں، بے روزگاروں، پروہتوں، مہاجنوں، ساہوکاروں غرضیکہ ہر طبقے اور پیشے سے تعلق رکھنے والوں کے علاوہ دیہات میں اُبھرنے والے اُن سبھی مسائل و مشکلات کو سیدھی سادی، عام فہم زبان میں پیش کر دیا ہے جن سے اکثر دیہاتی عوام متاثر ہوتے رہتے ہیں اس لئے اگر یہ کہا جائے کہ ہندوستانی دیہاتوں کو افسانوی ادب کے ذریعے عوام کے سامنے پیش کرنے میں جو مہارت پریم چند کو حاصل تھی وہ کسی دوسرے ادیب کو آج تک حاصل نہیں ہو سکی ہے تو شاید بے جا نہ ہوگا۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''اعتبار و معیار'' صفحہ۔۱۳۶)

مشتاق احمد وانی کے مطابق پریم چند فکشن کو شہر کی زندگی سے نکال کر دیہات کی جانب لے آئے۔ انہیں ایک دیہاتی ہونے کے ناطے گاؤں کے مسائل کا ذاتی تجربہ کرنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی اور انہوں نے کسانوں کی زندگی

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

میں غلامی اور تحقیر نفسی کو جس انداز میں پیش کیا ہے شاید ہی کوئی دوسرا افسانہ نگار اس طرح سے پیش کر سکا ہو۔

''کرشن چندر کے افسانوں میں منظر نگاری'' بھی ''اعتبار و معیار'' کا اہم اور دلچسپ مضمون ہے جس میں مشتاق احمد وانی نے کرشن چندر کے افسانوں میں منظر نگاری کو اپنی تحقیق و تنقید کا موضوع بنایا ہے۔ اس مقالے میں کرشن چندر کی شاعرانہ زبان اور اُن کے فکشن کے پلاٹوں کے واقعات سے منسلک منظر نگاری کو بہت خوبصورتی کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ کرشن چندر کے افسانوں میں منظر نگاری کے بارے میں مشتاق احمد وانی لکھتے ہیں:

> ''جہاں تک کرشن چندر کے افسانوں میں منظر نگاری کا تعلق ہے اس سلسلے میں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ انہیں منظر نگاری میں ید طولیٰ حاصل ہے۔ وہ اپنے تیز مشاہدے اور باریک بینی کے سبب مکمل نقشہ آنکھوں کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اس موقعے پر یہ کہنا بھی موزوں ہوگا کہ کرشن چندر کی مقبولیت اس وجہ سے ہے کہ وہ اپنے قلم سے جیتے جاگتے منظر پیش کرنے کی فن کارانہ مہارت رکھتے ہیں۔ چنانچہ اُن کے افسانوں کا قاری یہ محسوس کرتا ہے کہ وہ کسی منظر کا نہ صرف حال سن رہا ہے بلکہ اُس سے ذہنی حظ حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ خود کو بھی وہاں موجود پاتا ہے۔ ایسے موقعوں پر یہ محسوس ہوتا ہے کہ کرشن چندر فکشن نہیں لکھ رہے بلکہ شاعری کر رہے ہیں، اُن کی منظر نگاری کا سب سے اہم پہلو یہ ہے کہ تصویر کشی کے دوران زندگی کی بدصورتی کو فراموش نہیں کرتے۔ غرضیکہ فطری حسن کی مصوری کے

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

ساتھ ساتھ انہوں نے مظلوموں کی بدنصیبی اور سماج کی
گھناونی صورتیں بھی دکھائی ہیں گویا وہ زندگی کے مثبت و منفی
دونوں رُخ پیش کرتے ہیں۔''

(مشتاق احمد وانی۔''اعتبار و معیار'' صفحہ۔۱۳۸ تا ۱۳۹)

کرشن چندر کی عمر کا ابتدائی حصہ کشمیر میں گزرا ہے اس لئے اُن کے ذہن و دل میں اس حسین وادی کے مناظر اور یہاں کا حُسن سرایت کر گیا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے افسانوں میں کشمیر کے حسین مناظر کی عمدہ منظر کشی کی ہے۔ وہ افسانے کی فضاء اور نفسیاتی کیفیتوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے کوئی بھی منظر اُبھارتے ہیں۔ مشتاق احمد وانی نے اس مقالے میں کرشن چندر کے افسانوں میں سے ''دو فرلانگ لمبی سڑک''، ''کالو بھنگی''، ''مہالکشمی کا پُل''، ''غالیچہ''، ''تائی ایسری''، ''پورے چاند کی رات''، ''گرجن کی ایک شام''، ''شہزادہ'' اور ''دانی'' افسانوں کے حوالے سے کرشن چندر کی منظر نگاری کی نشاندہی کی ہے اور مشاہدہ و باریک بینی پر مبنی کرشن چندر کی منظر کشی کو اُس پس منظر کا حصہ قرار دیا ہے جو افسانوں کے تاثر کو بڑھا دیتی ہے۔ مشتاق احمد وانی لکھتے ہیں کہ کرشن چندر اپنے قلم سے جیتے جاگتے منظر پیش کرتے ہیں۔ محض حسین و رنگین مناظر ہی کو نہیں بلکہ وہ ویران سنسان راستوں، فیکٹریوں، کارخانوں، فٹ پاتھوں اور دیہاتوں و شہروں کے بدنما مناظر کو بھی زبان دیتے ہیں۔ کرشن چندر کے متذکرہ بالا افسانوں کا منظر نگاری کے حوالے سے جائزہ لینے کے بعد مشتاق احمد وانی اُن کے بارے میں لکھتے ہیں:

''کرشن چندر کے افسانوں کے مطالعے سے یہ بات واضح
ہو کر سامنے آتی ہے کہ اُن کے افسانوں میں منظر نگاری کی
بڑی اہمیت ہے۔ منظر کشی کی وجہ سے کرشن چندر کے
افسانے عوام میں زیادہ مقبول ہیں، اس میں کوئی شک نہیں

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar

Digitized By eGangotri

کہ پریم چند کے بعد اُردو افسانے پر جتنا اثر کرشن چندر نے
مرتب کیا ہے اتنا کسی دوسرے افسانہ نگار نے نہیں کیا
ہے۔"

(مشتاق احمد وانی۔ "اعتبار و معیار" صفحہ۔۱۵۰)

مختصراً مشتاق احمد وانی کے اس مقالے کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ کہا جا سکتا ہے کہ کرشن چندر پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ اُن کی منظر نگاری کوئی اچھوتا موضوع نہیں لیکن مشتاق احمد وانی نے اسے جس انداز میں پیش کیا ہے اس میں تازگی ہے۔ ان کے خیال میں کرشن چندر کے افسانوں کے جتنے بھی امتیازات ہیں ان میں منظر نگاری ایک خاص مقام رکھتی ہے۔

مشتاق احمد وانی نے اپنے اس تحقیقی و تنقیدی مضامین کے مجموعے "اعتبار و معیار" میں ایک مقالہ علامہ اقبالؔ کے حوالے سے شامل کیا ہوا ہے جو "علامہ اقبالؔ کی مغربی طرزِ حیات سے بیزاری" کے عنوان سے درج ہوا ہے۔ اس مقالے میں وہ علامہ اقبالؔ کی مغربی فکر، تہذیب اور سیاست سے متعلق تصورات کے حوالے سے بحث کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ مغربی مفکرین اور فلاسفہ نے مادی بنیادوں پر انسان اور انسانیت کے حوالے سے جو افکار و خیالات پیش کئے وہ علامہ اقبالؔ کی نظر میں ناعاقبت اندیشی پر مبنی ہیں۔ اس مقالے میں انہوں نے علامہ اقبالؔ کی مغربی طرزِ حیات سے بیزاری کے بارے میں خود علامہ اقبالؔ کا ہی یہ اقتباس نقل کیا ہے جو اس طرح ہے:

"میں یورپی تصورِ قومیت کا مخالف ہوں کیونکہ یہ دہریت
اور خدا بیزار مادہ پرستی کے زیر پروان چڑھتا ہے جسے میں
انسانیت کے لئے سب سے بڑا خطرہ گردانتا ہوں۔ جب
تک نام نہاد جمہوریت اور قومی تفاخر میں ڈوبی ہوئی

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

سامراجیت کو تہس نہس نہ کیا جائے، تب تک انسان خوش حال و پرسکون زندگی کے قابل نہیں ہوسکتا اور آزادی و حریت، مساوات و اخوت کا حسین و جمیل خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہوسکتا۔''

(مشتاق احمد وانی۔''اعتبار و معیار''صفحہ۔۱۵۵)

مشتاق احمد وانی نے اس مقالے میں پوری طرح سے یہ واضح کیا ہے کہ علامہ اقبالؔ نہ تو رجعت پسند تھے اور نہ ہی ماضی پرست وہ مغربی علوم کے قدر شناس تھے لیکن اُس مغربی طرزِ حیات کے مخالف بھی تھے جو عیاشی، عُریانیت اور مادہ پرستی کی تہذیب ہے اور اخلاقیات کے مثبت عناصر سے عاری ہے۔ اقبالؔ کے نزدیک مغربی تہذیب فسادِ قلب و نظر کی پروردہ ہے جو حُسن و صداقت اور بلند خیالی و پاک ضمیری سے عاری ہے۔ مشتاق احمد وانی اقبالؔ کے بارے میں لکھتے ہیں:

''وہ مغربی علوم خصوصاً فلسفے اور سائنس سے اچھی طرح آشنا تھے۔ اس بات میں بھی کوئی شک نہیں کہ اقبال کے افکار کا بنیادی سرچشمہ قرآن و حدیث ہیں اور انہوں نے اس کے ساتھ ساتھ مختلف نظام ہائے فکر کا بغور مطالعہ کیا اور اپنے صالح نظام فکر کے تحت مغربی افکار و نظریات کے رد و قبول کا سلسلہ جاری رکھا۔ یہاں یہ بات ذہن نشین رہے کہ مغربی تہذیب میں جہاں خرابیاں ہیں وہاں خوبیاں بھی ہیں، اقبال نے اُن خوبیوں کا اعتراف کیا ہے مگر خرابیاں خوبیوں پر غالب آ گئی ہیں۔''

(مشتاق احمد وانی۔''اعتبار و معیار''صفحہ۔۱۵۶)

علامہ اقبالؔ نے سرمایہ و محنت، وطنیت، تعلیم اور عورت کے حوالے سے بھی

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

مارکس، دانتے، برگساں، نطشے، گوئٹے وغیرہ کے تصورات کو رد کرتے ہوئے انسان اور انسانیت کی فلاح و بہبود کے لئے محسنِ انسانیت حضرت محمد ﷺ کے تصورات اور اسلامی تعلیمات کی بنیاد پر ایسے تصورات پیش کئے جو مغرب کے مادہ پرست تصورات کے جواب تھے اور جنہیں زندگی کا نصب العین بنا کر دورِ جدید کے انتشار اور بحران کا سامنا ممکن ہو جاتا ہے۔ چونکہ مشتاق احمد وانی کا علامہ اقبالؔ کی مغربی طرزِ حیات سے بیزاری کے بارے میں یہ خیال درست ہے:

> ''اقبالؔ کے رگ و ریشے میں خالص اسلامی روح رچی بسی ہوئی تھی۔ اس لئے اقبالؔ کی نظر میں اگر کوئی قابل یقین رشتہ تھا تو وہ اسلام تھا جس میں انہیں عالم انسانیت اور اپنے دور کے عالمی مسائل کا حل نظر آ رہا تھا۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''اعتبار و معیار'' صفحہ۔۱۵۹)

مشتاق احمد وانی نے اردو ادب کے مستند اور معتبر تخلیقی فنکاروں کے علاوہ اپنے دور کے نئے شاعروں اور ادیبوں پر بھی توجہ صرف کی ہے۔ کیونکہ وہ ادب کو کلیت میں دیکھنے اور برتنے کی ہمیشہ تگ و دو میں رہتے ہیں۔ ''اعتبار و معیار'' میں درج مقالہ ''ننگی دھوپ کے افسانے اور سرن سنگھ'' اسی سلسلے کی ایک اہم کڑی ہے۔ یہ مقالہ پنجاب کی سرزمین سے تعلق رکھنے والے افسانہ نگار جناب سرن سنگھ کی افسانہ نگاری کے بارے میں لکھا گیا ایک اہم مقالہ ہے۔ ریاست جموں و کشمیر کے پنجابی ادب میں سرن سنگھ کی ادبی حیثیت مسلمہ ہے۔ اُنہیں شاعری اور ناول نگاری کے علاوہ تحقیق و تنقید پر بھی کامل دسترس حاصل ہے۔ ''ننگی دھوپ'' جو سرن سنگھ کے پنجابی افسانوں کا اردو ترجمہ ہے اسی مجموعے کے تناظر میں مشتاق احمد وانی نے سرن سنگھ کے افسانوں کا مقام و مرتبہ اپنے اس مقالے میں متعین کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ انہوں نے ''ننگی دھوپ'' میں شامل سارے افسانوں کا مختصر طور پر

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

جائزہ لیتے ہوئے افسانہ ''قصاص'' کو تمام افسانوں میں سب سے عمدہ افسانہ قرار دیا ہے اور آخر میں اس افسانوی مجموعے کی فنی خوبیوں کے بارے میں فنی، موضوعاتی اور لسانی جائزہ لیتے ہوئے کچھ اس طرح سے رقمطراز ہیں:

''جہاں تک ''ننگی دھوپ'' کے افسانوں میں، ہیئتی اور لسانی برتاؤ کا تعلق ہے سرن سنگھ اس سلسلے میں بھی کامیاب نظر آتے ہیں۔ پلاٹ سازی اور کردار نگاری میں انہوں نے بڑی احتیاط اور ذہنی نفاست سے کام لیا ہے۔ کردار جیتے جاگتے اور نئی منزلوں کی تلاش میں سرگرم عمل دکھائی دیتے ہیں مکالمے مختصر اور مدلل ہیں۔ زبان سیدھی سادی عام فہم مگر ادبی معیار کی استعمال کی گئی ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ قاری کی دلچسپی اور اُس کے ادبی ذوق کا احترام کیا گیا ہے۔ قاری سرن سنگھ کی کہانیاں پڑھتے ہوئے بوریت محسوس نہیں کرتا بلکہ اُسے سوچ و تفکر کے ساتھ ساتھ ذہنی آسودگی بھی میسر ہوتی ہے۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''اعتبار و معیار'' صفحہ۔۱۶۶)

''اعتبار و معیار'' کا ایک مقالہ ''محمد بشیر مالیر کوٹلوی: زندگی کی تلخ حقیقتوں کا عکّاس'' (''سلگتے لمحے' اور 'چنگاریاں' کے تناظر میں) کے عنوان پر مبنی ہے جس میں مشتاق احمد وانی نے محمد بشیر مالیر کوٹلوی کے دو افسانوی مجموعوں ''سلگتے لمحے'' اور ''چنگاریاں'' کے افسانوں کا بھرپور جائزہ لیا ہے اور ان کے تناظر میں بشیر مالیر کوٹلوی کی افسانوی کائنات پر طائرانہ نظر ڈالی ہے۔ مشتاق احمد وانی بشیر مالیر کوٹلوی کو ایک کامیاب افسانہ نگار گردانتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ان کی کامیابی میں اُن کی حساسیت اور باریک بینی کا خاص عمل دخل رہا ہے۔ ان کے افسانوں میں اعتدال و

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

توازن، نئے موضوعات کی بوقلمونی، کہانی پن، ارضیت، دلچسپ تاثر، فکری گہرائی، عصری تقاضوں اور زندگی کی تلخ حقیقتوں کا بیان پائے جانے کی نشاندہی کرتے ہوئے مشتاق احمد وانی لکھتے ہیں کہ بشیر مالیر کوٹلوی کے افسانوں میں یہ تمام خوبیاں بدرجۂ اُتم موجود ہیں۔ مقالے کے آخر میں انہوں نے بشیر مالیر کوٹلوی کے افسانوں کی فنی خصوصیات کا ذکر کچھ اس طرح سے کیا ہے:

> ''فنی اعتبار سے دیکھا جائے تو بشیر کے افسانوں میں جھول نہیں پایا جاتا۔ طوالت پسندی سے اُنہیں نفرت ہے۔ مکالمے جست اور برجستہ ہیں، وہ کسی واقعے یا حادثے کا آغاز اس طرح کرتے ہیں کہ ابتدائی جملوں میں ہی قاری پوری ذہنی یکسوئی کے ساتھ تجسس کی کیفیت محسوس کرنے لگتا ہے اور وہ کرداروں کی حرکات وسکنات سے ایک ڈرامائی فضا پیدا کر کے پورے ماحول میں وقوع پذیر حالات سے آگاہی کرواتے ہیں..... وہ اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ واقعے کا خاتمہ کہاں پہ کرنا ہے اور کہاں پہ نہیں۔ اسی لئے اُن کے افسانے مختصر، جامع پر اثر اور پُر معنی ہوتے ہیں۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''اعتبار و معیار'' صفحہ۔۱۹۲)

''محمد شاہد پٹھان..... بحرانی دور کا شاعر'' مشتاق احمد وانی کی اس تصنیف کا ایک اہم مقالہ ہے جس میں انہوں نے محمد شاہد پٹھان کو ان کی اپنی شاعری کے تناظر میں بحرانی دور کا شاعر قرار دیا ہے۔ وہ ان کے بارے میں لکھتے ہیں شاہد کی شاعری بحرانی حقائق و واردات سے وابستہ تخلیقی انکشافات کا نہایت ہی موثر اور کامیاب نمونہ ہے جس میں ان کے بلند تخیل و بصیرت کی آمیزش بھری ہوئی ہے۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

مشتاق احمد وانی نے محمد شاہد پٹھان کے بارے میں لکھا ہے:

''شاہد موجودہ دور کے بحران کی تجسیم کاری کے لئے لفظ و پیکر کے امکانات کو حتی المقدور بروئے کار لاتے ہیں، وہ نہ صرف بحرانی صورت حال کا احساس رکھتے ہیں بلکہ زندگی اور حقیقت کے بارے میں ایک انفرادی نقطۂ نظر بھی قائم کرتے ہیں۔ ظاہر ہے اسی صورت میں ان کے فکر و احساس کا انداز بدل جاتا ہے۔ وہ حقیقت کو اپنی نظر سے دیکھنا چاہتے ہیں اور بہت حد تک یہ اپنے معاشرے اور وجود سے متعارف ہونے کا عمل ہے۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''اعتبار و معیار'' صفحہ۔۱۹۹)

''اعتبار و معیار'' کا ایک اور مقالہ اردو ادب کی ایک نابغۂ روزگار شخصیت ڈاکٹر خلیق انجم صاحب کی معرکتہ الآرا کتاب ''غالبؔ کا سفر کلکتہ اور کلکتے کا ادبی معرکہ'' (غالبیات میں ایک اہم اضافہ) کے عنوان سے شامل کیا گیا ہے۔ اس میں مشتاق احمد وانی نے مفکرانہ طور پر خلیق انجم کی اس کتاب کا بھرپور جائزہ لیا ہے۔ وہ اس کتاب کی اہمیت و افادیت کے بارے میں رقمطراز ہیں:

''مذکورہ کتاب خلیق انجم کی سالہا سال کی محنت کا نتیجہ ہے۔ یوں تو غالب پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے لیکن غالب کا سفر کلکتہ اور کلکتے کا ادبی معرکہ بالکل ایک اچھوتا موضوع ہے جس کے تحت غالبؔ جیسے شاعر کی زندگی میں پیش آمدہ کٹھنائیوں، کوفتوں، الجھنوں اور اُن کے مخالفین کی سازشوں کے علاوہ لکھنؤ، کانپور، الہٰ آباد اور کلکتہ کے نوابین کا غالبؔ سے دوستانہ مراسم کا ذکر پورے تاریخی تسلسل کے

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

ساتھ بیان کیا گیا ہے۔''

(مشتاق احمد وانی۔''اعتبار و معیار''صفحہ۔۲۰۱)

مشتاق احمد وانی ۴۵۳ صفحات پر مشتمل ڈاکٹر خلیق انجم کی کتاب ''غالب کا سفر کلکتہ اور کلکتے کا ادبی معرکہ'' کا جائزہ لیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ خلیق انجم نے کثیر مطالعہ کے بعد جو نتائج اخذ کئے ہیں وہ نا قابلِ تردید ہیں۔ انہوں نے اس کتاب میں تحقیقی و تنقیدی صلاحیتوں کا ثبوت پیش کیا ہے۔ مزید وہ مقالے کے آخر میں اس کتاب کو حوالہ جاتی کتاب قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''خلیق انجم کی کتاب ''غالب کا سفر کلکتہ اور کلکتے کا ادبی معرکہ'' ایک اہم تحقیقی کارنامے کی حیثیت رکھتی ہے۔ مزید برآں یہ کتاب انتہائی محنت، لگن اور ایک پرجوش تحقیقی جذبے کے تحت لکھی گئی ہے۔ مذکورہ کتاب کی حیثیت ایک حوالہ جاتی کتاب کی ہے جو آنے والے طلبہ و طالبات، اساتذہ کرام اور غالبیات سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے مشعل راہ ثابت ہوگی۔ اس کی اہمیت وافادیت مسلّم ہے۔ اور یہ غالبیات میں ایک بیش قیمت اضافہ ہے۔ اس کے مطالعے سے قارئین نہ صرف لطف اٹھائیں گے بلکہ استفادہ بھی حاصل کریں گے۔''

(مشتاق احمد وانی۔''اعتبار و معیار''صفحہ۔۲۰۶)

مشتاق احمد وانی کے اس تحقیقی و تنقیدی مضامین کے مجموعہ ''اعتبار و معیار'' کا آخری مقالہ ''شہاب عنایت ملک کا تحقیقی و تنقیدی شعور'' (''قرۃ العین حیدر: بحیثیت افسانہ نگار'' کی روشنی میں) کے عنوان سے درج ہے۔ اس مقالے میں انہوں نے شہاب عنایت ملک کی تصنیف ''قرۃ العین حیدر: بحیثیت افسانہ نگار'' کی

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

روشنی میں ان کے تحقیقی وتنقیدی شعور کی نشاندہی کی ہے۔اُنہوں نے اس مقالے میں پروفیسر عتیق اللہ صاحب کی وہ عالمانہ رائے بھی قلمبند کی ہے جو انہوں نے شہاب عنایت ملک اوران کی اس کتاب کے بارے میں لکھی ہے۔ملاحظہ کیجئے:

''شہاب عنایت ملک خود ایک چیلنجنگ شخصیت کے مالک ہیں۔اُنہیں خطرات مول لینے کی عادت سی پڑگئی ہے۔ قرۃ العین حیدر کے افسانوں کو اپنی تنقید کا موضوع بنانے کے معنی اپنے آپ کو زبردست آزمائش میں ڈالنے کے ہیں اور میرے نزدیک شہاب نے اپنے آپ کو ایک آزمائش ہی میں ڈالا ہے۔''قرۃ العین حیدر(بحیثیت افسانہ نگار) پڑھنے کے بعد میں اسی نتیجے پر پہنچا ہوں کہ آزمائش کے مرحلے کو انہوں نے بڑی کامیابی کے ساتھ سر کیا ہے۔''

(مشتاق احمد وانی۔''اعتبار ومعیار''صفحہ۔۲۰۹)

اس مقالے کے آخر میں شہاب عنایت ملک کی تصنیف ''قرۃ العین حیدر: بحیثیت افسانہ نگار'' میں شامل چاروں ابواب کا مفصل جائزہ لینے کے بعد مشتاق احمد وانی نے لکھا ہے:

'' قرۃ العین حیدر کی افسانوی کائنات کے بارے میں شہاب نے مکمل واقفیت حاصل کی ہے۔یوں معلوم ہوتا ہے کہ اُنہوں نے شعور کی رَو کی تکنیک کو بہتر طور پر سمجھنے کے ساتھ ساتھ قرۃ العین حیدر کے پورے عہد اور اُن کے تخلیقی محرکات کو بھی سمجھا ہے۔''

(مشتاق احمد وانی۔''اعتبار ومعیار''صفحہ۔۲۱۴)

بحیثیت مجموعی ''اعتبار و معیار'' ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کے تحقیقی وتنقیدی

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

مضامین کا ایک خوبصورت مجموعہ ہے جس میں ان کا اسلوب نگارش نکھرتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ نرالے طرزِ اظہار اور طریقہ استدلال کی وجہ سے مشتاق احمد وانی کے اس تحقیقی وتنقیدی مضامین کے مجموعے کی تحریروں میں سادگی، شیرینی، سلاست، روانی، چاشنی اور شگفتگی پائی جاتی ہے اور یہی ان کے اسلوب کی پہچان ہے۔ ''اعتبار و معیار'' کے مطالعہ سے بخوبی اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ اس کے مصنف مشتاق احمد وانی ایک با مطالعہ، صاحبِ بصیرت اور غیر جانبدارانہ محقق ونقاد ہیں۔ ان کی فکر اور سوچنے کا انداز بہت متوازن ہے۔ وہ کسی تحریک یا فرد کے حق میں تعریفوں کے پُل نہیں باندھتے ہیں اور نہ ہی اس کی مخالفت میں مبالغے سے کام لیتے ہیں۔ وہ ترقی پسند تحریک کی افادیت کے دل سے معترف نظر آتے ہیں۔ انہیں اس حقیقت کا بھی اعتراف ہے کہ ترقی پسند تحریک معاشرے کی عکاسی کرتی ہے۔ یہ تحریک لوگوں کے جذبات واحساسات اور مسائل کی بھی عکاسی کرتی ہے۔ نیز ''اعتبار و معیار'' کے مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مشتاق احمد وانی کی جدیدیت کی تحریک پر بھی گہری نظر ہے اور وہ ادب میں اُن ہیئتی اور موضوعاتی تبدیلیوں سے بخوبی واقفیت رکھتے ہیں جن کے تحت شاعری اور فکشن متاثر ہوئی۔

☆☆☆

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

اُردو ادب میں تانیثیت

''اُردو ادب میں تانیثیت'' ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کا ایک تاریخ ساز کارنامہ ہے جو ۲۰۱۳ء میں ایجوکیشنل پبلشنگ ہاوس دہلی سے شائع ہوکر منظر عام پر آیا۔ مشتاق احمد وانی کی اس تصنیف کو شائع کر کے ایجوکیشنل پبلشنگ ہاوس دہلی نے گویا اردو تحقیق و تنقید میں عصری رُجحانات کی نمائندگی کا حق ادا کیا ہے۔ مشتاق احمد وانی کو ''اُردو ادب میں تانیثیت'' پر روہیل کھنڈ یونیورسٹی بریلی (یو۔پی) نے ۲۰۱۲ء میں ڈی۔لٹ کی اعزازی ڈگری تفویض کی ہے اور اس طرح وہ ریاست جموں و کشمیر میں اکیسویں صدی کے پہلے اسکالر بن گئے جنہیں اردو ادب میں ڈاکٹر آف لٹریچر ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ جناب رفیق شاہین ''اُردو ادب میں تانیثیت'' کے بارے میں رقمطراز ہیں:

> ''تحقیق و تنقید پر ان کا سب سے افضل و اعلیٰ کارنامہ اگر کوئی ہے تو وہ نادرالوجود، جلیل القدر اور معرکتہ لآراء کارنامہ ہے ''اُردو ادب میں تانیثیت'' یہی وہ گراں مایہ ناز، نادر و منفرد اور بے عدیل و بے نظیر تاریخ ساز طویل مقالہ ہے جس پر بریلی کی روہیل کھنڈ یونیورسٹی نے انہیں ۲۰۱۲ء میں ڈی لٹ جیسی رفیع الشان اور باتمکنت و باوقار نیز لائق فخر و مباہات سند تفویض فرما کر تحقیق کے میدان میں ان کی

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

سروری اور بلند قامتی کو صمیم قلب سے تسلیم کیا ہے۔''

(ماہنامہ ''زرین شعاعیں''۔ بنگلور۔ جولائی ۲۰۱۴ء صفحہ۔۵۳)

سات سو اسی (۷۸۰) صفحات پر مشتمل مشتاق احمد وانی کی یہ کتاب اردو ادب کی تاریخ میں اپنی نوعیت کی پہلی کتاب ہے جس میں تانیثیت کی تحریک کے حوالے سے عالمی خواتین ادیباؤں کی تخلیقات کے تناظر میں اُن کا ادبی مقام و مرتبہ متعین کیا گیا ہے۔ مشتاق احمد وانی یہ مقالہ لکھنے کے دوران ایک اسکول میں بحیثیت معلم فرائض انجام دے رہے تھے جہاں فرصت کے لمحات بہت کم میسر آتے ہیں لیکن انہوں نے محنت و لگن کے ساتھ اپنے اس مقالے کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ پروفیسر بشیر احمد نحوی جو ریاست جموں و کشمیر کے ماہر اقبالیات اور حافظِ کلام اقبال کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں وہ ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

''مشتاق احمد وانی نے تانیثیت پر مبسوط کتاب تحریر کر کے ایک ادبی شاہکار منظر عام پر لا کر یہ بات ثابت کر دی کہ علم و ادب کے شیدائی اور شناسا اعلیٰ تعلیمی اداروں اور جامعات میں ہی نہیں بلکہ پرائمری اور ثانوی سطح کے تعلیمی اداروں میں یکسوئی اور آل احمد سرور کے الفاظ میں ''کاروبارِ شوق'' کے جذبے کے تحت کام کرتے ہیں۔''

(روزنامہ۔ ''کشمیر عظمیٰ'' سرینگر کشمیر۔ ۱۰ جولائی ۲۰۱۳ء صفحہ۔۷)

مشتاق احمد وانی نے اپنی معرکتہ لآرا تصنیف ''اُردو ادب میں تانیثیت'' کے ابتداء میں ہی اطلاع خاص کے ذریعے نئی نسل کے محققین کو اس بات سے آگاہ کیا ہے کہ ادبی تحقیق کے میدان میں قدم رکھنے والے اُن کی اس تحقیقی تصنیف سے چوری نہ کریں۔ اس کتاب کا انتساب بھی ایک منفرد مزاج کی نمائندگی کرتا ہے کیونکہ مشتاق احمد وانی نے اس کتاب کے انتساب میں کسی ایک ذات یا شخصیت کو انتساب کا وسیلہ

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

نہیں بنایا بلکہ یہاں پر اپنی تخلیقی حسیّت کو کام میں لاتے ہوئے انتساب کو عرب کی اُن معصوم بچّیوں کے نام جنہیں دورِ جاہلیت میں زندہ دفنایا گیا! اُن ہزاروں بے قصور عورتوں کے نام جنہیں اپنے شوہروں کی چتاؤں پر زندہ جلایا گیا! ماں جیسی عظیم ہستی، اپنی رفیقہ حیات راشدہ اختر اور اپنی بہن شمیم اختر کے علاوہ اپنی بیٹی صبا کریم کے نام انتساب کو معنون کر کے انہوں نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ صرف مقالے کی تحریر کی حد تک ہی عورت کے حامی نہیں بلکہ عالمی پس منظر میں جن جن موقعوں پر عورتوں پر ظلم کئے گئے ان کی تاریخ سے وابستہ انسانیت سوز حرکتوں سے دل برداشتہ ہو کر وہ انتساب کی شمع کو روشن کر رہے ہیں۔ غرض مشتاق احمد وانی کا انتساب عالمی پس منظر میں تمام انسانی معاشرہ کی خواتین کی نمائندگی کا علمبردار ہے۔

مشتاق احمد وانی نے ''اُردو ادب میں تانیثیت'' جیسے تحقیقی و تنقیدی مقالہ کو سات ابواب میں تقسیم کیا ہے اور ہر ایک باب مختلف ذیلی عنوانات سے مربوط ہے جن کے تحت گہرائی میں جا کر تانیثیت سے جڑے عناصر کی بازیافت کا فریضہ انجام دیا گیا ہے اور اردو نثر، شاعری، افسانوی ادب اور غیر افسانوی ادب کے علاوہ مختلف انجمنوں اور عالمی پس منظر میں عورت کی آزادی کے لئے چلائی جانے والی تمام تحریکوں اور ان کی نمائندگی کو بھی اس مقالہ کے محرکات میں شامل کیا گیا ہے جسے پڑھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مشتاق احمد وانی تخلیقی ادیب ہی نہیں بلکہ ادب، تاریخ، مذہبیات اور سماجی تحریکوں کے بارے میں بھی گہری واقفیت رکھتے ہیں۔ آیئے اب ذیل میں مشتاق احمد وانی کی اس شہرۂ آفاق تصنیف ''اُردو ادب میں تانیثیت'' میں شامل ساتوں ابواب پر تفصیل سے الگ الگ روشنی ڈالیں تا کہ اس سے مشتاق احمد وانی کی تحقیقی و تنقیدی صلاحیتوں پر بھرپور روشنی پڑ جائے اور ہم اس سے اردو ادب میں ان کی گراں قدر خدمت کو بھرپور انداز میں پیش کر سکیں۔ ''اُردو ادب میں تانیثیت'' کے ابواب کی فہرست کچھ اس طرح سے ہیں:

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

پہلا باب:۔تانیثیت ،مفہوم،محرکات،حدود

دوسرا باب:۔تانیثیت اورادب عالمی سطح پر،ملکی سطح پر

تیسرا باب:۔اُردو شاعری میں تانیثیت آزادی سے قبل (مختصر جائزہ)

چوتھا باب:۔آزادی کے بعد اُردو شاعری میں تانیثیت (خواتین شعراء کے حوالے سے)

پانچواں باب:۔اُردو ناول میں تانیثیت

چھٹا باب:۔اُردو افسانے میں تانیثیت

ساتواں باب:۔حاصل مطالعہ

''اُردو ادب میں تانیثیت'' میں پہلا باب شروع ہونے سے پہلے ہی صفحہ بارہ (۱۲) پر سُلطانہ مہر (کیلی فورنیہ امریکہ) اور صفحہ تیرہ (۱۳) پر راز اعظمی (گورکھپور) کے چند اشعار درج کئے گئے ہیں جن سے ان کی نظر میں مقامِ نسوانیت کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔مثال کے طور پر سُلطانہ مہر کے یہ چند اشعار ملاحظہ کیجئے جو اس طرح ہیں:

یاں نار کی تعظیم کا دستور ہی کب ہے
دھوکہ اُسے کہتے ہیں سراب اُس کا لقب ہے
زاہد کے لئے زُہد کا تاوان ہے عورت
ملاّ کے لئے عیش کا سامان ہے عورت
فنکار یہ سمجھا ہے کہ گُلدان ہے عورت
صوفی کا یہ کہنا ہے کہ شیطان ہے عورت

(ڈاکٹر مشتاق احمد وانی۔''اُردو ادب میں تانیثیت''صفحہ۔۱۲)

ان اشعار کے بعد تمہید میں اپنی بات کہتے ہوئے مشتاق احمد وانی نے پہلے عورت کے بارے میں بھرپور جانکاری دی ہے اور تاریخ عالم کی سینکڑوں عورتوں کی

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

مثالیں پیش کی ہیں۔انہوں نے لکھا ہے کہ:۔

''اُم المومنین بی بی عائشہؓ اسلام کی سب سے پہلی مفتیہ قرار دی گئیں۔ رحم دلی اور خدمتِ خلق میں مدر ٹریسا کو کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا ہے۔ چاند بی بی اور جھانسی کی رانی کی بہادری کے کارنامے تاریخ میں محفوظ ہیں۔ اسی طرح کئی خواتین نے بہادری، ذہانت اور ہنرمندی کے بہترین کارنامے انجام دیئے ہیں جنہیں انسانی تاریخ ہرگز فراموش نہیں کرسکتی۔''

(مشتاق احمد وانی۔''اُردو ادب میں تانیثیت''صفحہ۔۱۴)

مشتاق احمد وانی نے اس منفرد ادبی شاہکار کے جامع تمہیدی کلمات میں عہد حاضر کے طبقہ خواتین سے متعلق اپنی رائے کا اظہار اس طرح کیا ہے:

''اکیسویں صدی میں قربانی، خودغرضی، آزادی، مجبوری اور شرم وحیا کے معنی بدل گئے ہیں ایک زمانہ تھا مرد کی عیاشی اور ہوس پرستی کا شکار بننے والی خاتون کو تادم حیات طوائف کی صلیب پر مصلوب ہونا پڑتا تھا۔ بوڑھاپے کے ڈر میں جینے والی یہ خاتون چاہتے ہوئے بھی شرافت کی زندگی نہیں گزار سکتی تھی لیکن آج کے اس صارفی سماج میں عورت نے بخوشی اپنی جنس کو فروخت کرنے کا گُر سیکھ لیا ہے۔''

(مشتاق احمد وانی۔''اُردو ادب میں تانیثیت''صفحہ۔۱۷)

''اُردو ادب میں تانیثیت'' کے پہلے باب میں تانیثیت کے معنی ومفہوم اور اس کے حدود خاص پر بحث کی گئی ہے۔اس باب میں تانیثیت کی مکمل وضاحت کی گئی ہے اور اس بات کو واضح کیا گیا ہے کہ تانیثیت نہ صرف عورتوں کے حقوق اور برابری

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

کے لئے ہی آواز اُٹھاتی ہے بلکہ رشتے میں پائیداری اور استحکام بھی چاہتی ہے۔ پہلے باب کے ذیلی عنوانات میں عورت کے بارے میں قدیم نظریات، مذہب اور قانون کے اعتبار سے عورت کو فراہم ہونے والی سہولیات کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ انقلابِ فرانس میں عورت کی آزادی کا پہلا اعلانیہ اور مکمل آزادی کی تحریک کو بھی زیر بحث لایا گیا ہے۔ تانیثیت کی تحریک ۱۸۴۸ء سے لے کر مختلف ادوار میں عورت کے حقوق کی بحالی کے لئے مختلف اصول وقوانین کے مدوّن کرنے کا جائزہ بہت خوبصورتی سے لیا گیا ہے۔ مشتاق احمد وانی نے اس باب میں حقائق کے پس منظر میں یہ بتایا ہے کہ امریکہ میں عورتوں کو ووٹ دینے کے حق کی منظوری ۱۹۳۰ء میں دی گئی ۱۹۶۰ء کے دہے میں عورتوں کی تحریک آزادی کا احیاء عمل میں آیا۔ بھارتی سماج میں عورتوں کے حقوق اور ان کی قانونی حیثیت کے علاوہ عملی صورت حال اور حقوق سے متعلق بیداری کی مہم کا جائزہ لیتے ہوئے عورتوں کی اہم انجمنوں اور ان کے مختلف ادوار کا تعارف بھی پہلے باب میں شامل کیا گیا ہے۔ اس باب کا بھرپور مطالعہ کرنے کے بعد یہ کہا جاسکتا ہے کہ مشتاق احمد وانی نے تاریخ کے سمندر کی تہہ میں اُتر کر یہ دریافت کیا ہے کہ عورت کی مروجہ حق تلفی کے خلاف امریکہ، برطانیہ، فرانس، بھارت اور جرمنی میں تحریکوں کی جدوجہد کے نتائج کے طور پر تاریخی، سیاسی اور سماجی پس منظر میں عورت کے مسائل کو سمجھا گیا اور پھر اس کے جائز حقوق بھی تسلیم کر لئے گئے۔

''اردو ادب میں تانیثیت'' کا دوسرا باب ''تانیثیت اور ادب'' کے عنوان پر مبنی ہے جس میں دو ذیلی عنوانات ''تانیثیت اور ادب عالمی سطح پر'' اور ''تانیثیت اور ادب ملکی سطح پر'' کے تحت تانیثی تحریکات اور رُجحانات کے عالمی پس منظر نامہ پر اثرات اور ہندوستان میں اس کی توضیحات وتشریحات کو بہت خوبصورتی سے پیش کیا گیا ہے۔ اس باب میں سب سے پہلے دنیا کے مختلف ملکوں کی قلم کار خواتین کی

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

تحریروں کی نشاندہی کی گئی ہے جن میں مرد غالب معاشرے کے خلاف غم وغصہ اور بغاوت کا اظہار کیا گیا ہے۔ مشتاق احمد وانی لکھتے ہیں:

''عالمی نسائی ادبی منظر نامے پہ نظر ڈالی جائے تو ایسی خواتین کی ایک کثیر تعداد نظر آئے گی جو سیاسی، سماجی، اقتصادی تہذیبی اور جسمانی سطح پر نہایت بالیدہ شعور اور بیدار مغز ہیں اور جدید نسائی ڈسکورس کی تشکیل کی بھی صلاحت رکھتی ہیں۔ یہ ایسی خواتین رہی ہیں جنہوں نے عالمی سطح پر اپنے نسائی ادب اور نظریات سے نسائیت کا ایک منظر نامہ مرتب کیا ہے۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''اُردو ادب میں تانیثیت'' صفحہ۔۲۰۱)

اس باب کو پڑھ کر یہ پتا چلتا ہے کہ عالمی سطح پر ان خواتین نے اپنے حقوق کی خاطر نہ صرف تحریک کی صورت میں احتجاجی مظاہرے کئے بلکہ انہوں نے اپنی نگارشات میں بھی پدرسری سماج کی زیادتیوں، کمزوریوں اور لعنتوں کو تنقید کا نشانہ بنایا جن کے باعث عورت مظلوم و مقہور تھی۔ اس کے بعد اس باب میں ملکی سطح پر جن خواتین ادیباؤں نے بالخصوص اردو شعر و ادب کے ذریعے اپنے نسائی اور تانیثی جذبات و محسوسات اور مشاہدات کو بیان کیا ہے اُس کی بھرپور وضاحت کی گئی ہے۔ اس باب میں مشتاق احمد وانی اردو ادب میں تانیثیت کی ابتداء کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''اردو میں تانیثی ادب جس میں عورتوں کے سماجی، سیاسی اور اقتصادی مسائل موضوعات کی صورت میں سامنے آتے ہیں اس کی ابتداء انیسویں صدی کی آخری دہائی سے شروع ہوئی۔ ہندوستان میں خواتین شعر و ادب کے میدان میں

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

۱۸۹۱ء میں قدم رکھ چکی تھیں۔ اس بات کا پتا ایک تذکرہ
''شمیم سخن'' سے چلتا ہے، جس میں شاعرات کے مختصر سوانحی
کوائف کو ان کے کلام کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''اردو ادب میں تانیثیت'' صفحہ۔۲۱۵)

ہندوستان میں اردو ادب میں تانیثی رجحان کی کارفرمائی بیسویں صدی کی چوتھی دہائی سے دکھائی دیتی ہے۔ مشتاق احمد وانی نے ملکی سطح کی ادیباؤں میں سے رشید جہاں، عصمت چغتائی، رضیہ سجاد ظہیر، خدیجہ مستور، قرۃ العین حیدر، جیلانی بانو، بانو قدسیہ، واجدہ تبسم، رضیہ فصیح احمد، رضیہ بٹ، بشریٰ رحمٰن، ترنم ریاض، سلطانہ مہر، صالح عابد حسین وغیرہ کے ناموں کے ساتھ ساتھ ان کی تخلیقات کی تانیثیت کے حوالے سے بھرپور نشاندہی اسی باب میں کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''جہاں تک تانیثی اُسلوب، زبان اور جملوں کی بناوٹ کا
تعلق ہے اس کا آغاز تو رشید جہاں اور عصمت چغتائی کے
زمانے سے ہوا تھا۔ قرۃ العین حیدر نے سماجیاتی، ثقافتی اور
سیاسی پس منظر میں اپنی تخلیقات لکھیں۔ ساجدہ زیدی اور
زاہدہ زیدی اور شفیق فاطمہ شعریٰ جیسی بالغ نظر خواتین نے
فلسفیانہ اور فکری موضوعات کو اپنایا ہے۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''اردو ادب میں تانیثیت'' صفحہ۔۲۳۱)

مختصراً دوسرے باب میں بھی عورت اپنے بنیادی حقوق کی جنگ لڑتی ہوئی نظر آتی ہے۔ لیکن اس جنگ میں خواتین حضرات نے اپنے ادبی فکر و فن کو اپنے حصولِ مقصد کے لئے استعمال کیا ہوا ہے۔

مشتاق احمد وانی کی معرکتہ لآرا تصنیف ''اُردو ادب میں تانیثیت'' کا تیسرا باب ''اُردو شاعری میں تانیثیت آزادی سے قبل'' کے نام سے درج ہے جس میں

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

مشتاق احمد وانی نے آزادی سے قبل اردو شاعری میں تانیثیت کو ایک مختصر جائزے کے طور پر زیرِ بحث لایا ہے۔ اس باب میں آزادی سے قبل خواتین کے کلام میں مرد غالب سماج (Male Dominated Society) میں عورت پر کئے جانے والے مظالم اور اس کے جنسی استحصال کے خلاف ان کے احتجاجی جذبات واحساسات کی بھرپور نشاندہی کی گئی ہے۔ اس باب میں مشتاق احمد وانی نے آزادی سے قبل اردو شاعری میں تانیثیت کا جائزہ لیتے ہوئے چالیس (۴۰) ایسی خواتین شعراء کو موضوع بنایا ہے جو ایک طرح کی گھٹی ہوئی زندگی گزارتی تھیں۔ مزید یہ کہ جن کی شاعری میں زیادہ تر نسائی جذبات واحساسات نظر آتے ہیں۔ اس باب میں ان چالیس اردو شاعرات کے کلام اور ان کے سوانحی جائزے کے ساتھ ہی ان کے تانیثی رُجحانات کی بھی واضح طور پر نشاندہی کی گئی ہے۔ مشتاق احمد وانی نے ان شاعرات کے شعری کارناموں کو چیدہ چیدہ اشعار کے ساتھ مدوّن کیا ہے اور ان شاعرات کے حالاتِ زندگی بیان کرتے ہوئے چند اہم واقعات کی بھی نشاندہی کی ہے جو شاعری میں دلچسپی رکھنے والوں کے لئے بیش بہا ہے۔ چونکہ وہ کتاب میں پیش کردہ عنوان کے متعلق لکھتے ہیں:

> ''ہندوستان میں خواتین اُنیسویں صدی سے بھی پہلے شاعری کے میدان میں قدم رکھ چکی تھیں۔ ۱۸۹۱ء میں ''شمیم سخن'' کے نام سے ایک تذکرہ شائع ہوا تھا۔ اس تذکرے میں شاعرات کے مختصر حالات اور سوانحی کوائف کے ساتھ ان کا نمونہ کلام بھی درج ہے۔ مگر اس دور کی شاعرات کی شعری کاوشوں سے یہ پتا لگانا کافی حد تک ناممکن تھا کہ یہ کسی عورت کے قلم سے نکلی ہوئی تحریر ہے کیونکہ اس دور میں ان کا اندازِ تحریر یا طرزِ اظہار مردوں جیسا

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

ہوتا تھا۔''

(مشتاق احمد وانی۔''اُردو ادب میں تانیثیت''صفحہ۔۲۳۴تا۲۳۵)

مشتاق احمد وانی نے اپنی معرکتہ لآرا تصنیف ''اُردو ادب میں تانیثیت'' کے تیسرے باب میں مخفی، بیگم، جینا بیگم، تصویر، بسم اللہ، جعفری، قادری، حیا، بی بی، حُرماں، اختر، زہرہ، حجاب، خفی، اشک، امراؤ، ثریا، شباب، شرم، شوخ، مشتری، ادا، سارہ حیدر آبادی، غزالہ بریلوی وغیرہ قدیم شاعرات کے حالات زندگی اور ان کی شاعری پر مختصراً نظر ڈالی ہے مگر آزادی سے قبل کی ان شاعرات کے حالات وشاعری کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ اندازہ ہوجاتا ہے کہ ان کے یہاں مردوں کے خلاف آواز یا تو ہے ہی نہیں یا پھر اگر ہے تو مدھم یعنی بہت کم ہے۔

''اُردو ادب میں تانیثیت'' کا چوتھا باب ''آزادی کے بعد اُردو شاعری میں تانیثیت'' (خواتین شعراء کے حوالے سے) جیسے موضوع کا احاطہ کرتا ہے۔اس میں مشتاق احمد وانی نے آزادی کے بعد کی خواتین شاعرات کے کلام میں مرد غالب معاشرہ میں عورت پر کئے جانے والے مظالم اور اس کے جنسی استحصال کے خلاف ان کے احتجاجی جذبات واحساسات کی بھرپور نشاندہی کی ہے۔اس سلسلے میں وہ لکھتے ہیں:

''آزادی کے بعد بالخصوص ۱۹۶۰ء کے بعد خواتین شاعری میں اپنی پہچان اور تشخص کے لئے بے حد کوشاں نظر آتی ہیں وہ شاعری جیسے نازک اور لطیف فن کے ذریعے بلاخوف و خطر اپنے حقوق اور انصاف کے لئے بے باکانہ اور باغیانہ اظہار کرنے میں بھی اعتماد رکھتی ہیں۔آزادی کے بعد کی شاعرات نے عورت کے حقوق اور اُس کی سماجی طاقت کو بہتر بنانے کی بات کی ہے۔ان شاعرات کو اُن تمام روایتی

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

سماجی اقدار سے کد ہے جن کے باعث وہ تذلیل آسا
زندگی گزارتی آئی ہیں۔"

(مشتاق احمد وانی۔ "اُردو ادب میں تانیثیت" صفحہ۔۲۶۰)

مشتاق احمد وانی نے "اُردو ادب میں تانیثیت" کے چوتھے باب میں تینتیس (۳۳) شاعرات اوران کی عصری حسیت میں شامل تانیثیت کے پس منظر کو بہت خوبصورتی سے واضح کیا ہے۔انہوں نے حقوق نسواں کے اجتہاد کے تناظر میں جن تینتیس (۳۳) شاعرات کے مختصر خاکوں کے ساتھ بطورِ حوالہ اُن کا کلام پیش کیا ہے اُن میں ادا جعفری، کشور ناہید، پروین شاکر، فہمیدہ ریاض، ساجدہ زیدی، زاہدہ زیدی، شہناز نبی، عذرا پروین، سارا شگفتہ، نزہت صدیقی، سلطانہ مہر، ترنم ریاض، نصرت آرا چودھری، شبنم عشائی، سیدہ نسرین نقاش، رُخسانہ جبین وغیرہ جیسی کئی ایسی نڈر شاعرات ہیں جنہوں نے زیادہ تر اپنی غزلوں اور نظموں میں نہ صرف عورتوں کی مجبوریوں اور ذہنی کوفتوں پر اظہار خیال کیا ہے بلکہ اپنے ایک مخصوص تانیثی لب ولہجہ میں مردوں کی وحشیانہ اور بہیمانہ جنسی زیادتیوں کے خلاف کھل کر احتجاج کیا ہے۔ انہوں نے مردوں کی عیاشیوں کو بھی بڑے تلخ اور بے باکانہ طور پر بیان کیا ہے۔مشتاق احمد وانی نے ایک جگہ کشور ناہید کی آزاد نظم بھی رقم کی ہوئی ہے جس میں انہوں نے تانیثی لب ولہجہ کے ساتھ عورت کی بے بسی و مجبوری کا اظہار کیا ہے۔ ملاحظہ کیجئے وہ نظم:

"یہ ہم گنہ گار عورتیں ہیں
جو اہل جبہ کی تمکنت سے
نہ رُعب کھائیں نہ جان بیچیں
نہ سر جھکائیں نہ ہاتھ جوڑیں
یہ ہم گنہ گار عورتیں ہیں

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

کہ جن کے جسموں کی فصل بیچیں جو لوگ
وہ سرفراز ٹھہریں
نیابت امتیاز ٹھہریں
یہ ہم گنہ گار عورتیں ہیں
کہ سچ کا پرچم اُٹھا کے نکلیں
تو جھوٹ سے شاہراہیں اٹی ملے ہیں
ہر ایک دہلیز پہ سزاؤں کی داستانیں رکھی ملے ہیں
جو بول سکتی تھیں وہ زبانیں کٹی ملے ہیں

(مشتاق احمد وانی۔ ''اُردو ادب میں تانیثیت'' صفحہ۔۲۶۸)

پروین شاکرؔ نے عورت کی بے بسی اور مجبوری کو اپنی غزلیہ شاعری میں کس قدر خوبصورت الفاظ میں ڈھالا ہے اُس کی بھرپور نشاندہی کی گئی ہے۔ ملاحظہ کیجئے اس باب میں رقم کئے گئے نسائیت کی خوشبو سے مہکتے ہوئے پروین شاکرؔ کے یہ چند اشعار:

کانپ اٹھتی ہوں میں یہ سوچ کے تنہائی میں
مرے چہرے پہ ترا نام نہ پڑھ لے کوئی
میں برگ برگ اُس کو نمو بخشتی رہی
وہ شاخ شاخ میری جڑیں کاٹتا رہا
وہ تو خوشبو ہے ہواؤں میں بکھر جائے گا
مسئلہ پھول کا ہے پھول کدھر جائے گا

(مشتاق احمد وانی۔ ''اُردو ادب میں تانیثیت'' صفحہ ۲۷۴ تا ۲۷۵)

سارا شگفتہؔ جو پاکستانی شاعرات میں ایک اہم نام ہے۔ ان کی شاعری میں بھی مرد اساس معاشرے کے خلاف تانیثی بغاوت اور احتجاج کافی شدید صورت میں نظر آتا ہے۔ اُن کی ایک آزاد نظم جس میں وہ مرد اساس سماج کے ظلم و

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

زیادتیوں کے خلاف کھل کر لکھتی ہوئی نظر آتی ہے کو اسی باب میں رقم کیا گیا ہے۔
ملاحظہ کیجئے وہ نظم:

''تم کس کُنبے کی ماں ہو
ریپ کی، قید کی، بٹے ہوئے جسم کی
یا اینٹوں میں چنی ہوئی بیٹیوں کی
بازاروں میں تمہاری بیٹیاں
اپنے لُہو سے بھوک گوندھتی ہیں
اور اپنا گوشت کھاتی ہیں
آج تمہاری اپنی بیٹیوں سے کہتی ہے
میں اپنی بیٹی کی زبان داغوں گی
لُہو تھوکتی عورت دھات نہیں
چوڑیوں کی چور نہیں
میدان میرا حوصلہ ہے
انگارہ میری خواہش
ہم سر پر کفن باندھ کر پیدا ہوئے ہیں
کوئی انگوٹھی پہن کر نہیں
جسے تم چوری کر لو گے

(مشتاق احمد وانی۔ ''اُردو ادب میں تانیثیت'' صفحہ۔ ۳۳۰ تا ۳۳۱)

مشتاق احمد وانی نے اس باب میں متذکرہ بالا شاعرات کے علاوہ بھی تقریباً سبھی شاعرات کی شعری تخلیقات میں تانیثیت کے آفریدہ و نا آفریدہ جہاں کی تلاش کی ہے اور ان خواتین شاعرات کے کلام کے ساتھ ساتھ اُن کے سوانحی کوائف بھی مختصراً پیش کئے گئے ہیں۔ ''آزادی کے بعد اُردو شاعری میں تانیثیت'' (خواتین

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

شعراء کے حوالے سے) کا تفصیلی جائزہ لینے کے بعد مشتاق احمد وانی آخر میں رقمطراز ہیں:

''مذکورہ شاعرات نے اپنی شاعری کے ذریعے مرد اساس معاشرے سے اعلان بغاوت کردیا ہے۔ وہ اب صنف نازک اور حیا کی چھوئی موئی نہیں رہی ہیں بلکہ وہ ایک نئے پیکر میں اُبھر کر سامنے آگئی ہیں وہ باضابطہ طور پر مردانہ سماج ومعاشرے کو ایک انتقامی جذبے کے ساتھ اپنے تشخص اور وجدان کا احساس کروا رہی ہیں .... تانیثی فکر واحساس اور لب ولہجے سے تعلق رکھنے والی وہ اہم ترین شاعرات کہ جن کا کلام زیر بحث لانے کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا گیا کہ وہ پورے نظام معاشرت اور ذہنی وفکری انقلاب کی متمنی ہیں اور اُن تمام فرسودہ رسموں رواجوں توہم پرستوں اور مردوں کے خودساختہ ضابطوں (جو محض انہوں نے اپنی نفس پرستی اور عیاشی کے لئے وضع کئے ہیں) کو سرِے سے اُکھاڑ پھینکنے پر زور دیتی ہیں۔ مزید یہ کہ فنی اعتبار سے پابند نظم کے بدلے انہوں نے اپنے تصورات اور جذبات کو یا اپنے اعلان بغاوت کو آزاد نظم کا پیرہن پہنایا ہے۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''اُردو ادب میں تانیثیت'' صفحہ۔ ۴۱۵ تا ۴۱۶)

''اُردو ادب میں تانیثیت'' کا پانچواں باب ''اُردو ناول میں تانیثیت'' کے عنوان سے درج ہے جس میں پہلے ابتدائی ناول نگاروں میں سے ڈپٹی نذیر احمد، رتن ناتھ سرشار، مرزا محمد ہادی رسوا، راشد الخیری، پریم چند، کرشن چندر، راجندر سنگھ بیدی اور قاضی عبد الغفار جیسے ناول نگاروں کے احساسات میں شامل تانیثیت کو

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

نمایاں طور پر پیش کیا گیا ہے اور کہا گیا کہ عورتوں کے جائز حقوق، اُن کے مسائل اور اُن کے سماج میں پسماندگی کو سب سے پہلے جن لوگوں نے موضوع بنایا وہ خواتین نہیں بلکہ مرد ادیب تھے جنہوں نے براہِ راست عورت کے استحصال اور اس کی مظلومیت کو اپنے ناولوں میں ہمدردانہ جذبے کے تحت پیش کیا ہے۔ اس کے ثبوت میں مشتاق احمد وانی نے ترنم ریاض کے اس قول کو پیش کیا ہے جو اس طرح ہے:

> ''دلچسپ بات ہے کہ اس دور میں خواتین ادیبوں کی تحریروں کا ایجنڈا کسی خاتون نے نہیں، بلکہ ایک مرد نے تیار کیا اور وہ شخص ہیں ڈپٹی نذیر احمد، نذیر احمد نے مراۃ العروس میں اصغری کے کردار کے ذریعے ایک رول ماڈل تیار کیا اور یہ رول ماڈل اُردو ادب میں خاصی دیر تک ڈولتا رہا، اصغری کا کردار، جو دینی علوم کے علاوہ دُنیاوی علوم تاریخ، سائنس جغرافیہ اور جنرل نالج سے مالا مال تھا مسلمان اُردو داں طبقے میں ایک ماڈل کی حیثیت سے تقریباً آدھی صدی تک مقبول رہا۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''اُردو ادب میں تانیثیت'' صفحہ۔۴۱۹)

اس باب میں مرد ناول نگاروں کے ناولوں میں تانیثیت کی بھرپور نشاندہی کرنے کے بعد مشتاق احمد وانی نے چودہ (۱۴) خواتین ناول نگاروں کے اہم ناولوں میں موجود تانیثی خصوصیات و عناصر کی بھرپور نشاندہی کی ہے اور ہر جگہ ضرورت کے مطابق دلائل اور شواہد شامل کر کے تحقیقی مزاج کی فراوانی کا ثبوت پیش کیا ہے۔ وہ ''اُردو ناول میں تانیثیت'' کی ابتداء کے بارے میں رقمطراز ہیں:

> ''اُردو شاعری کی طرح اُردو ناول میں بھی ابتداء ہی سے عورتوں کے مسائل، اُن کی الجھنوں اور اُن پر ہو رہے ظلم و

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

استحصال کو کسی نہ کسی صورت میں ہمارے انصاف پسند، منکسر المزاج اور بیدار ذہن ناول نگاروں نے اپنی نگارشات کے ذریعے منظر عام پر لانے کی سعی کی ہے۔ اُردو ناول کی تاریخ یہ واضح کرتی ہے کہ ڈپٹی نذیر احمد سے رُسوا تک جتنے بھی غیر فانی اور متاثر کن نسوانی کردار پیش کئے گئے ہیں وہ آج تک ہمارے ذہن پر گہرے نقوش کی صورت میں باقی ہیں۔ان ناول نگاروں نے عورتوں کے دُکھ درد، لاچاری، بے بسی اُن کی سماجی پوزیشن اور معاشی بدحالی کو بخوبی اپنے ناولوں میں پیش کیا ہے۔''

(مشتاق احمد وانی۔''اُردو ادب میں تانیثیت''صفحہ۔۴۱۸)

مشتاق احمد وانی کی معرکتہ لآرا تصنیف ''اُردو ادب میں تانیثیت'' کا چھٹا باب ''اُردو افسانے میں تانیثیت'' کے عنوان سے درج ہے جس میں سب سے پہلے اردو افسانے میں تانیثیت کی وضاحت کی گئی ہے اور اس کے بعد ترقی پسند تحریک اور اس کے منشور کو ملحوظِ نظر رکھتے ہوئے اردو افسانے میں تانیثیت کے آغاز و ارتقاء پر بھرپور روشنی ڈالی گئی ہے۔ سب سے پہلے مشتاق احمد وانی نے اردو افسانے میں تانیثیت کے بارے میں لکھا ہے:

''جہاں تک اُردو افسانے میں تانیثی رُجحان کا تعلق ہے اس کا آغاز ''انگارے'' کی اشاعت ہی سے نظر آتا ہے یہ الگ بات ہے کہ ۱۹۳۲ء میں جب انگارے کی اشاعت ہوئی تو اُس کے پیچھے براہِ راست تانیثیت کے اظہار کا نصب العین نہیں تھا مگر اُردو افسانوی ادب میں ایک باغیانہ اور بے باکانہ اظہار کا یہ پہلا قدم تھا جس نے آنے والے

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

وقت میں تانیثیت کے لئے راہیں ہموار کیں۔''

(مشتاق احمد وانی۔''اُردو ادب میں تانیثیت'' صفحہ۔۵۷۵)

مشتاق احمد وانی نے لکھا ہے یہ ایک نا قابلِ تردید حقیقت ہے کہ اُردو ادب میں تانیثی تحریک ترقی پسند تحریک کے ساتھ شروع ہوئی، گو اس کا کوئی منشور نہیں تھا مگر عورت جس طرح سماج میں کچلی ہوئی تھی اور استحصال کا مقابلہ کر رہی تھی وہ باصلاحیت اور ذی شعور ادیبوں کا موضوع بنی۔ اگرچہ بہت سے مرد ادیب اس موضوع کو اپنی تخلیق کا عنوان بنا رہے تھے لیکن خواتین لکھاریوں نے بھی اس میں برابر کا حصہ لیا۔ انہوں نے اس باب میں اُردو دُنیا سے وابستہ پینتیس (۳۵) افسانہ نگار خواتین کے افسانوں کا جائزہ لیا ہوا ہے جو تانیثیت کے زمرے میں آتی ہیں اور جو خواتین کے حقوق کی ترجمانی کر چکی ہیں۔ نیز انہوں نے اپنی ازدواجی و عائلی زندگی کے تلخ و شیریں تجربات کو اپنے افسانوں کے کرداروں میں قلمبند کیا ہے اور اس کے علاوہ ان خواتین افسانہ نگاروں کے اُس تانیثی فکر و شعور اور باغیانہ لب و لہجے کو بھی دلائل کے ساتھ اسی باب میں بیان کیا گیا ہے۔ اس باب میں مشتاق احمد وانی نے اردو کی پینتیس (۳۵) خواتین افسانہ نگاروں کی تحاریر میں تانیثیت کی بازیافت کے ساتھ ساتھ اُن کی حیات پر بھی روشنی ڈالی ہے جو دلچسپی سے خالی نہیں ہے۔ اُن میں نذر سجاد حیدر، حجاب امتیاز علی، ممتاز شیریں، رشید جہاں، صالح عابد حسین، رضیہ سجاد ظہیر، عصمت چغتائی، قرۃ العین حیدر، آمنہ ابوالحسن، بشریٰ رحمٰن، ذکیہ مشہدی، واجدہ تبسم، قمر جہاں، ترنم ریاض، بانو سرتاج، فرحت جہاں، سلطانہ مہر، کشور ناہید، زنفر کھوکھر وغیرہ کے نام بڑی خصوصیت کے ساتھ شامل کئے گئے ہیں۔

مشتاق احمد وانی نے اس باب میں خواتین افسانہ نگاروں کے افسانوں میں تانیثیت کی نشاندہی کرتے ہوئے بہت سارے دلائل بھی پیش کئے ہیں اور تحقیقی نوعیت کا راستہ جگہ جگہ اپنایا ہے۔ ممتاز شیریں کے بارے میں وہ لکھتے ہیں:

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

''ممتاز شیریں نے اپنے افسانوں کے نسوانی کرداروں کی بنیاد محض مشاہدے پر نہیں رکھی ہے بلکہ انہوں نے اُوپر بیتے سچے واقعات کو کہانی کا رُوپ دیا ہے اور ایک عورت کے شدید احساسات وُجذبات نمایاں صورت میں سامنے آتے ہیں۔ ہندوستان میں ایک ایسی خاتون کا کردار سامنے آتا ہے جو گہوارہ سے ڈولی اور ڈولی سے جنازہ تک کا سفر بڑی تیزی کے ساتھ طے کرتی ہے۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''اُردو ادب میں تانیثیت'' صفحہ۔۵۹۶)

مشتاق احمد وانی کی تصنیف ''اُردو ادب میں تانیثیت'' کا ساتواں اور آخری باب ''حاصل مطالعہ'' کے نام سے درج ہے جس میں مشتاق احمد وانی نے اپنے پورے مقالے کا نچوڑ مختصر طور پر پیش کیا ہے۔ اس مقالے کو نتیجہ خیز بناتے ہوئے انہوں نے عورت کو اس جہانِ فانی کی لطیف ترین جنس قرار دے کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ دنیا کی خوبصورتی اسی لطیف ترین جنس کی وجہ سے ممکن ہے۔ حاصلِ مطالعہ کے ذریعے مشتاق احمد وانی نے عورت پر ڈھائے جانے والے مظالم اور اس کے استحصال کا جائزہ لیتے ہوئے یہ بات ثابت کردی ہے کہ تانیثی ادب عورتوں کی آزادی کا نمائندہ ضرور ہے لیکن اس ادب میں صرف جنس زدگی کو نمایاں کرنا مناسب نہیں البتہ عورت کی عصمت فروشی، زنا بالجبر، دشنام طرازی، کنواری ماں، ووٹ کا حق، خاندانی منصوبہ بندی، مانع حمل، اسقاطِ حمل، مباشرت کے مسائل، مرضی کے خلاف شادی جیسے مسائل پر صدائے احتجاج بلند کرتے ہوئے اسے آزادی کا حق دینے کی حمایت بھی ضروری ہے۔ تاہم اگر عورت بچّوں کی پرورش اور پرداخت پر توجہ نہ دے تو بلاشبہ معاشرہ کے توازن میں بگاڑ پیدا ہوگا جس کا عینی منظر نامہ یورپی معاشرت میں دیکھا جارہا ہے۔ مشتاق احمد وانی مردوں کے قائم کردہ

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

تمام حصاروں کو توڑ کر عورت کے باہر آنے کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ انہوں نے یہ ثابت کرنے کی بھی کوشش کی ہے کہ صدیوں سے قید عورت عصر حاضر میں اگر اپنی پہچان کے لئے جستجو کرتی ہے تو بلاشبہ یہ اقدام اس کی ذات کے لئے فالِ نیک کا ذریعہ ہے۔ تانیثیت کے مفاہیم اور افکار کے بارے میں پائے جانے والے اختلافات کا ذکر کرتے ہوئے مشتاق احمد وانی نے یہ ثابت کیا ہے کہ مردانہ بالادستی والے سماج میں عورت کے مسائل کئی گنا زیادہ ہیں لیکن اگر یہ سماج عورت کی اہمیت اور اس کے تشخص کو برقرار رکھے تو اُلجھنوں سے نجات ممکن ہے۔

مختصراً اس باب میں مشتاق احمد وانی نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ مرد و عورت کو اپنے اپنے حدود میں رہتے ہوئے ظلم و ستم کے خلاف غم و غصہ کا اظہار اور احتجاج کرنے کا حق دینا بھی تانیثی لب و لہجہ کی بنیاد ہے۔ نیز عالمی سطح پر عورت کے جذبات و احساسات ہی نہیں بلکہ افکار و خیالات کی موثر نمائندگی پر بھی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ اس کے جائز حقوق اور اسے بھی مرد کی طرح زندگی گزارنے کا حق حاصل ہونا چاہیے۔

پروفیسر قاضی عبید الرحمان ہاشمی ''اُردو ادب میں تانیثیت'' کے بارے میں رقمطراز ہیں:

> '' مشتاق احمد وانی نے اپنے ادبی مضامین خصوصاً اپنی تصنیف 'اردو ادب میں تانیثیت' کے ذریعہ ادبی، سماجی اور فلسفیانہ مسائل، خصوصاً عہد جدید میں خواتین کی ذہنی آزادی اور ان کو درپیش گوناگوں سیاسی، سماجی اور وجودی مسائل کو جس طرح سمجھا اور سمجھایا ہے وہ بھی نہایت قابل ستائش ہے۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''اندر کی باتیں'' (افسانے) صفحہ۔۱۴)

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کا تحقیق وتنقید میں سب سے اہم کارنامہ اگر دیکھا جائے تو وہ یہی کتاب ''اُردو ادب میں تانیثیت'' ہے جو اُن کی طرف سے اردو ادب میں ایک اہم اور معتبر کارنامہ ہے۔ اس تصنیف میں مشتاق احمد وانی کا طرزِ تحریر انتہائی سنجیدہ ہے جس میں اظہار کو وضاحت کے ساتھ نمایاں کرنے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے۔ ان کا اندازِ بیان صاف، سادہ، سلیس اور عام فہم ہے جس کی وجہ سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ سادہ اور عام فہم انداز سے نثر کو فطرت کے عین مطابق بنانا ہی مشتاق احمد وانی کے اسلوب کی نمایاں خصوصیت ہے۔ وہ اس تصنیف میں نہ صرف تہذیبی اور تمدنی تاریخ کے عالم نظر آتے ہیں بلکہ مذہب، فلسفہ اور نفسیات کے پس منظر میں انسانی زندگی کے تجزیہ کار اور اس کے مسائل کی نمائندگی کا حق ادا کرتے ہوئے بھی نظر آتے ہیں۔

مشتاق احمد وانی نے ''اُردو ادب میں تانیثیت'' کی تمہید میں مقالہ کی تحریر کے دوران جن افراد سے ہندوستان گیر سطح سے تعاون حاصل کیا اُن تمام حضرات کا شکریہ ادا کیا ہے اور اپنے اس مقالہ کی تدوین کے دوران انہوں نے جن جن کتب فروشوں سے کتابیں حاصل کر کے مطالعہ کیا ان کا بھی نہایت ہی خلوص سے شکریہ ادا کیا ہے۔ جس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ ان کی تحقیق وتنقید حقیقت پسندی پر مبنی ہے اور یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ ایک ایسے تازہ کار قلمکار ہیں جو دوسروں کے احسانات کو یادگار کا درجہ دینے کی صلاحیت سے مالا مال ہیں۔ پروفیسر مناظر عاشق ہرگانوی ''اُردو ادب میں تانیثیت'' کے بارے میں رقمطراز ہیں:

> ''تنقیدی و تحقیقی بصیرت کے اکسراتی اور تجزیاتی مکاشفے سے گزر کر تخلیقیت شناسی اور اثبات پسندی کی روشنی سے بھرپور زیر نظر کتاب معنیاتی، جمالیاتی اور کیمیائی حُسن جوئی اور درخشندہ و بیکراں تہہ شناسی کی حامل ہے۔ میں وثوق سے

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

کہتا ہوں کہ اُردو میں تانیثی ادب کے حوالے سے ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کی کتاب ''اُردو ادب میں تانیثیت'' پہلی اور آخری کتاب ہے مزید یہ کہ تانیثی ادب پر جو کوئی بھی تحقیق کرے گا اُسے مشتاق احمد وانی کی کتاب کا حوالہ دینا ہوگا۔''

(مشتاق احمد وانی ''اُردو ادب میں تانیثیت'' صفحہ۔فلیپ پیج)

اسی طرح سے ''اُردو ادب میں تانیثیت'' کی بہت ساری خوبیوں کا ذکر کرتے ہوئے پروفیسر مجید بیدار لکھتے ہیں:

'' مشتاق احمد وانی نے یہ مقالہ صرف موضوع کا حق ادا کرنے کے لیے نہیں لکھا۔اس کے توسط سے تلاش و تجزیہ ہی نہیں، بلکہ سماجی اور معاشرتی خصوصیات کو بھی واضح کیا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ نہ صرف مسائل کے بہترین تجزیہ کار ہیں، بلکہ اظہار کی قوتوں سے بھی مالا مال ہیں۔''

(روزنامہ ''کشمیر عظمیٰ'' سرینگر کشمیر۔۲۲ نومبر ۲۰۱۵ء صفحہ۔۷)

اپنے اس منفرد ادبی کارنامے میں مشتاق احمد وانی نے کتابیات کو بہت اچھی طرح سے مقالہ کی زینت بنایا ہے جن میں اردو ادب کی موقر کتابوں کے علاوہ انگریزی ادب کی بھی مایہ ناز کتابیں شامل ہیں جس کے بارے میں پروفیسر بشیر احمد نحوی رقمطراز ہیں:

''اسلم آزاد کی کتاب سے لے کر امرتا باسو کی تصنیف تک ایک سو چھیانوے اُردو اور انگریزی کتابوں سے جو فیضان ڈاکٹر وانی نے حاصل کیا ہے، اس سے یقیناً اُردو ادب کے

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

قارئین اور بالخصوص تانیثیت کے عنوان سے شغف رکھنے والے بہرہ مند ہوں گے۔ واقعی ڈاکٹر وانی صاحب نے جانفشانی اور عرق ریزی سے کام لے کر اُردو ادب کے دامن کو ایک منفرد ادبی شاہکار سے مزین کیا ہے۔ مذکورہ موضوع کی تالیف وتصنیف میں وانی صاحب کا کوئی ثانی نہیں۔''

(روزنامہ ''کشمیر عظمیٰ'' سرینگر کشمیر۔ ۱۰ جولائی ۲۰۱۳ء صفحہ۔ ۷)

الغرض من حیث المجموعہ سادہ، سلیس اور رواں اسلوب میں لکھی گئی مشتاق احمد وانی کی کتاب ''اُردو ادب میں تانیثیت'' اپنے آپ میں مکمل ایک ایسی تصنیف ہے جو دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے۔ اردو ادب سے دلچسپی رکھنے والے خاص کر تانیثی ادب سے بہت زیادہ شغف رکھنے والے اس کتاب کے مواد، متن اور اصولِ تحقیق سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ یہ مشتاق احمد وانی کی ایسی تحقیقی کاوش کہی جا سکتی ہیں جو تاریخ ادب اردو میں ان کا نام ہمیشہ زندہ رکھے گی۔

☆☆☆

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eSangotri

شعورِ بصیرت

''شعورِ بصیرت'' ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کے مطبوعہ تحقیقی وتنقیدی مضامین کا تیسرا مجموعہ ہے۔ ''شعورِ بصیرت'' ۲۰۱۴ء میں ایجوکیشنل پبلشنگ ہاوس دہلی کی طرف سے خوبصورت اور دیدہ زیب جلد بندی کے ساتھ شائع ہوکر منظر عام پر آئی۔ یہ کتاب ایک سو ساٹھ (۱۶۰) صفحات پر مشتمل ہے اور اس میں تحقیقی وتنقیدی نوعیت کے بارہ (۱۲) مضامین شامل کئے گئے ہیں۔ ''کھٹے میٹھے بول'' کے عنوان سے کتاب کے آخر میں اُن خطوط کو بھی شامل کیا گیا ہے جو صاحبِ کتاب نے اردو ادب کی مقتدر اور معتبر شخصیات کے نام رقم کئے ہیں۔ ''شعورِ بصیرت'' کے تناظر میں علی جاوید (شعبۂ اُردو دہلی یونیورسٹی) نے رسماً مگر عطا عابدی (پٹنہ بہار) نے مفصل گفتگو کی ہے۔

مشتاق احمد وانی نے ''شعورِ بصیرت'' کا انتساب نہایت خوبصورتی سے پروفیسر فضل امام صاحب (لکھنو) پروفیسر محمد زاہد (صدر شعبۂ اُردو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) اور ڈاکٹر انور پاشا صاحب (شعبۂ ہندوستانی لسانیات جواہر لال نہرو یونیورسٹی نئی دہلی) کے نام کیا ہوا ہے۔

''شعورِ بصیرت'' میں شامل اکثر مضامین تحقیقی نوعیت کے حامل ہیں لیکن ان کے پس پردہ تنقیدی شعور بھی کارفرما ہے۔ یہ چونکہ فطری بات بھی ہے کیونکہ بزرگانِ اردو نے بھی تحقیق وتنقید کی آپسی لازمیت ثابت کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

'شعورِ بصیرت' کے زیادہ تر مضامین نہ تو صرف تحقیقی ہیں اور نہ ہی تنقیدی بلکہ ان کے ہاں تحقیق وتنقید شانہ بشانہ چلتی ہے۔ آیئے اب ان مضامین کے تناظر میں مشتاق احمد وانی کے تحقیقی وتنقیدی شعور پر نظر ڈالتے ہیں۔

''شعورِ بصیرت'' کا پہلا مضمون ''ماضی اور حال میں اردو نثر و نظم'' کے عنوان پر مبنی ہے جس میں مشتاق احمد وانی نے آغاز سے لے کر عہدِ حاضر تک کی نثر و نظم میں بتدریج ہونے والے تغیر وتبدل کا بڑی گہری نگاہ سے جائزہ لیا ہے۔ ادب میں رونما ہونے والی تحریکوں کو وہ پسندیدگی کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ وقت، زمانے اور زندگی کی تبدیلی سے ادب میں بھی تبدیلی ناگزیر ہے اور یہ تبدیلی ادب کو نہ صرف جمود وتعطل سے محفوظ رکھتی ہے بلکہ وسعت و بالیدگی اور غیر معمولی توانائی سے بھی سرفراز کرتی ہے۔ مشتاق احمد وانی لکھتے ہیں:

> ''جمود چاہے زندگی میں آئے یا ادب میں ارتقائے زندگی اور ادب کی راہیں مسدود کر دیتا ہے۔ ہر دور میں متضاد رجحانات کے تصادم سے ادب نے جو نئی صورت اختیار کی ہے اس میں صحت مند عناصر کو فوقیت اور غلبہ حاصل رہا ہے جب کہ منفی رجحانات نے سماج وفرد پر مضر اثرات ہی مرتب کیے ہیں۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''شعورِ بصیرت'' (تحقیقی وتنقیدی مضامین) صفحہ۔۱۶)

آگے چل کر اِسی تعلق سے مشتاق احمد وانی اپنی بات قاری کو اس طرح سے ذہن نشین کرانا چاہتے ہیں:

> ''یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ اگر انحراف پسند گروہ کے ساتھ ساتھ ان پر انگشت نمائی کرنے والا گروہ ہر دور میں سامنے نہ آیا ہوتا تو بہت ممکن ہے کہ آج اردو ادب اعتدال و

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

توازن سے بہت دور نکل گیا ہوتا یا بالفاظ دیگر ایک طرح کا
گورکھ دھندہ بن گیا ہوتا اور یہ بھی صحیح ہے کہ اگر انقلابی
نظریات رکھنے والے اُدبا و شعرا نکتہ چینیوں کے دباؤ میں
آ کر ادب میں نئے تجربات سے دامن کش ہو گئے ہوتے تو
یقیناً اردو ادب بھی بوسیدہ اور نا کارہ ہو چکا ہوتا۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''شعورِ بصیرت'' صفحہ۔۱۶ تا ۱۷)

مشتاق احمد وانی نے اس مضمون میں مختلف ادوار میں اصلاح فن و سخن کے سچے خدمت گار کی حیثیت سے حالؔی، سرسید، آزاؔد، شبلؔی، ناسخ، ڈپٹی نذیر احمد وغیرہ ناموں کے علاوہ ادب کے ارتقائی عمل میں اعانت و استعانت کے طور پر غالبؔ کے خطوط، فورٹ ولیم کالج اور دلی کالج کی نثری خدمات کا بھی کھلے دل سے اعتراف کیا ہے۔ انہوں نے یہ خیال بھی ظاہر کیا ہے کہ تنگئ وقت اور بڑھتی مصروفیت نے قدیم داستان، مرثیہ، مثنوی اور قصیدہ کے رواج کا پہلے ہی خاتمہ کر دیا ہے، حتیٰ کہ ناول اور اب افسانہ نگاری کا حلقہ بھی سمٹ کر محدود ہو گیا ہے جس کی طرف خاص توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ مشتاق احمد وانی نے اس مضمون میں آج کل بولی جانے والی اردو کی طرف ہماری توجہ مبذول کرانے کی کوشش کی ہے۔ چونکہ وہ لکھتے ہیں:

''موجودہ دور میں جو اردو بولی جاتی ہے وہ انگریزی آمیز
اردو ہے۔ حالاں کہ اردو ایک مخلوط زبان ہے اور اپنے اندر
الفاظ کا بیش بہا ذخیرہ رکھتی ہے مگر اس کے باوجود لکھنے اور
بولنے میں اردو کے ساتھ ساتھ بہت زیادہ الفاظ انگریزی
کے استعمال کیے جاتے ہیں حالانکہ انگریزی کے متبادل
الفاظ اردو میں موجود ہیں مگر اس کے باوجود عادتاً بولنے اور
لکھنے میں انگریزی الفاظ کا کثیر استعمال اردو کی مٹھاس کو تلخی

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

میں بدل دیتا ہے۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''شعورِ بصیرت'' صفحہ۔۲۹)

مشتاق احمد وانی کا یہ مضمون بے حد وسیع مطالعے کا تقاضا کرتا ہے لیکن انہوں نے غیر معمولی مطالعے اور محنت شاقہ سے کام لے کر یہ مشکل ترین اور زحمت طلب مقالہ سپردِ قلم کیا ہے جو قابلِ تعریف کارنامے کا درجہ رکھتا ہے۔

''شعورِ بصیرت'' کا دوسرا اہم مقالہ ''جموں وکشمیر میں اُردو مہاراجوں کے دور سے مستقبل کے خدشات تک'' کے عنوان پر مبنی ہے جو اپنے دامن میں بہت سے حقائق لئے ہوئے ہے۔ عام نظریے کے مطابق اردو میں اَسی فیصد الفاظ سنسکرت اور ہندی کے، دس فیصد الفاظ فارسی کے، پانچ فیصد الفاظ عربی کے اور باقی پانچ فیصد الفاظ لاطینی، فرانسیسی، انگریزی، جرمنی اور پرتگالی زبان کے شامل ہیں۔ لیکن مشتاق احمد وانی اپنے اس مقالے میں اردو میں ان زبانوں کے الفاظ کی شمولیت کے علاوہ پنجابی، ڈوگری، کشمیری، پہاڑی اور گوجری الفاظ کی شمولیت کا بھی انکشاف کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ انہوں نے اس مقالے میں کشمیر کے تین مہاراجوں گلاب سنگھ، رنبیر سنگھ اور پرتاپ سنگھ اور ان کے دور کے سیاسی، سماجی، معاشرتی اور ادبی و لسانی نوعیت کے حالات کا بہت سے اہم ناموں کی مختلف النوع کارگزاریوں کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ جموں وکشمیر میں اردو کے ابتدائی نقوش کے بارے میں مشتاق احمد وانی لکھتے ہیں:

''اس سلسلے میں تاریخی کتب کے مطالعے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ اردو کی داغ بیل ڈوگرہ حکمرانوں نے ڈالی۔ ڈوگرہ دور سے پہلے جموں وکشمیر پر افغانوں اور سکھوں کا تسلط تھا۔ اس دور میں یہاں فارسی زبان رائج تھی مگر جب ڈوگرہ شاہی دور کی شروعات ہوئی اور مہاراجہ

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

گلاب سنگھ (۱۸۴۶ تا ۱۸۵۶) جو ڈوگرہ شاہی دور کا پہلا حکمران تھا، نے برطانوی مفادات کو مدنظر رکھتے ہوئے کشمیر کو خریدا اور جموں و کشمیر کا قیام عمل میں آیا۔ اسی دوران سیاسی مصلحتوں کی بنیاد پر دہلی اور لاہور کی حکومتوں کے ساتھ جموں و کشمیر سرکار کے تعلقات بھی استوار ہوئے اور اس طرح یہاں کے بعض لوگوں کا تجارت اور خرید و فروخت کے لیے دہلی، لاہور اور پنجاب میں آنے جانے کا سلسلہ شروع ہوا۔ اس میل جول کا نتیجہ یہ نکلا کہ باہر کے لوگ کشمیر میں سیر و سیاحت کی غرض سے آنے لگے اور یہاں کے لوگ تجارت کی غرض سے باہر جانے لگے، پنجاب، دہلی، لکھنؤ اور دیگر شہروں میں یہاں کے لوگوں نے نہ صرف اپنی معاشی ضرورتوں کو پورا کیا بلکہ انہوں نے وہاں کی تہذیب و ثقافت اور زبان و ادب سے بھی واقفیت حاصل کی۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''شعورِ بصیرت'' صفحہ۔ ۳۰ تا ۳۱)

ریاست جموں و کشمیر میں اردو کے ابتدائی نقوش کی جانب بھی مشتاق احمد وانی نے اس مقالے میں تاریخی کتب کے حوالے سے بلیغ اشارے کئے ہیں اور آخر میں اس نتیجہ تک پہنچے ہیں:

'' آزادی سے قبل ریاست جموں و کشمیر کے ادبی سرمایے کا جائزہ لینے کے بعد یہ واضح ہو جاتا ہے کہ یہاں کے ادیبوں، شاعروں اور دانشوروں نے اردو ادب کی آبیاری میں کوئی بھی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا ہے۔ یہاں کے ادیبوں نے اس دور کے سیاسی و سماجی حالات کو اپنے اپنے اسلوب میں بیان

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

کیا اور اردو کلچر کو فروغ دینے کے لیے مختلف اقدامات
کیے۔مہاراجہ پرتاپ سنگھ کی اردو دوستی کے باعث اردو کو
ریاست میں اپنی جڑیں مضبوط کرنے کے بہتر مواقع ملے۔
اردو ۱۹۴۷ء کے بعد یہاں کے عوام کی ضرورت بن گئی۔''

(مشتاق احمد وانی۔''شعورِ بصیرت''صفحہ۔۳۸)

مشتاق احمد وانی نے اس نتیجہ تک پہنچنے کے بعد آزادی کے بعد جموں وکشمیر میں اردو زبان کی ترقی اور اس میں لکھے گئے ادب کی بھرپور نشاندہی کی ہے اور کوشش کی ہے کہ ۱۹۴۷ء کے بعد ریاست میں اردو کے نئے ادبی منظرنامے سے بھی واقفیت حاصل ہو جائے۔اس ضمن میں انہوں نے نہایت ہی عرق ریزی و جانفشانی سے کام کیا ہے۔تقسیم ہند کے بعد جموں وکشمیر میں لکھے گئے اہم اور قابل ذکر ناول، ناولٹ، افسانہ، ڈرامہ نیز تحقیق وتنقید اور شاعری کے حوالے بھی اس مضمون میں پیش کئے ہیں۔مشتاق احمد وانی نے اس مضمون میں جموں وکشمیر میں اردو کی موجودہ صورتحال کو تسلّی بخش قرار نہیں دیا ہے جس کی انہوں نے بہت ساری وجوہات بیان کی ہیں۔اس مقالے کے آخر میں انہوں نے اردو کی بقاء، اس کی ترقی اور اس میں روزگار کے وسائل پیدا کرنے کے لئے چند بنیادی منصوبوں کی طرف حکومت کی توجہ مبذول کرانے کی کامیاب کوشش کی ہے جو قابلِ تعریف ہے۔

الغرض یہ مقالہ ریاست جموں وکشمیر میں اردو زبان و ادب کی صورتحال سے روشناس کراتا ہے اور مشتاق احمد وانی کی تحقیقی وتنقیدی مصروفیت کا بھی آئینہ دار ہے۔ایک اہم بات کہ یہ مقالہ مشتاق احمد وانی کے غیر معمولی اور بے حد وسیع مطالعے کا نتیجہ ثابت ہوتا ہے۔

''شعورِ بصیرت'' کا تیسرا مضمون ''محبت بھرے دل کا شاعر: میکش امروہوی'' کے عنوان سے درج ہے جس میں مشتاق احمد وانی نے میکش امروہوی کی

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

شخصیت اور ذاتی معاملات سے صرف نظر کرتے ہوئے نہ صرف ان کی غزلیہ شاعری سے متعارف کرایا ہے بلکہ اس کی خصوصیات سے بھی آشنا کیا ہے۔ میکش امروہوی کے دو شعری مجموعے ''تیرے بغیر'' (مجموعۂ نظم) اور ''تیرے سوا'' (مجموعۂ غزل) شائع ہو کر منظر عام پر آ چکے ہیں۔ اس مضمون میں میکش کے مجموعہ غزل ''تیرے سوا'' کے حوالے سے گفتگو کی گئی ہے۔ مشتاق احمد وانی نے بجا طور پر 'تیرے سوا' کو شاعرانہ پیرائے میں محبت بھرے دل کی صدا قرار دیا ہے۔ چونکہ اس ضمن میں وہ لکھتے ہیں:

> ''میکش امروہوی ایک ایسا نیک دل اور صادق جذبے کا شاعر ہے جو نہ صرف اپنے محبوب سے محبت کرتا ہے بلکہ اس کے دل میں پوری عالم انسانیت اور حب الوطنی کا ٹھاٹھیں مارتا دریا موجزن ہے۔ موجودہ دور میں جب کہ چاروں جانب نفرت، بُغض وعناد، حسد ورشک اور قتل وخون ریزی کا بازار گرم ہے ایسے انتشار زدہ دور میں میکش امروہوی کی محبت بھری شاعری مژدہ کہی جا سکتی ہے کہ جس میں بادِ نسیم کی سی ٹھنڈک بھی ہے اور پیام امن ومحبت بھی۔ انہوں نے گیسوئے غزل کو سنوارنے اور اس کی نوک پلک درست کرنے میں ایک نمایاں رول ادا کیا ہے۔''
>
> (مشتاق احمد وانی۔ ''شعورِ بصیرت'' صفحہ۔۴۹)

مشتاق احمد وانی نے جذبوں کی شکستگی وشائستگی، خیالات کی پاکیزگی اور سبک لب ولہجے کی نرم روی جیسے عناصر سے تشکیل پانے والی میکش امروہوی کی شاعری کو حوالے کے طور پر کھل کر سراہا ہے اور لکھا ہے کہ میکش کی غزلوں کی اساس عشق وعاشقی ہے۔ ان کے کلام میں سوز وگداز بھی ہے اور حلاوت وموسیقیت بھی ہے۔ اس مضمون کے آخر میں مشتاق احمد وانی میکش امروہوی کے مجموعۂ غزل

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

'تیرے سوا' کی فنی خصوصیات کے بارے میں رقمطراز ہیں:

''تیرے سوا'' میں موجود میکش امروہوی کی غزلیں قاری کے دل کو چھوتی ہیں، ان کے تخیل کی بلند پروازی اور محبت کی سرشاری تادیر قاری کے سمندِ تخیل پر تازیانہ لگاتی ہے۔ جذبات و احساسات میں ایک نیا جوش و ولولہ پیدا کرتی ہے اور سب سے بڑی بات یہ کہ ان کی شاعری محبت کرنے کا سلیقہ سکھاتی ہے۔ ایسی محبت جس میں خلوص، سچائی اور پاکیزگی ہے۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''شعورِ بصیرت'' صفحہ۔۵۴)

''زندگی کے رنگوں کا کہانی کار: محمد قیوم مئو'' ''شعورِ بصیرت' کا چوتھا مضمون ہے جو اس سے پہلے لکھے گئے میکش امروہوی کے مضمون کی طرح ہی تنقیدی نوعیت کا ہے۔ محمد قیوم مئو ۱۹۸۰ء میں اُفق ادب پر اُس وقت بحیثیت افسانہ نگار نمودار ہوئے جب جدیدیت کی تجریدیت اور مجہولیت سے افسانے کا قاری عاجز آچکا تھا۔ البتہ انہوں نے اپنے افسانوں میں کہانی اور پلاٹ کا اہتمام کر کے تشنگانِ افسانہ کی پیاس بجھائی۔ محمد قیوم مئو ایک افسانہ نگار، ناول نگار اور طنز و مزاح نگار کی حیثیت سے دنیائے ادب میں اپنی شناخت مستحکم کر چکے ہیں۔ ان کے افسانوی مجموعے ''رشتوں کا کرب''، ''بازی گر'' اور ''پتھر جیسے لوگ'' شائع ہو کر قارئین سے خراج تحسین وصول کر چکے ہیں۔ مشتاق احمد وانی نے اس مضمون میں محمد قیوم مئو کے افسانوں کا مطالعہ کرنے کے بعد ان کے بارے میں چار اہم باتیں نوٹ کی ہیں جو اس طرح ہیں:

''محمد قیوم مئو کے افسانوں کو پڑھ کر چار اہم باتیں سامنے آتی ہیں۔ ایک یہ کہ وہ ہر موضوع پر کہانی لکھ ڈالتے ہیں۔ دوسری بات یہ کہ ان کے افسانوں میں اخلاقی بصیرت اور

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

اخلاق آموزی ایک زیریں لہر کی مانند موجود رہتی ہے۔
تیسری بات یہ کہ ان کے افسانے مختصر اور گہرے تاثر کے
حامل ہوتے ہیں۔ چوتھی بات یہ کہ وہ سماجی برائیوں اور
بداخلاقیوں پر گہرے طنز ورمز کے نشتر چلاتے ہیں۔''

(مشتاق احمد وانی۔''شعورِ بصیرت''صفحہ۔۵۷)

مشتاق احمد وانی نے اس مضمون میں محمد قیوم مئو کے افسانوں میں سے کھانسی، آج کی آواز، انوکھا جہیز، ماڈرن عشق، نئی نسل، محافظ اور ٹیلی ویژن کا بھرپور جائزہ پیش کرتے ہوئے ان کے کرداروں کے اچھے بُرے اعمال، ان کے دُکھ سکھ اور ان کی نفسیات کی چلمن میں مضمر ان کی خودغرضانہ و بے رحمانہ سوچ کا پردہ فاش کیا ہے اور پھر ان افسانوں کا بھرپور جائزہ لیتے ہوئے انہوں نے محمد قیوم مئو کو زندگی کے رنگوں کا کامیاب کہانی کار قرار دیا ہے۔ مشتاق احمد وانی ان کی مذکورہ کہانیوں کا جائزہ لینے کے بعد کچھ اس طرح سے رقمطراز ہیں:

''فنی اعتبار سے بھی ان کی کہانیوں میں ایک رنگ و آہنگ
پایا جاتا ہے۔ وحدتِ تاثر جو کہانی کی جان ہوتی ہے ان کی
ہر کہانی میں موجود رہتا ہے۔ غیر ضروری واقعات اور
حالات سے وہ کہانی کو بچانے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں۔
ان کی ہر کہانی میں طنز و مزاح اور درد کی کسک کے علاوہ
اخلاقی درس ہوتا ہے۔ قیوم کی سب سے نمایاں خوبی یہ ہے
کہ وہ الفاظ کے انتخاب اور واقعے کی پیشکش میں بڑی
سنجیدگی برتتے ہیں اور قاری کی دلچسپی کا خاص خیال رکھتے
ہیں۔ ان کی زبان سیدھی سادی اور عام فہم ہے۔''

(مشتاق احمد وانی۔''شعورِ بصیرت''صفحہ۔۶۲)

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

''ضلع اُدھم پور کے اُردو ادیب اور ان کے مسائل''، 'شعورِ بصیرت' میں شامل پانچواں اہم مضمون ہے جو تحقیقی اور معلوماتی نوعیت کا مضمون ہے۔ اس میں مشتاق احمد وانی نے ضلع اُدھم پور کی اہمیت و افادیت اور مرکزیت کو واضح کرتے ہوئے یہاں کے اردو ادیبوں کے کارناموں اور اُن کی فنی خصوصیات کو بھی ان کے تخلیقی حوالوں سے آشکار کیا ہے۔ نیز ان کے مسائل پر بھی سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ اس مضمون میں ضلع اُدھم پور کے جن شعراء و ادباء کی خدمات پر روشنی ڈالی گئی ہے اُن میں آنند سروپ انجم، بلراج کمار بخشی، سعید اللہ ملک حزیں، سوتنتر دیو کوتوال اور عبدالمجید پہاڑی کے نام شامل ہیں۔ ان کے علاوہ بھی کئی شعراء و ادباء کے نام لئے گئے ہیں۔ مضمون کے آخر میں ضلع اُدھم پور میں اردو کے ادیبوں کے مسائل کو دس نکات کے تحت بہت اچھی طرح سے پیش کیا گیا ہے۔ الغرض یہ مضمون وسیع معلومات کا خزانہ ہے۔

''شعورِ بصیرت'' کا چھٹا مضمون ''وقار الحسن صدیقی اپنے کلام کے آئینے میں'' کے عنوان پر مبنی ہے جس میں مشتاق احمد وانی نے اُن کے شعری مجموعے ''عکس ہستی'' کے حوالے سے ان کی شاعری کی امتیازی خصوصیات کو دریافت کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''وقار الحسن صدیقی کے کلام کی پہلی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ وہ زندگی کی اعلیٰ اقدار و روایات کا خاص خیال رکھتے ہیں۔ ایک ایسا شاعر جو نہ صرف عصری حالات و واقعات یا اپنے پرآشوب دور کو شعری جامہ پہناتا ہو بلکہ حیات و کائنات کی ابدی صداقتوں کے علاوہ عہدِ گذشتہ کی حقیقتوں اور مستقبل کے بارے میں بھی اپنی پیشن گوئیاں رقم کرتا ہو، اس کے شاعر ہونے کی یہ

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

واضح دلیل ہے۔''

(مشتاق احمد وانی۔''شعورِ بصیرت''صفحہ۔۹۱)

مشتاق احمد وانی نے اس مضمون میں وقار الحسن صدیقی کے کلام کے سیاق و سباق میں جو حکم صادر فرمایا ہے تو ساتھ میں ہی دلائل وشواہد اور حوالوں سے اس کی صحت کو ان کے کلام کے سیاق وسباق میں ثابت بھی کر دکھایا ہے۔اس مضمون کے آخر میں مشتاق احمد وانی نے وقار الحسن صدیقی کی منجملہ شعری خصوصیات کا ذکر اس طرح کیا ہے:

''ڈاکٹر وقار الحسن صدیقی کا کلام ایک کہنہ مشق شاعر کا کلام معلوم ہوتا ہے جس میں معنی آفرینی، تخیل کی بلندی، حسن و عشق کے لطیف اشارے اور نازک جذبات واحساسات کی کارفرمائی کے علاوہ ان کے افکار ونظریات کی جھلکیاں بھی دکھائی دیتی ہیں۔''

(مشتاق احمد وانی۔''شعورِ بصیرت''صفحہ۔۹۶)

بحیثیت مجموعی مشتاق احمد وانی کا یہ مضمون نہایت دلچسپ، معلوماتی اور زبان و بیان کی شیرینی کا حامل ہے جس میں وقار الحسن صدیقی جیسی بلند قامت اور وسیع النظر شخصیت کے شاعرانہ مزاج میں انسانی اقدار کی نشاندہی کی گئی ہے۔

مشتاق احمد وانی کے تحقیقی وتنقیدی مضامین کے مجموعے ''شعورِ بصیرت'' کا ساتواں مضمون ''زنفر کھوکھر کا دوسرا افسانوی مجموعہ'' کانچ کی سلاخ'' کے عنوان پر مبنی ہے جو ریاست جموں وکشمیر کے صوبہ جموں کی واحد خاتون افسانہ نگار زنفر کھوکھر کے دوسرے افسانوی مجموعے ''کانچ کی سلاخ'' کو حوالہ بنا کر رقم کیا گیا ہے۔مشتاق احمد وانی کے مطابق ریاست جموں وکشمیر میں اردو افسانے کے اُفق پر زنفر کھوکھر پہلی خاتون افسانہ نگار ہیں جو ''خوابوں کے اُس پار'' اور ''کانچ کی سلاخ'' جیسے

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

خوبصورت افسانوی مجموعوں کے ساتھ اُبھر کر سامنے آچکی ہیں۔ مشتاق احمد وانی نے اس مضمون میں زنفر کھوکھر کے دوسرے افسانوی مجموعے ''کانچ کی سلاخ'' کے افسانوں کا بھرپور جائزہ پیش کیا ہے اور اس کے افسانوں کے متعلق واقعات و موضوعات کا اظہار کرتے ہوئے زنفر کھوکھر کے فکری وفنی مزاج کا حقیقت پسندانہ احاطہ کیا ہے۔ 'کانچ کی سلاخ' میں شامل افسانوں کے موضوعات پر روشنی ڈالتے ہوئے مشتاق احمد وانی لکھتے ہیں:

> ''کانچ کی سلاخ'' میں شامل افسانوں میں عصرِ حاضرہ کے انسان کی ذہنی پراگندگی کا سماج و معاشرے میں چل رہے انتشار، عورت کی سرد مہری اور اس کے ٹوٹنے بکھرنے کی کتھا، سسکتے ارمانوں اور نفسیاتی کشمکش و گھٹن کا حال، بے بنیاد رسم ورواج کے پابند لوگ، تعلیم کی اہمیت سے نابلد ذہن، خوشحال زندگی بسر کرنے کے خواب دیکھنے والے لوگ اور خاص طور پر دیہات میں بسنے والے لوگوں کے مسائل ومشکلات کو پیش کیا گیا ہے۔''
>
> (مشتاق احمد وانی۔ ''شعورِ بصیرت'' صفحہ۔۹۹)

مشتاق احمد وانی ''کانچ کی سلاخ'' میں شامل افسانوں کا خلاصہ پیش کر کے ان کے تناظر میں انسانی زندگی کی بے مائیگی اور محرومی جیسے سنگین حالات و حوادث پر زنفر کھوکھر کی گہری نگاہ، بصارت و بصیرت اور ادرک و آگہی کو سراہتے ہوئے کرداروں کے تفاعل اور ان کے نفسیاتی محرکات کی روشنی میں افسانہ نگار کے فکر وفن کا خوبصورتی سے جائزہ لیا ہے اور اپنی بات کی سچائی کے لئے زنفر کھوکھر کے افسانوں کے اقتباسات سے یہ ثابت بھی کر دکھایا ہے۔ وہ اس ضمن میں لکھتے ہیں:

> ''زنفر نے اپنے مافی الضمیر کی ترسیل کے لیے علامتوں،

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

استعاروں کے بجائے ایک سیدھی سادی اور عام فہم زبان استعمال کی ہے۔ وہ بے حد صداقت وایمانداری سے اپنے گردوپیش میں بسنے والے لوگوں کے دُکھ درد، ناانصافی اور گھٹی گھٹی سی زندگی کو پیش کرتی ہیں۔ انہوں نے اپنے افسانوں میں دیکھی پرکھی بل کہ خود بھوگی ہوئی زندگی کو منظر عام پر لانے کی سعی کی ہے۔ وہ جو بات کہنا چاہتی ہیں اسے کہنے کا ڈھنگ جانتی ہیں۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''شعورِ بصیرت'' صفحہ۔۱۰۸)

''شعورِ بصیرت'' کا اگلا مضمون ''مہاراج کرشن کا جذبۂ دل'' (چند تاثرات) کے عنوان پر مبنی ہے۔ ''جذبۂ دل'' مہاراج کرشن کے کلام کا چھٹا مجموعہ ہے۔ اس سے قبل ان کے پانچ (۵) شعری مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ مشتاق احمد وانی نے اس مضمون میں ''جذبۂ دل'' کی روشنی میں مہاراج کرشن کی شاعری پر سیر حاصل بحث کی ہے اور مہاراج کرشن کے شعری رویئے کو بہت خوبصورتی سے اُجاگر کیا ہے۔ 'جذبۂ دل' میں مختلف اطوار کی نظموں کے علاوہ گیت، قطعات اور غزلیں بھی شامل کی گئی ہیں۔ 'جذبۂ دل' میں موضوعات کی بوقلمونی کو دیکھتے ہوئے مشتاق احمد وانی نے لکھا ہے:

''مہاراج کرشن نے زندگی کی کشمکش اس کی ناپائیداری، سیاسی بازی گری، ظلم و استحصال، مفلسی کی لعنتیں، انسانی اقدار کی پامالی، سفاکی اور بے مروتی، دہشت گردی کے شکار لوگوں کی داستانِ غم، رشوت، چوری، جنسی گھٹن، اضطرابی ذہنیت کا دباؤ، لاحاصل آرزوؤں اور تمناؤں کا دُکھ، انسانی معاشرے میں عدم توازن، ملکوں کی آپسی کشمکش اور

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

امریکہ کی دوسرے ملکوں پر جابرانہ حاکمی، تہذیبی شکست و ریخت اور انسانی ضمیر کی سیاہی، امیری وغریبی کا امتیاز، چھوت چھات، ذات پات اور بے ہودہ رسم ورواج ایسے موضوعات ہیں جنہیں مہاراج کرشن نے اپنی شاعری میں برتا ہے۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''شعورِ بصیرت'' صفحہ۔۱۱۴ تا ۱۱۵)

مہاراج کرشن کے 'جذبۂ دل' کی نظموں اور غزلوں کے حوالے سے مشتاق احمد وانی کا ماننا ہے کہ اس میں شامل اکثر نظموں میں کہیں کہیں جذباتی شدت نے فنی نزاکتوں کو مجروح کیا ہوا ہے۔ ان کی شاعری جگ بیتی سے زیادہ آپ بیتی معلوم ہوتی ہے۔ مہاراج کرشن نے 'جذبۂ دل' میں اردو کے ساتھ ہندی کے بھی بہت سے الفاظ استعمال کئے ہیں تاکہ ان کی آواز راست انداز میں زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچ سکے۔ مشتاق احمد وانی نے 'جذبۂ دل' میں شامل اکثر نظموں کے بارے میں لکھا ہے کہ:

''کئی نظمیں ایسی ہیں جو قاری کے ذہن ودل پہ سراسیمگی کی کیفیت پیدا کرتی ہیں۔ ظلم واستحصال کا بیان مہاراج کرشن کی نظموں میں اکثر دیکھنے میں آتا ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ شاعر زندگی میں رونما ہونے والے ہر معمولی واقعے سے دوررس نتائج اخذ کرتا ہے۔ وہ کہیں امن وآشتی کی بات کرتا ہے تو کہیں کسی غریب دوشیزہ کی عصمت دری کا منظر پیش کرتا ہے، گویا اس کے سامنے ایک متضاد معاشرہ ہے جس میں وہ سانس لے رہا ہے۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''شعورِ بصیرت'' صفحہ۔۱۱۵)

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

اس مضمون کے آخر میں مشتاق احمد وانی نے غیر جانبدارانہ طور پر ''جذبۂ دل'' کی دو خامیوں کی نشاندہی بھی کی ہے۔ایک یہ کہ کمپیوٹر کمپوزنگ کے بعد پروف ریڈنگ نہیں کی گئی ہے اور دوسری یہ کہ باریک خط میں پورے مجموعے کے مواد کو سمیٹا گیا ہے جس کی قرأت بڑی مشکل سے ہوتی ہے۔اس مضمون کے بارے میں آخر پر میں یہ کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس میں مشتاق احمد وانی کا تنقیدی شعور نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔

''شعورِ بصیرت'' کا نواں مضمون ''محمد بشیر مالیر کوٹلوی کی منی کہانی ''المیہ'' کا تجزیہ'' کے عنوان سے درج ہے۔اس میں مشتاق احمد وانی نے سب سے پہلے جامع الفاظ میں منی کہانی کے فنی لوازمات کا ذکر کیا ہے اور اس کے بعد بشیر مالیر کوٹلوی کی منی کہانی ''المیہ'' کا تجزیہ بہت خوبصورتی سے پیش کیا ہے۔محمد بشیر مالیر کوٹلوی کی منی کہانی ''المیہ'' ایک حقیقت آمیز اور بصیرت افروز کہانی ہے جس میں محمد بشیر نے اپنے دل کے ایک گہرے زخم کو 'المیہ' کا نام دیا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ ۲۰۱۴ء میں محمد بشیر ملیر کوٹلوی کے بڑے بیٹے ساجد بشیر نے زہریلی چیز کھا کر خودکشی کر لی تھی جس کے نتیجے میں ہی انھوں نے اپنے دل کے اُس زخم کو 'المیہ' کے نام سے کہانی کے سانچے میں ڈھالا ہوا ہے۔مشتاق احمد وانی نے ''المیہ'' کا تجزیہ کرتے ہوئے محمد بشیر کی فنی گرفت اور سسکتے ہوئے جذبات کی موثر عکاسی پر داد دی ہے۔وہ جامع الفاظ میں ''المیہ'' کے بارے میں کچھ اس طرح رقمطراز ہیں:

> ''محمد بشیر نے ''المیہ'' جیسی مختصر کہانی میں ماں کی بے لوث محبت، باپ اور بیٹے کے اٹوٹ رشتے میں موت کی دخل اندازی کے نتیجے میں جس المناک صورتحال کو اپنے دلکش اسلوبِ بیان میں کہانی بند کیا ہے وہ بے مثال ہے۔ چند سطور پر مشتمل یہ کہانی قاری کے دل پر ایک کاری ضرب

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

لگاتی ہے اور وہ دل مسوس کر رہ جاتا ہے۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''شعورِ بصیرت'' صفحہ۔۱۱۹)

''شعورِ بصیرت'' کا دسواں مضمون ''اوم پرکاش شاکر کے افسانے'' کے عنوان پر مبنی ہے جس میں مشتاق احمد وانی نے اوم پرکاش شاکر کے افسانوں پر نظر ڈالی ہے۔ اوم پرکاش شاکر ریاست جموں و کشمیر کے صوبہ جموں سے تعلق رکھنے والے افسانہ نگار ہیں جنہوں نے اپنی ادبی زندگی کا آغاز ۱۹۶۸ء سے کیا۔ ان کی دو کتابیں ۲۰۰۵ء میں شائع ہوئیں۔ پہلی کتاب ''موسم سرما کی پہلی بارش'' ہے جس میں دو ناولٹ اور تین افسانے شامل کئے گئے ہیں۔ دوسری کتاب ''جیتا ہوں میں'' افسانوں کا مجموعہ ہے۔ مشتاق احمد وانی نے اس مضمون میں ''جیتا ہوں میں'' کے حوالے سے اوم پرکاش شاکر کے افسانوں کا نہایت خوبصورتی سے جائزہ پیش کیا ہے اور افسانہ نگار کے فنی اختصاص کو سامنے لانے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> '' شاکر کا اختصاص یہ ہے کہ انہوں نے مکالموں کے ذریعے عمل میں ایسی قوت اور تحریک پیدا کی ہے جو بیانیہ کو ڈرامائی کیفیت میں مبدّل کرتی ہے۔ مکالموں کو افسانوی تقاضے اور موقع و محل کے لحاظ سے ڈھالنا، ماحول کی گھٹن کو گرفت میں لانا شاکر کی ہنرمندی کا غماز ہے۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''شعورِ بصیرت'' صفحہ۔۱۳۴)

مشتاق احمد وانی نے اس مضمون میں اوم پرکاش شاکر کے افسانوں کے موضوعات اور اُن کی پیش کش کے تعلق سے جو تاثر چھوڑا ہے اس میں اُن کی اعتدال پسندی نمایاں طور پر ظاہر ہوتی ہے۔ چونکہ اس ضمن میں ان کی یہ رائے پیش کی جاسکتی ہیں جو اس طرح سے ہے:

''اوم پرکاش شاکر کے افسانوں میں زیادہ تر دیہات کی

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

زندگی کے حالات واقعات اور وہاں کے مناظر و کیفیات کو کسی حد تک خوش اسلوبی سے جگہ ملی ہے۔ بہت ممکن ہے کہ اگر شاکر اسی محنت و لگن سے افسانے لکھتے رہے تو آنے والے وقت میں ان کا شمار اردو کے نمائندہ افسانہ نگاروں میں ہوگا۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''شعورِ بصیرت'' صفحہ۔۱۳۴)

''شعورِ بصیرت'' کا اگلا مضمون ''سالک جمیل براڑ: بحیثیت بچّوں کا کہانی کار'' ہے جس میں مشتاق احمد وانی نے ادب اطفال کی اہمیت و افادیت کو اُجاگر کرتے ہوئے بچّوں کی نفسیات اور ان کی کائنات پر بڑی مفید اور معلوماتی باتوں کا ذکر کیا ہے۔ سالک جمیل براڑ جو کہ پنجاب سے تعلق رکھتے ہیں وہ بچّوں کی بہتر تعلیم و تربیت اور ان میں اخلاقی قدروں کا شعور پیدا کرنے کے لئے فکر مند رہتے ہیں۔ اس سلسلے میں وہ بچّوں کی خاطر لکھی ہوئی کہانیوں کے دو مجموعے ''شرارتیں'' اور ''بہادری کا تمغہ'' شائع کروا چکے ہیں۔ اس مضمون میں مشتاق احمد وانی نے ان دونوں مجموعوں کے تناظر میں سالک جمیل براڑ کو بحیثیت بچّوں کا کہانی کار کے طور پر پیش کیا ہے۔ ان دونوں کتابوں کا جائزہ لینے کے بعد وہ لکھتے ہیں:

''سالک جمیل براڑ کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ ان میں بچّوں کا ادب تخلیق کرنے کی صلاحیت موجود ہے۔ وہ آسان عام فہم زبان استعمال کرتے ہیں۔ قصہ کو دلچسپ بنانے کا ہنر جانتے ہیں اور اہم بات یہ کہ لکھنے سے پہلے غور و فکر کرتے ہیں۔ وہ تخلیق کی عظمت اور تحریر کی سحر انگیزی کا احساس رکھتے ہیں۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''شعورِ بصیرت'' صفحہ۔۱۴۰ تا ۱۴۱)

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

مشتاق احمد وانی کے تحقیقی وتنقیدی مضامین کے مجموعے ''شعورِ بصیرت'' کا آخری مضمون ''مسکراتے ناسور'' میں شامل افسانے اور افسانہ نگار'' کے نام سے درج ہے۔ ''مسکراتے ناسور'' جسونت منہاس کا دوسرا افسانوی مجموعہ ہے۔ مشتاق احمد وانی نے اسی افسانوی مجموعے کے افسانوں کے توسط سے جسونت منہاس کے فکری وذہنی رویّوں تک پہنچنے کی جو سعی کی ہے وہ قابل تعریف ہے۔ ''مسکراتے ناسور'' کے سارے افسانوں کا جائزہ لینے کے بعد مشتاق احمد وانی نے تکنیک، کردار نگاری، موضوعات اور زبان وبیان کے اعتبار سے ان کو نہایت کامیاب افسانہ نگار بتایا ہے۔

''مسکراتے ناسور'' کے افسانوں کی خصوصیات کے بارے میں وہ لکھتے ہیں:

> ''جسونت منہاس نے اپنے مافی الضمیر کی ترسیل کے لیے بیانیہ اسلوب اختیار کیا ہے۔ پیچیدہ مبہم اور تجریدی اسلوب سے انہوں نے گریز کیا ہے۔ زبان عام استعمال کی ہے، کردار زمین سے تعلق رکھتے ہیں جو روزمرہ زندگی میں ہمیں چلتے پھرتے نظر آتے ہیں۔ مکالمے برجستہ ہیں۔ ہر افسانہ قاری کو اپیل کرتا ہے اور اسے اصلاح نفس کی تعلیم دیتا ہے۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''شعورِ بصیرت'' صفحہ۔۱۵۲)

''شعورِ بصیرت'' کے آخر میں ''کھٹے میٹھے بول'' کے عنوان سے چند ایک خطوط کو شامل کیا گیا ہے جو مشتاق احمد وانی نے اردو ادب کے معتبر ادب شناس حضرات کے نام لکھے ہوئے ہیں جن میں وہاب اشرفی، ابنِ اسماعیل اور فریدہ رحمت کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔ ان خطوط میں مشتاق احمد وانی کا عالمانہ انداز دیکھنے کو ملتا ہے جو لطف سے خالی نہیں ہے۔

''شعورِ بصیرت'' کے تمام مضامین کا جو جائزہ پیش کیا گیا ہے اس میں لگ

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

بھگ ہر ایک مضمون کا جائزہ لیتے ہوئے مصنف کے اقتباسات کو خاص طور پر پیش کیا گیا ہے تا کہ ان کی روشنی میں مصنف کے مزاج و مذاق اور تحقیقی و تنقیدی شعور و بصیرت کا اندازہ آسانی سے لگایا جا سکے۔ مشتاق احمد وانی نے ہر ایک مضمون کے بنیادی پہلوؤں تک پہنچنے کی فنکارانہ کوشش کی ہے اور اپنی گفتگو کو نتیجہ خیز بنانے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ ''شعورِ بصیرت'' میں شامل تحقیقی و تنقیدی مضامین اردو فکشن کی تحقیق و تنقید کے حوالے سے مناسب اہمیت کے حامل ہیں۔ ان میں مصنف کا اسلوب نگارش نکھرتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ نرالے طرزِ اظہار اور طریقۂ استدلال کی وجہ سے اس خوبصورت مجموعہ کی تحریروں میں سادگی، شیرینی، روانی اور شگفتگی نمایاں طور پر پائی جاتی ہے یہی چیزیں مشتاق احمد وانی کے اسلوب کی پہچان ہیں۔ انہوں نے ''شعورِ بصیرت'' کے تمام مضامین میں اعتدال و استدلال کی روشنی بیشتر مقام پر اختیار کی ہے اور ایک اہم بات یہ کہ ''شعورِ بصیرت'' کے تمام مضامین میں بھی وہ پہلے کی طرح ایک نقاد سے زیادہ محقق کے فرائض انجام دیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

بحیثیت مجموعی ''شعورِ بصیرت'' میں شامل مضامین مشتاق احمد وانی کی مختلف النوع فکری اور تجرباتی کاوش کا ماحصل ہے اور ان کے اندازِ فکر کی نشاندہی کرتے ہیں۔ انہیں زبان و بیان پر کافی دسترس حاصل ہے اور یہی وجہ ہے کہ ان مضامین میں روانی، شگفتگی اور دلکشی پائی جاتی ہے۔ تجزیہ، استدلال اور وضاحت اُن کے اسلوب کی امتیازی خصوصیات ہیں۔ ڈاکٹر علی جاوید ''شعورِ بصیرت'' کے مضامین کا مطالعہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

> ''ان مضامین کے مطالعے سے نہ صرف ڈاکٹر وانی کی تنقیدی بصیرت کا اندازہ ہوتا ہے بلکہ ایک معتبر محقق کے ساتھ ایک باصلاحیت تخلیق کار کی شخصیت بھی ابھر کر سامنے آتی ہے۔''
>
> (مشتاق احمد وانی۔ ''شعورِ بصیرت'' صفحہ۔٦)

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eSangotri

عطا عابدی جنہوں نے ''شعورِ بصیرت'' کے تمام مضامین پر مفصل گفتگو کی ہے اُن کا ماننا ہے کہ:

''مصنف نے ہر مضمون کے بنیادی پہلوؤں تک پہنچنے کی فنکارانہ کوشش کی ہے اور گفتگو کو نتیجہ خیز بنانے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ اعتدال و استدلال کی روش بیشتر مقام پر مصنف نے اختیار کی ہے۔ ان مضامین کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ مصنف ایک نقاد سے زیادہ ایک محقق کے فرائض انجام دیتے نظر آتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ان کے تنقیدی معاملات و افعال روشن نہیں ہیں۔ ان کی تنقیدی بصیرت کا مستحکم رویہ بھی ہمیں متوجہ کرتا ہے لیکن ان کا ذہنی میلان تحقیق کی طرف زیادہ ملتفت نظر آتا ہے۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''شعورِ بصیرت'' صفحہ۔۱۴)

☆☆☆

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

ترسیل و تفہیم

''ترسیل و تفہیم'' ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کے تحقیقی و تنقیدی مضامین کا چوتھا مجموعہ ہے جو اگست ۲۰۱۹ء میں ایجوکیشنل پبلشنگ ہاوس دہلی کی طرف سے اعلیٰ کمپیوٹر کمپوزنگ اور نفاست سے مزیّن طباعت کے ساتھ شائع ہوئی۔ یہاں یہ واضح رہے کہ یہی کتاب ۲۰۱۸ء میں ''افہام و تفہیم زبان و ادب'' کے نام سے میزان پبلشرز سری نگر (کشمیر) نے شائع کی تھی لیکن اس کتاب کی طباعت مصنف کی مرضی کے مطابق نہ ہونے کی وجہ سے اسے دوبارہ ''ترسیل و تفہیم'' کے نام سے شائع کروایا۔ یہ کتاب دوسو (۲۰۰) صفحات پر مشتمل ہے اور اس میں پندرہ (۱۵) تحقیقی و تنقیدی مضامین شامل کئے گئے ہیں جن میں سے بیشتر مضامین اس کتاب میں شامل ہونے سے پہلے ہی ملک کے مقتدر ادبی رسائل و جرائد میں چھپ چکے ہیں۔ مشتاق احمد وانی نے ''ترسیل و تفہیم'' کا انتساب اُس وقت کے بابا غلام شاہ بادشاہ یونیورسٹی راجوری کے وائس چانسلر پروفیسر جاوید مسرت صاحب کے نام کیا ہوا ہے۔ اس کتاب کا پیش نامہ کشمیر سے تعلق رکھنے والے مشہور تاریخ نویس، محقق و نقاد، غلام نبی خیال نے قلم بند کیا ہے۔ وہ اس تصنیف کے بارے میں لکھتے ہیں:

> ''مشتاق احمد وانی کی زیرِ نظر کتاب ''ترسیل و تفہیم'' مصنف کے تنقیدی اور تحقیقی مقالوں کا ایک مثالی مجموعی ہے جس میں وانی نے کئی اہم موضوعات پر قلم زنی کر کے اپنی بات متاثر کن

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

انداز میں قارئین کے سامنے پیش کی ہے۔"

(مشتاق احمد وانی۔ "ترسیل و تفہیم" (تحقیقی و تنقیدی مضامین) صفحہ۔۶)

ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کی تحقیق و تنقید کا جہاں تک سوال ہے تو ان کی تحقیق و تنقید کا خاص موضوع فکشن رہا ہے اور فکشن کی طرف ہی ان کا رُجحان زیادہ جھکا ہوا نظر آتا ہے۔ اسی لئے "ترسیل و تفہیم" میں زیادہ تر مضامین فکشن سے ہی تعلق رکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ اُردو شعراء و ادبا اور افسانہ نگاروں پر بھی چند مضامین لکھے گئے ہیں۔ کتاب کے تمام مضامین ادبی نوعیت کے ہیں اور واضح مقصد کے ساتھ مثبت تعمیری پہلو لئے ہوئے ہیں۔ ان تمام مضامین کی مدد سے مشتاق احمد وانی کے تحقیقی و تنقیدی شعور کو سمجھنے میں کافی مدد ملتی ہے تو آیئے ان مضامین کے تناظر میں ان کے تحقیقی و تنقیدی شعور پر نظر ڈالتے ہیں۔

"ترسیل و تفہیم" میں شامل مضامین میں پہلا مضمون "پروفیسر گوپی چند نارنگ: اُردو ادب کا بحر بیکراں" کی سرخی کے تحت پیش ہوا ہے جو اس میں شامل ہونے سے پہلے ہی "عالمی انتساب" سرونج، شمارہ، ۸۴۔ گوپی چند نارنگ نمبر میں شائع ہوا ہے۔

پروفیسر گوپی چند نارنگ چونکہ اُردو ادب کے عصری سرمائے کی پہلی صف میں شمار ہوتے ہیں۔ اُنہوں نے اپنی فکر و سوچ کو موثر وسیلہ اظہار بنا کر نئے نئے انکشافات کو وجود بخشا ہے اور طرح اپنی قابلیت کا احساس ادبی حلقوں سے وابستہ تخلیق کاروں کو دلایا ہے۔ آپ پر بہت سے مقالے اور کئی کتابیں لکھیں گئیں ہیں۔ اس ضمن میں مشتاق احمد وانی کا مضمون اس وجہ سے معلوماتی ہے کہ اس میں آپ کی حالاتِ زندگی اور ادبی خدمات کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں مصنف نے اس مضمون میں آپ کی تصانیف کا سنہ وار خاکہ بھی پیش کیا ہے۔ اس مختصر سے مضمون میں اُردو ادب کی مختلف تحریکوں کے سلسلے میں نند کشور وکرم کے سوال کا جواب بھی

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

پیش ہوا ہے جو تحریکات کے سلسلے میں کافی غور طلب ہے۔ مضمون کے آخر میں موصوف نے گوپی چند نارنگ کی ادبی صلاحیتوں اور اُن کی شخصیت کے بارے میں جو لکھا ہے اس سے اُن کی عظمت کا پورا احساس ہوتا ہے۔ چونکہ وہ لکھتے ہیں:

> ''پروفیسر نارنگ کے پاس معلومات کا خزانہ ہے خوب صورت علمی و ادبی زبان برتنا جانتے ہیں۔ نہ صرف اُردو ادب کی تاریخ ان کی ذہنی ویب سائٹ میں محفوظ ہے بلکہ انگریزی، ہندی، عربی، فارسی اور سنسکرت زبان وادب سے بھی واقف ہیں۔ ان تمام ادبی صلاحیتوں کے علاوہ وہ ایک نرم دل، منکسر المزاج، وسیع المشرب، دور اندیش اور اُردو تہذیب کا ایک ایسا بلند ترین اور روشن مینار کی حیثیت رکھتے ہیں کہ شائد ہی ایسا مینار اُردو ادب کو آنے والے وقت میں نصیب ہو۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''ترسیل وتفہیم'' (تحقیقی وتنقیدی مضامین) صفحہ:۱۶)

جموں وکشمیر کے افسانوی منظر نامے اور اس کی سمت ورفتار پر مصنف نے اس کتاب میں ایک طویل مضمون شامل کیا ہے جو ''جموں وکشمیر میں اُردو افسانہ (کل، آج اور کل)'' کے عنوان پر مبنی ہے۔ اس مضمون میں موصوف نے جموں وکشمیر کے افسانہ نگاروں کے حوالے سے بہت سی باتوں کو خوبصورت اسلوب میں پیش کیا ہے۔ اردو ادب میں افسانے کے حوالے سے جتنی بھی پیش رفت اور تبدیلیاں رونما ہوئیں ہیں خواہ وہ موضوع کے اعتبار سے ہوں یا پھر تکنیکی اور تحریکات ورجحانات کے حوالے سے، غرض ہر لحاظ سے صاحبِ کتاب نے اس کا بھرپور اظہار کیا ہے۔ مشتاق احمد وانی نے جموں وکشمیر میں اردو افسانے کے حوالے سے کم وبیش تمام افسانہ نگاروں اور اُن کی تخلیقات پر نہ صرف قلم اُٹھایا ہے بلکہ انہوں نے اردو

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

کے مختلف ناقدین کے تاثرات بھی مضمون میں پیش کئے ہیں جنہوں نے مذکورہ افسانہ نگاروں کے فن پاروں پر اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ جموں وکشمیر کے جن نمائندہ افسانہ نگاروں، اُن کے افسانوں اور افسانوی مجموعوں کی خصوصیات کا تذکرہ کتاب میں شامل کیا ہے اُن میں یہاں کے ابتدائی افسانہ نگاروں کے علاوہ اُن افسانہ نگاروں کے نام بھی شامل ہیں جنہوں نے اس خطے میں یا تو جنم لیا ہے یا پھر اُن کے آباواجداد یہاں ہی کی سرزمین سے تعلق رکھتے تھے اور بعد میں ریاست سے باہر رہ کر اس صنف میں اپنی ادبی خدمات انجام دیں۔ جموں وکشمیر میں اردو افسانہ نگاری کی شاندار روایت بہت حد تک تسلّی بخش ہے، اور یہاں کے افسانہ نگاروں نے اپنا خونِ جگر صرف کر کے اس صنف کو جو جلا بخشی، اس کا بھرپور اظہار مشتاق احمد وانی نے اپنے اس مضمون میں نہایت خوبصورتی سے کیا ہے۔

''ترسیل وتفہیم'' کا تیسرا مضمون ''حامدی کاشمیری کا نظریۂ نقد: اکتشافی تنقید'' کے عنوان سے درج ہے۔ اس میں حامدی کاشمیری کے نئے تنقیدی نظریہ ''اکتشافی تنقید'' پر حوالوں کے ذریعے سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ حامدی کاشمیری نے اپنے نظریۂ نقد کی وضاحت وسراحت نہایت مدلل انداز میں کی ہے، لیکن اس کے باوجود ان کے اس نظریے کو منفی کہا گیا ہے۔ مشتاق احمد وانی کا ماننا ہے کہ حامدی کاشمیری کا اکتشافی نظریہ اس کی تھیوری کی بنیاد پر قابلِ قبول ہے۔ لہٰذا ان کے اس نظریے کو کشادہ نظری سے دیکھنے کا مشورہ دیتے ہیں۔ انہوں نے لکھا ہے:

> ''بلاشبہ جدید تنقیدی نظریات میں پروفیسر حامدی کاشمیری کا نظریہ ایک غیر معمولی کارنامہ ہے، جو اُردو میں بالکل ایک منفرد اور نیا نظریہ ہے بلکہ انھوں نے اس کی روشنی میں عملی تنقید کے نہایت عمدہ نمونے بھی پیش کیے ہیں۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''ترسیل وتفہیم'' (تحقیقی وتنقیدی مضامین) صفحہ: ۶۵)

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

ہندوستان چونکہ مختلف مذاہب، زبانوں اور تہذیب و ثقافت کا مسکن ہے۔اس حوالے سے جموں وکشمیر کا خطہ اس کی بہترین مثال ہے۔ یہاں مشترکہ تہذیب وتمدن کی عمدہ مثال دیکھنے کو ملتی ہے۔اس حوالے سے مشتاق احمد وانی نے دیپک کنول کے افسانوی مجموعہ ''لال پُل کا دیوانہ'' میں مشترکہ تہذیب کی نشاندہی کر کے اُن کے اس مجموعے کا اجمالی جائزہ پیش کیا ہے۔ یہ مضمون روزنامہ ''کشمیر عظمیٰ'' بروز اتوار ۲۲ مئی ۲۰۱۶ء کو ''دیپک کنول کے افسانوں میں مشترکہ تہذیب کی جھلکیاں ''لال پُل کا دیوانہ'' کے حوالے سے'' شائع ہوا ہے۔دیپک کنول جموں و کشمیر کے افسانوی سفر میں نمایاں مقام رکھتے ہیں تاہم اُنہوں نے اپنے افسانوں کے ذریعے یہاں کے بھائی چارے اور مذہبی رواداری کے علاوہ باقی دوسرے تہذیبی عناصر کی نشاندہی کر کے یہاں کے امن وسکون اور مساوات و بھائی چارے کو پیش کیا ہے۔مشتاق احمد وانی نے دیپک کنول کے اس افسانوی مجموعے کے تمام افسانوں کے مطالعے سے یہ بات اخذ کی ہے کہ یہ مجموعہ فنی لوازم اور دیگر خصوصیات کی بنیادوں پر پوری طرح سے کھرا اُترتا ہے۔مشتاق احمد وانی نے مضمون کے آخر میں لکھا ہے کہ:

> ''میری قلیل معلومات کے مطابق دیپک کنول پہلا افسانہ نگار ہے جس نے مذکورہ افسانوی مجموعے میں شامل چند افسانوں میں پنجابی اور گوجری زبان کے الفاظ کا خوب استعمال کیا ہے اور یہ اس افسانوی مجموعے کی امتیازی خصوصیت کہی جاسکتی ہے۔''

(مشتاق احمد وانی۔''ترسیل وتفہیم'' (تحقیقی وتنقیدی مضامین) صفحہ:۷۶تا۷۷)

مشتاق احمد وانی نے اپنی تحقیقی وتنقیدی تصنیف ''ترسیل وتفہیم'' میں ''اُردو افسانچے میں انسانی نفسیات اور معاشرے کی عکاسی'' کے عنوان سے جو مقالہ شامل

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

کیا ہے، اُس میں سب سے پہلے افسانچے کی تعریف وتوضیح کی گئی ہے۔ اس کے بعد اس صنف کے ارتقائی سفر اور اس کے پسِ منظر پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس طرح مصنف اپنے موضوع پہ آکر نمائندہ افسانچوں کے حوالے سے نفسیاتی عناصر کی نشاندہی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اس ضمن میں انھوں نے منٹو، جوگندر پال، قاضی مشتاق احمد، رونق جمال، عظیم راہی، وکیل نجیب، محمد بشیر مالیر کوٹلوی، اسلم جمشید پوری، سالک جمیل براڑ، صادقہ نواب سحر وغیرہ کے افسانچوں کے اقتباسات کو پیش کر کے اُن میں ایسے عناصر کو اُبھارا ہے جن سے مضمون کے موضوع کے حوالے سے واضح باتیں منکشف ہو جاتی ہیں۔ مذکورہ مضمون میں مصنف نے افسانچہ نگاروں کے افسانچوں کا جائزہ لیتے ہوئے آخر میں لکھا ہے:

> ''عصری تقاضوں کے پیش نظر ہمارے افسانچہ نگاروں نے نہایت سنجیدگی کے ساتھ افسانچے لکھے ہیں، ایسے افسانچے کہ جو ہمارے ذہن ودل پہ چھا گئے ہیں۔ انھوں نے اپنے جاندار افسانچوں میں عصری معاشرے کی داخلی دنیا میں پل رہی خباثتوں اور مختلف طرح کی ذہنی اُلجھنوں کو فنکارانہ انداز میں پیش کیا ہے۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''ترسیل وتفہیم'' (تحقیقی وتنقیدی مضامین) صفحہ: ۹۵)

مشتاق احمد وانی کی مذکورہ تحقیقی وتنقیدی تصنیف میں ایک اہم مضمون ''قومی اتحاد میں اُردو کا کردار'' کے عنوان سے شامل ہے۔ یہ مضمون اس کتاب میں شامل ہونے سے پہلے ہی سہ ماہی ''روزن'' دہلی کے شمارہ ۴، جلد ۱، جولائی تا ستمبر ۲۰۱۰ء میں شائع ہو چکا ہے۔ یہ مضمون اس لحاظ سے کافی اہم ہے کہ اس میں ملک کے اتحاد و اتفاق کے ذرائع کو قائم کرنے کے سلسلے میں اُردو زبان کی خدمات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ مصنف نے اپنے اس مضمون میں لگ بھگ اُردو کے سبھی غیر مسلم قلمکاروں کے

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

نام گنائے ہیں جنھوں نے اُردو زبان وادب میں نمایاں کارنامے انجام دیے ہیں اور یہ بات پوری طرح سے واضح کردی ہے کہ اُردو نہ صرف مسلمانوں کی زبان ہے بلکہ یہ انسانوں کی زبان ہے۔ مضمون میں زبان کی اہمیت وافادیت پر روشنی ڈالنے کے بعد اس امر پر زور دیا گیا ہے کہ کس قدر ہمارے معاشرے میں اُردو زبان نے ملک کے اتحاد کو قائم کرنے کے سلسلے میں اپنا اہم کردار نبھایا ہے۔ بقولِ مصنف:

> ''اُردو نے ہر دور میں اتفاق واتحاد اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی کے جذبے کو پروان چڑھایا ہے۔ ملک وقوم کے رہنماوں نے اُردو کے ذریعے اسی جذبۂ اخوت و ہمدردی کو عام کیا ہے۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''ترسیل وتفہیم'' (تحقیقی وتنقیدی مضامین) صفحہ:۹۹)

زیرِ نظر مضمون کے آخر میں مشتاق احمد وانی نے موجودہ انتشار زدہ حالات میں اُردو کے ذریعے ایک خوشگوار ماحول پیدا کرنے پر مرکزی سرکار اور ریاستی سرکار کے علاوہ اُردو والوں پر چند اہم ذمہ داریاں نبھانے کی طرف توجہ دلائی ہے جن کی وجہ سے اُردو کے ذریعے خوشگوار ماحول پیدا کیا جاسکتا ہے۔

مشتاق احمد وانی کی تصنیف ''ترسیل وتفہیم'' میں وحشی سعید کے فکشن کے حوالے سے جو مضمون شامل ہوا ہے وہ ''وحشی سعید کی تخلیقی بصیرت'' کے نام سے پڑھنے کو ملتا ہے۔ اس مضمون میں وحشی سعید کی افسانوی انفرادیت کا اظہار کیا گیا ہے۔ مضمون کے مطالعہ سے اس بات کی تصدیق ہوجاتی ہے کہ اسے لکھنے کے لئے مشتاق احمد وانی کے سامنے وحشی سعید کے تین افسانوی مجموعے ''کنوارے الفاظ کا جزیرہ''، ''خواب حقیقت'' اور ''سڑک جارہی ہے'' کے علاوہ اُن کا ایک ناول ''پتھر پتھر آئینہ'' رہا ہے۔ ان ہی تخلیقات کی بنیاد پر موصوف نے وحشی سعید کے فکشن کی انفرادیت کا تعین کیا ہے۔ مشتاق احمد وانی نے ان مجموعوں کی کہانیوں کے کردار،

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

مکالموں، منظر نگاری اور باقی دوسرے عناصر کا قریب سے مطالعہ کر کے ان کے فنی برتاؤ کا اظہار کر کے افسانہ نگار کی فنی خصوصیات کو اس طرح پیش کیا ہے کہ وحشی سعید اور اُن کے فن کو سمجھنے میں مزید آسانی پیدا ہو جاتی ہے۔ مشتاق احمد وانی نے وحشی سعید کے ناول اور افسانوں کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ان کا سماجی مطالعہ نہایت وسیع ہے۔ حالات و واقعات اور حادثات و سانحات کو جانچنے پرکھنے والی ان کی آنکھوں نے جدید کیمرے کا کام کیا ہے۔ مزید ان ناول اور افسانوں کی خصوصیات کے بارے میں انھوں نے لکھا ہے کہ:

> ''اُن کے افسانے بصیرت افروز ہیں۔ زبان و بیان کے معاملے میں ان کے افسانے ایک الگ سا ذہنی حظ فراہم کرتے ہیں۔ پلاٹ، کردار، ماحول و فضا، مکالمہ، وحدت تاثر اور تجسس فنی ترتیب میں ڈھل کر قاری کو قصہ پن کی چاشنی سے ہمکنار کرتے ہیں۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''ترسیل و تفہیم'' (تحقیقی و تنقیدی مضامین) صفحہ:۱۱۹)

مذکورہ تصنیف ''ترسیل و تفہیم'' میں ایک مقالہ ''سرسید احمد خان کی انقلابی شخصیت کے چند تابناک پہلو'' کے عنوان سے درج ہے۔ سرسید احمد خان ایک ایسے مفکر، مصلح، عالم و فاضل، وسیع النظر اور عظیم رہنما ہوئے ہیں جنہوں نے ہندوستانیوں اور بالخصوص ہندوستانی مسلمانوں کو خوابِ غفلت سے بیدار کیا۔ اُن کی انتھک کوششوں کے نتیجے میں نہ صرف ہندوستانی معاشرے کو مدد ملی بلکہ انہوں نے اردو ادب خصوصاً اردو نثر کے ذریعے نت نئے خیالات، تجربات اور احساسات لوگوں تک پہنچائے۔ مشتاق احمد وانی نے اس مضمون میں نہ صرف سرسید احمد خان کی قابلیت کا اعتراف کیا ہے بلکہ وہ اس مضمون میں مکمل طور پر سرسید احمد خان کی ادبی سرگرمیوں کا بھی احاطہ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں جس سے سرسید کی پوری ادبی

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

شخصیت کے حوالے سے واقفیت حاصل ہو جاتی ہے۔ نیز اس مضمون میں مصنف نے سرسید احمد خان کے اُن نظریات کو بھی پیش کیا ہے جن میں ہندوستانی مسلمانوں کی حالتِ زار اور اُن کے قلبی و روحانی مرض کا مداوا شامل ہے۔ موصوف سرسید احمد خان کے نظریے کی تائید میں یوں رقمطراز ہیں:

''سرسید احمد خان کی حیات اور اُن کی تعلیمات کا بنیادی
مقصد یہ تھا کہ تمام اہل وطن بلا لحاظ مذہب وملت آپس میں
میل ملاپ، بھائی چارے اور رواداری کے جذبے سے
سرشار ہو کر اپنے ملک کی تعمیر و ترقی میں بھرپور تعاون دیں۔
اس مقصد کی تکمیل کے لیے انھوں نے اپنی پُر جوش تقریروں
اور اثر انگیز تحریروں کا سہارا لیا اور مخالفین کی پرواہ نہیں کی۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''ترسیل و تفہیم'' (تحقیقی و تنقیدی مضامین) صفحہ: ۱۲۳)

مذکورہ تحقیقی و تنقیدی مضامین کے مجموعے ''ترسیل و تفہیم'' میں ''اوپندر ناتھ اشکؔ (شخصیت اور فن)'' کے عنوان سے شامل مضمون میں اوپندر ناتھ اشک کی افسانہ نگاری کا اجمالی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ مضمون کے شروع میں اوپندر ناتھ اشک کی حیات اور اُن کی ادبی تخلیقات پر مختصراً نظر دوڑائی گئی ہے۔ اس کے بعد اوپندر ناتھ اشک کے افسانوی مجموعوں اور اُن میں شامل افسانوں کے فنی و فکری محاسن پیش کئے گئے ہیں جس سے اشکؔ کی افسانہ نگاری کی خصوصیات سے بھرپور واقفیت حاصل ہو جاتی ہے۔ مشتاق احمد وانی اوپندر ناتھ اشک کی افسانہ نگاری کی فنی خوبیوں کے بارے میں رقمطراز ہیں:

''اوپندر ناتھ اشک کی پہلی فنی خوبی یہ ہے کہ وہ کہانی میں تاثر
پیدا کرنے کے لئے واقعاتی عمل پہ خصوصی توجہ دیتے ہیں۔
دوسری خوبی اُن کے کردار جاندار اور واضح ہونے کے

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

باوجود انفرادی نہیں اجتماعی ہیں، جن کی زندگیاں ان کے
طبقوں کی آئینہ دار ہیں۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''ترسیل و تفہیم'' (تحقیقی و تنقیدی مضامین) صفحہ: ۱۳۴)

مشتاق احمد وانی کی تصنیف ''ترسیل و تفہیم'' کا ایک اور مضمون ''رونق جمال: بھیانک سیاسی و سماجی صورتحال کا ادیب'' کے عنوان پر مبنی ہے۔ یہ مضمون اس کتاب میں شامل ہونے سے پہلے ماہنامہ ''قرطاس'' ناگپور جولائی اگست ۲۰۱۲ء جلد نمبر ۲۵ شمارہ نمبر ۷۔۸ میں شائع ہو چکا ہے۔ اس مضمون میں صاحبِ کتاب نے رونق جمال کی زندگی کا مختصر تعارف پیش کرنے کے بعد اُن کی ادبی تخلیقات پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ موصوف نے رونق جمال کے تازہ افسانوی مجموعے ''پنجرے کا آدمی'' کے حوالے سے ان کے افسانوی محاسن کا نچوڑ اس طرح پیش کیا ہے جس سے رونق جمال کے افسانوں کی فنی خصوصیات کا پورا علم ہو جاتا ہے۔ مصنف نے مضمون میں جگہ جگہ پر رونق جمال کے افسانوں کے اقتباسات پیش کر کے اُن کی فنی اور فکری بصیرت پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ چونکہ وہ لکھتے ہیں:

''رونق جمال کی منی اور مختصر کہانیاں نہایت دلچسپی کی حامل ہیں۔ افسانے میں فنی لوازمات کا بھرپور خیال رکھتے ہیں۔ زبان بالکل سیدھی سادی اور عام فہم استعمال کرتے ہیں۔ اسلوب بیان میں ایسا جادو پیدا کرتے ہیں کہ قاری بصیرت کے ساتھ محوِ حیرت رہ جاتا ہے۔ سماجی انتشار اور سیاسی بحران ان کی کہانیوں کا طرۂ امتیاز ہے۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''ترسیل و تفہیم'' (تحقیقی و تنقیدی مضامین) صفحہ: ۱۴۷ تا ۱۴۸)

دنیائے فکشن میں سعادت حسن منٹو تعریف کے محتاج نہیں۔ وہ بہ یک وقت کئی خصوصیات کے مالک ہیں۔ اُنہوں نے جہاں مختلف کرداروں کے عادات و

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

اطوار اور اُن کی نفسیات سے پردہ اُٹھایا ہے تو وہیں دوسری جانب اُنہوں نے عورت اور اس کے جملہ مسائل کو اپنے افسانوں کے ذریعے اُبھارا ہے۔ منٹو پہلا بے باک اور سچا فن کار ہے جس نے مرد اساس معاشرے میں عورت کے جنسی استحصال اور اُس کی داخلی کائنات میں چھپے درد و کرب اور مایوسیوں کی موثر عکاسی کی ہے۔ مشتاق احمد وانی نے ''منٹو کے افسانوں میں عورت کا کردار'' عنوان کے تحت جو مضمون ''ترسیل و تفہیم'' میں پیش کیا ہے وہ نفسِ مضمون کے لحاظ سے بہت کارآمد ہے۔ منٹو کے افسانوں میں عورت جنسی استحصال کے عمل سے خالی نہیں۔ وہ سماج میں اُن لوگوں کے ہتھے چڑھ جاتی ہے جو عیاش اور ہوس پرست ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ منٹو عورت کی شرم و حیا اور پاکیزگی کا بھی خاص خیال رکھتے ہوئے اُن کی جرأت مندی کے احوال بھی بیان کرتے ہیں۔ ان تمام باتوں کا اظہار منٹو اپنے افسانوں میں کسی نہ کسی طور پر کرتے ہیں۔ منٹو کے افسانوں میں جنس کوئی بنیادی مسئلہ نہیں بلکہ وہ اس کے ذریعے عورت کی زبوں حالی، اُس کی روح کی تنہائی اور دکھ درد کو بیان کرتے ہیں۔ ان کے افسانوں میں عورت نہایت مظلومیت اور محکومیت کی حالت میں نظر آتی ہے۔ البتہ کہیں کہیں عورت مرد سے انتقام لینے کے لئے بھیانک رویّہ بھی اختیار کر لیتی ہے۔ ان تمام باتوں کا علم مشتاق احمد وانی کے اس مضمون کے مطالعہ سے بخوبی ہو جاتا ہے۔ موصوف نے اپنے مضمون میں منٹو کے افسانوں کے بعض اقتباسات بھی اس حوالے سے پیش کئے ہیں جن میں عورت کے ساتھ ہو رہی زیادتیوں اور ناانصافیوں کے ساتھ ساتھ اس کے درد و کرب اور اُس کی مظلومیت کو ایک حقیقت پسند اور بے باک افسانہ نگار کی حیثیت سے پیش کیا ہے۔ یہ منٹو کی بے باکی، حقیقت نگاری اور حساسیت ہی ہے جس کی وجہ سے وہ ایک عظیم فنکار کی حیثیت رکھتے ہیں۔ مشتاق احمد وانی نے مضمون کے آخر میں لکھا ہے کہ:

''عورت کے دکھ درد بالخصوص طوائف کی باطنی واردات کو

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

جس عمدہ طور پر منٹو نے اپنے افسانوں میں بیان کیا ہے،
کوئی دوسرا نہیں کر سکا۔"

(مشتاق احمد وانی۔ "ترسیل و تفہیم" (تحقیقی و تنقیدی مضامین) صفحہ: ۱۶۵)

"کلام فیضؔ کی مقبولیت کا راز" کے عنوان سے "ترسیل و تفہیم" میں شامل مضمون فیض احمد فیضؔ کی حیات اور اُن کی شعری خصوصیات کا محاصرہ کرتا ہے۔ اس مضمون میں فیض احمد فیض کی پیدائش، اُن کی تعلیم، ادبی تصانیف اور باقی دوسرے نجی کاموں پر مختصراً خامہ فرسائی کی گئی ہے۔ اس کے بعد مشتاق احمد وانی نے فیض احمد فیضؔ کے شاعرانہ کمال اور اُن کی فکری، فنی اور باقی دوسری شعری خصوصیات کے سلسلے میں اُن کے کئی خوبصورت اشعار قلمبند کئے ہیں جن سے فیض کی شاعرانہ عظمت کا اعتراف ہوتا ہے۔ فیض احمد فیضؔ کے کلام کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں ہمیں یقین سے بھرپور لب ولہجہ ملتا ہے اور کہیں بھی نا اُمیدی و افسردگی نظر نہیں آتی۔ چونکہ اس ضمن میں مضمون کے آخر میں مشتاق احمد وانی بھی فیضؔ کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں:

"فیضؔ کی آواز میں دھیما پن اور لہجہ عاشقانہ ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ ان کی آواز ایک ایسے دل کی صدا ہے جس نے چوٹ کھائی ہے۔ ان کے لہجے میں حزنیہ کے باوجود مایوسی، قنوطیت اور نا اُمیدی نہیں پائی جاتی بلکہ ان کا شعری رویّہ مثبت اور پُر امید دکھائی دیتا ہے اور فیضؔ کی یہی خصوصیت انھیں اپنے ہمعصروں سے الگ کرتی ہے۔"

(مشتاق احمد وانی۔ "ترسیل و تفہیم" (تحقیقی و تنقیدی مضامین) صفحہ: ۱۷۲)

مشتاق احمد وانی کے اس ادب پارے (ترسیل و تفہیم) میں شامل مضامین میں مابعد جدیدیت کے اہم شاعروں میں پروین کمار اشکؔ کی شاعری پر جو مضمون

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

پیش ہوا ہے وہ ''اُردو غزل کا مستقبل: پروین کمار اشکؔ'' کے عنوان پر مبنی ہے۔ اس مضمون میں موصوف نے پروین کمار اشکؔ کے شعری مجموعہ ''دُعا زمین'' کا تجزیاتی مطالعہ پیش کر کے شاعر کے شعری انفراد و انفراق کی اہمیت کو اُجاگر کیا ہے۔ مشتاق احمد وانی پروین کمار کی شاعری کے مطالعے سے جو تاثر اخذ کرتے ہیں وہ ہمارے سماج کی تعمیر کے سلسلے میں بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ مضمون کے مطالعہ سے اس بات کا علم ہو جاتا ہے کہ پروین کمار اشکؔ موجودہ دور کے حالات اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی صورت حال کا اپنی شاعری میں دلچسپ انداز سے اظہار کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ موصوف نے اشکؔ کی غزلوں کے چند اشعار پیش کر کے اُن کے معنی و مفاہیم واضح کر کے اُن کی فنی نزاکتوں کو پیش کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ ''دُعا زمین'' کی غزلوں کا بھرپور جائزہ لینے کے بعد مشتاق احمد وانی پروین کمار اشکؔ کو اُردو غزل کا مستقبل قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''پروین کمار اشکؔ سخن شناس بھی ہے اور سخن فہم بھی۔ وہ اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ شاعری صرف قافیہ و ردیف جوڑنے کا نام نہیں ہے بلکہ شاعری وہ ہے جو دل کے تاروں کو ہلا دے اور قاری کو بصیرت عطا کرے..... بلند پایہ ادیبوں اور شاعروں نے پروین کمار اشکؔ کو ایک نئے لب و لہجے کا شاعر قرار دیا ہے اور میں پروین کمار اشکؔ کو اُردو غزل کا مستقبل کہتا ہوں۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''ترسیل و تفہیم'' (تحقیقی و تنقیدی مضامین) صفحہ: ۱۸۱ تا ۱۸۲)

''ترسیل و تفہیم'' کے آخری مضامین میں ''درد سے بھیگی تنہائی'' کا شاعر: انور حُسین انورؔ'' عنوان سے جو مضمون شامل ہوا ہے اس میں مشتاق احمد وانی نے انور حُسین انورؔ کے شعری مجموعہ ''درد سے بھیگی تنہائی'' کے تناظر میں اُن کی شاعرانہ

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

خوبیوں کا اظہار نہایت عمدہ انداز سے کیا ہے۔ مضمون میں شاعر کے جتنے بھی اشعار پیش کیے گئے ہیں اُن سے انور حسین کے تجربات، احساسات وجذبات نیز اُن کی فکری کاوشوں کا اعتراف ہوجاتا ہے۔ موصوف نے انور حسین کے اس شعری مجموعے کا باریک بینی سے مطالعہ کرنے کے بعد لکھا ہے کہ:

''انور حُسین انورؔ کا تازہ، دیدہ زیب اور بصیرت افروز شعری مجموعہ ''درد سے بھیگی تنہائی'' عصر حاضر کے نمائندہ شعری مجموعوں میں نغمۂ حیات وکائنات کی حیثیت رکھتا ہے۔ زیر نظر مجموعے میں شامل تمام شعری مشمولات حمد، نعت، غزلیں، نظمیں، تضمین، قطعات، گیت اور متفرق اشعار اپنے موضوعات اور شعری لوازمات کے اعتبار سے خوب ہیں جو دوران مطالعہ قاری کو ذہنی بالیدگی اور بصیرت کا سامان فراہم کرتے ہیں۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''ترسیل وتفہیم'' (تحقیقی وتنقیدی مضامین) صفحہ:۱۹۴)

مشتاق احمد وانی کی تصنیف ''ترسیل وتفہیم'' میں جو آخری مضمون شامل ہوا ہے وہ ''تعلیم وتدریس کی ضیا پاشیاں آگہی کے نور سے ہیں طُور کی تجلیاں'' کے عنوان سے درج ہے۔ اس مضمون میں مشتاق احمد وانی نے نہایت خوبصورتی سے یہاں کے تعلیمی نظام پر روشنی ڈالنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ جدید تعلیم کے لیے جو بھی کوششیں کی گئی ہیں یا کی جارہی ہیں ان کے بارے میں وافر معلومات اس مضمون کے حوالے سے ہمیں ملتی ہیں۔ اس مضمون میں مصنف نے جہاں جدید تعلیم کی اہمیت کو جگہ جگہ نمایاں کیا ہے تو وہیں اس جدید تعلیم کی وجہ سے جو اخلاقی وروحانی قدروں کا جنازہ نکل چکا ہے اس کی طرف بھی ہماری توجہ مبذول کرائی گئی ہے۔ آخر میں مشتاق احمد وانی زندگی میں ترقی حاصل کرنے کے لیے کچھ اس طرح سے رقمطراز ہیں:

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

''ہمیں سمجھنا چاہیے کہ آج کے معاشرے کو ایسے تعلیم یافتہ لوگوں کی ضرورت ہے جو خداشناسی، خودشناسی، امن وآشتی، خیرخواہی اور انسانیت نوازی کے جذبے سے سرشار ہوں اور جو زندگی کو خدا کا ایک بہترین عطیہ سمجھ کر اسے نیک کاموں میں گزارنے والے ہوں۔ اسی تعلیم کو مروج کر کے ہم ہمہ گیر ترقی کے زینے طے کر سکتے ہیں۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''ترسیل وتفہیم'' (تحقیقی وتنقیدی مضامین) صفحہ: ۲۰۰)

بحیثیت مجموعی مشتاق احمد وانی کی تصنیف ''ترسیل وتفہیم'' کے تجزیاتی مطالعے سے یہ بات پوری طرح کُھل کر سامنے آجاتی ہے کہ وہ صحیح معنوں میں اردو تحقیق وتنقید کی سُدھ بُدھ رکھتے ہیں۔ ان کا اسلوب قاری کو اپنی طرف متوجہ کرتا ہے۔ انہیں زبان وبیان پر کافی دسترس حاصل ہے۔ ان کے ہاں کسی طرح کی کوئی گنجلک اور مشکل زبان نہیں پائی جاتی ہے بلکہ وہ ہر ایک بات کو آسان اور عام فہم انداز میں پیش کرنے کا پورا ہنر جانتے ہیں، جس کی وجہ سے وہ اپنی گفتگو کو نتیجہ خیز بنانے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ مختصراً یہ کہ مشتاق احمد وانی کا شمار اُن ادیبوں اور نقادوں میں ہوتا ہے جن کے فن پارے ادبی حلقوں میں شوق سے پڑھے جاتے ہیں۔

☆☆☆

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

تناظر و تفکّر

''تناظر و تفکّر'' ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کے تحقیقی و تنقیدی مضامین کا پانچواں مجموعہ ہے جس میں اُن کے اٹھارہ (۱۸) تحقیقی و تنقیدی نوعیت کے مضامین شامل ہیں۔ جن میں سے بیشتر اس میں شامل ہونے سے پہلے ملک کے مقتدر رسائل و جرائد میں چھپ کر قارئین سے داد و تحسین وصول کر چکے ہیں۔ یہ کتاب ۲۰۱۹ء میں ایجوکیشنل پبلشنگ ہاوس دہلی کی طرف سے قومی کونسل برائے فروغ اُردو زبان نئی دہلی کے مالی تعاون سے شائع ہو کر منظر عام پر آئی ہے۔ اس کی ضخامت تین سو دو (۳۰۲) صفحات ہیں۔ کتاب کا انتساب پروفیسر مجید بیدار، ڈاکٹر شریف احمد قریشی اور اُردو تحقیق و تنقید سے دلچسپی رکھنے والوں کے نام کیا گیا ہے۔ ''تناظر و تفکّر'' کے مندرجات میں جو اٹھارہ مضامین شامل ہوئے ہیں وہ عنوانات کے لحاظ سے مختلف نوعیتوں کے حامل ہیں۔ تو آیئے اب ان مضامین کے تناظر میں مشتاق احمد وانی کے تحقیقی و تنقیدی شعور پر نظر ڈالیں۔

''تناظر و تفکّر'' میں شامل پہلا مضمون ''آہ..... میرے اُستادِ محترم پروفیسر ظہور الدّین'' کے عنوان پر مبنی ہے۔ پروفیسر ظہور الدّین چونکہ مشتاق احمد وانی کے اُستاد رہے ہیں اور انھوں نے اپنا پی ایچ ڈی کا مقالہ بہ عنوان ''تقسیم کے بعد اُردو ناول میں تہذیبی بحران'' ان کی نگرانی میں ہی مکمل کیا ہے۔ یہ مضمون مشتاق احمد وانی نے اپنے اُسی اُستاد کی موت کے کچھ دنوں بعد لکھا ہے، جس میں انھوں نے پروفیسر ظہور الدّین

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

کے ساتھ گزارے ہوئے اٹھائیس (۲۸) سالوں کا تجزیہ پیش کیا ہے۔ خاص کر اس میں انھوں نے پی ایچ ڈی کرنے کے دوران رونما ہونے والے واقعات کو تفصیل سے پیش کیا ہے۔ مذکورہ مضمون میں مشتاق احمد وانی نے اپنے اُستاد کی حیات اور اُن کی شخصیت کے نمایاں پہلوؤں پر روشنی ڈالنے کے ساتھ ساتھ ان کی ادبی خدمات پر بھی نظر دوڑائی ہے۔ اپنے اُستاد کے بارے میں ایک جگہ وہ کچھ اس طرح سے رقمطراز ہیں:

''بلاشبہ ظہور الدّین صاحب علم وادب کے ہیرو تھے لیکن اس کے باوجود اُنھوں نے غرور وتکبر اور انانیت کو کبھی بھی اپنے مزاج کا حصہ بننے نہیں دیا۔ اپنی عاجزی وانکساری اور احساس کمتری کا اظہار وہ کئی موقعوں پہ کر چکے ہیں۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''تناظر وتفکّر'' (تحقیقی وتنقیدی مضامین) صفحہ:۱۵)

مذکورہ مضمون کو پڑھتے ہوئے ہمیں مشتاق احمد وانی کی اپنے اُستاد سے بے پناہ محبت جگہ جگہ نظر آتی ہے۔ الغرض یہ مضمون پروفیسر ظہور الدّین کی حیات اور اُن کی شخصیت کے سلسلے میں ایک اہم کڑی کی حیثیت رکھتا ہے۔

کتاب میں شامل دوسرا مضمون ''برصغیر کی جنگِ آزادی اور اُردو شاعری'' کے عنوان پر مبنی ہے۔ اس مضمون میں برصغیر ہندوپاک کی آزادی کی جدوجہد کے متعلق انکشافات پیش کئے گئے ہیں۔ مضمون میں جنگِ آزادی کے سلسلے میں اردو شاعری کے ردل کا بہت خوبصورتی سے تذکرہ کیا گیا ہے اور جگہ جگہ پر حوالے کے طور پر اشعار کو پیش کیا گیا ہے جو آزادی کے سلسلے میں لکھے گئے ہیں۔ موصوف نے جہاں بہت سے شعراء کے اشعار پیش کئے ہیں تو وہیں جوشؔ ملیح آبادی کی نظم کا یہ بند موقع و محل کی مناسبت سے پیش کیا ہے۔ ملاحظہ کیجئے

سنو اے ساکنانِ بزمِ ہستی
صدا کیا آرہی ہے آسماں سے

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

کہ آزادی کا اک لمحہ ہے بہتر
غلامی کی جاوداں سے

.....

مشتاق احمد وانی مضمون کے آخر میں جنگِ آزادی کے سلسلے میں اُردو شعراء کی خدمات کے بارے میں رقمطراز ہیں:

''جنگِ آزادی کے لئے اردو شعراء نے اپنے پیارے ہم وطنوں کو پیار و محبت، خیر خواہی اور آپسی میل ملاپ اور اتحاد و اتفاق کے جذبے کو تقویت پہنچانے کا عملی درس دیا۔ اُنھوں نے تمام تفرقات و تعصّبات کو مسترد کرتے ہوئے تمام ملک میں رہنے والوں کو انگریزوں سے ہندوستان کو آزاد کرانے کے لئے ہر طرح کی قربانی پر آمادہ کیا۔ اپنی انقلابی شاعری سے عوام کے دلوں میں ایک ایسا جوش و ولولہ پیدا کر دیا کہ ہر شخص اپنے ملک کی خاطر ہر طرح کی قربانی دینے کے لئے تیار ہو گیا۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''تناظر و تفکّر'' (تحقیقی و تنقیدی مضامین) صفحہ: ۲۹)

کتاب میں شامل تیسرا مضمون ''جموں و کشمیر میں اردو شاعری ۱۹۴۷ء کے بعد'' کے عنوان سے درج ہے۔ یہ مضمون اس کتاب میں شامل ہونے سے پہلے ہی ماہنامہ ''شیرازہ'' سرینگر کشمیر جلد ۵۲ شمارہ ۷۔۶ (جموں و کشمیر میں اردو شاعری نمبر) میں شائع ہوا ہے۔ اس میں مشتاق احمد وانی نے تقریباً یہاں کے پینسٹھ (۶۵) سالہ شعری منظر نامے کو بہت خوبصورتی سے اختصار کے ساتھ پیش کیا ہے۔ ''جموں و کشمیر میں اردو شاعری ۱۹۴۷ء کے بعد'' موضوع کے تحت مشتاق احمد وانی نے یہاں کے شعری منظر نامے کو تین گروہوں میں منقسم کیا ہے۔ ان کے مطابق پہلا گروہ اُن

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar

Digitized By eGangotri

شاعروں کا ہے جنہوں نے ۱۹۴۷ء کے خونیں حالات و واقعات کو اپنی شاعری کا موضوع بنایا ہے اور تقسیم ہند کے درد و کرب اور گوناگوں مسائل کو اپنی شاعری میں پیش کیا۔ دوسرا گروہ اُن شاعروں کا ہے جو ۱۹۶۰ء کے بعد آتا ہے۔ یہ شاعر جدیدیت کی تحریک سے وابستہ تھے۔ اور تیسرا گروہ ۱۹۸۰ء کے بعد ایک نئے ادبی رجحان یا نظریے جسے مابعد جدیدیت کے نام سے موسوم کیا گیا ہے جیسے رُجحان کی نمائندگی کرتا ہوا نظر آتا ہے۔

مذکورہ مضمون میں مشتاق احمد وانی نے نشاطؔ کشتواڑی، شہ زورؔ کاشمیری، شوریدہؔ کاشمیری، میکشؔ کاشمیری، غلام رسول نازکیؔ، اکبر جے پوری، حامدیؔ کاشمیری، عابدؔ مناوری، حکیمؔ منظور، مظفر ایرجؔ، عرشؔ صہبائی، فاروق نازکیؔ، ودیارتن عاصیؔ، رفیق راز، خالد بشیر، ایاز رسول نازکیؔ، احمد شناسؔ، شفقؔ سوپوری، نذیر آزادؔ وغیرہ جیسے شعراء کے کلام پر مختصراً نظر دوڑائی ہے۔ موصوف مقالے کے آخر میں لکھتے ہیں:

> ''یہاں کے شاعروں اور شاعرات نے اپنے جمالیاتی ذوق اور تخلیقی وجدان کی بنیاد پر اپنی ایک الگ شناخت قائم کی ہے۔ اُنھوں نے شعری منظرنامے میں خاطر خواہ اضافہ کیا ہے..... اور بہت حد تک شعر، شاعری اور شعریات کے متقضیات کو پورا کرنے کی ہر ممکن کوشش کی ہے۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''تناظر و تفکّر'' (تحقیقی و تنقیدی مضامین) صفحہ:۵۳)

مشتاق احمد وانی کی پانچویں تحقیقی و تنقیدی مضامین پر مشتمل تصنیف ''تناظر و تفکّر'' کا چوتھا مضمون ''شبلی بحیثیت مکتوب نگار'' کے عنوان سے شامل ہے جو اس کتاب میں شامل ہونے سے پہلے ہی ''نگینہ'' سرینگر کشمیر کے جلد ا، شمارہ ۳، جون۔ مئی ۲۰۱۵ء میں صفحہ نمبر ۲۲۱ سے ۲۲۵ پر چھپ چکا ہے۔ اس مضمون میں مشتاق احمد وانی نے شبلی نعمانی کی مکتوب نگاری پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ مضمون میں جگہ جگہ پر

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

شبلی کے مکتوبات کے حوالے سے اُن کی مکتوب نگاری کی خصوصیات کو پیش کیا گیا ہے۔اس ضمن میں مشتاق احمد وانی ایک جگہ لکھتے ہیں:

> ''مولانا شبلی کے مکتوبات کا بنیادی وصف یہ ہے کہ وہ باتوں باتوں میں وہ سب کچھ یوں کہہ گئے ہیں کہ گویا واقعات سُنے سُنائے نہیں ہیں بلکہ آنکھوں دیکھے معلوم ہوتے ہیں۔اُن کی صاف، شستہ اور نہایت پاکیزہ تحریروں کی طرح اُن کے مکتوبات میں بھی یہ خوبی در آئی ہے۔یہ ایک ایسا اجتہادی جذبہ ہے جو اُن کی وسیع معلومات کا غماز ہے۔شبلی نے اپنے مکتوبات میں بھی عالمانہ سنجیدگی اور حکیمانہ شوخیوں کو ذہن میں رکھتے ہوئے ان دونوں باتوں کو سرمایۂ ادب خیال کیا ہے۔''
>
> (مشتاق احمد وانی۔''تناظر و تفکر''(تحقیقی و تنقیدی مضامین)صفحہ۔۵۵)

مذکورہ مضمون کے مطالعے سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ بہت سارے پیچیدہ مسائل، گھریلو زندگی، ادبی چہل پہل، ندوۃ العلما کی اُتھل پتھل، اپنے عشق کا اظہار، حالات و واقعات، تجربات و مشاہدات اور احساسات و جذبات کا ذکر شبلی نے نمایاں طور پر اپنے مکتوبات میں کیا ہے۔الغرض مکتوبات شبلی ملکی، قومی، مذہبی، علمی اور اصلاحی خیالات و مسائل کا گنجینہ ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ مکتوبات شبلی اردو ادب میں گنج گراں مایہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

خواجہ احمد عباس اُردو ادب کی ایک مایہ ناز شخصیت کا نام ہے جو بیک وقت فلم ساز، صحافی، پروڈیوسر، اسکرپٹ رائٹر، افسانہ نگار، ناول نگار، ڈراما نویس، اور رپورتاژ نگار بھی تھے۔ انھوں نے اپنی بیشتر تصانیف سے اردو ادب میں اپنی انفرادیت کے نقوش مرتب کئے ہیں۔اردو زبان کے علاوہ ہندی اور انگریزی میں بھی اُن کی متعدد تصانیف یادگار ہیں۔اس کے علاوہ انھوں نے فلمی دُنیا میں بھی

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

اپنے قلم کے جوہر دکھائے ہیں۔ ان کی ادبی اور فلمی دنیا کے بارے میں لکھا گیا مضمون بعنوان ''خواجہ احمد عباس: فلمی اور ادبی دُنیا کی ایک بڑی شخصیت'' مذکورہ تصنیف کا ایک اہم مضمون ہے۔ اس مضمون میں مشتاق احمد وانی نے خواجہ احمد عباس کی ادبی اور فلمی دُنیا میں اُن کی خدمات کا تفصیل سے جائزہ پیش کیا ہے۔ اُن کی افسانہ نگاری، ناول نگاری، رپورتاژ نگاری اور فلمی دنیا میں اُن کی خدمات کا مفصّل خاکہ اس مضمون میں پیش کیا گیا ہے۔ مشتاق احمد وانی اپنے مضمون کے آخر میں اس مایہ ناز شخصیت کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں:

> ''یہ بات طے شدہ ہے کہ اردو ادبی اور فلمی تاریخ میں خواجہ احمد عباس کا نام وکام زندہ جاوید کی حیثیت رکھتا ہے۔ وہ ایک ایسے عظیم فنکار تھے جنھوں نے ادب اور فلم کو ہم آہنگ کر کے اپنے ملک کی تہذیب وثقافت کو فلموں کے ذریعے پورے جہان میں متعارف کرایا۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''تناظر وتفکّر'' (تحقیقی وتنقیدی مضامین) صفحہ۔۷۴)

''مناظر عاشق ہرگانوی: حیران کُن ادبی شخصیت کی حیران کُن کہانیاں'' مشتاق احمد وانی کی تصنیف ''تناظر وتفکّر'' کا ایک اہم اور دلچسپ مضمون ہے جو اُردو ادب کے ساتھ جنون کی حد تک محبت رکھنے والے نابغۂ روزگار شخصیت کے حامل مناظر عاشق ہرگانوی کے پہلے افسانوی مجموعے ''بکھری اکائیاں'' کے تجزیئے پر منحصر ہے۔ اس مضمون میں ''بکھری اکائیاں'' میں شامل تیس (۳۰) مختصر کہانیوں کا جو تجزیہ پیش کیا گیا ہے اُس کے مطالعے سے مناظر عاشق ہرگانوی کے افسانوی فن پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ ''بکھری اکائیاں'' کے افسانوں کا تجزیہ کرنے کے بعد مشتاق احمد وانی نے لکھا ہے:

> ''مناظر عاشق ہرگانوی نے اپنی زیادہ تر کہانیوں میں فنی

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

لوازمات کو احسن طریقے پر برتا ہے.... مناظر عاشق ہرگانوی
کی کہانیاں پہیلی نما کہانیاں نہیں ہیں بلکہ زندگی رنگ کہانیاں
ہیں۔ انھوں نے کہانی کو کہانی ہی رہنے دیا ہے۔ کہانی کے
نام پہ فلسفہ بگھارنے سے احتراز برتا ہے۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''تناظر و تفکّر'' (تحقیقی و تنقیدی مضامین) صفحہ: ۸۸ تا ۸۹)

غلام نبی خیال ریاست جموں و کشمیر کی ایک ایسی علمی و ادبی شخصیت ہیں جنہیں اردو، انگریزی، فارسی اور کشمیری زبان پہ عبور حاصل ہے۔ اردو ادب میں ان کی حیثیت ایک محقق، نقاد، شاعر، صحافی اور مترجم کی ہے۔ ان کی اب تک لگ بھگ تیس (۳۰) سے زائد کتابیں شائع ہو کر منظر عام پر آ چکی ہیں جن میں انگریزی، فارسی، کشمیری اور اردو زبان میں اہم ترین موضوعات پہ لکھی گئی کتابیں قاری کو علم و ادب کی سیر کراتی ہیں۔ ''خیالِ قلم'' اسی زمرے کی ایک اہم کڑی ہے۔ اسی کتاب پر لکھا گیا مضمون ''خیال قلم'' غلام نبی خیال کی قلمی خوبصورتی'' کے عنوان سے ''تناظر و تفکّر'' میں شامل ایک اہم مضمون ہے جو اس کتاب میں شامل ہونے سے پہلے ہی روزنامہ ''کشمیر اعظمیٰ'' بروز اتوار ۳ جولائی ۲۰۱۶ء میں شائع ہو چکا ہے۔ اس میں مشتاق احمد وانی نے ''خیال قلم'' پر مختصراً لیکن مدلل طور پر روشنی ڈالی ہے اور کتاب کے تناظر میں غلام نبی خیال کی قلمی خوبصورتی کو بہت اچھی طرح سے پیش کیا ہے۔ ''خیالِ قلم'' کا نہایت گہرائی سے مطالعہ کرنے کے بعد موصوف اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

''۴۸۰ صفحات پہ مشتمل غلام نبی خیال کی کتاب ''خیال قلم''
کو لفظ لفظ پڑھنے کے دوران میں نے یہ محسوس کیا کہ
موصوف نہایت بے باک، حقیقت پسند، عالمانہ تفکر و
تدبر کے حامل اور دلائل و شواہد کے قائل ہیں جنھیں دوران

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar

Digitized By eGangotri

تحقیق وتنقید اس بات کی فکر دامن گیر رہتی ہے کہ رد وقبول
کے سلسلے میں معتبر حوالے پیش کیے جائیں تا کہ موضوع
اپنے پورے نفس مضمون کے ساتھ قاری پر منکشف ہو کے رہ
جائے۔''

(مشتاق احمد وانی۔''تناظر وتفکر''(تحقیقی وتنقیدی مضامین)صفحہ:۹۲)

''تناظر وتفکر'' کا ایک اور مضمون ''جموں میں اردو نظم کا سفر'' کے عنوان سے درج ہے جو پہلے ماہنامہ ''شیرازہ'' سرینگر، کشمیر کے (معاصر اُردو نظم نمبر) میں شائع ہوا ہے۔اس مضمون میں موصوف نے صوبہ جموں سے تعلق رکھنے والے نظم نگار شعراء کی منظوم کوششوں کو ترتیب کے ساتھ پیش کیا ہے۔مذکورہ مضمون میں ۱۹۴۷ء سے قبل کے شعراء کی تخلیقات اور اس کے بعد آنے والی نسل کی فنی خوبیوں کو بھی ملحوظِ نظر رکھا گیا ہے۔اس مضمون کے مطالعے سے یہ بات سامنے آجاتی ہے کہ کشمیر کے ساتھ ساتھ جموں سے تعلق رکھنے والے نظم نگار بڑے انہماک کے ساتھ اس صنف میں طبع آزمائی کرتے رہے ہیں، اور اپنی اپنی شاعرانہ حیثیت کے مطابق اپنے دور کے حالات وواقعات، احساسات وجذبات اور تجربات ومشاہدات کو نظم کی مختلف ہیئتوں میں پیش کرنے کی بہتر کوشش کی ہے۔مصنف نے کشن سمیل پوری، رسا جاودانی، غلام نبی گونی، محمد یاسین بیگ، عرش صہبائی، اوپی شاکر، پریمی رومانی، پرتپال سنگھ بیتاب، خالد کرار، فاروق مضطر، احمد شناس، تنویر بھدرواہی، ناز نظامی، نشاط کشتواڑی، عشاق کشتواڑی، اسیر کشتواڑی، آنند سروپ، نصرت آرا چودھری وغیرہ کے منظوم کلام کے حوالوں سے صوبہ جموں کے ادبی سرمائے پر مختصراً نظر دوڑائی ہے۔انھوں نے دلائل وشواہد اور حوالے وحواشی کی بنیاد پہ حقائق کی دریافت و بازیافت کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔

''تناظر وتفکر'' کا مضمون بعنوان ''رفیق شاہین بحیثیت مترجم'' ایک اہم

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

مضمون ہے جس میں مشتاق احمد وانی نے پہلے ترجمہ نگاری کے فن پر سرسری نظر ڈالی ہے۔اس کے بعد انہوں نے رفیق شاہین کی ترجمہ نگاری پر مختصراً روشنی ڈالتے ہوئے اُن کے فنی امتیازات کو پیش کیا ہے۔ رفیق شاہین چونکہ انگریزی ادب سے تعلق رکھتے ہیں لیکن اس کے باوجود وہ اردو زبان وادب سے بھی خاصا شغف رکھتے ہیں۔ انہوں نے بہت سے انگریزی افسانوں کا اردو زبان میں ترجمہ کیا ہوا ہے جو مطالعے سے تعلق رکھتے ہیں۔ مشتاق احمد وانی مذکورہ مضمون میں رفیق شاہین کی ترجمہ نگاری کے بارے میں کچھ اس طرح سے رقمطراز ہیں:

> ''رفیق شاہین نے ترجمہ نگاری کے فن، اُس کے مقتضیات اور خاص کر انگریزی لفظیات وتراکیب کو نہایت احتیاط سے اُردو میں منتقل کر کے نہ صرف انگریزی زبان سے گہری واقفیت کا ثبوت فراہم کیا ہے بلکہ اُردو زبان پر اُن کی دسترس کا بھی بخوبی پتا چلتا ہے۔''

(مشتاق احمد وانی۔''تناظر وتفکّر'' (تحقیقی وتنقیدی مضامین) صفحہ:۱۴۱)

مشتاق احمد وانی کی مذکورہ تصنیف ''تناظر وتفکّر'' میں شامل اگلا مضمون ''امین بنجارا بحیثیت مولّف'' کے عنوان سے درج ہے، جس میں ریاست جموں و کشمیر سے تعلق رکھنے والے ایک اہم افسانہ نگار، انشاپرداز، محقق ونقاد جناب امین بنجارا کی ادبی شان کو بحیثیت ایک مولف کی حیثیت سے پیش کر کے اُن کی تالیفات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔''نذرِ آزاد''، ''بالِ ہُما''، ''بالِ عنقا''، ''سلام و پیام''، ''رودادِ اقبال'' اور ''اندھیروں کا مسافر'' ایسی تالیف شدہ کتابیں ہیں جو امین بنجارا کی طرف سے گاہے بگاہے بڑی عرق ریزی اور ادبی ذوق وشوق سے تالیف کی گئی ہیں۔ان تمام کتابوں کی ادبی اہمیت مسلّم ہے۔ مشتاق احمد وانی نے مذکورہ مضمون میں ان تمام کتابوں کا جو تجزیہ پیش کیا ہے اُس کے مطالعہ سے یہ بات صاف طور پر ظاہر ہو جاتی

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

ہے کہ بحیثیت مولف امین بنجارا نے اپنی تمام ذمہ داریوں کو بحُسن وخوبی نبھانے میں پوری جانفشانی سے کام لیا ہے۔

ریاست جموں وکشمیر کے صوبۂ جموں سے تعلق رکھنے والے خالد حسین اس وقت اردو افسانہ نگاری میں اپنے ہُنر اور فنی کمالات کی وجہ سے ادبی حلقوں میں پوری طرح سے متعارف ہو چکے ہیں۔ وہ اگرچہ بنیادی طور پر پنجابی زبان کے افسانہ نگار ہیں لیکن اردو کے افسانوی میدان میں بھی انہوں نے قابلِ قدر افسانوں کے مجموعوں کی وجہ سے اپنی ایک منفرد شناخت قائم کی ہوئی ہے۔ آپ کے افسانوں کی کئی خصوصیات ہیں۔ اس سلسلے میں مشتاق احمد وانی نے آپ کے افسانوں کے تعلق سے جو مقالہ ''تناظر و تفکّر'' میں شامل کیا ہے وہ ''خالد حسین کی کہانیوں کے موضوعات اور زبان و بیان کا برتاؤ'' کے عنوان پر مبنی ہے۔ یہ مضمون اس سے پہلے ''لمحے لمحے'' (بدایوں یو پی) (خالد حسین نمبر) سلور جبلی، سال نومبر ۲۰۱۳ء کے شمارے میں شائع ہوا ہے۔ اس مضمون میں خالد حسین کے دو افسانوی مجموعوں ''اشتہاروں والی حویلی'' اور ''ستی سر کا سورج'' کے حوالے سے ان کے فن پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ سب سے پہلے مصنف نے ان کی کہانیوں میں پیش کردہ موضوعات پر قلم اٹھایا ہے جس کے مطالعہ سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ خالد حسین اپنی کہانیوں میں اُن موضوعات کو اُبھارتے ہیں جن کا اس سرزمین سے کوئی نہ کوئی تعلق رہا ہے خواہ وہ مذہبی ہو یا تہذیبی، معاشرتی ہو یا سیاسی وسماجی، کسی نہ کسی طرح سے ان کا تعلق اسی سرزمین سے ہے۔ اس کے علاوہ خالد حسین کی افسانوی زبان پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے جس سے یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ ان کے افسانوں کی زبان صاف، ستھری، رواں، شائستہ، شگفتہ اور بامحاورہ ہوتی ہے۔ کہیں کہیں ان کے ہاں علامتی اور استعاراتی زبان بھی دیکھنے کو ملتی ہے۔ تاہم زبان و بیان کے لحاظ سے بھی ان کے افسانے قابلِ تعریف ہیں۔ اپنے مضمون کو موصوف نے پروفیسر قدوس جاوید کی

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

خالد حسین کے بارے میں متوازن رائے پر ختم کیا ہے جو اس طرح ہے:

''اُردو میں خالد حسین واحد افسانہ نگار ہیں جو تواتر کے ساتھ اپنی زمین اپنے ستی سر سے جڑی سماجی، سیاسی اور ثقافتی سچائیوں کو منفرد زبان، موزوں بیانیہ، جیتے جاگتے کردار اور موضوعاتی، فنی اور جمالیاتی سروکاروں کے ساتھ اپنے افسانوں میں پیش کر رہے ہیں۔ خالد حسین کے افسانوں کے بیانیہ میں حکمت ہے اور اُسلوب میں جادو۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''تناظر و تفکّر'' (تحقیقی و تنقیدی مضامین) صفحہ:۱۷۹)

''اکیسویں صدی میں اردو نظم نگار خواتین'' کے عنوان سے ایک طویل مضمون ''تناظر و تفکّر'' میں شامل کیا گیا ہے۔ اس مضمون میں مشتاق احمد وانی نے موضوع کے مطابق اکیسویں صدی کی نمائندہ نظم نگار خواتین کو اُن کی نظموں کے حوالے سے متعارف کرایا ہے۔ مذکورہ مضمون کے مطالعے سے اس بات کا اندازہ ہو جاتا ہے کہ مردوں کے شانہ بہ شانہ عورتوں نے بھی اپنے قلم کے جوہر دکھائے ہیں۔ اور اُن کی نظمیں یہ ثابت کرتی ہے کہ وہ اب صنفِ نازک اور حیا کی چھوئی موئی نہیں رہی ہیں بلکہ وہ ایک نئے پیکر میں اُبھر کر سامنے آ گئی ہیں۔

''اردو افسانے کا ایک معتبر نقاد: پروفیسر صغیر افراہیم'' مشتاق احمد وانی کا ایک نہایت معلوماتی اور دلچسپ مضمون ہے۔ اس مضمون میں انہوں نے پروفیسر صغیر افراہیم کی ادبی کاوشوں کو پیش کرنے کی موثر کوشش کی ہے۔ مضمون میں صغیر افراہیم کی اُن کتابوں سے متعلق مثبت رائے قائم کی گئی ہے جن میں افسانوی ادب کی تنقید کے حوالے سے بات ہوئی ہے۔ اس مضمون کے مطالعے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ صغیر افراہیم کے یہاں مناسب تنقیدی شعور پایا جاتا ہے جس کی بنا پر وہ ادب پاروں کو مختلف پیمانوں کی کسوٹی پر پرکھتے اور رائے قائم کرتے ہیں۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

مشتاق احمد وانی ایک جگہ رقمطراز ہیں:

''اُن کے تنقیدی مضامین کے مطالعے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ بڑی محنت، لگن، ہمت وحوصلے کے مالک ہیں۔ زبان وادب کے اسرار ورموز سے بخوبی واقف ہیں۔ ایک معتبر نقاد ہونے کی حیثیت سے وہ تنقید کے افکار ونظریات سے پوری واقفیت رکھتے ہیں۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''تناظر وتفکّر'' (تحقیقی وتنقیدی مضامین) صفحہ۔۲۶۰)

مختصراً مذکورہ مضمون میں مشتاق احمد وانی نے اردو افسانے کے بلند پایہ فنکاروں کی تخلیقات کو صغیر افراہیم کی تنقیدی بصیرت کے تناظر میں پیش کیا ہے۔ جس کے مطالعے سے پروفیسر صغیر افراہیم کے پورے تنقیدی شعور سے واقفیت حاصل ہوجاتی ہے۔

محمد شاہد پٹھان شاعر اور تنقید نگار کی حیثیت سے ادبی حلقوں میں اچھی طرح متعارف ہوچکے ہیں۔ وہ جدید اردو تنقید نگاروں میں ایک اہم حیثیت رکھتے ہیں کیونکہ وہ ادبی تنقید سے گہری دلچسپی رکھتے ہیں۔ اُنہوں نے ''زرِ نقد''، ''تعبیر و تاویل''، ''تفہیم وتنقید'' اور ادب تہذیب وتنقید'' جیسی تنقیدی تصانیف اردو ادب کو تفویض کی ہیں۔ مشتاق احمد وانی نے ان کی پہلی تنقیدی تصنیف ''زرِ نقد'' پر مقالہ بعنوان ''محمد شاہد پٹھان کا ''زرِ نقد'' ایک زرّیں تصنیف'' لکھ کر اپنی تصنیف ''تناظر و تفکّر'' میں شامل کیا ہے۔ یہ مقالہ اس سے پہلے اسی عنوان سے ماہنامہ ''قرطاس'' ناگپور میں شائع ہوا ہے۔ اس مقالے میں موصوف محمد شاہد پٹھان کی اس تصنیف کے محاسن بیان کرتے ہوئے اسے ایک بہترین تصنیف قرار دیتے ہیں۔ 'زرِ نقد' میں شامل تمام مضامین اردو کے معتبر فنکاروں کی ادبی اور تنقیدی صلاحیتوں کا احاطہ کرتے ہیں۔ یہ تمام مضامین چست اور معلوماتی ہونے کے ساتھ ہی فنی اور فکری لحاظ سے توانا ہیں۔ اس بات کا علم مشتاق احمد وانی کے اس مقالے کے مطالعے سے

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

بخوبی ہوتا ہے۔ 'زرِنقد' کے سبھی مضامین کا تجزیہ کرنے کے بعد مشتاق احمد وانی نے لکھا ہے کہ:

> ''محمد شاہد پٹھان نے اپنے تنقیدی مضامین پہ مشتمل تصنیف ''زرنقد'' میں جتنے بھی مضامین شامل کیے ہیں وہ اہم اور سنجیدہ موضوعات سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ بات نہایت اطمینان بخش ہے کہ محمد شاہد پٹھان کے پاس عمدہ زبان وبیان اور پُر اثر اندازِ تحریر موجود ہے۔ وہ لفظ ومعنی کی حرمت کا پاس ولحاظ رکھتے ہوئے تخلیق سے تخلیق کار کی وابستگی کی تفہیم کے عمل کو دیانتدارانہ طور پر انجام دیتے ہیں۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''تناظر وتفکّر'' (تحقیقی وتنقیدی مضامین) صفحہ: ۲۷۵)

مشتاق احمد وانی کا ایک اور تحقیقی وتنقیدی نوعیت کا مضمون جو اُن کی فکری جہات اور متانت آمیز مطالعات کا مظہر ہے زیرِ نظر کتاب میں بعنوان ''احمد رشید: معاصر اردو افسانے کا ایک اہم نام'' شامل ہے۔ یہ مضمون ''تناظر وتفکّر'' میں شامل ہونے سے پہلے سہ ماہی ''حاشیہ'' اورنگ آباد، اکتوبر، دسمبر ۲۰۱۶ء کے جلد ۱، شمارہ ۱ میں شائع ہوا ہے۔ اس مضمون میں احمد رشید کے افسانوی مجموعے ''بائیں پہلو کی پسلی'' کے حوالے سے ان کی افسانوی کائنات کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہ مضمون احمد رشید کے فکر وفن اور دیگر فنی خصوصیات کو اُجاگر کرتا ہے۔ مشتاق احمد وانی اس مضمون میں احمد رشید کے افسانوں کے مطالعے کے بعد اپنے تاثرات کا اظہار یوں کرتے ہیں:

> ''احمد رشید کے بہت سے افسانوں میں اضطرابِ زندگی اور ماحول ومعاشرے کے کرب کا احساس ہوتا ہے۔ دراصل وہ داخلی رنج والم اور ظلم وزیادتیوں کو کہانی کے پیرائے میں

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

بیان کرنے کا ہنر جانتے ہیں۔''

(مشتاق احمد وانی ''تناظر و تفکّر'' (تحقیقی و تنقیدی مضامین) صفحہ۔۲۸۰)

''تناظر و تفکّر'' میں شامل مضمون بعنوان ''محمد خورشید اکرم سوزؔ کا مجموعۂ کلام ''سوزِ دل'' (روایت اور جدّت کا حسین امتزاج) خورشید اکرم سوز کی شاعری سے متعلق ایک جامع اور پُر مغز مضمون ہے۔ محمد خورشید اکرم سوز اردو شعر و ادب میں ایک منفرد اور معتبر شخصیت کے مالک ہیں۔ مذکورہ مضمون میں مشتاق احمد وانی نے پہلے خورشید اکرم سوزؔ کے شعری سفر کا مختصراً جائزہ پیش کر کے اُن کے مجموعہ کلام ''سوزِ دل'' کے سرورق کی خوبیوں کو پیش کر کے اپنے مقصد کی بات شروع کر کے شاعر مصوف کی شاعرانہ خوبیوں کا اجمالی جائزہ پیش کیا ہے۔ ''سوزِ دل'' کا پہلا حصہ منظومات پر مبنی ہے جن سے مشتاق احمد وانی متاثر نظر آتے ہیں۔ انہوں نے بیشتر نظموں کا جو تجزیہ پیش کیا ہے وہ قابلِ تعریف ہے۔ نظموں کے علاوہ 'سوزِ دل' میں چونسٹھ (۶۴) غزلیں اور دو (۲) قطعات بھی شامل ہیں۔ ان غزلوں میں احساسات و جذبات کی پاکیزگی، خیال کی بے باکی اور ترنم و نغمگی کے علاوہ موجودہ زندگی کے ذہنی، سیاسی و سماجی ہیجان اور انتشار جیسے عناصر اُبھر کر سامنے آتے ہیں۔ اس ضمن میں مشتاق احمد وانی نے درج ذیل اشعار پیش کر کے خورشید اکرم سوزؔ کے عزم و حوصلے کی بھرپور داد دی ہے:

اُڑ گئیں انسانیت کی دھجیاں، بس چپ رہو
راج ہے حیوانیت کا اب یہاں، بس چپ رہو
ظالموں کے ظلم کا کوئی بیاں ممکن نہیں
رُوح ہٹلر کی لرز جائے میاں بس چپ رہو
بس سیاسی چالبازوں کی نظر کرسی پہ ہے
اُن کے دل میں درد جنتا کا کہاں بس چپ رہو

.....

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

اس مقالے میں موصوف نے خورشید اکرم سوزؔ کی شاعری میں چھلکنے والے حسن و عشق کی بھی خامہ فرسائی کی ہے۔ علاوہ ازیں اُن کے کلام میں جو خصوصیات موصوف کو مجموعے کا بھرپور مطالعہ کرنے کے بعد نظر آئی ہیں اُن خصوصیات کو انہوں نے اس طرح اپنے منفرد اسلوب میں بیان کیا ہے کہ گویا سمندر کو کوزے میں بند کرنے کا ہُنر پیش کیا گیا ہو۔

دورِ حاضر کے ادبی اُفق پر نظر آنے والے ریاست جموں و کشمیر کے صوبہ کشمیر سے تعلق رکھنے والے شاعر و افسانہ نگار پرویز مانوسؔ کے افسانوی مجموعے ''مُٹھی بھر چھاؤں'' کے حوالے سے ''تناظر و تفکّر'' میں جو آخری مضمون شامل ہوا ہے وہ ''پرویز مانوس ''مُٹھی بھر چھاؤں'' کے حوالے سے'' کے عنوان سے درج ہے۔ اس افسانوی مجموعے پر مصنف تبصرہ کرتے ہوئے پرویز مانوسؔ کے افسانوں کی خصوصیات کو بخوبی پیش کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ یہ مجموعہ پرویز مانوس کے فنی اور فکری بصیرت کا پتا دیتا ہے۔ اس میں کل اُنیس (۱۹) افسانے شامل کئے گئے ہیں جن میں موصوف نے چند نمائندہ افسانوں کی خوبی پر قلم اُٹھا کر ان کی اہمیت و افادیت کو اُجاگر کیا ہے۔ 'درد کی دہلیز'، 'قدرت'، 'سفید خون'، 'برگشتگی'، 'فساد'، 'وہ ایک سجدہ' وغیرہ جیسے افسانوں کے متعلق مشتاق احمد وانی نے اپنے خیالات کا بہترین اظہار کیا ہے۔ وہ پرویز مانوس کے اس افسانوی مجموعے کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں:

> ''پرویز مانوسؔ کے تازہ افسانوی مجموعہ ''مُٹھی بھر چھاؤں'' میں شامل افسانے عصری معاشرے میں پیدا شدہ ناآسودگیوں، ناہمواریوں، ذہنی کوفتوں اور زندگی کے منفی رویّوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ تمام کہانیوں میں بیان اور بیانیہ کی آمیزش موجود ہے۔ زبان سیدھی سادی، عام فہم اور دلچسپ ہے۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''تناظر و تفکّر'' (تحقیقی و تنقیدی مضامین) صفحہ: ۳۰۲)

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

مجموعی طور پر مشتاق احمد وانی کی تصنیف ''تناظر وتفکّر'' کارہائے نمایاں کی حیثیت رکھتی ہے۔اس میں موصوف کی قابلیت، علمی بصیرت، تحقیقی کاوش، تنقیدی نگاہ، ادبی رجحان، زبان و بیان کے امیازی پہلو، خیالات کی پرواز، حتمی فیصلہ صادر کرنے کا مادہ، غیر جانبداری کا جذبہ، فنی و فکری اور دوسری خصوصیات واضح طور پر نظر آتی ہیں۔مشتاق احمد وانی نے ''تناظر وتفکّر'' کے سارے مضامین لکھتے وقت زبان و بیان اور سادگی و پرکاری کا خاص خیال رکھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ موصوف زبان کی سادگی اور اسلوب کی ندرت کی وجہ سے ادبی حلقوں میں خاصے نمایاں ہیں۔''تناظر وتفکّر'' نہ صرف مشتاق احمد وانی کے تحقیقی وتنقیدی مضامین کا خوبصورت مجموعہ ہے بلکہ بلا مبالغہ اس میں صحیح معنوں میں ایک حساس فنکار کا دل اردو کی بے لوث آبیاری کرنے کے لئے دھڑکتا ہوا نظر آتا ہے۔اس مناسبت سے یہ بات پورے یقین کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ مشتاق احمد وانی اردو کے ادبی منظر نامے میں پوری آب وتاب کے ساتھ سرگرم عمل ہیں۔

تحقیق اور تنقید کا ایک دوسرے کے ساتھ چولی دامن کا ساتھ ہے اور یہ دونوں ایک دوسرے کے لئے لازم وملزوم ہیں۔ادبیات میں جب تحقیق کی جاتی ہے تو تنقید کا سہارا لینا پڑتا ہے۔بغیر تنقید کا سہارا لئے ہوئے تحقیق ممکن ہی نہیں ہے۔ اس طرح یہ کہا جاسکتا ہے کہ تحقیق کی ابتداء تنقید ہی سے ہوتی ہے اور اس کے بعد تحقیق کا پہلو تنقید میں اُسی وقت پیدا ہوتا ہے جب محقق اپنے کلام کی اہمیت دوسروں کے ذہن نشین کرانے کے لئے تنقید کا سہارا لیتا ہے۔ان سب چیزوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے مشتاق احمد وانی نے اپنے بیشتر مقالوں میں تحقیق وتنقید کی روش کو ساتھ ساتھ استعمال کیا ہے۔ان کی تحقیقی وتنقیدی تصانیف کے زیادہ تر مضامین نہ تو صرف تحقیقی نوعیت کے ہیں اور نہ ہی تنقیدی، بلکہ تحقیق وتنقید ان کے یہاں شانہ بشانہ چلتی ہے۔ لیکن اتنا ضرور ہے کہ ان کے ذہنی میلان کے سبب تحقیقی عناصر واشارے غالب نظر آتے ہیں اور ان کے اکثر مضامین کی روشنی میں یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ وہ ایک نقاد

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

سے زیادہ ایک محقق کے فرائض انجام دیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان کے تنقیدی معاملات وافعال روشن نہیں ہیں۔ان کی تنقیدی بصیرت کا مستحکم رویہ بھی ہمیں اپنی طرف متوجہ کرتا ہے لیکن ان کا ذہنی میلان جیسا میں نے پہلے بھی لکھا ہے کہ تحقیق کی طرف زیادہ ملتفت نظر آتا ہے اور ایسا یوں بھی ہے کہ ان کو تلاش وجستجو کی مشکلات کا سامنا کرنے اور ان سے عہدہ برآ ہونے میں زیادہ آسودگی حاصل ہوتی ہے کیونکہ انہیں بہت اچھی طرح سے یہ معلوم ہے کہ تحقیق جو ہے وہ تنقید سے کہیں زیادہ مطالعہ ومحنت اور صبر آزما مرحلے کو سر کرنے کا نام ہے۔ مشتاق احمد وانی چونکہ بذاتِ خود تحقیق کی مطلوبہ صفات کا بخوبی ادراک رکھتے ہیں۔ چنانچہ بذاتِ خود انہوں نے ایک مضمون ''ادبی تحقیق میں بددیانتی'' میں لکھا ہے:

> ''تحقیق ایک وادیء پُر خار کی مانند ہے جس میں چلنا ہر کس و ناکس کا کام نہیں ہے اس لئے کہ تحقیق کرنے والے میں چند بنیادی اوصاف کا ہونا ضروری ہے۔پہلی صفت یہ کہ تحقیق کار سچ کو اپنا شعار بنالے.....دُوسری اہم صفت یہ کہ تحقیق کار کو تحقیق سے بے حد دلچسپی اور ذوق وشوق ہو۔ایک طرح کا ایسا ولولہ جو اُسے ہر وقت کام کرنے پر آمادہ کرتا رہے.....تحقیق کار میں تیسری صفت یہ ہونی چاہئے کہ اس کا تجربہ وسیع اور مطالعہ گہرا ہو۔دریائے ادب کا شناور ہو، اُس نے اپنے موضوع سے متعلق پہلے ہی سے کافی معلومات حاصل کرلی ہوں۔مجموعی طور پر تحقیق کار میں حق گوئی، بے تعصبی، بے غرضی، محنت ولگن، اخلاقی جرأت، غیر مقلّد مزاجی، ادبی علوم سے گہری دلچسپی اور واقفیت کا ہونا بہت ضروری ہے۔''

(مشتاق احمد وانی۔''آئینہ در آئینہ'' (تحقیقی وتنقیدی مضامین) صفحہ۔۱۴تا۱۵)

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

اوپر دیئے گئے اقتباس سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ مشتاق احمد وانی نے جن اوصاف کا ایک محقق میں پایا جانا ضروری بتایا ہے وہ خود ان سے پوری طرح بہرہ ور نظر آتے ہیں۔

مشتاق احمد وانی کی تمام تحقیقی وتنقیدی تصانیف کا گہرائی سے مطالعہ کرنے کے بعد یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ وہ ایک با مطالعہ، صاحبِ بصیرت اور غیر جانبدارانہ محقق ونقاد کی حیثیت رکھتے ہیں۔ نیز وہ ایک نکھرا ہوا تحقیقی وتنقیدی شعور بھی رکھتے ہیں۔ ان کا اسلوب نگارش ارتقائی منزلیں طے کرتا ہوا آگے بڑھتا ہے۔ ان کی تحریروں میں روانی اور شگفتگی کے ساتھ ساتھ بے ساختہ پن بھی موجود ہے۔ وہ اپنی تحقیق وتنقید میں بڑی بڑی اصطلاحوں سے ہمیں مرعوب کرنے کی کوشش نہیں کرتے اور نہ ہی ان کی تحقیق وتنقید لفاظی پسند ہے۔ وہ جملے باز نہیں ہیں بلکہ اپنی تحریروں کے ذریعے مختصر اور آسان جملوں میں اپنی بات قاری تک پہنچاتے ہیں اور یہی ان کی بڑی بات ہے۔

مشتاق احمد وانی کی تمام تحقیقی وتنقیدی تصانیف کے مطالعہ سے یہ بھی اندازہ ہوجاتا ہے کہ ان کی تخلیق، تحقیق اور تنقید کا خاص میدان اردو فکشن رہا ہے اور اردو فکشن کے تخلیق کار، محقق اور نقاد کی تمام صفات ان میں بدرجہ اُتم موجود ہیں۔ چنانچہ ڈاکٹر شہاب ظفر اعظمی اپنے مضمون ''مشتاق احمد وانی کی افسانہ نگاری'' میں ایک جگہ رقمطراز ہیں:

> ''مشتاق احمد وانی صاحب کو افسانہ نگاری اور افسانوں کی تفہیم و تنقید سے خاص دلچسپی رہی ہے۔ انہوں نے ''تقسیم کے بعد اُردو ناول میں تہذیبی بحران'' کے موضوع پر ایک کامیاب تحقیقی مقالہ (برائے پی ایچ ڈی) تحریر کیا، جو فکشن کی تنقید و تحقیق میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے علاوہ اُن کے مجموعۂ مضامین ''آئینہ در آئینہ''، ''اعتبار و معیار'' اور ''شعورِ

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

بصیرت'' میں کئی تحریریں ایسی ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ
موصوف کو فکشن کی تخلیق وتنقید سے خاص رغبت ہے۔''

(''مشتاق احمد وانی کی افسانہ نگاری'' از ڈاکٹر شہاب ظفر اعظمی، مشمولہ ''اندر کی باتیں'' (افسانے) صفحہ۔۱۰۵)

اسی طرح محمد شاہد پٹھان اپنے مضمون ''ڈاکٹر مشتاق احمد وانی: سنجیدہ، معتبر اور وسیع فکر ونظر کا ادیب'' میں اس بات کی تصدیق اس طرح کرتے ہیں:

''ڈاکٹر مشتاق احمد وانی صاحب کو اُردو کے افسانوی ادب اور اس کی تفہیم وتنقید سے خاص دلچسپی رہی ہے۔ انہوں نے ''تقسیم کے بعد اُردو ناول میں تہذیبی بحران'' (۲۰۰۲ء) کے موضوع پر کامیاب تحقیقی مقالہ (برائے پی ایچ ڈی) تحریر کیا ہے جو مطالعے سے تعلق رکھتا ہے۔ ناول کی مانند اُردو افسانہ کی تخلیق وتنقید سے بھی انہیں خاص رغبت ہے۔ گذشتہ سولہ سترہ برس سے جہاں وہ افسانے لکھتے آرہے ہیں وہیں بعض افسانہ نگاروں پر انہوں نے انتقادی مضامین بھی لکھے ہیں۔ وہ آزادی کے بعد کے افسانوی ادب اور اس کی تنقید کے اہم منہاج ومیلانات سے بخوبی واقف ہیں۔''

(''ڈاکٹر مشتاق احمد وانی: سنجیدہ، معتبر اور وسیع فکر ونظر کا ادیب'' از محمد شاہد پٹھان، مشمولہ ''میٹھا زہر'' (افسانے) صفحہ۔۳۸)

ڈاکٹر مشتاق احمد وانی نے اپنی تمام تحقیقی وتنقیدی تصانیف میں اعتدال و توازن کا خاص خیال رکھا ہے۔ انہوں نے فنکاروں پر لکھے گئے مضامین میں ہمدردانہ اور منصفانہ رویہ اپنایا ہے اور کسی حد تک معائب چینی سے گریز کیا ہے لیکن اس کے بدلے انہوں نے فنکاروں کی تخلیقات کے روشن پہلوؤں کو اپنی ترجیحات

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

میں رکھا ہے اور اعتدال و استدلال کی روش کو بھی بیشتر مقام پر اختیار کیا ہے۔ وہ فنکاروں کے تئیں ہمدردانہ اور منصفانہ رویہ اپناتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ سب سے اہم بات مشتاق احمد وانی کی تحقیق وتنقید میں یہ دیکھنے کو ملتی ہے کہ وہ تحقیق وتنقید کے عمل میں ہمیں کہیں بھی مغربیت سے مرعوب نظر نہیں آتے ہیں بلکہ ان کی تنقید آل احمد سرورؔ کی مقلّد نظر آتی ہے۔ چونکہ اس ضمن میں ڈاکٹر شباب للت نے اپنے مضمون ''نئی تنقید کی ایک معتبر کاوش'' میں بھی کچھ اس طرح لکھا ہے:

> ''کلیم الدین احمد کا ارشاد تھا کہ ''اُردو میں تنقید کا وجود اقلیدسؔ کا خیالی نقطہ یا معشوق کی موہوم کمر ہے۔'' اُن کا یہ تیزابی جُملہ سب کو ناگوار لگا تھا اور پروفیسر آل احمد سرورؔ نے اس حوالے سے طنزاً فرمایا تھا کہ ''تنقید گلستان میں کانٹوں کی تلاش نہیں ہے۔'' مشتاق احمد وانی کی تنقید آل احمد سرورؔ کی مقلّد ہے۔''

(سہ ماہی۔ ''جدید فکر وفن'' ہماچل پردیش، جلد ۲۶، شمارہ ۹۶، جولائی تا ستمبر ۲۰۱۳ء)

مشتاق احمد وانی کے پاس تحقیقی وتنقیدی شعور کی کمی نہیں ہے۔ اُن کے تحقیقی مضامین ہوں یا تنقیدی وہ اس کوشش میں رہتے ہیں کہ موضوع کے ساتھ انصاف ہو۔ قاری کو نہ صرف معلومات حاصل ہو بلکہ اُسے زبان وبیان کی نفاست کے ساتھ ساتھ ادبی لطافت بھی حاصل ہو۔ وہ تحقیق کو سچ کا کاروبار کہتے ہیں اور تنقید کو کسی ادب پارے یا فن پارے میں محاسن ومعائب تلاش کرنے کا ایک دیانتدارانہ عمل خیال کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے اپنے مطالعے اور مشق تحریر سے کبھی اور کسی بھی حال میں کنارہ کشی نہیں کی بلکہ پڑھنا، لکھنا، سوچنا اور پھر موثر اسلوب میں اپنے خیالات، افکار ونظریات اور تجربات ومشاہدات قارئین تک پہنچانا کارِ خیر سمجھتے ہیں۔

☆☆☆

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

نئی تنقیدی معنویت

''نئی تنقیدی معنویت'' ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کے تحقیقی وتنقیدی مضامین کا چھٹا مجموعہ ہے جو ۲۰۲۰ء میں ایجوکیشنل پبلشنگ ہاوس دہلی نے شائع کیا ہے۔۱۱۲ صفحات پر مشتمل یہ کتاب اپنے مشمولات کے لحاظ سے واقعی دعوت مطالعہ دیتی ہے۔اس میں جن عنوانات کے تحت مشتاق احمد وانی نے مضامین شامل کئے ہیں وہ اُن کی نئی فکر اور نئے اسلوب کا پتا دیتے ہیں۔مثلاً ''مقدر کیا ہے اور کیا نہیں ہے''۔''شہنشاہ ظرافت: مشتاق احمد یوسفی کی ابدی خاموشی''۔''فیس بُک آئی کتاب گئی (تماشوں میں مست ومگن آدمی ہے)''۔شریف احمد قریشی: بحیثیت محقق وشاعر''۔''اصغر ویلوری کی شعری استعداد''۔''شاہباز راجوروی کا ''اعراف'' گناہ وثواب کا اعتراف''۔''جموں وکشمیر میں اردو تحقیق''۔''تنویر بھدرواہی: شخصیت اور شاعری''۔''اردو میں تانیثی تنقید''۔''انجم عثمانی کی ایک کہانی'' وہ ایک بوڑھا کا تجزیہ''۔''اکیسویں صدی میں اردو کے مسائل''۔''ہمہ جہت شخصیت پر ایک اہم دستاویز'' اور ''چراغ دل کا جلاؤ بہت اندھیرا ہے''۔غرضیکہ کل تیرہ (۱۳) مضامین ہیں جو مشتاق احمد وانی کے ذاتی تجربے، مشاہدے اور اُن کے وسیع مطالعے کے غماز ہیں۔ان تیرہ (۱۳) تحقیقی وتنقیدی مضامین پر ڈاکٹر شریف احمد قریشی نے ایک جامع اور ذہن کشا مضمون لکھا ہے جس کا عنوان انھوں نے ''ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کا مجموعۂ مضامین ''نئی تنقیدی معنویت'' رکھا ہے۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

مشتاق احمد وانی نے چونکہ زندگی کی تلخیوں اور ذاتی حق تلفیوں کا زہر بہت زیادہ پیا ہے یہی وجہ ہے کہ وہ جس بھی موضوع پر قلم اُٹھاتے ہیں اُس کی گہرائی میں جا کر حقائق کو بڑے مُدلل انداز میں بیان کرتے ہیں۔ شریف احمد قریشی نے اُن کی کے بارے میں بالکل درست نظریہ قائم کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کے بیشتر مضامین مفید ترین مطالب اور اور کارآمد نکات پر مبنی ہیں۔ وہ اپنی افسانوی تخلیقات ہی کی طرح اپنے مضامین قلم بند کرتے وقت موقع و محل کی مناسبت سے فکر انگیز، توجہ طلب اور چونکانے والے نکات و جملے اس طرح صفحۂ نذرِ قرطاس کر دیتے ہیں کہ قارئینِ مشتاق غور و فکر کے لئے مجبور ہو جاتے ہیں۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''نئی تنقیدی معنویت'' صفحہ۔۹)

مضمون ''مقدّر کیا ہے اور کیا نہیں ہے'' مشتاق احمد وانی کا ایک ایسا مضمون ہے جو اپنے اندر گہری معنویت اور آفاقیت رکھتا ہے۔ اس مضمون میں انھوں نے بڑے واضح الفاظ میں یہ لکھا ہے کہ بُرے افعال کا تعلق مقدّر کے ساتھ جوڑنا سراسر حماقت ہے۔ اُنھوں نے اس بات پر زور دیا ہے کہ مقدّر کا تعلق نیک ارادے میں کامیابی یا ناکامیابی سے ہے۔ اس سلسلے میں انھوں نے چند اہم مثالیں بھی دی ہیں جو صداقت پر مبنی معلوم ہوتی ہیں۔

''نئی تنقیدی معنویت'' میں شامل دوسرا مضمون اردو کے ایک عظیم مزاح نگار مشتاق احمد یوسفی کی شخصیت، اُن کی ظرافت اور ابدی خاموشی سے تعلق رکھتا ہے۔ مشتاق احمد یوسفی ۲۰۱۸ء میں اس جہانِ فانی سے چل بسے۔ مصنف نے اُن کے بارے میں جو مضمون لکھا ہے وہ پُر اثر اور معلومات افزا ہے۔ بقول مشتاق احمد وانی:

''دراصل مشتاق احمد یوسفی مزاحیہ ادب میں یونہی مشہور نہیں

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

ہو گئے ہیں بلکہ اُن کے اُسلوب میں ایسا جادو ہے جو ہر کسی
کے سر چڑھ کر بولتا ہے۔انھیں زبان وبیان پر حاکمانہ
قدرت حاصل ہے۔مشتاق احمد یوسفی نے شہرت کے
بدلے معیار کو اہمیت دی ہے۔''

(مشتاق احمد وانی۔''نئی تنقیدی معنویت''صفحہ۔۲۱)

انٹرنیٹ کی دُنیا نے جہاں انسانی زندگی کے بہت سے مسائل ومشکلات کو آسان بنا دیا ہے تو وہیں بہت سی فطری نعمتوں سے انسان کو محروم کر دیا ہے بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ ایک طرح کی حیا سوز حرکتوں کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے تو بے جانہ ہوگا۔لیکن یہاں یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ اس میں انٹرنیٹ کا کوئی قصور نہیں بلکہ اس کا منفی استعمال کر کے انسان نے اپنے آپ کو تباہی کے دہانے پر پہنچا دیا ہے۔مشتاق احمد وانی چونکہ ایک حسّاس قلم کار ہیں اس لئے اُنھوں نے ''فیس بُک آئی کتاب گئی'' جیسا مضموں لکھ کر ہر عمر کے لوگوں کے ذہن ودل پر دستک دے دی ہے۔مذکورہ مضمون میں انھوں نے مشہور نغمہ نگار گلزار کی نظم جو کتابوں سے متعلق ہے درج کی ہے۔ایک جگہ وہ اکیسویں صدی میں انٹرنیٹ اور ٹکنالوجی کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار یوں کرتے ہیں:

''اکیسویں صدی سائنس اور ٹکنالوجی کی تیز رفتار ترقی کی صدی
ہے۔آئے دن عقل کو خیرہ کر دینے والی نئی نئی چیزوں نے آج
کے انسان کو حیرت میں ڈال دیا ہے۔سوشل میڈیا نے پوری
دُنیا کو ایک عالمی گاؤں میں بدل دیا ہے۔انٹرنیٹ اور موبائل
فون کی آمد سے جہاں عہد ماضی کے مقابلے میں کئی مشکلیں
آسان ہو گئی ہیں تو وہیں ایسے تشویشناک مسائل پیدا ہو چکے
ہیں جن کا کوئی معقول حل نظر نہیں آتا۔مثلاً موبائل فون کا

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

سب سے منفی استعمال نوجوان کر رہے ہیں جس کی وجہ سے
سماج میں جرائم کا گراف بڑھ گیا ہے۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''نئی تنقیدی معنویت'' صفحہ۔۲۷)

''شریف احمد قریشی: بحیثیت محقق ونقاد'' مشتاق احمد وانی کا ایک ایسا معلوماتی مضمون ہے جس میں انھوں نے شریف احمد قریشی جیسے کہنہ مشق شاعر وادیب کی محققانہ وشاعرانہ صلاحیتوں کی نشاندہی کی ہے۔اس مضمون میں بطور حوالہ مصنف نے شریف احمد قریشی کے بہت سے تحقیقی کارناموں کا ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ اُن کے ضرب المثل اشعار کو بھی پیش کیا ہے۔جن کے باعث اس مضمون کی وقعت اور بڑھ گئی ہے۔

زیر نظر کتاب کا پانچواں مضمون عصر حاضر کے ایک مشہور اور کہنہ مشق رُباعی گو شاعر اصغر ویلوری کی شعری استعداد سے تعلق رکھتا ہے جس میں مشتاق احمد وانی نے اصغر ویلوری کی بہت سی رُباعیات کو درج کیا ہے اور اُنھیں ہندوستان کا ایک بڑا رباعی گو شاعر ثابت کیا ہے۔

''اعراف'' شاہباز راجوروی (مرحوم) کا شعری مجموعہ ہے جس میں اُن کی غزلیں اور آزاد نظمیں شامل ہیں۔مشتاق احمد وانی نے اس مجموعے کو زیر بحث لایا ہے۔اُنھوں نے شاہباز راجوروی کو ایک کہنہ مشق شاعر قرار دینے کے ساتھ اس بات کا بھی اعتراف کیا ہے کہ شاعر موصوف نے حیات وکائنات کو اپنے مخصوص طرز فکر سے سمجھنے سمجھانے کا کام کیا ہے۔مشتاق احمد وانی کے پاس خوب صورت زبان وبیان ہے جس کی وجہ سے اُن کی ہر تحریر دلکش اور معنی خیز ہوتی ہے۔

''جموں وکشمیر میں اردو تحقیق'' ساتواں مضمون ہے جس میں مشتاق احمد وانی نے تحقیق جیسے صبر آزما اور مشکل کام کے بارے میں بہت سی مفید باتوں کا ذکر کرنے کے بعد جموں کشمیر میں تحقیق کی صورتحال پر اظہار خیال کیا ہے۔اُن کی نظر میں یہاں چند نام ایسے سامنے آتے ہیں جو واقعی تحقیق کا حق ادا کر رہے ہیں یا کر چکے ہیں۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

''تنویر بھدرواہی: شخصیت اور شاعری'' کے عنوان سے بھی ایک مضمون مشتاق احمد وانی نے ''نئی تنقیدی معنویت'' میں شامل کیا ہے۔ یہ مضمون جہاں تنویر بھدرواہی کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں کا احاطہ کرتا ہے تو وہیں فاضل مصنف نے تنویر کی شاعری میں صداقت اور لطافت کے نقوش تلاش کئے ہیں۔ مشتاق احمد وانی اس حوالے سے ایک جگہ رقم طراز ہیں:

> ''تنویر بھدرواہی نے اپنے کلام میں زندگی کی دائمی سچائیوں کو بیان کیا ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ اُنھوں نے دُنیا کی اُن عارضی چیزوں پر بھی اظہار خیال کیا ہے جنھیں آج کا انسان بہت زیادہ اہمیت دے رہا ہے۔ مانا کہ سائنسی ترقی نے انسان کو بہت ساری آسائشیں فراہم کی ہیں۔''
>
> (مشتاق احمد وانی۔ ''نئی تنقیدی معنویت'' صفحہ۔۸۰)

مشتاق احمد وانی اردو ادب میں نئے موضوعات کی تلاش میں رہتے ہیں۔ وہ روایتی موضوعات کو اہمیت نہیں دیتے بلکہ اُن کی یہ کوشش رہتی ہے کہ نئے نئے موضوعات پر لکھا جائے تا کہ ایک تو معلومات کی راہیں کھلیں دوسری بات یہ کہ نقل کے بجائے عقل سے کام لینے کی مشق ہو جائے۔ اسی نئے پن کے احساس نے اُن سے ''اردو میں تانیثی تنقید'' کے موضوع پر ایک بصیرت افروز مضمون لکھوایا ہے جو ''نئی تنقیدی معنویت'' میں شامل ہے۔ اب ادبیات عالم میں تانیثی ڈسکورس کو خاصی اہمیت حاصل ہے۔ مشتاق احمد وانی نے مذکورہ مضمون میں اپنے کثیر مطالعے اور گہرے مشاہدے کی بنیاد پر ایک عمدہ مضمون لکھا ہے جس میں انھوں نے اس بات کا انکشاف کیا ہے کہ خواتین بہت زیادہ حسّاس ہوتی ہیں۔ اُن کی نفسیات میں ایک ایسا جہاں آباد رہتا ہے جس کو وہی بہتر طور پر جانتی پہچانتی ہیں۔ تانیثی تنقید نے خواتین کے کئی گوشوں کو منور کیا ہے۔

انجم عثمانی ایک منجھے ہوئے کہانی کار تھے۔ اُن کی بہت سی کہانیاں سماجی

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

مسائل اور حالات کی ستم ظریفیوں کی عکاسی کرتی ہیں۔ ''وہ ایک بوڑھا'' اُن کی ایک ایسی کہانی ہے جس کو مشتاق احمد وانی نے موضوع بنایا ہے۔اس کہانی میں بوڑھے آدمی کی نفسیات اور اولاد کے تئیں اُس کی محبت کو بیان کیا گیا ہے۔

مضمون ''اکیسویں صدی میں اردو کے مسائل'' بھی ایک متاثر کن مضمون ہے جس میں مصنف نے ہندوستان بھر میں اردو اور اُردو والوں کی حالت زار کا ذکر کیا ہے۔انھوں نے اپنے اس مضمون میں کئی جگہوں پر اردو والوں کی گروہ بندیاں اور صاحب حیثیت اردو والوں کی اقربا پروری کو بھی نشانہ بنایا ہے۔وہ ایک جگہ رقمطراز ہیں:

> ''اردو کے مسائل میں ایک تشویشناک مسئلہ یہ بھی ہے کہ اردو والوں میں گروہ بندیاں ہیں اور میں وثوق سے یہ بات کہتا ہوں کہ اردو کو سب سے زیادہ نقصان گروہ بندیوں سے پہنچا ہے۔''

(مشتاق احمد وانی۔''نئی تنقیدی معنویت''صفحہ۔۱۰۱)

''ہمہ جہت شخصیت پر ایک اہم دستاویز'' ڈاکٹر محمد اطہر مسعود کی مرتّب کی ہوئی کتاب بعنوان ''ڈاکٹر وقار الحسن صدیقی (حیات اور ادبی کارنامے)'' پر مشتاق احمد وانی کا مبسوط تبصرہ ہے جس میں انھوں نے بہت سے روشن پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔

''نئی تنقیدی معنویت'' میں شامل آخری مضمون کا عنوان قاری کو چونکاتا ہے اور اُس کا مطالعہ کرنے پر آمادہ کرتا ہے۔اُس آخری مضمون کا عنوان ہے ''چراغ دل کا جلاؤ بہت اندھیرا ہے'' یہ مضمون مشتاق احمد وانی کی سماجی اصلاح کے احساس اور اعمال صالح انجام دینے کے سلسلے میں بہترین مضمون قرار دیا جا سکتا ہے۔

بہر حال مشتاق احمد وانی کی تمام تحقیقی و تنقیدی مضامین پر مشتمل تصانیف نئے آنے والوں کے لئے اور خصوصاً جموں و کشمیر کے اردو ادب کے حوالے سے ایک بیش قیمتی سرمایہ ہیں۔تحقیق و تنقید کے خوبصورت امتزاج کی حیثیت سے مشتاق احمد

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

وانی کو ایک منفرد پہچان حاصل ہوگئی ہے۔اصل میں تحقیقی وتنقیدی تصانیف نے ہی انہیں ایک ایسے مقام پر لا کھڑا کیا ہے جہاں نئی نسل کے نقاد اس وقت نظر آتے ہیں۔ ان کے ہاں ہمیں زبان کی پختگی خاص طور پر دیکھنے کو ملتی ہے۔انہوں نے علمی وادبی زبان کا خاص طور پر استعمال کیا ہے جو ان کی کامیابی کا راز ہے۔آخر میں یہ بات میں بلاخوف تردید کہنا چاہتا ہوں کہ اگر مشتاق احمد وانی اسی طرح لکھتے رہے تو وہ دن دُور نہیں جب ان کا شمار اردو ادب کے ممتاز محققین وناقدین میں ہوگا۔

☆☆☆

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

(باب چہارم)

مشتاق احمد وانی اور تعین قدر

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

ہندوستان کی دیگر ریاستوں کی طرح ریاست جموں وکشمیر کئی لحاظ سے اہمیت کی حامل رہی ہے۔ یہاں تہذیب وتمدن اور زندگی کے رہن سہن کا انوکھا ڈھنگ دیکھنے کو ملتا ہے۔ یہ ریاست اس لحاظ سے بھی منفرد ہے کہ یہاں کے لوگ مختلف قبائل، مذاہب اور زبانوں سے تعلق رکھنے کے باوجود اتحاد اور باہمی تعلقات کی عمدہ مثال پیش کرنے میں ہر عہد میں ممتاز رہے ہیں۔ یوں تو ہر ارضی خطہ کی مخصوص فکری، سماجی، سیاسی، معاشی، معاشرتی، ادبی اور تعلیمی عناصر وغیرہ ہوتے ہیں جن کی وجہ سے سماج کی تشکیل بہترین انداز سے ہوتی ہے۔ درج بالا عناصر میں سماجی اور ادبی عنصر کو غیر معمولی حیثیت حاصل ہے۔ یہی جز زندہ قوموں کے فروغ میں معاون و مددگار رہتا ہے۔ اس مناسبت سے جموں وکشمیر کا ادبی سرمایہ نہ صرف ماضی بعید وقریب میں اطمینان بخش نظر آتا ہے بلکہ موجودہ دور میں بھی اس کام میں کافی سرعت اور تیزی نظر آرہی ہے۔ اس دور میں جہاں اِس خوبصورت خطے کے اندر شعر وادب کی طرف خاصی توجہ دی جارہی ہے وہی دوسری جانب اردو ادب کے دامن میں افسانہ نگاری کی صنف کی طرف بھی خاص توجہ مرکوز ہے علاوہ اس کے یہاں تحقیق وتنقید کی طرف بھی خاص توجہ دی جارہی ہے۔ گویا ان اصناف کے بارے میں کہا جاسکتا ہے کہ یہاں ان کا وافر ذخیرہ موجود ہے اور تا حال ان اصناف میں کارہائے نمایاں انجام دینے میں کئی قلم کار حضرات پیش پیش نظر آرہے ہیں۔ ایسے

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

ہی قلم کار حضرات میں جموں سے تعلق رکھنے والے زیرک اور تخلیقی صلاحیتوں کے پیکر مشتاق احمد وانی کا نام کئی لحاظ سے معروف ہے۔ وہ بیک وقت بہترین افسانہ نگار، محقق اور نقاد کی حیثیت سے ادبی حلقوں میں متعارف ہو چکے ہیں۔ وہ ریاست جموں وکشمیر کے اکیسویں صدی کے پہلے اسکالر ہیں جنہیں اردو ادب میں پی ایچ ڈی کی ڈگری کے بعد ڈی لٹ جیسی گرانقدر وگراں مایہ سند سے نوازا گیا ہے۔ انہوں نے اپنی کارسازی کا جوہر دکھانے کے لئے تخلیق، تحقیق اور تنقید نگاری کا انتخاب کیا ہے اور ان تینوں اصناف کی سطح پر وہ ایک ایسی عظیم المرتبت شخصیت بن کر اُبھرے جن کا نام نامی آج آفتاب عالمتاب کی طرح اپنی درخشندگی وتابندگی کی جلوہ پاشیاں کرتا ہوا نظر آتا ہے۔

مشتاق احمد وانی ایک کثیر الاصناف، کثیر الموضوعات، کثیر الجہات اور کثیر الاشاعت قلمکار وفنکار ہیں۔ وہ نہ صرف ہندوستان بلکہ بیرونِ ہند کی اردو بستیوں میں بھی ایک دیدہ ور نقاد، محقق، مفکر اور منفرد کہانی کار کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔ جہاں وہ ایک حقیقت شناس محقق ہیں تو وہیں ایک صاحب الرائے نقاد اور ایک صاحبِ اسلوب افسانہ نگار بھی ہیں۔ ان کے ادبی کارنامے عالمگیر سطح پر ملکی وغیر ملکی رسائل وجرائد میں تواتر سے شائع ہوتے رہتے ہیں۔ ان کی عمر کا بڑا حصہ ادب کی معتبر ومعطر زلفوں کے سائے میں بیٹھ کر پرورش لوح وقلم کرنے میں گزرا ہے۔ انہوں نے زندگی کی حسین مسرتوں سے دانستہ کنارہ کش ہو کر ادب کو گلے لگایا اور اسے اپنا بنایا ہے۔ آج بھی ادب ہی اُن کا اوڑھنا بچھونا بنا ہوا ہے۔ اس دوران انہوں نے اپنی نادرالوجود اور گرانقدر کتابوں سے اردو ادب میں جو اضافہ کیا ہے اس کی بنیاد پر انہوں نے اردو ادب کی دنیا میں اپنے لئے ایک نمایاں مقام حاصل کیا ہے۔ جناب مجیب شہزر اُن کے بارے میں رقمطراز ہیں:

''جموں توی کی سہہ رُخی ادبی شخصیت یعنی مشتاق احمد وانی جو بیک

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

وقت نقاد، محقق اور افسانہ نگار کی حیثیت سے دنیائے ادب میں جانے مانے جاتے ہیں انہوں نے جس محنت شاقہ، مستعدی و تندہی، ذوق وشوق اور اٹوٹ لگن سے ادب کی خدمت انجام دی ہے وہ نہ صرف قابلِ قدر ہے بلکہ لائق تعریف بھی ہے کہ ان کی ادبی محویت و مصروفیت ثمر بار ثابت ہوئی ہے اور انہوں نے ادبی سرمائے میں بہت کچھ اضافہ کیا ہے۔''

(مجیب شہزر۔ ''قلم بر قلم''، صفحہ۔۱۹۴)

مشتاق احمد وانی حساس طبعیت اور ادبی ذوق کے مالک ہیں۔ ان کی ہنرمندی اور ادراکیت کا ثبوت یہ ہے کہ وہ بہت کم وقت میں بعض رسائل و جرائد کے توسط سے قارئین حضرات تک رسائی حاصل کرنے میں کامیاب و کامران ہو چکے ہیں۔ مشتاق احمد وانی کی ادبی زندگی کا آغاز افسانہ نگاری سے ہوا۔ وہ قابل قدر کارنامے انجام دے کر قارئین سے داد و تحسین حاصل کر چکے ہیں۔ وہ مُتین شخصیت کے مالک ہیں۔ ان کی شخصیت نہایت ہی پہلودار ہے۔ افسانہ نگاری کے میدان میں وہ امتیازی مقام کے حامل ہیں۔ اردو افسانے کی شاندار روایت کو آگے بڑھانے میں ان کی افسانہ نگاری کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ اردو افسانہ نگاری میں ان کے اب تک پانچ افسانوں کے مجموعے شائع ہو کر منظر عام پر آ چکے ہیں اور ایک زیر اشاعت ہے۔ ''ہزاروں غم'' کے عنوان سے ان کا پہلا افسانوی مجموعہ ۲۰۰۱ء میں جے کے آفسیٹ پریس دہلی سے شائع ہوا۔ اس کے بعد دوسرا افسانوی مجموعہ ''میٹھا زہر'' کے عنوان سے ۲۰۰۸ء میں ایجوکیشنل پبلشنگ ہاوس دہلی سے شائع ہو کر منظر عام پر آیا۔ اس کے بعد ان کا تیسرا افسانوں کا مجموعہ ''اندر کی باتیں'' ۲۰۱۵ء میں ایجوکیشنل پبلشنگ ہاوس دہلی سے ہی شائع ہو کر منظر عام پر آیا۔ ۲۰۱۹ء میں اُن کے دو افسانوی مجموعے زیور طباعت سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آئے۔ ایک ''قبر میں

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

زندہ آدمی'' اور دوسرا'' کیا حال ہے جاناں!'' مشتاق احمد وانی کے یہ پانچوں افسانوی مجموعے اردو کے ادبی حلقوں میں بہت مقبول ہوئے ہیں۔ وہ عصری اردو افسانے کے باب میں اپنی تخلیقی حسّیات وجہات کو اردو قارئین کے سامنے اپنے انداز میں پیش کرتے ہیں۔ اُنہوں نے اردو کے مؤقر ارباب نقد وبصیرت اور معتبر ادب شناس حضرات سے داد وتحسین حاصل کی ہے جن میں پروفیسر گوپی چند نارنگ، پروفیسر حامدی کاشمیری، پروفیسر وہاب اشرفی، پروفیسر عتیق اللہ، پروفیسر ظہور الدّین، پروفیسر علی احمد فاطمی، پروفیسر ابوالکلام قاسمی، پروفیسر اسلم جمشید پوری، پروفیسر ارتضیٰ کریم، پروفیسر قدوس جاوید، انیس امروہوی، ڈاکٹر خلیق انجم، پروفیسر مناظر عاشق ہرگانوی، پروفیسر بشیر احمد نحوی، پروفیسر قاضی عبیدالرحمٰن ہاشمی، ڈاکٹر الطاف انجم، حقانی القاسمی اور محمد شاہد پٹھان کے علاوہ اور بھی نام شامل ہیں جنہوں نے مشتاق احمد وانی کے فکر وفن کی افہام وتفہیم کی ہے۔ اردو ادب کے ان مشاہیر نے مشتاق احمد وانی کے فنی کمال، تخلیقی جولانیوں اور فکری جدتوں کا کھل کر اعتراف کر کے ان کے کامل واکمل صاحبِ فن ہونے پر مہر تصدیق ثبت کردی ہے۔ اس کے علاوہ ان کی افسانہ نگاری کے حوالے سے ''مشتاق احمد وانی: بحیثیت افسانہ نگار'' کے موضوع پر جموں یونیورسٹی اور حیدر آباد سینٹرل یونیورسٹی کے شعبۂ اردو سے ایم فل کے مقالے بھی لکھے جا چکے ہیں۔

مشتاق احمد وانی اگرچہ آج کل بابا غلام شاہ بادشاہ یونیورسٹی راجوری (جموں وکشمیر) کے شعبۂ اُردو میں بحیثیت اسسٹنٹ پروفیسر اپنے تعلیمی فرائض انجام دے رہے ہیں لیکن اس سے پہلے وہ اپنی زندگی کا بیشتر وقت مختلف اسکولوں میں بحیثیت ٹیچر وماسٹر گریڈ کام کرنے میں گزار چکے ہیں جہاں پہ رہ کر انہوں نے بہت سے اہم کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں کیونکہ وہ اردو ادب کے مشتاق ہیں اس کے ثبوت میں ان کے وہ افسانے اور تحقیقی وتنقیدی مضامین پیش کئے جاسکتے

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

ہیں جو ہندوستان و پاکستان کے مختلف ادبی اور نیم ادبی رسائل و جرائد میں شائع ہوتے رہتے ہیں یا پھر ان کی وہ کتابیں بھی ہیں جو نہ صرف شائع ہوئیں بلکہ ان کی اربابِ فکر ونظر نے ستائش بھی کی ہے اور ادبی حلقوں میں پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھی بھی گئیں۔ پروفیسر محمد زماں آزردہ لکھتے ہیں:

''ان کا دائرہ کار یونیورسٹی اور کالجوں کے غیر علمی مباحث سے کافی الگ تھلگ رہا ہے۔ اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ ان کی ادبی کاوشیں جو سامنے آئی ہیں۔ ان کی تخلیق، ترتیب اور تالیف میں ان کو کتنی مشکلیں پیش آئی ہوں گی۔ مجھے تو لگتا ہے کہ کتنے مآخذ ان کی کوششوں کے باوجود ان سے بہت دُور رہے ہوں گے مگر یہ کیا کم ہے کہ دُور دیہات میں بیٹھ کر اسکول کے ماحول میں کام کر کے اوسط درجے کے تعلیم یافتہ لوگوں کے رابطے میں رہنے کے باوجود انہوں نے اپنی ایک شناخت بنائی ہے۔''

(''اندر کی باتیں' ڈاکٹر مشتاق احمد وانی از پروفیسر محمد زماں آزردہ، مشمولہ، ''اندر کی باتیں'' (افسانوی مجموعہ) مشتاق احمد وانی، صفحہ۔ ۲۶ تا ۲۷)

مشتاق احمد وانی کے افسانوں کے بارے میں پروفیسر وہاب اشرفی لکھتے ہیں:

''ڈاکٹر مشتاق احمد وانی تخلیقی اعتبار سے زمانے اور اس کے خدوخال پر نظر رکھتے ہیں۔ کوشش کرتے ہیں کہ ان کا واضح بیانیہ اثرات بھی قائم کرے۔ آج بدلتے ہوئے افسانوی مزاج و منہاج نیز معیار میں ایسے افسانوں کو بعض لوگ پس پشت ڈال سکتے ہیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ آج بھی عام قاری کے لئے اس طرح کے افسانوں کی ضرورت ہے۔''

(''دولفظ'' از پروفیسر وہاب اشرفی، مشمولہ ''میٹھا زہر'' (افسانے) مشتاق احمد وانی، صفحہ۔ ۱۳)

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

مشتاق احمد وانی کو اردو کے افسانوی ادب اور اس کی تفہیم وتنقید سے خاص دلچسپی رہی ہے۔ انہوں نے اپنی پی ایچ ڈی کی ڈگری کے لئے ''تقسیم کے بعد اردو ناول میں تہذیبی بحران'' کے موضوع پر کامیاب تحقیقی مقالہ تحریر کیا ہے جو اردو ادب کے طالب علموں کے مطالعے کے لئے نہایت مُفید ہے۔ لیکن ناول کی مانند اردو افسانہ کی تخلیق اور تنقید سے انہیں خاص رغبت ہے اور گذشتہ تیس چالیس برسوں سے جہاں وہ افسانے لکھتے آرہے ہیں تو وہیں بعض افسانہ نگاروں پر انہوں نے تحقیقی و تنقیدی نوعیت کے مضامین بھی لکھے ہیں۔ وہ آزادی کے بعد کے افسانوی ادب اور اس کی تفہیم وتنقید کے اہم منہاج ومیلانات سے بخوبی واقفیت رکھتے ہیں۔ ان کے افسانوں کے موضوعات میں وسعت پائی جاتی ہے اور افسانوی ادب کی تفہیم وتعبیر کی کاوشوں میں دیانت اور معروضیت دیکھنے کو ملتی ہے۔

مشتاق احمد وانی کو موضوعاتی کہانیاں لکھنے میں خاص مہارت حاصل ہے۔ ان کے افسانوں میں تجربے، مشاہدے، حادثات اور واقعات کا بیان پورے کہانی پن کے ساتھ قائم رہتا ہے اور کہانی اپنے کرداروں کی زندگی کے اطراف ہی گھومتی رہتی ہے۔ ان کا اندازِ بیان خاصا بے باکانہ ہے مگر کہیں بھی ان کا قلم تہذیب کے دائرے سے باہر نہیں نکلتا جس سے یہ پتا چلتا ہے کہ ان کو اپنے قلم پر کتنا قابو رہتا ہے۔ وہ اپنی موضوعاتی کہانیوں کے ذریعے آج کے سماج کو ایک ایسا سچا آئینہ دکھانا چاہتے ہیں جس میں جو بھی جھانکتا ہے اُس کو اپنی اصل صورت نظر آتی ہے۔ ان کی کہانیوں کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ وہ تقریباً اپنی ہر کہانی میں سماج کی کسی نہ کسی دُکھتی ہوئی رگ پر نشتر چلاتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ محمد شاہد پٹھان اُن کے افسانوں میں موضوعات کی نشاندہی کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''ڈاکٹر وانی کے افسانوں کے موضوعات مختلف الجہات ہیں۔ ان کے افسانوں میں مذہبی، سماجی، سیاسی، نفسیاتی اور اقتصادی

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

ہر قسم کے مسائل حیات کا حقیقت پسندانہ بیان موجود ہے۔
انہوں نے ایک سماجی حقیقت نگار و تخلیق کار کے طور پر اپنے
نقطہ نظر سے زندگی کی تلخ حقیقتوں کو سمجھنے اور سمجھانے کی سعی
مشکور کی ہے۔''

(''ڈاکٹر مشتاق احمد وانی: سنجیدہ، معتبر اور وسیع فکر و نظر کا ادیب'' از محمد شاہد پٹھان،
مشمولہ ''میٹھا زہر'' (افسانوی مجموعہ) صفحہ۔۳۹)

اسی طرح دوسری جگہ ڈاکٹر ریاض احمد ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

''مشتاق احمد وانی کے افسانوں کے مطالعے سے یہ اندازہ ہوتا
ہے کہ انہیں اپنے وطن، کلچر اور وراثت سے گہرا لگاؤ ہے۔ سماجی
اور معاشی مسائل کو وہ بالخصوص اپنے افسانے میں پیش کرتے
ہیں۔ وانی کے افسانوں میں اخلاقی و مذہبی رنگ بھی دیکھے
جاسکتے ہیں۔ دراصل وہ معاشرے کی بے سمتی کو ایک صحیح سمت
میں لے جانے کے خواہاں ہیں۔''

(''میٹھا زہر۔ ایک عمومی جائزہ'' از ڈاکٹر ریاض احمد، مشمولہ ''میٹھا زہر'' صفحہ۔۴۸)

مشتاق احمد وانی اردو کے اُن چند اہم افسانہ نگاروں میں شمار کئے جاتے ہیں جنہوں نے انسان کی ذات کو دروں بینی اور بیروں بینی حیثیت سے دیکھا ہے۔ تصوف کی زبان میں اس عمل کو ظاہر و باطن کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔ ان کے افسانوں کی خصوصیت یہی ہے کہ وہ انسانی ضمیر کو جھنجھوڑنے والی تخلیقات کے ذریعے کڑوی اور تلخ حقیقتوں کو بھی نمایاں کر دیتے ہیں۔ ان کے طرزِ تحریر اور فکر کی بلندی سے بلاشبہ اردو کا ہر قاری متاثر ہوتا ہے۔ افسانے کو بیان کرنا اور اس کے توسط سے کہانی کو کشمکش سے ہم آہنگ کر کے انجام کی طرف لے جانا ان کے افسانوں کی بڑی خوبی ہے۔ وہ اپنی افسانہ نگاری سے سماجی ذمہ داری اور اخلاقی فریضہ انجام دینے کا

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

کام لیتے ہیں اور ایک سچے قلمکار کی طرح دنیا کی بیشتر حقیقتوں پر سے پردہ اُٹھانے کی کامیاب کوشش کرتے ہیں۔ پروفیسر قاضی عبیدالرحمٰن ہاشمی لکھتے ہیں:

''ڈاکٹر مشتاق احمد وانی ہمارے ان نوجوان ادیبوں میں ہیں جنہوں نے اپنی تخلیقی صلاحیت اور معیاری تحقیق و تنقید کی بدولت دنیائے ادب میں جموں و کشمیر کا نام روشن کیا ہے۔ وہ ایک تعمیری ذہن کے مالک اور مقصد آشنا تخلیق کار ہیں جو اپنے متعدد افسانوں کے ذریعہ یہ ثابت کر چکے ہیں کہ افسانہ نگاری نہ صرف ایک اہم سماجی ذمہ داری اور اخلاقی فریضہ ہے بلکہ یہ ہماری معاشرتی زندگی میں پھیلے ہوئے تمام تر شر و فساد، مکر و فریب، ظلم و ناانصافی اور جہل و تنگ نظری کے عفریت سے مسلسل برسرِ پیکار رہنے کا بھی ایک موثر وسیلہ ہے۔''

(''تخلیقی زبان اور دلکش بیانیہ کا افسانہ نگار: مشتاق احمد وانی'' از پروفیسر قاضی عبید الرحمٰن ہاشمی، مشمولہ ''اندر کی باتیں'' صفحہ۔۱۴)

پروفیسر مجید بیدار مشتاق احمد وانی کے بارے میں اس طرح سے رقمطراز ہیں:

''ہندوستان کی سرزمین سے اردو افسانے کی نمائندگی کرنے والے چند اہم تخلیق کاروں میں ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کا شمار ہوتا ہے جنہوں نے کشمیر کی سرزمین سے آواز بلند کرتے ہوئے شعور کے کرب ہی نہیں بلکہ ذات کے کرب کو بھی اپنے افسانوں کا وسیلہ بنایا۔ ڈاکٹر مشتاق احمد وانی ایک سچے قلم کار اور تخلیقی حسیت سے مالا مال ایسے افسانہ نگار ہیں جنہوں نے دنیا کی کڑوی حقیقتوں کی پیش کشی پر توجہ دی۔ وہ بیک وقت تخلیقی نثر کے قلم کار ہی نہیں بلکہ تحقیق و تنقید کے علمبردار بھی ہیں۔''

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

(''مشتاق احمد وانی: ایک سچے قلمکار اور تخلیقی حسیّت سے مالا مال افسانہ نگار'' از پروفیسر مجید بیدار، مشمولہ ''اندر کی باتیں'' صفحہ۔۱۵تا۱۶)

مشتاق احمد وانی کو چھوٹے چھوٹے واقعات سے کہانی کو تلاش کرنا اور کرداروں کو منضبط رویے کے توسط سے افسانے میں تخلیقی قوت کو نمایاں کرنا خوب آتا ہے کیونکہ ان کے مشاہدے کی قوت بہت تیز ہے۔ حساس دل کے مالک ہونے کی وجہ سے ان کی تحریریں حقائق سے مالا مال اور اظہار کی خوبیوں سے تعلق رکھتی ہیں۔ تخلیقی حسیت کا نادر نمونہ ان کی تحریروں کا وصف ہے۔ وہ ہمیشہ جدت اور ندرت کے متلاشی نظر آتے ہیں۔ ان کے افسانے فن اور موضوع کے لحاظ سے اہم ہیں۔ ان کے افسانوں کے پلاٹ سادہ ہیں، موضوعات عام اور روزمرہ کی زندگی سے اخذ کئے گئے ہیں۔ ان عام فہم موضوعات میں افسانویت پیدا کرنا اور انہیں فن پارے کا روپ دینا ایک ماہر فنکار کا ہی کام ہوتا ہے جس میں مشتاق احمد وانی کو بڑی مہارت حاصل ہے۔ ان کے منتخب کردہ موضوعات عام طور پر بہت کم نظر آتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان موضوعات کو لوگوں نے غیر ضروری سمجھا۔ مشتاق احمد وانی نے ان غیر ضروری موضوعات میں بھی ضرورت کی چیز ڈھونڈ نکالی ہے۔ وہ اپنے افسانوں میں سماج کی برائیاں دُور کرنے اور ایک بہتر معاشرے کی تشکیل کے خواہاں ہیں۔ وہ معاشرے میں انسان دوستی، اخوت، مساوات، اقدار کی پاسداری، قومی یکجہتی کو فروغ دینا چاہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے بیشتر افسانوں کے موضوعات کی بنیاد انہیں مقاصد پر منحصر ہے۔ پروفیسر شریف احمد قریشی ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

''ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کے تمام افسانے لایعنی، بے ربط، منتشر اور مبہم خیالات، علامات واستعارات سے پاک وصاف ہیں۔ اُن کی کہانیاں جامع اور مکمّل ہونے کے ساتھ عہدِ حاضر

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By Siddhanta eGangotri

کے حقائق و مسائل کی سچّی اور حقیقی تصاویر ہیں۔کہانی، موضوع، تکنیک، اسلوب اور زبان و بیان کی انفرادیت اور دیگر فنّی خصوصیات کے سبب ڈاکٹر مشتاق احمد وانی نہ صرف ایک کامیاب افسانہ نگار ہیں بلکہ اپنے ہم عصر افسانہ نگاروں سے ممتاز اور منفرد بھی نظر آتے ہیں۔''

(''ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کامیاب اور منفرد افسانہ نگار'' از پروفیسر شریف احمد قریشی، مشمولہ ''اندر کی باتیں'' صفحہ۔۳۶)

مشتاق احمد وانی کی کہانیوں میں طنز اور تلخیوں کی زیریں لہریں موجود ہیں مگر انہوں نے اپنی فطری معصومیت کا دامن نہیں چھوڑا ہے۔ان کی ہر کہانی میں وہ معصومیت دھیرے سے در آئی ہے۔ انہوں نے دہشت میں محبت، نفرت میں اخوت کی کہانیاں لکھی ہیں۔ ایک شورش زدہ شدت پسند ماحول نے بھی ان کے بنیادی حُلیے کو تبدیل نہیں کیا ہے بلکہ منفی ماحول سے بھی انہوں نے مثبت اثر قبول کیا ہے۔ان کو زبان و بیان پر کافی دسترس حاصل ہے۔ان کے افسانوں میں ایک صالح اور صحت مند ذہن پوری کلیت کے ساتھ متحرک اور فعال نظر آتا ہے۔اندازِ بیان کافی دلکش و دلچسپ اور فصاحت و بلاغت سے بھرپور ہے جو قاری کو زبان کی بھول بھلیوں میں نہیں بھٹکاتا بلکہ افسانے کے اختتام تک سیدھے سیدھے سفر کرواتا ہے۔ جناب حقانی القاسمی اس ضمن میں مشتاق احمد وانی کے بارے میں لکھتے ہیں:

''مشتاق احمد وانی کی کہانیاں زبان کی ژولیدگی، ابہام اور مہملیت سے پاک ہیں۔ وہ صاف ستھری اور ترسیلی زبان استعمال کرتے ہیں۔ نہ زبان نہ کردار اور نہ ہی پلاٹ میں جھول ہے۔ وہ سیدھے سادے بیانیہ پر یقین رکھتے ہیں۔ زبان کی لطافتوں اور نزاکتوں سے آگاہ ہیں۔اس لئے اُردو کے بنیادی

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

اُسلوب سے منحرف نہیں ہوتے۔ وہ فلسفیانہ مباحث اور ادق مسائل کو بھی بڑی فن کاری اور خوب صورتی سے اپنی کہانیوں کا جزو بناتے ہیں مگر کہیں بھی ان نظریات کا بوجھل پن ان کی زبان کی نزاکت ولطافت کو مجروح نہیں کرتا۔''

(''مشتاق احمد وانی ایک مشتاق کوزہ گر'' از حقانی القاسمی، مشمولہ ''اندر کی باتیں'' صفحہ۔۵۹)

مشتاق احمد وانی ہمیں مزاج کے نرم اور ملائم نظر آتے ہیں مگر ان کا قلم اتنا ہی بیباک اور غیر جانبدار ہوتا ہے۔ وہ قلم اُٹھاتے ہوئے کسی پاسداری کا خیال نہیں کرتے اور نہ ہی وہ اپنی تحریروں میں مبالغہ آمیزی سے کام لیتے ہیں بلکہ وہ بے دھڑک اور بے خوف ہو کر اپنے مافی الضمیر کو بیان کرتے ہیں۔ وہ سماج میں پھیلی ہوئی برائیوں سے چشم پوشی نہیں کرتے بلکہ سود وزیاں کی پرواہ کئے بنا انہیں بے نقاب کر دیتے ہیں۔ یہ سچائیاں تلخ اور تکلیف دہ سہی مگر حقیقت بہر حال حقیقت ہوتی ہے۔ انہوں نے روایتی موضوعات کو ہی اپنے فکر وفن کا محور نہیں بنایا ہے بلکہ ان کی طائرانہ نگاہیں حالات حاضرہ کے سلگتے مسائل میں محو جستجو رہتی ہیں۔ ان کے یہاں موضوع کا تنوع اور فکر کی بوقلمونی ملتی ہے۔ دیپک کنول ان کے بارے میں رقمطراز ہیں:

''وہ ایک ماہر جراح کی طرح اپنے قلم کے نشتر سے سماج میں پل رہے اُن پھوڑوں کو چیر ڈالتے ہیں جن میں فاسد مواد بھرا پڑا ہے۔ وہ ناصح بن کر ہمیں لیکچر نہیں دیتے بلکہ جو کچھ بھی کہنا ہوتا ہے وہ اپنی کہانی کے کردار سے بڑے سلیقے سے کہلواتے ہیں۔ ان کے افسانے بڑے سرل اور سلجھے ہوئے انداز میں اپنے افکار واحساسات اپنے قاری تک پہنچانے میں کامیاب رہتے ہیں۔ موضوع اور کشمکش کے اعتبار سے وہ سادگی و پرکاری، ایجاز و اختصار کے ذریعے اپنے افسانوں کی اثر

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

انگیزی میں اضافہ کرتے ہیں۔"

("مشتاق احمد وانی اوران کے افسانے" از دیپک کنول، مشمولہ "اندر کی باتیں" صفحہ۔۷۰)

مشتاق احمد وانی نے بحیثیت افسانہ نگار، محقق اور نقاد کے طور پر برصغیر ہند و پاک کے علاوہ اردو کی نئی بستیوں میں بھی اپنا لوہا منوایا ہے جو نہ صرف ان کے لئے بلکہ ریاست جموں و کشمیر کے لئے بھی باعثِ افتخار ہے کیونکہ وہ ایسے علاقے سے تعلق رکھتے ہیں جہاں زندگی کی بنیادی سہولیات میسر نہیں۔ بچپن کی یادوں کی خلش ان کے سینے میں آج بھی چھپی ہوئی نظر آتی ہے۔ ایسے پس منظر میں ان کی زندگی مسلسل کشمکش کی داستان معلوم ہوتی ہے۔ اس کے باوجود انہوں نے عزم و استقلال کے ساتھ تعلیم کی اعلیٰ سے اعلیٰ ڈگریاں حاصل کیں جن کے لئے انہیں کافی مطالعہ کرنا پڑا ہوگا۔ ان کے افسانوں میں ذاتی تجربات اور وسیع مطالعہ شیرۂ انگور کی مانند ٹپکتا رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے وہ ایک ایسے تہذیب یافتہ سماج کا تصور کرتے ہیں جس میں انسانیت، ہمدردی اور خوشحالی ہو۔ ان کا یہ رویہ ان کے قلم کی طاقت ہے۔ اسی لئے ڈاکٹر پرویز شہریار نے بھی لکھا ہے:

"مشتاق احمد وانی نہ صرف یہ کہ اردو ادب میں اپنی ایک الگ پہچان بنانے میں مصروف بہ عمل ہیں بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ مشتاق احمد وانی کشمیر کے معاصر افسانہ نگاروں میں اپنا منفرد مقام سرعت سے بنا رہے ہیں تو میرا خیال ہے کوئی مبالغہ نہ ہوگا۔"

("مشتاق احمد وانی کے افسانے تہذیبی بحران پر تازیانے" از ڈاکٹر پرویز شہریار، مشمولہ "اندر کی باتیں" (افسانے) صفحہ۔۸۵)

مشتاق احمد وانی کے افسانوں میں عام طور سے تہذیبی بحران پر تازیانے اور اخلاقی انحطاط کے خلاف صدائے احتجاج دیکھنے کو ملتی ہے۔ وہ فن پاروں کو اصلاحِ معاشرہ کا آلۂ کار سمجھتے ہیں اور اس کے ذریعے ماحول میں پنپنے والے ضرر رساں

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

جراثیموں کے انسداد کے لئے اپنی نوکِ قلم سے نشتر کا کام لیتے ہیں۔انہوں نے اپنے اصلاحی اور مقصدی افسانوں کے ذریعے معاشرتی اور تہذیبی بحران کا اخلاقی اور مذہبی نظریے سے سدباب کرنے اور اس کے تدارک کی کوششیں کی ہے۔وہ جہاں کہیں بھی اخلاقی ناہمواری دیکھتے ہیں تو ان کا قلم فوراً چل پڑتا ہے اور پھر سماج کے ایسے افراد کی تادیب وتہذیب کے لئے وہ ان کی سرِ عام سرزنش کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے بلکہ اصلاحِ معاشرہ کی خاطر ان کی بڑی سختی سے گرفت بھی کرتے ہیں۔

مشتاق احمد وانی کے افسانوں کا مطالعہ کرنے کے بعد ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ انہوں نے معاصر زندگی کا جو منظر نامہ دیکھا ہے اُسے ایک حقیقت پسند فن کار کی حیثیت سے اپنے افسانوں کے توسط سے معرضِ بیان میں لانے کی بڑی حد تک کامیاب کوشش کی ہے۔وہ ادب کا ایک افادی، اصلاحی اور اخلاقی نقطۂ نظر رکھتے ہیں۔ان کے افسانے سب سے پہلے اپنے وسیع کینوس کی وجہ سے متاثر کرتے ہیں بلکہ یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ موضوعاتی طور پر پُرانی قدروں کے ساتھ ساتھ نئی دنیا اور نئے آفاق سے بھی روشناس کراتے ہیں۔ چنانچہ اُن کے حیات افروز افکار و نظریات کا شعوری اظہار بیشتر افسانوں میں دیکھنے کو ملتا ہے۔

بحیثیت مجموعی مشتاق احمد وانی کے افسانوی موضوعات کی وسعت، اسلوب کی تازہ کاری اور مشاہدے کی گہرائی معاصر افسانہ نگاروں میں انہیں ایک نمایاں مقام عطا کرتی ہے۔ڈاکٹر شہاب ظفر اعظمی نے ان کے بارے میں کیا خوب لکھا ہے:

> ''ناقدین کے شور شرابے سے دُور ہو کر مشتاق احمد وانی خود اپنی صحبت سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور اپنی فکر، اپنے خیال کو کہانی کی بنیاد بناتے ہیں۔اُن کے بیانیہ سے آپ اختلاف کر سکتے ہیں، اُن کی کہانیوں کے تعلق سے آپ کی اپنی پسند ناپسند ہو سکتی ہے۔ان میں سے کوئی اچھی، کوئی بری اور کوئی بہت اچھی یا بری

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eSangotri

بھی ہوسکتی ہے۔لیکن جو ایک وصف ان کہانیوں میں مشترک
ہے وہ اپنی سوچ اور تجربہ پر انحصار اور اس کا شخصی اظہار ہے۔
ان میں سب کی اپنی پہچان اور اپنا چہرہ ہے جو مشتاق وانی کی
انفرادی شناخت پر اصرار کرتا ہے۔''

(''مشتاق احمد وانی کی افسانہ نگاری'' از ڈاکٹر شہاب ظفر اعظمی، مشمولہ ''اندر کی باتیں'' (افسانوی مجموعہ) صفحہ۔۱۰۸)

افسانہ نگاری کے ساتھ ساتھ مشتاق احمد وانی نے دیگر اصنافِ ادب میں بھی گہرے نقوش چھوڑے ہیں۔مشتاق احمد وانی جیسی کثیر الجہت شخصیت نے بہت سے تحقیقی وتنقیدی نوعیت کے مضامین بھی سپرد قلم کئے ہوئے ہیں جو موقر اخبارات اور رسائل و جرائد میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔تحقیق وتنقید کی دنیا وسیع مطالعہ اور بالغ النظری کا مطالبہ کرتی ہے۔مشتاق احمد وانی کے ہاں یہ دونوں خوبیاں بدرجۂ اتم موجود ہیں۔انہوں نے تحقیق وتنقید کے سرمائے میں خاصا اضافہ کیا ہے۔ان کی متعدد گراں مایہ نگارشات زیورِ طباعت سے آراستہ ہوکر قبولِ خاص و عام کی سند حاصل کر چکی ہیں۔پی ایچ ڈی کی ڈگری کے لئے قلم بند کیا گیا اُن کا تحقیقی مقالہ ''تقسیم کے بعد اُردو ناول میں تہذیبی بحران'' اور ڈی لٹ کی ڈگری کے لئے سپردِ قلم کیا گیا تحقیقی مقالہ ''اُردو ادب میں تانیثیت'' کی حیثیت نہ صرف دستاویزی ہے بلکہ تاریخ ساز بھی ہے۔اس کے علاوہ ان کے تحقیقی وتنقیدی مضامین کے مجموعوں ''آئینہ در آئینہ''، ''اعتبار و معیار'' اور ''شعورِ بصیرت'' کی بھی ادبی حلقوں میں خاطر خواہ پذیرائی ہوئی ہے اور ان تصانیف کو بھی پسندیدگی کی نگاہوں سے دیکھا گیا ہے۔
جناب پروفیسر قدوس جاوید ان کے بارے میں رقمطراز ہیں:

''معاصر اُردو ادب میں مشتاق احمد وانی ایک مانوس قلمکار کا نام
ہے۔تخلیق، تحقیق اور تنقید کو یکساں طور پر ایک معیار کے ساتھ

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

برتنا آسان نہیں۔ لیکن مشتاق وانی ایسا کر گزرتے ہیں۔ اس سے اُن کی ہمہ جہت ادبی شخصیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ تانیثیت کے حوالے سے اُن کی مفصّل تصنیف اُن کے وسیع و عمیق مبلغ علم کا تازہ ثبوت ہے۔ فکشن کی تنقید اُن کی تنقیدی سرگرمیوں کا نمایاں پہلو تو ہے ہی، لیکن ساتھ ہی ایک منفرد فکشن نگار کی حیثیت سے بھی مشتاق احمد وانی خصوصی توجہ کے مستحق ہیں۔''

(''مشتاق احمد وانی کا افسانہ 'اندر کی باتیں' (ایک آتش فشاں) از پروفیسر جاوید قدوس، مشمولہ ''اندر کی باتیں'' صفحہ۔۹)

ڈاکٹر پریمی رومانی ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

''ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کا نام ریاست جموں وکشمیر کے اہم قلمکاروں کی فہرست میں شامل کیا جاتا ہے۔ وہ نہ صرف افسانوں سے ہی اپنے دل کا درد کاغذ پر انڈیلتے ہیں بلکہ مختلف موضوعات پر مضامین بھی لکھے ہیں۔ تحقیق و تنقید سے بھی اُنہیں گہرا لگاؤ ہے۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''تقسیم کے بعد اردو ناول میں تہذیبی بحران'' صفحہ۔ سرورق)

مشتاق احمد وانی ایک ایسے ادیب ہیں جو ادب کو زندگی کا اسلوب تصور کرتے ہیں اور اس کے ہر شیون پر جان چھڑکنے کے ساتھ ساتھ اس سے بے انتہا عشق کرتے ہیں۔ وہ اردو کے اُن محققین و ناقدین میں سے ایک ہیں جو کسی بھی ادبی تخلیق، ادبی شخصیت یا کسی بھی ادبی موضوع پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے موضوع کا ہر پہلو سے جائزہ لیتے ہیں، غور و فکر کرتے ہیں، موازنہ اور تقابل سے کام لیتے ہیں اور پھر موضوع سے متعلق اپنے تحقیقی و تنقیدی خیالات کا اظہار کرتے ہیں۔ ان کی

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

محنت اور اردو ادب سے والہانہ محبت کے بارے میں پروفیسر گوپی چند نارنگ نے لکھا ہے:

''دُور افتادہ اُودھم پور میں بیٹھے ہوئے انہوں نے جتنی معلومات فراہم ہوسکتی تھیں اپنی سعی و جستجو سے فراہم کی ہیں۔ اُن کے جذبۂ شوق اور علمی لگن کی قدر کرنا چاہیے۔''

(''آئینہ در آئینہ: ایک تاثر'' از پروفیسر گوپی چند نارنگ، مشمولہ ''آئینہ در آئینہ'' (تحقیقی وتنقیدی مضامین) مشتاق احمد وانی، صفحہ۔۹)

مشتاق احمد وانی کی پہلی تحقیقی تصنیف ''تقسیم کے بعد اردو ناول میں تہذیبی بحران'' ۲۰۰۲ء میں ایجوکیشنل پبلشنگ ہاوس دہلی سے شائع ہوکر منظر عام پر آئی جس میں انہوں نے تقسیم کے بعد اردو ناول میں آئی تہذیبی تبدیلیوں کا بہت خوبصورتی سے نقشہ کھینچا ہے اور اس کے علاوہ انہوں نے اس مقالے میں گذشتہ پچاس برسوں میں ممتاز ترین فکشن کے کارناموں کو بحث کا موضوع بناتے ہوئے اُن کے فنی وفکری تجزیئے سے جو نتائج اخذ کئے ہیں وہ ہر حال میں ہمیں متاثر کرتے ہیں۔ مشتاق احمد وانی کے اس اہم تحقیقی مقالے کو نہ صرف ہندوستان، پاکستان اور بنگلہ دیش میں پذیرائی حاصل ہوئی بلکہ امریکہ، ناروے، جرمنی اور کنیڈا میں بھی اسے خاصی مقبولیت حاصل ہوئی ہے۔ ان کا یہ مقالہ عام تحقیقی مقالات کے برعکس اپنی سطح اور معنویت کے اعتبار سے یقیناً اہمیت کا حامل ہے۔ جناب افتخار امام صدیقی ان کے بارے میں رقمطراز ہیں:

''تقسیم کے بعد اردو ناول میں تہذیبی بحران'' کو اگر مرکز بناتے ہوئے مشتاق احمد وانی کے لاشعور کی تہوں میں اُترا جائے تو معلوم ہوگا کہ ایک مسلم ذہن اور اسلام شعار قلم کار نے اُردو کے اہم ناولوں کے تناظر میں تہذیبی بحران کا نہایت ہی عرق ریزی

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

اور باریک بینی سے مطالعہ کیا ہے۔اس منفرد موضوع کو مشتاق
نے روایتی تنقید کے بجائے نیا تنقیدی تناظر دیا ہے۔''

(مشتاق احمد وانی۔''اعتبار و معیار'' (تحقیقی و تنقیدی مضامین) صفحہ۔۷)

''اُردو ادب میں تانیثیت'' ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کا ایک ایسا تحقیقی کارنامہ ہے جو اُن کی دس سالہ محنت کا نتیجہ ہے۔اس مقالے پر انہیں روہیل کھنڈ یونیورسٹی بریلی (یوپی) نے ڈی لٹ کی گراں قدر ڈگری سے نوازا ہے۔اس طرح وہ ریاست جموں و کشمیر کے اکیسویں صدی کے پہلے اسکالر ہیں جنہیں اردو ادب میں ڈی لٹ ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔اس تصنیف میں مشتاق احمد وانی نے تانیثیت کی تحریک کے حوالے سے عالمی خواتین ادیباؤں کی تخلیقات کے تناظر میں اُن کا ادبی مقام و مرتبہ متعین کیا ہے۔سات سو اسی (۷۸۰) صفحات پر مشتمل یہ کتاب اردو ادب کی تاریخ میں اپنی نوعیت کی پہلی کتاب ہے جو اُن کے وسیع و عمیق مبلغ علم کا تازہ ثبوت ہے۔رفیق شاہین اس تصنیف کے بارے میں لکھتے ہیں:

''تحقیق و تنقید پر اُن کا سب سے افضل و اعلیٰ کارنامہ اگر کوئی ہے تو وہ نادر لوجود، جلیل القدر اور معرکتہ لآرا کارنامہ ''اردو ادب میں تانیثیت'' ہے۔یہی وہ گراں مایہ ناز، نادر منفرد اور بے عدیل و بے نظیر نیز تاریخ ساز طویل مقالہ ہے جس پر بریلی کی روہیل کھنڈ یونیورسٹی نے انہیں ۲۰۱۲ء میں ڈی لٹ جیسی رفیع الشان اور باتمکنت و باوقار نیز لائق فخر و مباہات سند تفویض فرما کر تحقیق کے میدان میں ان کی سروری اور بلند قامتی کو صمیم قلب سے تسلیم کیا ہے۔''

(ماہنامہ ''زرین شعاعیں'' بنگلور، جولائی ۲۰۱۴ء، صفحہ۔۵۳)

مشتاق احمد وانی نے تحقیقی مقالات ''تقسیم کے بعد اردو ناول میں تہذیبی

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

بحران'' اور ''اُردو ادب میں تانیثیت'' کے علاوہ بہت سارے تحقیقی وتنقیدی نوعیت کے مضامین سپردِ قلم کئے ہیں۔ تحقیقی وتنقیدی مضامین پر مشتمل اب تک اُن کی پانچ کتابیں شائع ہوکر منظر عام پر آچکی ہیں جنہیں ادبی حلقوں میں پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے۔ ان کے تحقیقی وتنقیدی مضامین کا مطالعہ کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انہیں نہ صرف عصری اردو ادب کے لسانی، فنی، نظریاتی اور جمالیاتی اقدار اور تقاضوں کی گہری واقفیت ہے بلکہ فن اور فنکار کا محاکمہ ومحاسبہ تمام تر ذاتی تعصّبات و ترجیحات سے بالاتر ہوکر کرنے پر یقین رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے تجزیے قابل اعتبار بھی ہوتے ہیں اور ان کا ایک قابل تعریف تنقیدی معیار بھی ہوتا ہے۔ جناب علی جاوید اُن کے بارے میں رقمطراز ہیں:

> ''ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کا نام اُن چند نئے ادیبوں کی فہرست میں شامل کیا جاسکتا ہے جن سے اردو والوں کو بڑی امیدیں ہیں اور کہا جاسکتا ہے کہ اردو کا کارواں آگے بڑھتے ہوئے نئے اور روشن امکانات کی طرف گامزن رہے گا۔''

(ڈاکٹر مشتاق احمد وانی: ایک معتبر محقق اور باصلاحیت تخلیق کار'' از علی جاوید، مشمولہ ''شعورِ بصیرت'' (تحقیقی وتنقیدی مضامین) صفحہ۔۵)

اسی طرح عطا عابدی نے ان کے بارے میں لکھا ہے:

> ''جہاں تک افسانے اور تحقیق وتنقید کا تعلق ہے، مشتاق احمد وانی اپنی مستحکم پہچان بنانے کی جانب تیزی سے گامزن ہیں۔ اُن کا متحرک اور سیمابی مزاج وذہن ان کو قدم قدم پر قلم وقرطاس کی رفاقت کے حقوق ادا کرنے کا حوصلہ عطا کرتا ہے۔''

(''ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کا ''شعورِ بصیرت'' از عطا عابدی، مشمولہ ''شعورِ بصیرت'' صفحہ۔۷)

مشتاق احمد وانی ایک بامطالعہ، صاحب بصیرت اور غیر جانبدارانہ محقق ونقاد اور

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

افسانہ نگار کی حیثیت رکھتے ہیں۔ نیز وہ ایک نکھرا ہوا تحقیقی وتنقیدی شعور بھی رکھتے ہیں۔ اُن کی تخلیق، تحقیق اور تنقید کا خاص میدان اردو فکشن رہا ہے اور اردو فکشن کے تخلیق کار، محقق ونقاد کی تمام صفات ان میں نظر آتی ہیں۔ محمد بشیر مالیر کوٹلوی اُن کے بارے میں لکھتے ہیں:

''مشتاق وانی صاحب تنقید میں اپنا مقام رکھتے ہیں۔ ان کی کتاب ''تقسیم کے بعد اُردو ناول میں تہذیبی بحران'' نے ان کو حقیقتاً ایک مقام تک لاکر کھڑا کیا ہے جہاں نئی نسل کے نقاد ہیں۔ ظاہر ہے تنقید پہ وہی شخص قلم اُٹھاتا ہے جو فن کے بارے میں مکمل معلومات رکھتا ہو۔ مشتاق صاحب کے یہاں زبان کی پختگی خاص طور پر دیکھنے کو ملتی ہے۔ آپ عوامی زبان میں ادب تخلیق کرتے ہیں۔ یہی آپ کی کامیابی کا راز ہے۔ آپ ایک ذہین نقاد اور باصلاحیت افسانہ نگار ہیں۔''

(محمد بشیر مالیر کاٹلوی۔ ''ہم قلم'' (تنقیدی مضامین) صفحہ۔۱۱۷)

بحیثیت مجموعی مشتاق احمد وانی کی تمام تصانیف کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان کی تصانیف نئے طالب علموں کے لئے اور خصوصاً جموں وکشمیر کے اردو ادب کے حوالے سے ایک بیش قیمتی سرمایہ ہے۔ تحقیق وتنقید کے خوبصورت امتزاج کی حیثیت سے انہیں ایک منفرد پہچان حاصل ہوگئی ہے۔ اصل میں ان کی تصانیف نے ہی انہیں ایک مقام تک لاکھڑا کیا ہے جہاں نئی نسل کے نقاد ہیں۔ جناب پروفیسر قدوس جاوید نے ان کے بارے میں صحیح لکھا ہے:

''مشتاق احمد وانی ایک بامطالعہ، صاحب بصیرت اور غیر جانبدار نقاد ہیں اور اگر وہ اسی طرح لکھتے رہے تو وہ دن دُور نہیں جب ان کا شمار اُردو کے ممتاز نئے ناقدین میں ہوگا۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''اعتبار ومعیار'' (تحقیقی وتنقیدی مضامین) صفحہ۔۲۶)

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

مشتاق احمد وانی ریاست جموں وکشمیر کے جانے پہچانے ادیبوں کی صف میں شامل ہیں۔ وہ نہ صرف اپنی ریاست میں بلکہ ملکی سطح کی ادبی کانفرنسوں میں بھی شرکت کرتے ہیں اور وہاں مقالات بھی پڑھتے ہیں جس کی وجہ سے انہوں نے اپنے لئے ایک الگ مقام بنالیا ہے اور اس کے ساتھ ہی ان کے قارئین کا حلقہ بھی وسیع سے وسیع تر ہوتا گیا ہے۔ مشتاق احمد وانی کا نام صرف ریاست جموں وکشمیر میں ہی نہیں بلکہ ریاست سے باہر بھی عزت واحترام سے لیا جاتا ہے۔ اس بات کا ثبوت یہ ہے کہ ان کی تخلیقات کو دہلی، پنجاب، حیدرآباد، یوپی اور ایم پی کی لائبریریوں نے خریدا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ان کی چند ایک تخلیقات کو پاکستان اور بنگلہ دیش کے علاوہ جرمنی، کنیڈا، امریکہ میں بھی پڑھا جاتا ہے۔ ان کا اسم گرامی جموں وکشمیر کے اُن ادیبوں میں شمار ہوتا ہے جنہوں نے ۱۹۹۰ء کے بعد اردو ادب کو اپنی بیش قیمت تخلیقات دے کر وسعت عطا کی ہے۔ اردو ادب کی تاریخ میں ان کی خدمات کو کبھی بھی فراموش نہیں کیا جاسکتا ہے۔

مشتاق احمد وانی نے تخلیق، تحقیق اور تنقید کے مختلف موضوعات پر جو کتابیں لکھی ہیں اُنہیں جموں وکشمیر، مہاراشٹر، پنجاب، اتر پردیش وغیرہ کی اکیڈمیوں نے انعامات واعزازات سے نوازا ہے۔ افسانہ کلب مالیر کوٹلہ (پنجاب) کی جانب سے انہیں ۲۰۱۰ء میں بہترین افسانہ نگار کا ایوارڈ، ۲۰۱۴ء میں ایک مومینٹو اور سند پیش کی گئی اور ۲۰۱۵ء میں بھی مومینٹو اور توصیفی سند پیش کی گئی۔ ۲۲ جون ۲۰۱۴ء کو مالیگاؤں (مہاراشٹر) میں مہاراشٹر اسٹیٹ اردو ساہتیہ اکیڈمی ممبئی کی جانب سے انہیں ''وقارِ ادب'' ایوارڈ سے سرفراز کیا گیا۔ ۲۰۱۴ء میں ان کو تحقیقی وتنقیدی کتاب ''اعتبار و معیار'' پر اتر پردیش اردو اکیڈمی لکھنو کی جانب سے پانچ ہزار (۵۰۰۰) روپے کا انعام ملا۔ دسمبر ۲۰۱۴ء کو انہیں عربی، فارسی اور اردو یونیورسٹی آف مدراس کی جانب سے ''کاوش بدری ایوارڈ'' سے سرفراز کیا گیا۔ ۲۰۱۶ء میں انہیں عالمی سطح کی تنظیم''

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

مُنشیہ بل وکاس لوک سیوا اکادمی'' کی جانب سے ''گلوبل اچیورایوارڈ'' سے نوازا گیا ہے۔ ۲۰۱۶ء میں ہی بہار اُردو اکیڈمی نے اُن کی کتاب ''شعورِ بصیرت'' پر دس ہزار (۱۰۰۰۰) روپے کا انعام دیا اور سب سے اہم بات یہ کہ ۲۰۱۶ء میں ہی ان کی تاریخ ساز کتاب ''اُردو ادب میں تانیثیت'' کو جھارکھنڈ یونیورسٹی کے نصاب میں شامل کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ فروری ۲۰۱۸ء میں اُنہیں ''آل مائٹی انٹرنیشنل سوسائٹی (رجسٹرڈ) مالیر کوٹلہ پنجاب نے ''کرشن چندر ایوارڈ'' سے نوازا ہے۔ ۱۵ دسمبر ۲۰۱۸ء کو بابا غلام شاہ بادشاہ یونیورسٹی راجوری (جموں وکشمیر) نے یوم تاسیس کے موقعے پر ممتاز محقق ایوارڈ سے انھیں نوازا، ایوارڈ میں دولاکھ روپے ریسرچ گرانٹ، مومینٹو اور سند شامل تھے۔ ستمبر ۲۰۱۹ء کو اُتر پردیش اُردو اکیڈمی نے ''ترسیل وتفہیم'' پر دس ہزار روپے کا انعام دیا ہے۔

ابھی وہ وقت نہیں آیا ہے کہ ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کو وہ مقام عطا کیا جائے جس کے وہ مستحق ہیں۔ مطلب یہ نہیں کہ انہوں نے جو کچھ آج تک لکھا ہے وہ قابلِ قدر نہیں ہے بلکہ ابھی ان کی سانسوں کا سفر باقی ہے اور وہ جواں اور حوصلہ مند مصنف ہیں۔ ان کے حوصلے بلند، خیالات مستحکم، ارادے جوان ہیں اور بہت کچھ کرنا باقی ہے۔ ایک طویل عرصے تک کچھ منافق اور شکم پرور لوگوں نے اُن کے کارناموں پر پردہ ڈالنے اور ان کو حقیقی مقام سے دُور رکھنے کی کوشش کی جبکہ حقیقت یہ ہے کہ عصرِ حاضر میں جو قلمکار پیش پیش ہیں اُن میں مشتاق احمد وانی بھی قابلِ قدر ہیں۔ انہوں نے اردو ادب کی قلمے، سخنے، درہمے گراں قدر خدمات انجام دیں ہیں۔ انہوں نے جو وسعت اور جامعیت اردو فکشن کو بالعموم اور تحقیق وتنقید کو بالخصوص دی وہ قابلِ ستائش ہے۔

اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ ریاست جموں وکشمیر میں مشتاق احمد وانی سے پہلے ہی پریم ناتھ پردیسی، پریم ناتھ در، قدرت اللہ شہاب، پریم ناتھ بزاز، نند لال طالب، برج پریمی، حامدی کاشمیری، علی محمد لون، پشکر ناتھ، اکبر حیدری کاشمیری

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

وغیرہ جیسے بلند پایہ قلمکاروں اور مصنفین نے اردو ادب کے میدان میں اپنے طور پر نمایاں کارنامے انجام دیے ہیں اور مختلف مسائل و موضوعات پر بے شمار کتابیں تصنیف کی ہیں۔ لیکن مشتاق احمد وانی اس حیثیت سے منفرد نظر آتے ہیں کہ انہوں نے ادب کے مختلف پہلوؤں کو دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ وہ اس اعتبار سے بھی منفرد نظر آتے ہیں کہ انہوں نے اپنی تخلیقی سرگرمیوں کو چند بلند بانگ دعوؤں، چند کتابوں کی تصنیف اور چند لیکچروں تک ہی محدود نہیں کر دیا بلکہ انہوں نے ان تمام چیزوں سے اوپر اٹھ کر افراد کی تربیت اور معاشرے کی کردار سازی پر اپنا سارا زور صرف کیا ہے۔

دورِ حاضر کا کوئی بھی انصاف پسند مورخ، محقق اور قلمکار مشتاق احمد وانی کی زندگی کے اس انقلابی پہلو کو نظر انداز کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ مشتاق احمد وانی نے اصلاحِ تعمیر کے راستے میں پیش قدمی کی اور اس راہ میں حائل مشکلات و پریشانیوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ یہی وجہ ہے کہ مشاہیر ادب کی نظر میں وہ بہت اہمیت رکھتے ہیں اور ان کی نظر میں وہ موجودہ دور کے ادیبوں کی صف اوّل میں اپنی جگہ سرعت سے بنا چکے ہیں۔ لیکن اس کے برعکس اگر دیکھا جائے تو موجودہ تاریخ ادب کے صفحات مشتاق احمد وانی کو ان کا صحیح مقام دینے میں پس و پیش کر رہے ہیں۔ پھر بھی کوئی بات نہیں کیونکہ مورخین، محققین، ناقدین وغیرہ کی ایک معتد بہ تعداد موجود ہے جو ان کے حیرت انگیز اصلاحی و تعمیری کارناموں سے واقف ہے۔ اُن کی ادبی خدمات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ اگر مشتاق احمد وانی کے قلم پر خدانخواستہ سکوت طاری ہو تب بھی ان کے ادبی مقام میں کوئی فرق نہیں پڑ سکتا ہے۔ وہ اس لئے کہ انہوں نے اردو ادب پر گہرے نقوش چھوڑ دیئے ہیں۔

مشتاق احمد وانی کو اردو ادب کی دنیا میں قدر کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔ ان کی تخلیقات پر جہاں اردو ادب کی موقر ادبی شخصیات نے ان کے فنی کمالات، تخلیقی جولانیوں اور فکری جدتوں کا کھل کر اعتراف کر کے ان کے کامل و

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

اکمل صاحب فن ہونے پر مہر تصدیق ثبت کردی ہے تو وہیں انہوں نے مشتاق احمد وانی کے نام بہت سے اہم خطوط بھی لکھے ہیں جن سے ان کی اردو ادب کی دنیا میں عظمت کا اعتراف ہوتا ہے۔ بحیثیت مجموعی مشتاق احمد وانی کو اردو ادب میں ایک اہم مقام و مرتبہ حاصل ہے۔ میرے خیال میں جب بھی اردو ادب کی سرگذشت کو دہرایا جائے گا تو مشتاق احمد وانی کے علمی و ادبی کارناموں کو قدر کی نگاہوں سے دیکھا جائے گا۔

☆☆☆

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

(باب پنجم)

مشتاق احمد وانی

غیر مطبوعہ تصانیف کے آئینے میں

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

مشتاق احمد وانی کی تخلیقی صلاحیت اور فنکارانہ مہارت کا ثبوت اُن کی کم و بیش ڈیڑھ درجن سے زائد کتابیں پیش کرتی ہیں جو مختلف اصناف اور ادبی موضوعات پر لکھی گئی ہیں۔ اُن کا قلم بہت تیز اور رواں ہے۔ وہ تھک کر بیٹھنے والے قلم کار نہیں ہیں بلکہ ایک ایسے دیدہ ور فنکار ہیں جو اپنے اطراف کا نہایت گہرائی سے مشاہدہ کرتے رہتے ہیں۔ وہ نہ صرف سوچنے اور سمجھنے والا ذہن رکھتے ہیں بلکہ کچھ کر گزرنے کی تگ و دو میں دن رات لگے رہتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ اُن کی کئی کتابیں شائع ہو کر منظر عام پر آچکی ہیں اور اس کے علاوہ ان کی چند غیر مطبوعہ تصانیف ایسی بھی ہیں جو ابھی تک اختتامی مراحل تک نہیں پہنچ پائی ہیں لیکن بہت جلد ۲۰۲۲ء ہی میں اُن کی یہ غیر مطبوعہ تصانیف زیور طباعت سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آنے کی توقع ہے۔ ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کی غیر مطبوعہ تصانیف میں خود نوشت سوانح عمری ''خارستان کا مسافر''، تحقیقی و تنقیدی نوعیت کے مضامین کے مجموعے ''تنقیدی فکر و فن''۔ ''زبان و بیان'' اور ''کہکشان خیال'' شامل ہیں۔ ان کے علاوہ افسانوں کا ایک مجموعہ ''آج میں کل تُو'' شامل ہے۔ مشتاق احمد وانی کی ان غیر مطبوعہ تصانیف کا مذکورہ باب میں جائزہ پیش ہوگا تا کہ اُن کے فکر و فن کو اچھی طرح نہ صرف سمجھا جائے بلکہ ادبی حلقوں تک اُن کی انفرادیت اور قدر و منزلت جا پہنچے۔

☆☆☆

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

تنقیدی فکروفن

''تنقیدی فکروفن'' مشتاق احمد وانی کے تیرہ مضامین کا مجموعہ ہے۔ جو اپنے عنوانات کے لحاظ سے روایتی موضوعات سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ ان عنوانات میں موضوعاتی تنوع موجود ہے۔ مذکورہ کتاب میں مضامین کی ترتیب اس طرح ہے۔ ''پروفیسر قدوس جاوید کا مضمون قابل داد وتحسین''۔ ''جموں کشمیر میں اردو تنقید''۔ ''نور شاہ: اردو افسانے کا نُور''۔ ''عبدالغنی شیخ لداخی: تجھ کو تیرے بعد زمانہ ڈھونڈے گا''۔ ''عرش صہبائی کی شاعری میں فکری جہات''۔ ''کرشن چندر کے افسانوں میں نسائی استحصال''۔ ''شیخ بشیر احمد کی کہانیوں میں کشمیر کا درد''۔ ''خورشید احمد بسمل: شاعرانہ مزاج میں صوفیانہ رنگت''۔ ''پرویز شہر یار: تخلیقی بیانیہ کا رمز شناس''۔ ''جموں وکشمیر میں معاصر اردو ناول''۔ ''مجیب شہزر: صداقت ولطافت کی نشاندہی کرنے والا شاعر''۔ ''صوبہ جموں میں اردو افسانہ'' اور ''فدا راجوروی کے ادبی سروکار'' اہمیت کے حامل ہیں۔ ان مضامین کے تناظر میں ڈاکٹر امام اعظم نے مشتاق احمد وانی کی تنقید میں خیر وکمال کا سرچشمہ پایا ہے۔ وہ مشتاق احمد وانی کی تنقیدی بصیرت کا ذکر کرتے ہوئے ایک جگہ یوں رقمطراز ہیں:

> ''مشتاق احمد وانی کی پیش نظر کتاب ''تنقیدی فکروفن'' میں جو مضامین شامل کئے گئے ہیں اُن میں صنفی اعتبار سے حقائق وواقعات اور افراد واشخاص کے ذہنی کارناموں کو بنیاد بنا کر

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

موضوعی آئینہ عطا کیا گیا ہے جن کے انعکاس سے فاضل نے شعور کی بصارت کو احاطۂ تحریر میان لانے کی کامیاب کوشش بھی کی ہے۔ انہوں نے جہاں ہم عصروں کو متحرک پایا ہے وہیں ماقبل کے مصنفوں کو روشنی میں لاکر حرکت و کثرت کا ثبوت پیش کیا ہے۔ مشتاق احمد وانی منطقی اصول کی حیثیت سے اپنی تنقیدی تحریروں میں ارتقائی منزل طے کر کے ظہور پذیر اثرات کے مرکبات تیار کرتے ہیں اور اسی میں اُن کی کامیابی پوشیدہ ہوتی ہے جو فن کار کی اصل صورت کے حسن و جمال اور خیر وکمال کا سرچشمہ بنتی ہے۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''تنقیدی فکر وفن'' غیر مطبوعہ۔ صفحہ۔۵)

''پروفیسر قدوس جاوید کا مضمون قابل داد تحسین'' میں مصنف نے ہندوستان کے کالجوں اور یونیورسٹیوں کے شعبہ ہائے اردو میں غیر شفافیت، مایوس کن اور ناانصافی پر مبنی طریقہء کار پر اپنی تشویش کا اظہار کیا ہے۔ ''جموں وکشمیر میں اردو تنقید'' میں فاضل مصنف نے اکیسویں صدی میں اردو تنقید کا جائزہ لیا ہے۔ مشتاق احمد وانی نے ۲۰۱۶ء تک شائع ہونے والی اہم تنقیدی کتابوں کے حوالے سے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ موصوف نے جموں وکشمیر سے تعلق رکھنے والے پانچ ناقدین پروفیسر حامدی کاشمیری، پروفیسر ظہورالدین، محمد یوسف ٹینگ، غلام نبی خیال اور پروفیسر قدوس جاوید کی تنقیدی نگارشات کو احاطۂ تحریر میں لاتے ہوئے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ ان ناقدین نے تنقیدی اصولوں کا خیال رکھتے ہوئے اپنی تنقیدی کاوشوں کو قارئین کے سامنے لایا ہے۔ اس مضمون میں مشتاق احمد وانی ایک جگہ جموں وکشمیر میں تنقید کی صورتحال کے بارے میں لکھتے ہیں:

''جہاں تک ریاست جموں وکشمیر میں اردو تنقید کی پیش رفت کا

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

تعلق ہے، اس حوالے سے یہاں پہلے کے مقابلے اردو تنقید کی
موجودہ صورت حال بہت حد تک غیر تسلی بخش ہے۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''تنقیدی فکر وفن'' غیر مطبوعہ۔ صفحہ۔۱۹)

''نُور شاہ: اردو افسانے کا نُور'' کشمیر کے کہنہ مشق اور ضعیف العمر افسانہ نگار کی افسانہ نگاری سے متعلق ہے جس میں مشتاق احمد وانی نے نُور شاہ کے چند اہم افسانوں کے حوالے سے یہ ثابت کیا ہے کہ نور شاہ نے رومانوی انداز میں سماج کی بہت سی تلخ حقیقتوں کی عکاسی کی ہے۔

لداخ کے ایک معروف و مشہور ادیب اور تاریخ نویس کہ جنھیں علمی و ادبی حلقوں میں عبدالغنی شیخ لداخی کے نام سے جانا جاتا ہے۔ مشتاق احمد وانی کا ایک مضمون ''عبدالغنی شیخ لداخی: تجھ کو تیرے بعد زمانہ ڈھونڈے گا'' ان کی غیر مطبوعہ تصنیف ''تنقیدی فکر وفن'' میں موجود ہے۔ اس مضمون میں انھوں نے عبدالغنی شیخ کی ادبی خدمات کا احاطہ کرتے ہوئے اُن کے افسانوی مجموعے ''دو ملک ایک کہانی'' میں شامل افسانوں کے حوالے سے بہت عمدہ اور حقیقت پر مبنی رائے قائم کی ہے۔

مضمون ''عرش صہبائی کی شاعری میں فکری جہات'' دیگر مضامین کی طرح کافی معلوماتی نوعیت کا مضمون ہے۔ مشتاق احمد وانی نے عرش صہبائی کی شاعری میں ایک بڑے شاعر کے امتیازات کی بھرپور نشاندہی کی ہے۔ انھوں نے شاعر موصوف کو ایک سیکولر شاعر قرار دیا ہے کہ جو فن شاعری کے تمام اسرار و رموز سے بخوبی واقف ہیں۔ اُن کے نزدیک آدمیت سے زیادہ انسانیت کی اہمیت ہے۔ بقول مشتاق احمد وانی:

''اُن کا قلمی نام (عرش صہبائی) پڑھنے یا سُننے کے فوراً بعد یہ
لگتا ہے کہ وہ مسلمان ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ نہ تو برائے

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

نام مسلمان ہیں اور نہ برائے نام ہندو، بلکہ وہ تو بس ایک اچھے انسان ہیں۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''تنقیدی فکر وفن'' غیر مطبوعہ، صفحہ۔۴۹)

کرشن چندر کی افسانوی کائنات کو سحر آفریں سمجھا جاتا ہے۔ مذکورہ کتاب میں شامل مضمون ''کرشن چندر کے افسانوں میں نسائی استحصال'' دراصل اس مضمون میں مشتاق احمد وانی نے کرشن چندر کے دو ناولوں ''چاندی کا گھاؤ'' اور ''ایک عورت ہزار دیوانے'' کے حوالے سے نسائی استحصال کی جھلکیاں پیش کی ہیں۔ اس اعتبار سے یہ مضمون ''کرشن چندر کے ناولوں میں نسائی استحصال'' کے عنوان سے شامل کتاب ہونا چاہیے تھا لیکن کمپوزنگ کی غلطی کی وجہ سے ناولوں کے بجائے افسانوں لکھا گیا ہے۔ بہر حال مشتاق احمد وانی کا تحقیقی وتنقیدی شعور یہاں بھی کارفرما نظر آتا ہے۔

''بشیر احمد بشیر کی کہانیوں میں کشمیر کا درد'' جہاں کشمیری کلچر اور وہاں کے فطری ماحول کو پیش کرتا ہے تو وہیں مشتاق احمد وانی نے بشیر احمد بشیر کی چند کہانیوں کے حوالے دے کر یہ ثابت کیا ہے کہ کشمیری عوام بہت حد تک ظلم واستحصال اور مایوسی کی زندگی گزار رہی ہے۔

مضمون ''خورشید احمد بسمل: شاعرانہ مزاج میں صوفیانہ رنگت'' کو پڑھنے کے بعد اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ مشتاق احمد وانی اگرچہ شاعری نہیں کرتے لیکن شعر فہمی اور شاعر شناسی میں خاصے مشتاق ہیں۔ اس مضمون میں جہاں انھوں نے خوشید احمد بسمل کی شاعری میں اُن کے صوفیانہ جذبات واحساسات کی نشاندہی کی ہے تو وہیں شاعری کے بارے میں بڑے پتے کی باتیں درج کی ہیں۔ وہ ایک جگہ لکھتے ہیں:

''شاعری، بال کی طرح باریک، نازک اور شاخ صنوبر کی طرح لچکدار ہوتی ہے۔ شاعری کو طبعیت کی موزونیت راس آتی ہے۔ غنائیت سے اس کا رشتہ بہت پُرانا ہے۔ شوق وذوق

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

اپنی جگہ لیکن بغیر کوشش پیہم یہ جوہر نہیں کھلتا۔ ہر فن سیکھنا پڑتا ہے اور پھر کہیں جا کر آدمی فنکار بنتا ہے۔ پاکیزہ جذبات واحساسات اور افکار ونظریات یا تجربات ومشاہدات جب آہنگ ونغمگی کی کسوٹی پر پورے اُترتے ہیں تو ایسی شاعری پڑھنے والوں کے دلوں میں جھنجھناہٹ سی پیدا کر دیتی ہے۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''تنقیدی فکر وفن'' غیر مطبوعہ، صفحہ۔۷۲)

پرویز شہر یار عصر حاضر کے ایک فعال افسانہ نگار ہونے کے ساتھ ساتھ ایک محنتی محقق ونقاد اور آزاد نظمیہ شاعر کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔ اُن کے افسانے اپنے موضوع اور اسلوب کے اعتبار سے ادبی حلقوں میں پسند کئے جاتے ہیں۔ مشتاق احمد وانی نے پرویز شہر یار کو تخلیقی رمز شناس قرار دیا ہے۔ ''پرویز شہر یار: تخلیقی بیانیہ کا رمز شناس'' مضمون میں انھوں نے بہت سے افسانوں کے حوالے دے کر شہر یار کی افسانہ نگاری میں عصری حالات کی موثر عکاسی دکھانے کی کامیاب کوشش کی ہے۔

''تنقیدی فکر وفن'' میں شامل مشتاق احمد وانی کا مضمون ''جموں وکشمیر میں معاصر اردو ناول'' ایک بہت ہی اہم مضمون ہے۔ جس میں مضمون نگار نے اردو ناول نگاری کی مختصر روایت کو بطورِ تمہید پیش کرتے ہوئے معاصر قلم کاروں کے ناولوں کا عمدہ تجزیہ کیا ہے۔ نور شاہ، آنند لہر، ترنم ریاض، دیپک کنول، کشمیری لال ذاکر، وحشی سعید، شبنم قیوم، ویدراہی، شفق سوپوری اور طالب کشمیری کے ناولوں کے حوالے سے بات کی گئی ہے۔

مشتاق احمد وانی کی غیر مطبوعہ تصنیف ''تنقیدی فکر وفن'' میں شامل گیارہواں مضمون ''مجیب شہزؔر: صداقت ولطافت کی نشاندہی کرنے والا شاعر'' کے عنوان سے مجیب شہزؔر کی شاعری سے متعلق ہے جس میں مشتاق احمد وانی نے مجیب

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

شہزؔر کی شاعری میں صداقت ولطافت کے نمونے تلاش کئے ہیں۔مصنف نے جن اشعار کا حوالہ دیا ہے وہ قاری کو واقعی لطف فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ قدرت کی سچائیوں کا اعتراف کرواتی ہیں۔

مضمون ''صوبہ جموں میں اردو افسانہ'' بھی بہت معلوماتی اور مصنف کے عالمانہ اسلوب پر دال ہے۔اس مضمون میں مشتاق احمد وانی نے صوبہ جموں میں افسانے کا آغاز وارتقا کا حال بیان کرتے ہوئے جہاں قدرت اللہ شہاب، ٹھاکر پونچھی، وید راہی، مالک رام، پروفیسر ظہورالدّین اور آنند لہر جیسے مرحومین افسانہ نگاروں کی افسانہ نگاری کو زیر بحث لایا ہے تو وہیں خالد حسین، اوم پرکاش شاکر، بلراج بخشی، جسونت منہاس، امین بنجارا، پرویز مانوس، خالد کرار، وزیر محمد، زنفر کھوکھر کے علاوہ اپنی افسانہ نگاری کا بھی تعارف کرایا ہے۔

مذکورہ غیر مطبوعہ کتاب کا آخری مضمون ''فدا راجوروی کے ادبی سروکار'' کے عنوان سے درج ہے۔اس مضمون کو بھی بڑی عرق ریزی کے ساتھ لکھا گیا ہے جس میں خطہ پیر پنچال کے ایک اہم قلم کار جناب عبدالرّشید فدؔا کی غزلیہ اور نظمیہ شاعری کے علاوہ اُن کی نثری خدمات کا جائزہ لیا گیا ہے۔یہ مضمون مصنف کے تنقیدی وتحقیقی شعور پر دلالت کرتا معلوم ہوتا ہے۔

☆☆☆

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

زبان و بیان

مشتاق احمد وانی کے تحقیقی وتنقیدی مضامین پر مشتمل مجموعہ ''زبان وبیان'' کے نام سے اشاعت کا منتظر ہے۔اس مجموعے میں بھی اُن کے تیرہ مضامین شامل ہیں جن کے عنوانات دلچسپ اور پُر تجسس ہیں۔مثلاً ''پروفیسر جاوید مسرت (سمندر سوچ، ریشمی دل، شبنمی آنکھیں)''۔''اسلم جمشید پوری کی ادبی بوقلمونی''۔''مشرقی پنجاب میں معاصر اردو افسانہ''۔''صادقہ نواب سحر: اردو ادب کی چاندنی''۔''مشاہیر ادب کے خطوط برج پریمی کے نام''۔''پریمی رومانی بحیثیت مترجم''۔''پرویز مانوس: سُلگتے معاشرے کا شاعر''۔''نیلوفر ناز نحوی کے افسانوں میں نسائی رنگ''۔''ایثار کشمیری کی ایک کہانی کا تجزیہ''۔''جموں وکشمیر میں اردو عدم تحفظ سے دوچار''۔''نسائی جذباتیت کے بکھرے رنگ''۔''صغیر افراہیم کی مختصر کہانیوں کا تجزیاتی مطالعہ''۔ اور ''جموں تا وشاکھا پٹنم'' (سفرنامہ) شامل ہیں۔ ان تمام مضامین کا مطالعہ کرنے کے بعد ڈاکٹر حسن رضا نے مشتاق احمد وانی کو محنت کش محقق اور مرنجان مرنج نقاد قرار دیا ہے۔وہ ایک جگہ لکھتے ہیں:

> ''من حیث المجموع ''زبان وبیان'' اپنے مشمولات کی رنگا رنگی، تحقیق کی جاں فشانی اور تنقید وتبصرہ کی استواریت کے لئے پذیرائی اور قدر دانی کا مستحق ہے۔ڈاکٹر مشتاق احمد وانی اب پختہ کار ناقد، ایماندار محقق اور غیر جانبدار مبصر بنتے نظر آرہے

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

ہیں ۔اُن کی اسلامی وضع داری اور طبعیت کی مرنجان مرنجی
اُنھیں بے لاگ ناقد ہونے پر آمادہ کر رہی ہے۔''

(مشتاق احمد وانی۔''زبان و بیان'' غیر مطبوعہ، صفحہ۔۱۰)

پہلے مضمون میں مشتاق احمد وانی نے پروفیسر جاوید مسرت کی شخصیت وصلاحیت، انتظامی مہارت اور تعلیمی لیاقت کا ذکر بلا مبالغہ پیش کیا ہے۔اس مضمون میں پروفیسر موصوف کی اُن قابل رشک خوبیوں کا ذکر کیا گیا ہے کہ جن خوبیوں کی بنا پر ایک تعلیمی ادارہ مثالی صورت اختیار کرتا ہے۔مشتاق احمد وانی کی نظر میں پروفیسر جاوید مسرت ایک جہاں دیدہ ،خوش مزاج ،ذہین اور نیک انسان ہیں کہ جن کی محنتوں اور کاوشوں سے بابا غلام شاہ بادشاہ یونیورسٹی راجوری علمی، ادبی اور سائنسی اعتبار سے نہ صرف ملکی بلکہ بین الاقوامی سطح پر اپنا مقام بنانے میں کامیاب ہوئی۔

''اسلم جمشید پوری کی ادبی بوقلمونی'' موضوعی اور تاثراتی تنقید کا بہتر نمونہ کہا جاسکتا ہے۔اس مضمون میں مشتاق احمد وانی نے اسلم جمشید پوری کی بسیار نویسی اور اُن کے علمی وادبی کارناموں کا احاطہ نہایت ترتیب و تنظیم کے ساتھ پیش کیا ہے۔ اُنھوں نے اسلم جمشید پوری کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار ایک جگہ ان الفاظ میں کیا ہے:

''اسلم جمشید پوری تقریباً تین دہائیوں سے اردو زبان وادب کی خدمات اپنی تخلیقی ،تنقیدی اور تحقیقی صورتوں میں انجام دیتے آرہے ہیں۔ابتدا تا حال جب میں اُن کے ادبی سفر پر نظر دوڑاتا ہوں تو مجھے موصوف کی ادبی سرگرمیوں پر حیرت ہونے کے ساتھ ساتھ خوشی اور اطمینان ہوتا ہے، حیرت اس بات پہ ہوتی ہے کہ اسلم جمشید پوری اپنی باون سالہ عمر تک اتنا زیادہ کیسے لکھ چکے ہیں؟ خوشی اور اطمینان کی بات یہ ہے کہ

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

انھوں نے جو کچھ بھی لکھا ہے وہ کثیر مطالعے، محنت شاقہ اور ذوق وشوق کے ساتھ لکھا ہے۔ اردو ادب میں اُن کی حیثیت ایک افسانہ نگار، افسانچہ نگار، محقق، نقاد، مترجم، مبصر، مولف، تدریسی نصاب کے مرتب ہونے کے علاوہ بچّوں کے ادیب کی بھی ہے۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''زبان وبیان'' غیر مطبوعہ، صفحہ۔۱۹)

مشتاق احمد وانی کی نظر نہ صرف اپنی ریاست میں لکھے جانے والے ادب پر ہے بلکہ وہ ملکی سطح کے اَدب پر بھی نظر رکھے ہوئے ہیں۔ ''مشرقی پنجاب میں معاصر اردو افسانہ'' اُن کا ایک ایسا مضمون ہے جس میں انھوں نے ملیر کوٹلہ (پنجاب) اور اس کے مضافاتی علاقوں کے افسانہ نگاروں کے افسانوں پر بہت عمدہ تجزیاتی نوعیت کا مضمون لکھا ہے۔ اس مضمون کے مطالعے سے اس بات کا پتا چلتا ہے کہ مشتاق احمد وانی کا تنقیدی شعور نہایت بالیدہ ہے۔

معاصر خواتین قلم کاروں میں صادقہ نواب سحر ایک اہم نام ہے جو مہاراشٹر کی رہنے والی ہیں۔ ادب میں اپنی تخلیقی صلاحیتوں اور سرگرمیوں کے باعث بہت مشہور ہیں۔ وہ شاعرہ بھی ہیں اور فکشن نگار بھی۔ مشتاق احمد وانی نے موصوفہ کو اردو ادب کی چاندنی قرار دیا ہے۔ انھوں نے اس مضمون میں صادقہ نواب سحر کے ادبی کاموں کا ایک مکمل جائزہ پیش کیا ہے۔ وہ ایک جگہ رقمطراز ہیں:

''صادقہ نواب سحر ۱۸، اپریل ۱۹۵۹ء کو بمقام گنٹور (آندھرا پردیش) میں پیدا ہوئیں۔ انھوں نے اردو میں ایم اے اور پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کرنے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ علم و ادب کے نئے آفاق معلوم کرنے کی چاہت میں ہندی اور انگریزی میں بھی ایم اے کی ڈگریاں حاصل کیں۔ اردو ادب

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

کی دُنیا میں وہ ایک ناول نگار، افسانہ نگار، شاعرہ، ڈراما نگار، تنقید نگار، مترجم اور بچّوں کی ادیبہ کی حیثیت سے معروف ہیں۔ حیرت اس بات کی ہے کہ موصوفہ نے ان ڈھیر ساری ادبی اصناف پہ اس طرح اپنا تخلیقی تسلط جمایا ہے کہ اردو ادبی حلقوں میں اُن کے ناولوں، افسانوں ڈراموں اور شاعری کو نہایت دلچسپی سے پڑھا جا رہا ہے۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''زبان و بیان'' غیر مطبوعہ، صفحہ۔ ۴۱ تا ۴۲)

برج پریمی جموں کشمیر کے اپنے وقت کے ایک ذہین محقق، نقاد اور افسانہ نگار تھے، اُن کے نام لکھے گئے مشاہیر ادب کے خطوط کو اُن کے صاحبزادے ڈاکٹر پریمی رومانی نے ترتیب دے کر شائع کروایا ہے۔ اس خطوط کے مجموعے کا تجزیہ مشتاق احمد وانی نے پیش کیا ہے جو ہر لحاظ سے مکمل معلوم ہوتا ہے اور برج پریمی کی ادبی شخصیت کو آشکار کرتا ہے۔

''زبان و بیان'' میں ایک مضمون پریمی رومانی کی ترجمہ نگاری سے تعلق رکھتا ہے۔ اس مضمون میں مشتاق احمد وانی نے اس بات کا انکشاف کیا ہے کہ ترجمہ نگاری آسان کام نہیں ہے اس کے لئے زبانوں کی مکمل واقفیت نہایت ضروری ہے۔ مثلاً وہ ایک جگہ لکھتے ہیں:

''ترجمہ ایک مشکل اور مستقل فن ہے جو محنت و ریاضت کا متقاضی ہے۔ ترجمہ ایک زبان کو دوسری زبان میں مُبدّل کر دینے کا نام نہیں بلکہ اس میں خیالات و احساسات کو اُسی ترتیب و تنظیم کے ساتھ منتقل کرنا پڑتا ہے کہ مصنف نے کس محاورے یا روزمرہ پر کہاں کس طرح کا زور صرف کیا ہے۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''زبان و بیان'' غیر مطبوعہ، صفحہ۔ ۵۹)

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

''پرویز مانوس: سُلگتے معاشرے کا شاعر'' ایک طویل مضمون ہے جس کی طوالت میں مصنف کی ادبی بصیرت اور فکری ارتکاز مضمر ہے۔ پرویز مانوس بنیادی طور پر پونچھ کے رہنے والے ایک ذہین اور بسیار نویس قلم کار کی حیثیت سے ادبی حلقوں میں جانے جاتے ہیں، لیکن اب وہ وادیٔ کشمیر میں رہتے ہیں جہاں سے وہ اردو زبان وادب کے علاوہ پہاڑی اور کشمیری ادب کی بھی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ اس مضمون میں مصنف نے پرویز مانوس کی بہت سی ایسی غزلوں اور نظموں کے اشعار درج کئے ہیں جو کشمیر کے بحرانی حالات اور کشمیری عوام کے دُکھ درد کی موثر ترجمانی کرتے ہیں۔

نیلوفر ناز نحوی کشمیر کی رہنے والی ایک ایسی قلم کار خاتون ہیں جو اگرچہ محکمۂ اعلیٰ تعلیم میں فارسی زبان وادب کی پروفیسر کے طور پر سبکدوش ہو چکی ہیں لیکن اردو زبان وتہذیب کی دلدادہ ہونے کی وجہ سے اردو میں افسانے لکھتی ہیں۔ شامل کتاب میں مشتاق احمد وانی کا مضمون ''نیلوفر ناز نحوی کے افسانوں میں نسائی رنگ'' ایک معیاری مضمون ہے، کیونکہ اس میں ڈاکٹر وانی نے عملی تنقید اور تجزیاتی تنقید کے نمونے پیش کئے ہیں۔

مضمون ''ایثار کشمیری کی ایک کہانی کا تجزیہ'' بھی تجزیاتی نوعیت کا مضمون ہے جس کے مطالعے سے یہ عیاں ہوتا ہے کہ مشتاق احمد وانی نہ صرف ایک بہترین افسانہ نگار کی حیثیت سے بہت مشہور ومقبول ہیں بلکہ وہ فکشن تنقید کے مقتضیات کو بھی بہتر طور پر پورا کرنے کا ہنر جانتے ہیں۔

اردو جموں وکشمیر کی سرکاری زبان ہے لیکن اسے وہ تمام حقوق حاصل نہیں ہیں کہ جن کی وہ مستحق ہے۔ اسی احساس کو مشتاق احمد وانی نے اپنے ایک مضمون ''جموں وکشمیر میں اردو عدم تحفظ سے دوچار'' میں جگہ دی ہے۔ اس مضمون میں وہ ایک جگہ اردو کے بارے میں جن خیالات کا اظہار کر چکے ہیں اُن پر دھیان

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

دینے کی ضرورت ہے۔ بقول ڈاکٹر مشتاق احمد وانی:

''یہ ایک تاریخی صداقت ہے کہ اردو نہ صرف ایک زبان ہے بلکہ ایک تہذیب کا نام بھی ہے۔ اس میں کچھ ایسی فطری کشش اور مٹھاس ہے جو ہر کسی کو اپنا گرویدہ بنا لیتی ہے۔ حیرت یہ ہے کہ جو لوگ اردو لکھنا، پڑھنا اور کسی حد تک بولنا نہیں جانتے وہ بھی اردو کو پسند کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اردو کی غزلیں اور گیت کل بھی عوام میں مقبول تھے، آج بھی ہیں اور کل بھی رہے گے۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''زبان و بیان'' غیر مطبوعہ، صفحہ۔۹۵)

بابا غلام شاہ بادشاہ یونیورسٹی راجوری کے صدر شعبۂ عربی ڈاکٹر شمس کمال انجم کی اہلیہ محترمہ ڈاکٹر عقیلہ کا افسانوی مجموعہ ''بکھرے رنگ'' پر مشتاق احمد وانی نے ایک بصیرت افروز مضمون لکھا ہے جس میں انھوں نے نسائیت اور نسائی جذباتیت کو بہتر طور پر پیش کیا ہے۔ اس تجزیاتی نوعیت کے مضمون کی خوبی یہ ہے کہ اس میں عملی تنقید کے نمونے اس بات کا ثبوت پیش کرتے ہیں کہ ڈاکٹر مشتاق احمد وانی بہت باریک بینی سے کسی فن پارے کا جائزہ لیتے ہیں۔

مضمون ''صغیر افراہیم کی مختصر کہانیوں کا تجزیاتی مطالعہ'' میں یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ فکشن کا مطالعہ اور اس کی تاریخ و تنقید پر مشتاق احمد وانی کی گہری نظر ہے۔ صغیر افراہیم کی حیثیت اگرچہ فکشن ناقد کی رہی ہے لیکن اُن کی بہت پہلے لکھی ہوئی چند کہانیوں کو مشتاق احمد وانی نے حاصل کر کے صغیر افراہیم کی ایک نئی ادبی جہت کو سامنے لانے کی کوشش کی ہے۔

''زبان و بیان'' میں مشتاق احمد وانی نے آخر پر اپنا ایک سفر نامہ بھی شامل کیا ہے جس کا عنوان ہے ''جموں تا وشاکھا پٹنم''۔ یہ علم افروز سفر نامہ ہے جس میں

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

ایک سیمینار کی روئداد پیش کی گئی ہے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ اس میں انشائیہ نگاری کا بھی لطف پنہاں ہے کیونکہ بات ہی بات میں جھانسی کی رانی، تان سین، تاج محل، شاہ جہاں وممتاز بیگم کے بارے میں لطیف اشارے پیش کئے گئے ہیں۔

☆☆☆

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

کہکشان خیال

ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کی غیر مطبوعہ تصنیف ''کہکشان خیال'' میں شامل ان کے تحقیقی وتنقیدی مضامین کی تعداد تیرہ ہے۔ پہلا مضمون ''جہان حمد ونعت'' ایمان والوں کے لئے بہترین سوغات'' کے عنوان سے شامل ہے۔ یہ مضمون دراصل ڈاکٹر جوہر قدوسی کے مرتب کردہ ''جہان حمد ونعت نمبر'' میں شامل نعتیہ شاعری اور نعت نگاروں سے متعلق ہے۔ اس میں مشتاق احمد وانی نے نہایت محنت وجانفشانی کے ساتھ ''جہان حمد ونعت'' کو ایمان والوں کے لئے ایک بہترین سوغات قرار دیا ہے۔ اس مضمون میں مصنف کا تحقیقی شعور اور زبان وبیان پر اُس کی دسترس کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ نمونے کے طور پر مذکورہ مضمون سے ماخوذ یہ اقتباس ملاحظہ کیجیے:

> ''حمد سے زیادہ نعت لکھنا مشکل ہے کیونکہ نعت میں معمولی سی لغزش یا غلو شاعر کو کہیں کا نہیں رکھتا یا اگر یوں کہا جائے کہ کلام میں آداب رسالت کی رعایت ملحوظ نہ رکھنا اور جذباتیت سے مغلوب ہونا دونوں باتوں سے احتراز برتنا ایک اچھے شاعر کا بنیادی فرض ہے تو بے جا نہ ہوگا۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''کہکشان خیال'' غیر مطبوعہ، صفحہ۔۱۰)

پروفیسر حامدی کاشمیری کی رحلت سے متعلق زیر نظر کتاب میں ایک مضمون درج ہے جس کا عنوان ہے ''آہ! پروفیسر حامدی کاشمیری'' اس مضمون میں پروفیسر

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

حامدی جیسے عالمی شہرت یافتہ ادیب وشاعر کے ساتھ مشتاق احمد وانی نے اپنی یادوں کو قلمبند کیا ہے۔اس مضمون کی خوبی یہ ہے کہ بہت سی سبق آموز باتیں اس میں در آئی ہیں۔مشتاق احمد وانی نہ صرف اپنے تخلیقی،تنقیدی اور تحقیقی عمل میں سنجیدگی اور شرافت کے ساتھ نظر آتے ہیں بلکہ وہ اپنی عملی زندگی میں بھی ایک حق پرست،رحم دل،انسانیت دوست اور فکر واحساس کے ساتھ اپنی صبح کو شام کرتے نظر آتے ہیں۔حامدی کاشمیری کی وفات پر اُن کا مضمون قاری کے دل ودماغ میں ایک طرح کی جھنجھناہٹ سی پیدا کرتا ہے۔انھوں نے حامدی کاشمیری کو اپنا معنوی استاد کہا ہے اور اُن کی متعدد تصنیفات کا مطالعہ کیا ہے۔وہ اُن کی زندگی اور ادب سے مستفید ہوئے ہیں چنانچہ مشتاق احمد وانی ایک جگہ رقمطراز ہیں:

> ''پروفیسر حامدی کاشمیری میرے معنوی استاد تھے۔ماضی کے دریچوں سے جب جھانکتا ہوں تو اُن سے جڑی کئی یادیں میرے سمند تخیل پر تازیانہ لگانے لگتی ہیں۔میں نے کالج اور اسکول کے زمانے میں ہی اُن کی غزلیں،مضامین اور کہانیاں پڑھنا شروع کی تھیں۔میرے ذوق مطالعہ اور شوق تحریر نے مجھے اُن کی کتابیں خرید کر پڑھنے پر آمادہ کیا ہے۔''

(مشتاق احمد وانی۔''کہکشان خیال''غیر مطبوعہ،صفحہ۔۲۱)

''کہکشان خیال''میں ایک مضمون اردو فکشن کے ایک بلند پایہ ادیب کرشن چندر پر ہے جس کا سرنامہ ہے''کرشن چندر:مظاہر فطرت اور نا آسودہ ذہنوں کا عکاس''اس مضمون میں مشتاق احمد وانی نے تحقیقی اُصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے کرشن چندر کے اُن افسانوں کو زیر بحث لایا ہے جن میں مظاہر فطرت کی عکاسی کے ساتھ ساتھ سماج کے پسماندہ لوگوں کے دُکھ درد کی موثر ترجمانی کی ہے۔اس مضمون کا اختصاص یہ ہے کہ اس میں عالمانہ انداز میں کرشن چندر کے نمائندہ افسانوں کے

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

حوالے سے بہت معلوماتی باتوں کا انکشاف کیا گیا ہے۔

مشتاق احمد وانی ادب میں نئے موضوعات کے انتخاب پر زیادہ زور دیتے ہیں، روایتی موضوعات پر خامہ فرسائی کرنا وہ کارِ عبث خیال کرتے ہیں۔ کہکشان خیال'' میں اُن کی دیگر تنقیدی و تحقیقی کتابوں کی طرح نئے موضوعات پر اُن کے مضامین اس بات کا ٹھوس ثبوت ہیں کہ وہ بہت سوچ سمجھ کر کسی موضوع کا انتخاب کرتے ہیں۔ ''اردو افسانوں میں جمہوری اقدار'' بھی ایک ایسا موضوع ہے جس پر مشتاق احمد وانی نے بہت عمدہ مضمون لکھا ہے۔ انھوں نے اس مضمون میں مختلف افسانہ نگاروں کے افسانوں میں جمہوری اقدار کا پتا لگایا ہے اور اس نتیجے پر پہنچے ہیں:

> ''بہر حال حاصل مطالعہ و مشاہدہ یہ کہ خالق کائنات نے زمین و آسمان کا نظام قائم کر کے امن و سلامتی کے ماحول کو پسند فرمایا ہے۔ جمہوریا قدار کی ترقی اور اُن کی بقا کے لئے یہ لازمی ہے کہ علاقائی، ریاستی اور ملکی سطح پہ اُن قدروں کو زندہ رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے جو خوشگوار ماحول، امن و سلامتی اور ترقی کی ضامن ہیں۔ اردو افسانہ نگاروں نے اپنے افسانوں میں اُن اقدار کی عظمت اور ضرورت پر بھرپور زور صرف کیا ہے جو تعلیم، تہذیب اور انسانیت کا دوسرا نام کہی جا سکتی ہیں۔''
>
> (مشتاق احمد وانی۔ ''کہکشان خیال'' غیر مطبوعہ، صفحہ۔ ۴۷)

مناظر عاشق ہرگانوی ایک ہمہ جہت ادبی شخصیت تھے۔ اُن کا انتقال ۲۰۲۱ء میں کورونا وائرس جیسی عالمی وبا سے ہوا۔ اس طرح اردو شعر و ادب ایک بہت بڑے ادیب سے محروم ہو گیا۔ مشتاق احمد وانی نے'' مناظر عاشق ہرگانوی کا ناول ''شبنمی لمس کے بعد'' پر ایک جامع اور بصیرت افروز مضمون لکھا ہے جو ''کہکشان خیال'' کا حصہ بنا ہے۔ مشتاق احمد وانی نے مذکورہ ناول کو جہاں فنی اور

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

موضوعاتی اعتبار سے جانچا پرکھا ہے تو وہیں اُنھوں نے مختلف حقائق اور مسائل کو بھی زیر بحث لایا ہے۔ مثلاً ایک جگہ لکھتے ہیں:

''یہاں بات ذہن نشین رہے کہ قسمت یا مقدر کا مسئلہ کوئی نیا نہیں ہے بلکہ یہ ابتدائے آفرینش سے انسان کے تجسّس و تفکر کا حصہ رہا ہے۔ لہٰذا یہاں اس پیچیدہ مسئلے کی وضاحت ان الفاظ میں ضروری ہے کہ دراصل بُری نیت کے ساتھ مقدر کا کوئی بھی تعلق نہیں ہے۔ بُری نیت کے تحت جو بھی کام کیا جاتا ہے یا کیا جائے گا اُس کے نتائج اور اثرات ذاتی اور اجتمائی سطح پر ظلم وزیادتی، حق تلفی اور مایوس کُن صورت میں رونما ہوں گے۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''کہکشان خیال'' غیر مطبوعہ، صفحہ۔۵۳)

چھٹا مضمون ''نصرت جبیں کی ایک عمدہ تحقیقی کاوش'' کے عنوان سے شامل کیا گیا ہے۔ اس مضمون میں کشمیر سینٹرل یونیورسٹی کے شعبۂ اردو کی ایک اسسٹنٹ پروفیسر ڈاکٹر نصرت جبیں کے تحقیقی مقالہ ''اقبالؔ اور تصورِ نسواں'' کو زیر بحث لانے کی مستحسن کوشش کی گئی ہے۔

''خطۂ پیر پنچال کے معاصر اردو قلم کار'' بھی تحقیقی نوعیت کا مضمون ہے جس میں مصنف نے اُن اردو کے قلم کاروں کا ذکر کیا ہے جو ریاستی سرحدوں سے نکل کر اب ملکی سطح پر اپنی ایک ادبی شناخت قائم کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ اسی مضموں میں مضمون نگار نے اس خطے سے جن قد آور ادیبوں کا تعلق رہا ہے اُن میں کرشن چندر اور چراغ حسن حسرت جیسے لوگوں کا نام بھی شامل کیا ہے۔

پنجاب کی دھرتی سے بڑے بڑے ادیب و شاعر اور فنکار ابھرے ہیں کہ جنھوں نے عالمی سطح پر اپنی قابلیت کا لوہا منوایا ہے۔ نرنجن سنگھ تسنیم بھی اُن میں ایک ہیں کہ جن کے کئی ادبی شاہکار ہندی، اردو اور پنجابی میں قارئین سے داد و تحسین

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

حاصل کر چکے ہیں۔ مشتاق احمد وانی نے نرنجن سنگھ تسنیم کو ایک گمشدہ افسانہ نگار قرار دیا ہے کیونکہ اردو کے ناقدین اور محققین نے اُن کی ادبی زندگی کو بہت حد تک نظر انداز کر دیا ہے۔

''کرن سنگھ کرنؔ کی سخنوری'' ایک ایسا مضمون ہے جس میں مشتاق احمد وانی نے ضلع کٹھوعہ سے تعلق رکھنے والے ایک راجپوت نوجوان ادیب وشاعر ڈاکٹر کرن سنگھ کرنؔ کی شاعری کو اُن کے شعری مجموعہ ''گلزارِ سخن'' کے تناظر میں موضوع بنایا ہے۔ یہ مضمون ذہنی کشادگی، اردو کی مشترکہ روایت سے تعلق رکھتا ہے۔ کرن سنگھ کرنؔ کی شاعری کے بارے میں مشتاق احمد وانی کے تاثرات ملاحظہ کیجیے۔ وہ لکھتے ہیں:

> 'زندگی کی بے ثباتی، سیاسی بازی گری، اخلاقی قدروں کی شکست وریخت، عصر حاضر کے بیشتر آدمیوں کی بدترین منافقانہ ذہنیت، انسانی رشتوں کی پامالی، نئی نسل کی بے راہ روی، دوستی کے نام پہ دشمنی اور حیات وکائنات کو امن وسکون کا گہوارہ بنانے کی تڑپ ایسے موضوعات ہیں جن کو کرن سنگھ نے شعری جامہ پہنایا ہے۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''کہکشان خیال'' غیر مطبوعہ، صفحہ۔ ۸۷)

فرقان سنبھلی ۲۰۲۱ء میں عین جوانی کی عمر میں داغ مفارقت دے گئے۔ وہ انجینئر تھے لیکن بعد میں اُن کا ادبی ذوق اُنھیں اردو کی طرف لایا اور وہ اردو میں افسانے لکھنے لگے۔ اُن کے افسانوں کا دوسرا مجموعہ ''طلسم'' کے حوالے سے مشتاق احمد وانی نے اُن کے افسانوں میں تاریخی، سائنسی اور سماجی بیانیہ کے عناصر تلاش کئے ہیں جو بہت سے اسرار ورموز حیات کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

غیر مطبوعہ تصنیف ''کہکشان خیال'' میں ایک مضمون ضلع اکھنور سے تعلق

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

رکھنے والے بزرگ شاعر، افسانہ نگار اور ڈراما نگار اوم پرکاش شاکر کی شاعری پر اظہار خیال کیا گیا ہے۔ اس مضمون میں مصنف نے اوم پرکاش شاکر کی چند نظموں اور غزلوں سے ماخوذ اشعار کے حوالے سے یہ ثابت کیا ہے کہ شاکر کا شعری کینوس کافی وسیع ہے اور وہ ترقی پسند نظریات کو اہمیت دینے والوں میں شمار ہوتے ہیں۔

مالیگاؤں (مہاراشٹر) سے تعلق رکھنے والے ایک نوجوان ہیں جن کا نام ہارون اختر ہے۔ اُن کے پہلے افسانوی مجموعے ''موسم بدلنے دو'' پر مشتاق احمد وانی کا مضمون اس بات کا غماز ہے کہ صاحب مضمون کو کسی فن پارے کو پرکھنے یعنی اُس کے معائب ومحاسن کی نشاندہی کرنے کی بہتر صلاحیت موجود ہے۔ اُنھوں نے ہارون اختر کے چند نمائندہ افسانوں کا حوالہ دے کر یہ ثابت کیا ہے کہ ہارون اختر میں افسانہ تخلیق کرنے کا ہنر موجود ہے۔ انھوں نے ہارون اختر کے افسانوں میں جہاں موضوعات پر بات کی ہے تو وہیں وہ فنی اور لسانی اعتبار سے بھی جائزہ لینے میں کامیاب نظر آتے ہیں۔

''کہکشان خیال'' میں شامل آخری مضمون ''عبدالمجید بھدرواہی کی افسانہ نگاری'' کے عنوان سے شامل کیا گیا ہے۔ یہ مضمون بھی کافی دلچسپ اور تجزیاتی نوعیت کا ہے جس میں مشتاق احمد وانی نے اپنی فکر اور فلسفے کو بھی بڑی ہنرمندی سے شامل کیا ہے۔ اُنھیں اس بات کی حیرت ہے کہ عبدالمجید بھدرواہی پیشے سے ایک ڈاکٹر رہے ہیں جو محکمہ صحت سے بحیثیت ڈپٹی ڈائریکٹر سبکدوش ہو چکے ہیں لیکن اس کے باوجود وہ ایک طویل زمانے سے افسانہ نگاری کو اپنا ادبی مشغلہ بنائے ہوئے ہیں۔ بقول ڈاکٹر مشتاق احمد وانی:

> ''عبدالمجید بھدرواہی کو محکمہ صحت سے بحیثیت ڈپٹی ڈائریکٹر سبکدوش ہوئے کافی عرصہ ہو چکا ہے۔ وہ ایک انسان دوست، منکسر المزاج، مخلص، نیک سیرت اور سب کا بھلا چاہنے والے

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

انسان ہیں۔ایسے لوگوں کی تعداد عصری معاشرے میں بہت کم ہے جو نیک نیتی کے ساتھ اچھا کام کرنے کی للک رکھتے ہوں۔ دراصل منافقت، موہ مایا اور نمود ونمائش کا اجگر دلوں میں کنڈلی مار کے بیٹھا ہے، جس کے باعث آج کے آدمی کے قدم نیکی کے بجائے بدی کی طرف تیزی سے بڑھتے ہیں ۔مجھے یہ جان کر حیرت ہورہی ہے کہ عبدالمجید بھدرواہی کسی کالج یا یونیورسٹی میں اردو کے پروفیسر یا اسسٹنٹ نہ ہونے کے باوجود اردو میں افسانے لکھتے ہیں۔میری نظر میں وہ لوگ خوش نصیب ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ کی جانب سے علمی وادبی ذوق وشوق عطا ہوا ہے۔مانا کہ علم بھی دو طرح کا ہوتا ہے ایک سفید دوسرا سیاہ یا ایک نُوری دوسرا ناری۔نُوری علم انسان کو خداشناسی ،خودشناسی اور اسلامی تہذیب وشائستگی کی دولت سے مالا مال کرتا ہے جب کہ سیاہ علم انسان کو سیاہ کاریوں کی دلدل دھنسا دیتا ہے۔زندگی چونکہ ایک قیمتی سفر ہے اس لئے آدمی کو ہر حال میں نیک نیتی کے ساتھ ہر نیک کام کرنا چاہیے۔''

(مشتاق احمد وانی۔''کہکشان خیال''غیر مطبوعہ،صفحہ۔۱۲۱)

مشتاق احمد وانی نے عبدالمجید بھدرواہی کے جن افسانوں کو موضوع بنایا ہے،اُن میں ''یادوں کے مہیب سائے''احساس ندامت''جان من''بہتان''تنہائی کا آسیب''خواب اور آنسو''جلتا گلاب''پڑیے گر بیمار''یادوں کی پتوار''وہ ماں کا آنچل''کچھ دیر تو رُک جاتے''ماں''اور''چبھن''شامل ہیں۔یہ تمام افسانے افسانہ نگار کی داخلی خودکلامی سے تعلق رکھتے ہیں۔اس طرح مشتاق احمد وانی نے ایک ایسے افسانہ نگار کی افسانہ نگاری کا جائزہ لیا ہے جس میں اعتدال وتوازن نظر آتا

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

ہے۔انھوں نے جہاں ان افسانوں کی خوبیوں کی نشاندہی کی ہے تو وہیں انھوں نے کچھ افسانوں میں فنی اسقام کی طرف بھی بلیغ اشارے کئے ہیں۔

☆☆☆

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

آج میں کل تُو

(افسانے)

''آج میں کل تُو'' ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کا چھٹا افسانوی مجموعہ ہے جو کہ ابھی غیر مطبوعہ ہے۔ اس میں اُن کے لکھے گیارہ افسانے اور چھ افسانچے شامل ہیں۔ افسانوں کے عنوانات اس طرح سے ہیں۔ ''نئی گاڑی''۔ ''آخری نیکی''۔ ''وہ قربتیں یہ دُوریاں''۔ ''اللہ! اللہ! اللہ!''۔ ''کارِ بے کاراں''۔ ''پانچ سال کا بن باس''۔ ''پندرہ سولہ''۔ ''کورونا کلچر''۔ ''لاٹھی پہ ٹِکا وجود''۔ ''زندہ ماتم'' اور ''آج میں کل تُو''۔ ان افسانوں کے علاوہ جو چھ افسانچے اس مجموعے میں شامل کئے گئے ہیں۔ اُن کے نام ہیں ''آنے دو جانے دو''۔ ''سیکولرازم''۔ ''کمان''۔ ''خطا کار''۔ ''ترستے ہاتھ'' اور ''بے ادب''۔

ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کے اس افسانوی مجموعے کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ معلوم ہوتا ہے اُن کے متذکرہ افسانوں میں موضوعاتی تنوع، دلکش اسلوب، خالص افسانوی زبان و بیان اور فنی پختگی بدرجہ اتم موجود ہے۔ کسی بھی افسانے یا افسانچے کو پڑھیے تو ادبی چاشنی اور کہانی پن پورے فنی لوازمات کے ساتھ لطف فراہم کرے گا۔ مشتاق احمد وانی اپنی عملی زندگی میں انسانی اقدار و روایات کے پاسدار ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ اپنی ہر کہانی اور افسانے میں حیات و کائنات اور ماحول و معاشرے کے سربستہ رازوں اور تلخ حقیقتوں کی عکّاسی کرنے میں ادبی جمالیات اور ایماندارانہ

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eSangotri

رویہ اختیار کرتے ہیں۔زندگی اور زمانے کا گہرا شعور رکھنے والے مشتاق احمد وانی کی افسانوی کائنات ہمیں اپنے افسانوں میں فلم سیٹ کی طرح پوری فنی چابکدستی کے ساتھ کہیں تحیر، کہیں تجسس اور کہیں حالات وواقعات کی تصویریں دکھاتی چلی جاتی ہے۔اُن کے زیرِنظر افسانوی مجموعے میں شامل افسانوں کے بارے میں شموئل احمد جیسے معروف ومقبول فکشن نگار نے ایک جگہ لکھا ہے:

''مشتاق احمد وانی صالح ادب پر یقین رکھتے ہیں۔اُن کے نزدیک مذہب کی اخلاقیات ہی ادب کی اخلاقیات ہے .....وانی زندگی کے چھوٹے چھوٹے واقعات میں تعمیری پہلو ڈھونڈتے ہیں اور اُنھیں کہانی کا روپ دیتے ہیں۔اُن کے افسانوں میں انسان دوستی کی زیریں لہر موجود رہتی ہے۔''

(مشتاق احمد وانی۔''آج میں کل تُو''غیر مطبوعہ،صفحہ۔٦)

شموئل احمد کی طرح ہی عبدالصّمد، ڈاکٹر شریف احمد قریشی، پروفیسر ابن کنول، حلیم صابر، ڈاکٹر شمع افروز زیدی صاحبہ، ڈاکٹر افضال عاقل، نثار انجم، تنویر اختر رومانی، ڈاکٹر ارشاد احمد سیانوی، ڈاکٹر ابراہیم افسر اور ڈاکٹر ارشاد شفق نے بھی مشتاق احمد وانی کے چھٹے افسانوی مجموعے''آج میں کل تُو'' پر اپنے اپنے تاثرات تحریر فرمائے ہیں۔یہاں چند اقتباسات پیش ہیں:

''مشتاق احمد وانی کے افسانوں کے مطالعے سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اپنا ذہن، شعور اور آنکھیں کھلی رکھتے ہیں۔آس پاس جو بے شمار افسانے تیرتے رہتے ہیں، اُن کی نگاہیں اُن پہ پڑ ہی جاتی ہیں اور وہ اُن میں سے اپنے کام کے موتیوں کو چُن لیتے ہیں۔''(عبدالصّمد)

(مشتاق احمد وانی۔''آج میں کل تُو''غیر مطبوعہ،صفحہ۔٩)

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

''ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کی افسانوی کاوشات کا مطالعہ کرتے وقت محسوس ہوتا ہے کہ وہ ایک حسّاس ،درد مند،خدا ترس،انسان دوست اور دین دار انسان ہیں۔اُن کا دینی ،ملّی اور سماجی شعور نہایت مثبت، پاکیزہ و بالیدہ ہے۔اُن کے بیشتر افسانے معاشرتی زندگی کے نشیب وفراز ،تاریک وروشن پہلوؤں اور فطرت وجبلّت کے بہترین ترجمان وعکّاس ہیں ۔وہ احساسات وجذبات اور معاشرتی واقعات کی ہم آہنگی سے ایسی ماجرائیت پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ اُن کے افسانے واقعات ورودادمعلوم ہونے لگتے ہیں۔''(ڈاکٹر شریف احمد قریشی)

(مشتاق احمد وانی۔''آج میں کل تُو''غیر مطبوعہ،صفحہ۔۲۱)

''مشتاق احمد وانی نے بغرض تفنن طبع افسانے تحریر نہیں کئے اور نہ ہی برہنہ پن کو اپنے افسانوں پر مسلّط کیا جس سے رکاکت ظاہر ہو۔اُن کے افسانوں میں آداب زندگی اور تہذیب کا بھی خیال رکھا گیا ہے۔جب ہم مشتاق احمد وانی کے افسانوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ افسانہ نگار سماج کے مہذب طبقے سے تعلق رکھتا ہے اور مذہب سے بھی اُس کی گہری وابستگی ہے۔اسی وجہ سے اُن کے افسانوں میں خدااور رسول سے بے تعلقی اور اسلامی تعلیم سے بے زاری نہیں نظر آتی بلکہ قارئین کو اس سے سبق بھی حاصل ہوتا ہے اور عبرت بھی۔''(حلیم صابر)

(مشتاق احمد وانی۔''آج میں کل تُو''غیر مطبوعہ،صفحہ۔۲۵تا۲۶)

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

اہل نقد ونظر کے ان چند تاثرات سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ مشتاق احمد وانی عصر حاضر کے ایک بڑے افسانہ نگار کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جہاں تک اُن کے افسانوں کے موضوعات کا تعلق ہے وہ بالکل اچھوتے ہیں اور نئے مسائل ومعاملات کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہیں۔ مثلاً کچھ افسانوں کے حوالے سے اگر دیکھیں تو مشتاق احمد وانی نے کورونا وائرس (Covid 19) کو موضوع بنا کر افسانے اور افسانچے لکھے ہیں۔ اس ضمن میں اُن کے افسانے ''وہ قربتیں یہ دُوریاں'' کورونا کلچر'' کے علاوہ ''خطا کار'' اور ''ترستے ہاتھ'' جیسے افسانچوں میں کورونا کو موضوع بنایا ہے۔ ''نئی گاڑی'' میں جہاں سماج میں پرورش پائے ہوئے غنڈے، فرقہ پرست جیسے لوگ سامنے آتے ہیں تو وہیں اس افسانے میں ہندو مسلم اور سکھ بھائی چارہ نظر آتا ہے۔ اسی طرح انھوں نے ''آخری نیکی'' میں نظام الدّین کو ایک حسّاس اور نیک دل انسان کے کردار میں پیش کیا ہے لیکن جب وہ ایک زخمی بندر کو سڑک پر سے ہٹانے لگتا ہے تو بندروں کا ہجوم اُس پر ٹوٹ پڑتا ہے اور وہ اپنی جان گنوا دیتا ہے۔ افسانہ ''کار بے کاراں'' میں مشتاق احمد وانی نے انٹرنیٹ اور موبائل کے غلط نتائج کو موضوع بنایا ہے یہ افسانہ بھی نہایت دلچسپ اور سبق آموز ہے۔ ''پانچ سال کا بن باس'' میں ذلفاں بی بی کی مستقل مزاجی اور اُس کی محنت اور اُس کے انقلابی کردار کو موضوع بنایا گیا ہے۔ ''لاٹھی پہ ٹکا وجود'' میں رشتوں کے تقدس کی مالی اور وقت کے دریا میں سب کچھ مٹتا ہوا ماحول دکھایا گیا ہے۔ ''زندہ ماتم'' میں مرد کی عیاری اور عورت کی وفا شعاری کے درمیان ایک مایوس کن کیفیت دکھائی گئی ہے۔ افسانہ ''آج میں کل تُو'' میں زندگی کی ایک ایسی حقیقت کو عیاں کیا گیا ہے کہ جس سے نہ کسی کو انکار ہوسکتا ہے اور نہ فرار۔ اس افسانے کا مجموعی تاثر ذہن ودل کو جھنجھوڑتا ہے۔ پوری کہانی قاری کے دل ودماغ میں نقش ہوجاتی ہے۔ یہاں یہ لازمی معلوم ہوتا ہے کہ مشتاق احمد وانی کے چند افسانوں کے اقتباسات کو درج کرلیا

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

جائے تا کہ اس بات کا بخوبی اندازہ ہو سکے کہ موصوف کی واقعہ نگاری اور منظر نگاری کے علاوہ اُن کے کرداروں کی بات چیت میں کس طرح کی سحر انگیزی موجود ہے۔ ملاحظہ ہو چند اقتباسات:

''دیکھو.....! مجھ سے روٹھا نہ کرو۔ میری جان نکلنے لگتی ہے۔ میں تمہاری یہ خواہش بھی پوری کروں گا۔ بس چند دن اور صبر کرلو۔ میں کوئی بہت بڑا آفیسر نہیں ہوں کہ جس کی تنخواہ لاکھ روپے کے قریب ہو۔ بُزرگوں کا کہنا ہے کہ چادر دیکھ کے پاؤں پھیلاؤ مگر اس کے باوجود اگلے ماہ ہمارے گھر کے آنگن میں گاڑی ہوگی۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''آج میں کل تُو'' غیر مطبوعہ، صفحہ۔۹۶)

''نظام الدّین نے ناشتہ کرنے کے بعد اپنے گھر کے واش بیسن میں ہاتھ دھوئے۔ کُلی کرتے ہوئے انھیں سامنے دیوار پر لگے آئینے میں اپنا نُورانی چہرہ نظر آیا تو لمحہ بھر کے لئے اُسے دیکھتے ہی رہ گئے۔ پھر اچانک اُن کی نظر اپنی سیاہ ریشمی داڑھی میں اُگے چند سفید بالوں پر پڑی تو انھیں دھچکا سا لگا۔ انھوں نے اپنی بیوی ضوفشاں سے کہا ''ضوفشاں.....! اری دیکھو میری داڑھی میں سفید بال اُگنے لگے ہیں۔ پہلی بار دیکھ رہا ہوں۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''آج میں کل تُو'' غیر مطبوعہ، صفحہ۔۱۰۴)

''سُخور اپنی بیوی کی باتیں سُن کر لاجواب ہو گئے۔ وہ دل ہی دل میں سوچنے لگے کہ شیشہ ہو یا دل ہو آخر ٹوٹ جاتا ہے۔ موبائل سیٹ ہاتھ کی چیز ہے جتنی مرضی کوئی احتیاط برتے

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

ہاتھ کی چیز آخر کار ہاتھ سے گر جاتی ہے۔ تب انھیں وہ زمانہ یاد آیا جب موبائل فون نام کی کوئی بھی چیز ایجاد نہیں ہوئی تھی۔ اپنے، پرائے، دوست واحباب ایک دوسرے کو خط لکھتے تھے۔ اُن کے خطوط میں اُن کے خلوص ووفا اور پیار ومحبت کی خوشبو رہتی تھی اور لوگ ڈاکیے کی آمد پر خوشی سے جھوم اُٹھتے تھے۔ زندگیوں میں سکون ہوا کرتا تھا اور آج کی طرح سازشوں کے کاروبار نہیں ہوا کرتے تھے۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''آج میں کل تُو'' غیر مطبوعہ، صفحہ۔ ۱۲۸ تا ۱۲۹)

''قمر الحق اپنی دینداری کو پہرہ دیتے ہوئے اُس بازار کی دلفریب رونقیں دیکھ کر انتہائی دُکھی ہوئے۔ وہ نوجوان لڑکوں اور ادھیڑ عمر کے مردوں کی عیاشی، آوارگی اور عورت ذات کی تذلیل پر انتہائی رنجیدہ ہوئے۔ اُن سے تحمل نہ ہوسکا۔ گناہ کے اگن کُنڈ کی طرف بڑھتے کچھ نوجوانوں کو روک لیا اور انھیں سمجھانے لگے:

''پیارے نوجوانو! میری باتیں غور سے سُن لو۔ اپنی جوانیوں پر ترس کھاؤ۔ یہ حسین وجمیل عورتیں تمہاری دشمن ہیں۔ ان کی دلفریب اداؤں پر فدا نہ ہونا۔ تُم اُن کے پاس جاؤ گے تو وہ تمہاری جوانی نچوڑیں گی اور تمہاری جیب بھی خالی کرلیں گی۔ ایشور اللہ کا خوف کھاؤ۔ اپنے اپنے گھروں کو واپس جاؤ اور ہاں سُنو ادھر جانے کی بجائے اُدھر جاؤ''

قمر الحق نے مسجد اور مندر کی طرف اشارہ کیا۔ اُن آوارہ اور اوباش قسم کے نوجوانوں نے قمر الحق کی باتیں سُنیں۔ تھوڑی دیر

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

کے لئے ہکا بکا کھڑے رہے پھر اُن میں سے ایک نے کہا:

''چاچا! بہت ہو گیا اب آپ جایئے، ہم لیٹ ہو رہے ہیں

''نوجوان آگے بڑھے۔ اُن میں سے ایک نے ہنستے ہوئے کہا

''یار! بوڑھا کھوسٹ، سُسرا، اپنی جوانی نا معلوم کہاں لُٹا آیا ہے اور ادھر ہمیں بھاشن دے رہا ہے۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''آج میں کل تُو'' غیر مطبوعہ، صفحہ۔ ۱۶۹ تا ۱۷۰)

درج بالا تمام افسانوی اقتباسات کے حوالے سے یہ کہنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مشتاق احمد وانی کا شمار عہد حاضر کے اُن معروف افسانہ نگاروں میں کیا جاتا ہے جنھوں نے اپنے افسانوں میں زندگی اور سماج و معاشرے کے حقائق کی سچّی منظر کشی کی ہے اور ایک نیک معاشرے کی تشکیل کی جانب اپنے پڑھنے والوں کو نہایت فنکارانہ چابکدستی سے متوجہ بھی کیا ہے۔ اُن کے زیادہ تر افسانے عہد حاضر کی دینی، سماجی، فکری اور معاشرتی محرّکات کے عکّاس ہیں۔ انھوں نے زندگی کے نشیب و فراز، تجربات و مشاہدات اور تلخ و شیریں حقائق کو جو افسانوی رنگ و آہنگ عطا کیا ہے اُس سے مشتاق احمد وانی کے مزاج و نظریہ کو بھی واضح طور پر محسوس کیا جا سکتا ہے اور اُس درد و کرب کو بھی جو نوع انسان کی فلاح و بہبودی کے لئے اُن کے قلم کو رواں رکھتا ہے۔ بہر حال مشتاق احمد وانی کا چھٹا افسانوی مجموعہ ''آج میں کل تُو'' موضوعاتی اور فنی اعتبار سے ایک شہکار کا درجہ رکھتا ہے جو آنے والے وقت میں اُن کی تخلیقی صلاحیتوں کا اعتراف کرواتا رہے گا۔

☆☆☆

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

خارستان کا مسافر

مشتاق احمد وانی کی غیر مطبوعہ تصانیف میں اُن کی تصنیف ''خارستان کا مسافر'' ایک اہم کتاب ہے جو اُن کی اپنی ذات سے وابستہ خودنوشت سوانح عمری ہے۔ سوانح عمری چونکہ انسانی زندگی کا ایسا آئینہ ہوتا ہے جس میں کسی بھی شخص کی زندگی کے شب و روز اور اُس کے تمام عادات و اطوار کا انکشاف واضح طور سے ہوتا ہے۔ مشتاق احمد وانی کی غیر مطبوعہ سوانح عمری بعنوان ''خارستان کا مسافر'' مصنف کو اچھے سے سمجھنے میں مدد دیتی ہے۔ اس کتاب کے ابتداء میں صاحبِ کتاب نے اپنے آبا و اجداد کے خاندان، نسل اور ذات وغیرہ کا تعارف پیش کیا ہے۔ مصنف چونکہ ریاست جموں و کشمیر کے ضلع ڈوڈہ کے مرمت علاقے میں پیدا ہوئے ہیں۔ یہ علاقہ بہت خوبصورت ہے اور اس کی خوبصورتی کا بیان راقم کتاب میں یوں کرتے ہیں:

> ''علاقہ مرمت ضلع ڈوڈہ کے انتہائی پسماندہ علاقوں میں شمار ہوتا ہے۔ چاروں جانب سے فلک بوس پہاڑ ہیں۔ سدا بہار جنگلوں، اُوبڑ کھابڑ راستوں، خار دار جھاڑیوں مگر ٹھنڈے میٹھے پانی کے چشموں اور مختلف ندی نالوں میں بہتے پانی کی آواز اور مختلف طرح کے پرندوں کی چہچاہٹ سن کر آدمی لطف اندوز ہوتا ہے۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''خارستان کا مسافر'' غیر مطبوعہ سوانح عمری، صفحہ۔۲)

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

کتاب میں مشتاق احمد وانی نے اپنی ابتدائی تعلیم، اساتذہ کرام، کھیل کود وغیرہ کا تذکرہ کر کے اپنے بچپن کے احوال کو اس انداز سے پیش کیا ہے کہ سارا منظر آنکھوں میں گھوم جاتا ہے۔ علاوہ انہوں نے گھریلو حالات اور بھائی بہنوں کے واقعات کا نچوڑ بھی پیش کیا ہے۔ مشتاق احمد وانی کی تصنیف کے مطالعے سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ وہ تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ غربت کی وجہ سے مزدوری بھی کیا کرتے تھے تاہم تعلیمی جنون کی وجہ سے وہ اپنے علمی سفر پہ گامزن رہے۔ ان کو بچپن سے گیت سنگیت کے ساتھ بھی لگاؤ رہا ہے۔ بقولِ اُن کے:

> ''گیت اور غزل گائیکی کے تمام جوہر قدرت نے مجھے ودیعت کئے ہیں۔ میں شعبۂ اردو میں گیت اور غزلیں گایا کرتا تھا اور میری آواز میں ایسا لوچ اور سحر تھا کہ راہ گیر میری آواز سن کر میری طرف متوجہ ہوتے۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''خارستان کا مسافر'' غیر مطبوعہ، صفحہ۔۱۳)

مشتاق احمد وانی نے اس بات کا خصوصی طور پر انکشاف کیا ہے کہ اُنہیں اُستاد سے زیادہ پولیس آفیسر بننے کی چاہت تھی جو پوری نہ ہوئی۔ یہاں موصوف اپنی ملازمت اور اس سے جُڑی خوبصورت یادوں کو دلنشیں انداز میں پیش کرتے ہیں۔ چونکہ مشتاق احمد وانی شعبۂ تعلیم سے وابستہ تھے اور اُن کی تعلیمی سرگرمیوں کی پیاس ابھی تک تشنہ بہ لب ہی تھی اس لیے اُنہوں نے مزید تعلیم حاصل کرنے کی ٹھان لی۔ ۱۹۸۹ء میں نجی طور پر پی ایچ ڈی کرنے کے لئے محکمۂ تعلیم سے اجازت نامہ حاصل کر لیا۔ لیکن شومئی قسمت کہ اُن کے پی ایچ ڈی کا داخلہ طویل عرصے کے بعد مُسترد کیا گیا۔ اس کے بعد انہوں نے دوبارہ جنوری ۱۹۹۲ء میں پی ایچ ڈی کے لئے فارم جمع کیا۔ اس وقت انہوں نے پروفیسر ظہور الدّین صاحب کی نگرانی میں ''تقسیم کے بعد اردو ناول میں تہذیبی بحران'' کے عنوان سے پی ایچ ڈی کا مقالہ لکھنا شروع

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

کیا۔اس مقالے کی تکمیل کے سلسلے میں انہوں نے درجنوں کتابوں کا گہرے طور پر مطالعہ کرنے کے بعد اپنی قابلیت اور محنت کی بنیاد پر مقالے کو مکمل کیا۔اس کے بعد کتاب میں مصنف نے اپنی ملازمت کے متعلق مفید باتیں پیش کی ہیں۔ یہ تمام حالات وواقعات مشتاق احمد وانی کو سمجھنے کے سلسلے میں کافی اہمیت رکھتے ہیں۔ان کی بدولت ہمارے سامنے مصنف کا تشخص پوری طرح سے اُبھر کر سامنے آتا ہے۔

مشتاق احمد وانی کی غیر مطبوعہ سوانح عمری میں ادبی سرگرمیوں کا طویل تذکرہ پڑھنے کو ملتا ہے۔انہیں ابتداء میں شعروشاعری کے ساتھ گہرا تعلق رہا ہے، اُنہوں نے اسمٰعیل میرٹھی، حفیظ جالندھری اور علامہ اقبالؔ جیسے بلند پایہ شعراء کے متعدد اشعار زبانی یاد کئے تھے۔مصنف اپنی ادبی زندگی کے آغاز کے متعلق لکھتے ہیں:

''میری پہلی ادبی تخلیق ''احساسِ خطا'' ۱۹۸۸ء میں ماہنامہ ''بھیانک جرائم'' دہلی میں شائع ہوئی۔''

(مشتاق احمد وانی۔''خارستان کا مسافر'' غیر مطبوعہ، صفحہ۔۳۰)

موصوف کے مطابق کہانی ''احساسِ خطا'' کا پسِ منظر دراصل اُن سے ہونے والی خطا کے نتیجے کے طور پر تخلیق ہوئی ہے۔انہوں نے اس خطا کا بھی تذکرہ کیا ہے کہ کیسے اُنہوں نے بلّے کی کمر پر ڈنڈا رسید کر کے اُسے اذیت دی تھی۔اگرچہ 'احساسِ خطا' مشتاق احمد وانی کی پہلی ادبی سعی ہے تاہم کتاب کے اندر وہ ''تڑپتے پنچھی'' کہانی کو باضابطہ اپنی پہلی کہانی قرار دیتے ہیں۔ یہ کہانی ۱۹۸۹ء میں ماہنامہ ''بھیانک جرائم'' دہلی میں چھپ کر منظر عام پر آئی۔

مشتاق احمد وانی نے مذکورہ تصنیف میں اپنے ادبی سفر کے بارے میں تفصیل سے لکھا ہے۔انہوں نے اپنی تمام کتابوں کی اشاعت پر بھی روشنی ڈالی ہے کہ کون سی کتاب کب اور کہاں سے شائع ہوئی ہے جس کا ذکر میں پہلے ہی کر چکا ہوں۔اس کے علاوہ وہ ۱۹۹۲ء میں ادبی پروگرام خرمن ریڈیو کشمیر جموں سے وابستہ

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

ہوئے۔ یہاں انہوں نے اپنے کئی افسانے اور تحقیقی و تنقیدی مضامین ریکارڈ کرائے۔ اس عمل سے مصنف کو بے حد مسرت ہوئی، مشتاق احمد وانی نے سینکڑوں افسانے اور مضامین لکھے ہیں جو ملک کے موقر رسائل و جرائد میں شائع ہو چکے ہیں اس لئے انہوں نے اس تصنیف میں اُن رسائل و جرائد کے نام گنائے ہیں جن میں ان کے فن پارے گاہے گاہے چھپتے رہے۔ زیرِ نظر کتاب میں مصنف نے اس امر کا اظہار بھی کیا ہے کہ علمی اور دینی لحاظ سے وہ کن ادیبوں، شاعروں وغیرہ سے متاثر رہے ہیں۔ اس سلسلے میں انہوں نے اُن تمام ہستیوں کی کتب کا وسیع پیمانے پر مطالعہ بھی کیا ہے۔

جیسا کہ یہ بات واضح ہے کہ ۱۹۸۸ء سے جموں و کشمیر کا خطہ افراتفری سے دوچار رہا اور اس وقت بھی ان ہی حالات سے یہ خطہ جوجھ رہا ہے۔ ان تمام باتوں پر مصنف نے اس کتاب میں روشنی ڈالی ہے۔ مشتاق احمد وانی اس تصنیف میں اپنے اندر دینی شعور بیدار ہونے پر فخر کرتے ہیں کہ اُن کا دینی شعور ۱۹۹۲ء کو بیدار ہوا۔ وہ تبلیغی جماعت کے ساتھ وابستہ رہ کر نہ صرف اس عظیم کام کے ساتھ جُڑے رہے بلکہ اُنہیں اس جماعت میں رہ کر اس فکر سے تعلق رکھنے والے جیّد علمائے دین کی کُتب کا مطالعہ کرنے کا موقع ملا۔ تبلیغی جماعت سے چونکہ مشتاق احمد وانی کی گہری وابستگی رہی ہے اس لئے اس ضمن میں انہوں نے کتاب میں اپنی کارگزاری بیان کر کے اپنے ایمانی جذبے کا خوب اظہار کر کے مذکورہ کتاب کے کئی صفحات پر اس عظیم کام کو رقم کیا ہے۔ موصوف تبلیغی جماعت میں رہ کر بھی اپنے تخلیقی کام سے جُڑے رہے۔ انہوں نے ''باغی'' نام کی کہانی کے علاوہ ''جموں و کشمیر میں اردو مہاراجاؤں کے دور سے مستقبل کے خدشات تک: چند حقائق'' جیسا خوبصورت تحقیقی و تنقیدی مقالہ بھی تبلیغی جماعت میں رہ کر ہی لکھا ہے جس کا ذکر انہوں نے کتاب میں کیا ہے۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

مصنف مذکورہ تصنیف میں دینی گوشے کی روداد سُنانے کے بعد اپنے علاقے اور وہاں سے جُڑی اُن یادوں کا دلکش انداز میں اظہار کرتے ہیں جو اُن کے دل میں رچے بسے ہیں۔ کتاب میں مصنف نے بابا دھریندر برہمچاری جو ماضی میں ضلع اودھم پور کے ماتلائی علاقے میں آکر اپنا آشرم قائم کرنے میں کامیاب ہوا۔ اس سے متعلق مشتاق احمد وانی یوں رقمطراز ہیں:

''دراصل بابا دھریندر برہمچاری عام سادھو یا کوئی فقیر قسم کے آدمی نہیں تھے بلکہ سادھو کے روپ میں ایک بہت بڑے سرمایہ دار آدمی تھے۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''خارستان کا مسافر'' غیر مطبوعہ، صفحہ۔۲۰۲)

مشتاق احمد وانی نے مذکورہ کتاب کے اندر بعض جگہوں پر خطیبانہ انداز میں واعظ و نصیحت کر کے تطہیر اور پاکیزگی کے ماحول کو قائم کیا ہوا ہے۔ وہ زندگی کے ہر ایک تجربے کو مزے لے لے کر بیان کرنے کے ہنر سے خوب واقف نظر آتے ہیں۔ اس بات کا انکشاف جگہ جگہ پر اُن کی اس کتاب کی تحریروں میں ہوتا ہے۔ اُن کے مکان کی تعمیر کے سلسلے کے مراحل ہوں یا دورانِ سفر کے معاملات یا پھر ملازمت کے متعلق کام کاج غرض ہر ایک پہلو سے مصنف نے کتاب میں سیر حاصل باتیں پیش کر کے اپنی نجی زندگی سے واقف کرانے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ مشتاق احمد وانی سفرِ لکھنو کے بارے میں لکھتے ہیں:

''۲ فروری ۲۰۰۵ء کو مجھے اپنی اہلیہ کے ماموں زاد بھائی بشارت حسین کی برات میں لکھنو جانے کا موقع ملا۔ میں نے پہلی بار لکھنو دیکھا تو رتن ناتھ سرشار اور مرزا ہادی رُسوا کے دور کا لکھنو یاد آ گیا۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''خارستان کا مسافر'' غیر مطبوعہ، صفحہ۔۲۵۰)

موصوف نے دورانِ سفر کے کئی واقعات کو موثر اور پر لطف اسلوب میں

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

پیش کیا ہے۔ ان واقعات کے پڑھنے سے دل و دماغ پر ایک خاص قسم کا تاثر پڑتا ہے۔ کتاب میں مشتاق احمد وانی نے اپنی دیرینہ تمنّا کا بھی اظہار کیا ہے وہ تمنّا ایک چھوٹی گاڑی کا خریدنا تھی۔ جو ان کے مطابق ۱۳، اکتوبر ۲۰۱۰ء کو (i10) کی صورت میں پوری ہوئی۔ اس تمنّا کے ضمن میں مصنف نے گاڑی خریدنے سے لے کر اس کے سیکھنے اور چلانے کے حالات کا اظہار اس طرح سے کیا ہے کہ سارا منظر آنکھوں میں سما جاتا ہے۔ موصوف نے کشمیر کا سفر اختیار کرنے کے منظر کو یوں بیان کیا ہے کہ جیسے کوئی اپنا سفر نامہ بیان کر رہا ہو۔ کشمیر سے رخصت ہونے کے منظر کو مشتاق احمد وانی ان پُر اثر الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

> ''سچ سُنیے تو کشمیر سے واپس لوٹنے کو میرا جی نہیں چاہ رہا تھا۔ ہماری گاڑی جواہر ٹنل کے نزدیک پہنچی تو میں نے ایک حسرت بھری نگاہ سے پیچھے مڑ کر دیکھا، دل نے چاہا کہ میں گاڑی سے اُتر جاؤں۔ مگر میں یوں محسوس کر رہا تھا کہ جیسے میرے وجود کو کوئی آگے کی طرف گھسیٹ رہا ہو۔''

(مشتاق احمد وانی۔ ''خارستان کا مسافر'' غیر مطبوعہ، صفحہ۔ ۲۹۹ تا ۳۰۰)

موصوف نے اپنی اس سوانح عمری میں ڈوڈہ، رام بن اور کشتواڑ کی سڑکوں کے احوال بیان کر کے یہاں رونما ہونے والے حادثات کا بھی اظہار کیا ہے۔ کتاب کے آخری صفحات میں مشتاق احمد وانی نے چچیرے بھائی کی رحلت کے سلسلے میں تعزیت کے طور پر مرمت کی روانگی کا خاکہ پیش کیا ہے۔ یہاں آ کر ان کے دل سے ماضی کی یادیں اس طرح سے اُبھر جاتی ہیں کہ اُنہیں کسی شاعر کے گیت کا یہ مصرعہ یاد آ جاتا ہے۔

آج پرانی راہوں سے کوئی مجھے آواز نہ دے
درد میں ڈوبے گیت نہ دے غم کا سسکتا ساز نہ دے

.....

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

اس طرح مذکورہ کتاب کے تمام اوراق مصنف کی ذاتی زندگی اور اُن کے حالات و واقعات نیز مُفید تجربات کا احاطہ کرتے ہیں۔ اس کتاب کی اپنی مخصوص ادبی اور فنی شان ہے۔ یہ نہ صرف زبان و بیان کے لحاظ سے عمدہ کارنامہ ہے بلکہ اس میں کچھ فائدہ بخش فنی تجربے بھی کئے گئے ہیں جن کا انکشاف کتاب کو پڑھ کر خوب ہو جاتا ہے۔

بحیثیت مجموعی مشتاق احمد وانی کی اس غیر مطبوعہ سوانح عمری ''خارستان کا مُسافر'' کے بارے میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ یہ مصنف کے حوصلے اور ہمت کے علاوہ ان کے ادبی ذوق وشوق کی گوائی دیتی ہے۔ مشتاق احمد وانی صحیح معنوں میں جموں و کشمیر کے ادبی افق پر روشن ستارے کی مانند ہیں۔ ان کی ادبی سرگرمیوں کی جس قدر تعریف و تحسین کی جائے وہ کم ہوگی۔ اُن کی ادبی خدمات کو ملحوظِ نظر رکھ کر یہی کہا جا سکتا ہے کہ آئندہ اُن کے ادبی ذوق کی وساطت سے یہاں کے ادبی سفر میں اچھی خاصی مدد مل سکتی ہے۔

☆☆☆

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

اختتامیہ

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

مشتاق احمد وانی کا شمار ریاست جموں و کشمیر کے اُن نمائندہ ادیبوں میں ہوتا ہے جنہوں نے اپنی ذہنی قوتوں اور محسوساتی رنگارنگی سے اپنی ریاست کا نام روشن کیا ہے۔ مشتاق احمد وانی ۳ مارچ ۱۹۶۰ء کو محلّہ سروال، گاوں بہوتہ، علاقہ مرمت، تحصیل و ضلع ڈوڈہ، ریاست جموں و کشمیر میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں بہوتہ کے سینٹرل اسکول سے حاصل کی۔ ۱۹۷۷ء میں گورنمنٹ ہائی اسکول گوہا میں ساتویں جماعت میں داخلہ لیا، اسی اسکول سے ۱۹۸۰ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۸۱ء میں اپنی بہن اور بہنوئی کے پاس سری نگر چلے گئے جہاں انھوں نے جواہر نگر ہائر اسکنڈری اسکول میں گیارہویں جماعت میں داخلہ لیا۔ ۱۹۸۲ء میں وہ اپنی بہن اور بہنوئی کے ہمراہ بھدرواہ چلے گئے۔ ۱۹۸۵ء میں انھوں نے گورنمنٹ ڈگری کالج بھدرواہ سے بی اے فائنل کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۸۸ء میں جموں یونیورسٹی سے اردو میں ایم۔اے کرنے کے بعد ۱۹۹۹ء میں اسی یونیورسٹی نے انہیں ''تقسیم کے بعد اردو ناول میں تہذیبی بحران'' کے موضوع پر پی ایچ ڈی کی ڈگری تفویض کی ۲۰۱۲ء میں مشتاق احمد وانی کو روہیل کھنڈ یونیورسٹی بریلی (یو پی) نے ''اردو ادب میں تانیثیت'' کے عنوان سے لکھی گئی کتاب پر ڈی لٹ کی گرانقدر ڈگری سے نوازا۔ اس طرح وہ ریاست جموں و کشمیر میں اردو ادب کے اکیسویں صدی کے پہلے اسکالر بن گئے جنہیں اردو ادب میں ڈاکٹر آف لٹریچر ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eSangotri

اردو شعر و ادب کی مختلف اصناف فنی لحاظ سے جدا گانہ ہوتے ہوئے بھی ایک دوسرے سے مربوط ہیں۔ اس لئے نہیں کہ ایک کے بغیر دوسری صنف کی تخلیق مشکل ہے بلکہ اس لئے کہ یہ فردِ واحد کے پاس یکجا ہوسکتی ہیں یعنی ایک شخص بیک وقت کئی اصناف میں اپنے جوہر دکھا سکتا ہے۔ اگر کسی کے پاس افکار و خیالات کی فراوانی ہو تو وہ انہیں مختلف اصناف میں اچھی طرح سے ڈھال سکتا ہے۔ لیکن اس کے لئے الگ الگ صنف پر دسترس حاصل ہونا بہت ضروری ہے۔ ایسا نہ ہونے پر بہت سی باتیں تخلیق کار کے سینے میں ہی دفن ہو کر رہ جاتی ہیں۔ جبکہ کئی اصناف میں ملکہ حاصل ہونے پر غیب سے خیال میں مضامین آتے رہتے ہیں اور انہیں متعلقہ صنف میں پیش کئے جانے کا کام انجام دیا جاتا ہے۔ مشتاق احمد وانی کا تعلق بھی ایسے ہی کاموں سے ہیں۔ اُن کے یہاں فکر و فن کی سرگرمی کئی جہتوں میں دکھائی دیتی ہے۔ ایسا نہیں کہ ایک صنف میں ناکام ہونے پر انہوں نے دوسرے کی راہ لی بلکہ وہ بہت کچھ سوچتے اور محسوس کرتے ہیں۔ ان میں تخلیقی جہات زیادہ ہیں۔ ریاست جموں و کشمیر کے اس ادیب کی شناخت بیک وقت ایک دیدہ ور نقاد، محقق، مفکر اور منفرد کہانی کار کی حیثیت سے کی جاتی ہے۔ ان کے بارے میں ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ گذشتہ صدی کی آخری دہائی کے جن نئے لکھنے والوں نے اردو کی مختلف اصنافِ سخن میں طبع آزمائی کر کے اپنی موجودگی کا احساس کرانے کی کامیاب کوششیں کی ہیں اُن میں مشتاق احمد وانی کا نام بھی شامل ہے۔

مشتاق احمد وانی نے اگرچہ اپنی تخلیقی صلاحیتوں کا جوہر دکھانے کے لئے شعبہ ہائے تحقیق، تنقید اور افسانہ نگاری کا انتخاب کیا ہے اور ہمہ تن جوش، جذبے، فکر تازہ، ولولے اور زرخیز ذہن سے آراستہ ہو کر ان محاذوں میں ڈٹے ہوئے ہیں تاہم اردو فکشن ان کا خاص موضوع رہا ہے اور اردو فکشن کے ایک ذہین مصنف کی تمام تر صفات ان میں بدرجہ اتم موجود نظر آتی ہیں۔ ان کی ہنرمندی اور قابلیت کا ثبوت یہ

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

ہے کہ وہ بہت کم وقت میں مختلف ادبی رسائل و جرائد کے توسط سے قارئین حضرات تک رسائی حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔

۱۹۹۰ء کے بعد مشتاق احمد وانی کا قلم کچھ زیادہ ہی زرخیز رہا۔ ہندوستان کے مقتدر اور معیاری اردو رسائل و جرائد میں ان کے افسانے اور ان کی دیگر تخلیقات یکے بعد دیگرے شائع ہو کر قارئین حضرات سے داد و تحسین وصول کر چکی ہیں۔ دیگر تخلیقات کے برعکس اگر دیکھا جائے تو انہوں نے افسانے کے میدان میں ہی بہترین تخلیقات سے اپنی قوتِ نمو کا احساس دلایا ہے۔ اردو افسانہ نگاری کے میدان میں اب تک ان کے پانچ افسانوں کے مجموعے ''ہزاروں غم'' ۲۰۰۱ء، ''میٹھا زہر'' ۲۰۰۸ء، ''اندر کی باتیں'' ۲۰۱۵ء، ''قبر میں زندہ آدمی'' ۲۰۱۹ء، اور ''کیا حال ہے جاناں!'' بھی ۲۰۱۹ء میں شائع ہو کر منظر عام پر آ چکے ہیں جو قارئین کرام و ناقدین ادب حضرات سے داد و تحسین حاصل کر چکے ہیں۔ مشتاق احمد وانی کے یہ پانچوں افسانوی مجموعے منظر عام پر آ کر بہت مقبول ہوئے ہیں اور انہیں انعامات و اعزازات سے بھی نوازا گیا ہے۔ مشتاق احمد وانی عصری اردو افسانے کے باب میں اپنی تخلیقی جہت کے امتزاج کو اردو قارئین کے سامنے اپنے الگ انداز میں پیش کرتے ہیں۔ اردو کے جن موقر ارباب نقد و بصیرت اور معتبر ادب شناس حضرات سے انہیں داد و تحسین ملی اُن میں پروفیسر گوپی چند نارنگ، پروفیسر حامدی کاشمیری، پروفیسر وہاب اشرفی، پروفیسر عتیق اللہ، پروفیسر ظہور الدین، پروفیسر علی احمد فاطمی، پروفیسر ابوالکلام قاسمی، پروفیسر اسلم جمشید پوری، پروفیسر ارتضیٰ کریم، پروفیسر قدوس جاوید، انیس امروہوی، ڈاکٹر خلیق انجم، پروفیسر مناظر عاشق ہرگانوی، پروفیسر بشیر احمد نحوی، پروفیسر قاضی عبیدالرحمٰن ہاشمی، ڈاکٹر الطاف انجم، حقانی القاسمی اور محمد شاہد پٹھان کے علاوہ اور بھی نام شامل ہیں جنہوں نے مشتاق احمد وانی کے فکر و فن کی افہام و تفہیم کروائی ہے۔ اردو ادب کے ان مشاہیر نے مشتاق احمد وانی کے فنی کمال، تخلیقی

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

جولانیوں اور فکری جدتوں کا کھل کر اعتراف کر کے ان کے کامل واکمل صاحبِ فن ہونے پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔

مشتاق احمد وانی کو موضوعاتی کہانیاں لکھنے میں خاص مہارت حاصل ہے۔ان کے افسانوں میں تجربے، مشاہدے، حادثات اور واقعات کا بیان پورے کہانی پن کے ساتھ قائم رہتا ہے اور کہانی اپنے کرداروں کی زندگی کے اطراف ہی گھومتی رہتی ہے۔ ان کا اندازِ بیان خاصہ بے باکانہ ہے، مگر کہیں بھی ان کا قلم تہذیب کے دائرے سے باہر نہیں نکلتا جس سے یہ پتا چلتا ہے کہ ان کو اپنے قلم پر کتنا قابو رہتا ہے۔وہ اپنی موضوعاتی کہانیوں کے ذریعے آج کے سماج کو ایک ایسا سچا آئینہ دکھانا چاہتے ہیں جس میں جو بھی جھانکتا ہے اُس کو اپنی اصل صورت نظر آتی ہے۔ان کی کہانیوں کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ تقریباً ان کی ہر کہانی سماج کی کسی نہ کسی دُکھتی ہوئی رگ پر نشتر چلاتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ان کے افسانوں میں سماجی، مذہبی، سیاسی، نفسیاتی اور اقتصادی ہر قسم کے مسائل حیات کا حقیقت پسندانہ بیان موجود ہے۔انہوں نے ایک سماجی حقیقت نگار تخلیق کار کے طور پر اپنے نقطہ نظر سے زندگی کی تلخ حقیقتوں کو سمجھنے اور سمجھانے کی سعیٔ مشکور کی ہے۔

مشتاق احمد وانی نے اپنے افسانوں کے موضوعات روزمرہ زندگی سے ہی اخذ کئے ہیں۔انہوں نے زندگی سے جڑے ہوئے چھوٹے چھوٹے مسائل کو اپنے افسانوں کا حصہ بنایا ہے۔ان کے بیشتر افسانے ہمارے دور کے اہم سماجی اور سیاسی مسائل کا احاطہ کرتے ہیں۔مشتاق احمد وانی کا تعلق چونکہ ریاست جموں وکشمیر سے ہے اس لئے یہاں کے حالات وواقعات کو انہوں نے اپنے افسانوں کا خاص موضوع بنایا ہے۔ یہاں کے سماج میں پروان چڑھنے والی مختلف بدعات کو انہوں نے خاص طور پر اپنے افسانوں کا موضوع بنایا ہے۔پچھلی تین چار دہائیوں سے ریاست جموں وکشمیر کو دہشت گردی نے اپنی لپیٹ میں لیا ہوا ہے اور یہاں کے

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

باشندے ایک جانب کچھ نام نہاد دہشت گردوں سے جوجھتے رہتے ہیں اور دوسری جانب فوج اور پولیس کی ڈھائی جارہی سختیاں سہتے رہتے ہیں۔ ریاست کی اس صورتِ حال کو بھی مشتاق احمد وانی نے اپنے افسانوں کا موضوع بنایا ہے۔ اس کے علاوہ عورت، جنسیت، رشوت خوری، مغرب پرستی، فیشن پرستی وغیرہ جیسے موضوعات کو بھی انہوں نے اپنے افسانوں میں پیش کیا ہے۔

مشتاق احمد وانی کا نام ریاست جموں وکشمیر میں اردو کے اُن چند اہم افسانہ نگاروں میں شمار کیا جاتا ہے جنہوں نے انسان کی ذات کو دروں بینی اور بیروں بینی حیثیت سے دیکھا ہے۔ تصوف کی زبان میں اس عمل کو ظاہر و باطن کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔ ان کے افسانوں کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ انسانی ضمیر کو جھنجھوڑنے والی تخلیقات کے ذریعہ کڑوی اور تلخ حقیقتوں کو بھی نمایاں کر دیتے ہیں۔ ان کے طرزِ تحریر اور فکر کی بلندی سے بلاشبہ اردو کا ہر قاری متاثر ہے۔ افسانے کو بیان کرنا اور اس کے توسط سے کہانی کو کشمکش سے ہم آہنگ کر کے انجام کی طرف لے جانا ان کے افسانوں کی بڑی خوبی ہے۔ وہ اپنی افسانہ نگاری سے سماجی ذمہ داری اور اخلاقی فریضہ انجام دینے کا کام لیتے ہیں اور ایک سچے قلمکار کی طرح دنیا کی بیشتر حقیقتوں پر سے پردہ اُٹھانے کی کامیاب کوشش کرتے ہیں کیونکہ وہ ایک تعمیری ذہن کے مالک اور مقصد آشنا تخلیق کار ہیں۔ وہ اپنے متعدد افسانوں کے ذریعہ سے یہ ثابت بھی کر چکے ہیں کہ افسانہ نگاری نہ صرف ایک اہم سماجی ذمہ داری اور اخلاقی فریضہ ہے بلکہ یہ ہماری معاشرتی زندگی میں پھیلے ہوئے تمام تر شر وفساد، مکر وفریب، ظلم وناانصافی اور جہل وتنگ نظری کے عفریت سے مسلسل برسرِ پیکار رہنے کا بھی ایک موثر وسیلہ ہے۔

مشتاق احمد وانی کے تمام افسانے انسانی معاشرے کے آئینہ دار ہیں۔ ان میں ہر شخص کا چہرہ صاف نظر آتا ہے۔ وہ ایک ایسے بصیرت افروز افسانہ نگار ہیں کہ

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

ان کی آنکھوں سے کوئی بھی منظر اوجھل نہیں رہتا ہے۔ وہ جو کچھ بھی معاشرے میں دیکھتے ہیں اسے کہانی کے روپ میں بہترین کردار نگاری کے ذریعے سے پیش کرنے کی کامیاب کوشش کرتے ہیں۔ ان کے کردار تخیل کی بھول بھلیوں سے جلوہ گر نہیں ہوتے بلکہ ہمارے آس پاس ہی زندگی کے سُکھ دُکھ بھوگتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اُن کی کہانیاں اپنے کرداروں کی زندگی کے اطراف میں ہی گھومتی رہتی ہیں اور ان کی کہانیوں کے کردار ہمارے اطراف کے ہی لوگ ہوتے ہیں، جنہیں ہم ان کی کہانیوں کے حوالے سے ہی پہچان لیتے ہیں۔ ان کے یہاں کرداروں کا انتخاب مناسب و متوازن دکھائی دیتا ہے۔ وہ واقعے کے عین مطابق کردار کا تعین کرتے ہیں۔ ان کے کردار مختلف سماجی، تہذیبی اور مذہبی گروپ سے بھی متعلق ہوتے ہیں۔ یہ سبھی کردار اپنی خصوصیات کے ساتھ افسانے میں داخل ہوتے ہیں اور افسانوی فضا پر چھا جاتے ہیں۔ وہ ایک ماہر نفسیات کی طرح اپنے افسانوں کے کرداروں کی داخلی وخارجی کیفیات کو بڑی فنی چابکدستی سے پیش کرتے ہیں۔

مشتاق احمد وانی کی کہانیوں میں طنز اور تلخیوں کی زیریں لہریں نظر آتی ہیں۔ مگر انہوں نے اپنی فطری معصومیت کا دامن نہیں چھوڑا ہے۔ اُن کی ہر کہانی میں وہ معصومیت دھیرے سے در آتی ہے۔ انہوں نے دہشت میں محبت اور نفرت میں اخوت کی کہانیاں لکھی ہیں۔ ایک شورش زدہ شدت پسند ماحول نے بھی ان کے بنیادی حلیے کو تبدیل نہیں کیا، بلکہ منفی ماحول سے بھی انہوں نے مثبت اثر قبول کیا ہے۔ ان کو زبان و بیان پر کامل دسترس حاصل ہے۔ وہ صاف ستھری اور ترسیلی زبان کا استعمال کرنے کے قائل ہیں اور سیدھے سادے بیانیہ پر یقین رکھتے ہیں۔ زبان کی لطافتوں اور نزاکتوں سے آگاہ ہیں اس لئے اردو کے بنیادی اسلوب سے منحرف نہیں ہوتے۔ وہ فلسفیانہ مباحث اور ادق مسائل کو بھی بڑی فنکاری اور خوب صورتی سے اپنی کہانیوں کا جزو بناتے ہیں مگر کہیں بھی ان نظریات کا بوجھل پن ان کی زبان

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

کی نزاکت ولطافت کو مجروح نہیں کرتا۔ مشتاق احمد وانی کے اسلوب میں زبان کی سادگی، صفائی، شگفتگی، بے ساختگی، تازگی، شیفتگی اور سیل بلا کی سی روانی بڑی لطیف اور فرحت بخش معلوم ہوتی ہے۔ ان کا اپنا ایک خاص اسلوب ہے جس پر کسی کی بھی چھاپ نظر نہیں آتی ہے۔ ان کے بیشتر افسانے انہی کے طرزِ خاص اسلوب کے آئینہ دار ہیں۔ وہ قاری کے ذہن تک با آسانی رسائی پانے میں کامیاب نظر آتے ہیں۔ پیچیدگی اور مشکل پسندی ان کے افسانوں میں دُور دُور تک بھی دکھائی نہیں دیتی ہے۔ وہ اپنے اسلوب کو دلنشیں پیرائے میں پیش کرنے کے ہنر سے واقفیت رکھتے ہیں۔ جس کی وجہ سے ان کا اندازِ بیان قاری کو باندھ کر رکھنے میں ان کی بھرپور مدد کرتا ہے۔ ان کی سحر انگیز افسانوی زبان اور پُرکشش اسلوب قاری کو ذہنی حظ فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ معاشرتی، ثقافتی اور جمالیاتی پہلوؤں سے بھی آگہی فراہم کرتا ہے۔ ان کے افسانوں میں ایک صالح اور صحت مند ذہن پوری کلیت کے ساتھ متحرک اور فعال نظر آتا ہے۔ ان کا اندازِ بیان کافی دلکش و دلچسپ اور فصاحت و بلاغت سے بھرپور ہے جو قاری کو زبان کی بھول بھلیوں میں نہیں بھٹکاتا بلکہ افسانے کے اختتام تک سیدھے سیدھے سفر کرواتا ہے۔

مشتاق احمد وانی ہمیں مزاج سے نرم اور ملائم نظر آتے ہیں مگر ان کا قلم اتنا ہی بیباک اور غیر جانبدار ہوتا ہے۔ وہ قلم اٹھاتے ہوئے کسی پاسداری کا خیال نہیں کرتے اور نہ ہی وہ اپنی تحریروں میں مبالغہ آمیزی سے کام لیتے ہیں بلکہ وہ بے دھڑک اور بے خوف ہو کر اپنے مافی الضمیر کو بیان کرتے ہیں۔ وہ سماج میں پھیلی ہوئی برائیوں سے چشم پوشی نہیں کرتے بلکہ سود و زیاں کی پرواہ کئے بنا انہیں بے نقاب کر دیتے ہیں۔ یہ سچائیاں تلخ اور تکلیف دہ سہی مگر حقیقت بہر حال حقیقت ہوتی ہے۔ مشتاق احمد نے روایتی موضوعات کو ہی اپنی فکر و فن کا محور نہیں بنایا ہے بلکہ ان کی طائرانہ نگاہیں حالات حاضرہ کے سلگتے مسائل میں محو جستجو رہتی ہیں۔ ان کے یہاں

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

موضوع کا تنوع اور فکر کی بوقلمونی ملتی ہے۔ وہ ایک ماہر جراح کی طرح اپنے قلم کے نشتر سے سماج میں پل رہے ان پھوڑوں کو چیر ڈالتے ہیں جن میں فاسد مواد بھرا پڑا ہے۔ وہ ناصح بن کر ہمیں لیکچر نہیں دیتے بلکہ جو کچھ بھی کہنا ہوتا ہے وہ اپنی کہانی کے کردار سے بڑے سلیقے سے کہلواتے ہیں۔

مشتاق احمد وانی کے افسانوں میں عام طور سے تہذیبی بحران پر تازیانے اور اخلاقی انحطاط کے خلاف صدائے احتجاج دیکھنے کو ملتی ہے۔ وہ فن پاروں کو اصلاحِ معاشرہ کا آلہ کار سمجھتے ہیں اور اس کے ذریعے ماحول میں پنپنے والے ضرر رساں جراثیموں کے انسداد کے لئے اپنی نوکِ قلم سے نشتر کا کام لیتے ہیں۔ انہوں نے اپنے اصلاحی اور مقصدی افسانوں کے ذریعے معاشرتی اور تہذیبی بحران کا اخلاقی اور مذہبی نظریے سے سدباب کرنے اور اس کے تدارک کی کوششیں کی ہیں۔ وہ جہاں کہیں بھی اخلاقی ناہمواری دیکھتے ہیں تو ان کا قلم فوراً چل پڑتا ہے اور پھر سماج کے ایسے افراد کی تادیب وتہذیب کے لئے وہ ان کی سرِ عام سرزنش کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے بلکہ اصلاحِ معاشرہ کی خاطر ان کی بڑی سختی سے گرفت بھی کرتے ہیں۔

مشتاق احمد وانی کے افسانوں کا گہرائی سے مطالعہ کرنے کے بعد یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ انہوں نے معاصر زندگی کا جو منظر نامہ دیکھا ہے اُسے ایک حقیقت پسند فنکار کی حیثیت سے اپنے افسانوں کے توسط سے معرضِ بیان میں لانے کی بڑی حد تک کامیاب کوشش کی ہے۔ وہ ادب کا ایک افادی، اصلاحی اور اخلاقی نقطۂ نظر رکھتے ہیں اور اسی کے پیش نظر وہ افسانے تخلیق کرتے رہتے ہیں۔ ان کے افسانے سب سے پہلے اپنے وسیع کینوس کی وجہ سے متاثر کرتے ہیں اور موضوعاتی طور پر پُرانی قدروں کے ساتھ ساتھ نئی دنیا اور نئے آفاق سے بھی روشناس کراتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ چنانچہ ان کے حیات افروز افکار وخیالات ونظریات کا شعوری اظہار ان کے بیشتر افسانوں میں دیکھنے کو ملتا ہے۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

مشتاق احمد وانی نے افسانہ نگاری کے ساتھ ساتھ دیگر اصناف ادب میں بھی گہرے نقوش چھوڑ دیئے ہیں اور اس سلسلے میں ان کی متعدد گراں مایہ نگارشات زیورِ طباعت سے آراستہ ہوکر قبولِ خاص و عام کی سند حاصل کر چکی ہیں۔ پی۔ایچ۔ڈی کی ڈگری کے لئے قلمبند کیا گیا ان کا تحقیقی مقالہ ''تقسیم کے بعد اردو ناول میں تہذیبی بحران'' کتابی صورت میں ۲۰۰۲ء میں شائع ہوکر منظر عام پر آیا۔ اپنے اس تحقیقی مقالے میں مشتاق احمد وانی نے تقسیم کے بعد اردو ناول میں آئی تہذیبی تبدیلیوں کا بہت خوبصورتی سے نقشہ کھینچا ہے۔اس کے علاوہ انہوں نے اس مقالے میں گذشتہ پچاس برسوں میں ممتاز ترین فکشن کے کارناموں کو بحث کا موضوع بناتے ہوئے ان کے فنی وفکری تجزیئے سے جو نتائج اخذ کئے ہیں وہ ہر حال میں ہمیں متاثر کرتے ہیں۔اگر ''تقسیم کے بعد اردو ناول میں تہذیبی بحران'' کو مرکز بناتے ہوئے مشتاق احمد وانی کے لاشعور کی تہوں میں اُترا جائے تو یہ معلوم ہوگا کہ ایک مسلم ذہن اور اسلام شعار قلمکار نے اردو کے اہم ناولوں کے تناظر میں تہذیبی بحران کا نہایت ہی عرق ریزی اور باریک بینی سے مطالعہ کیا ہے۔مشتاق احمد وانی کے اس تحقیقی مقالے ''تقسیم کے بعد اردو ناول میں تہذیبی بحران'' کو نہ صرف ہندوستان، پاکستان اور بنگلہ دیش میں پذیرائی حاصل ہوئی بلکہ امریکہ، ناروے، جرمنی اور کنیڈا میں بھی اسے خاص مقبولیت حاصل ہوئی ہے۔

''اردو ادب میں تانیثیت'' ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کا ایک ایسا تحقیقی کارنامہ ہے جو ان کی دس سالہ محنت کا ثمرہ ہے۔اس مقالے پر اُنہیں روہیل کھنڈ یونیورسٹی بریلی (یو۔پی) کی طرف سے ڈی۔لٹ کی گراں قدر ڈگری سے نوازا گیا ہے اور اس طرح وہ ریاست جموں وکشمیر کے اکیسویں صدی کے پہلے اسکالر بن گئے جنہیں اس صدی کے اردو ادب میں ڈی۔لٹ ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔''اردو ادب میں تانیثیت'' میں مشتاق احمد وانی نے تانیثیت کی تحریک کے حوالے سے عالمی

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

خواتین ادیباؤں کی تخلیقات کے تناظر میں اُن کا ادبی مقام و مرتبہ مُتعین کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ سات سو اسی (۷۸۰) صفحات پر مشتمل مشتاق احمد وانی کی یہ کتاب اردو ادب کی تاریخ میں اپنی نوعیت کی پہلی کتاب ہے جو ان کے وسیع و عمیق مبلغ علم کا تازہ ثبوت ہے۔

''تقسیم کے بعد اردو ناول میں تہذیبی بحران'' اور ''اردو ادب میں تانیثیت'' کے علاوہ مشتاق احمد وانی نے کئی تحقیقی و تنقیدی نوعیت کے مضامین بھی سپردِ قلم کئے ہیں۔ ان کے تحقیقی و تنقیدی مضامین پر مشتمل اب تک چھ (۶) کتابیں ''آئینہ در آئینہ'' ۲۰۰۴ء ''اعتبار و معیار'' ۲۰۱۱ء ''شعورِ بصیرت'' ۲۰۱۴ء ''ترسیل و تفہیم'' ۲۰۱۹ء ''تناظر و تفکّر'' ۲۰۱۹ء اور ''نئی تنقیدی معنویت'' ۲۰۲۰ء میں شائع ہو کر منظر عام پر آ چکی ہیں جنہیں ادبی حلقوں میں پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے۔

مشتاق احمد وانی ایک وسیع النظر ادیب ہیں۔ فن، آرٹ اور ثقافت کے دوسرے شعبوں سے انہیں گہری دلچسپی ہے۔ وہ اردو کے اُن محققین اور ناقدین میں سے ایک ہیں جو کسی بھی ادبی تخلیق، ادبی شخصیت یا کسی بھی ادبی مسئلے پر اظہار خیال کرتے ہوئے موضوع کا ہر پہلو سے جائزہ لیتے ہیں، غور و فکر کرتے ہیں، موازنہ اور تقابل سے کام لیتے ہیں اور پھر موضوع سے متعلق اپنے تحقیقی و تنقیدی خیالات کا اظہار کرتے ہیں۔ ان کی تحقیقی و تنقیدی تصانیف میں جو مضامین شامل کئے گئے ہیں وہ ان کی مختلف النّوع فکری اور تجزیاتی کاوشوں کا ماحصل ہی ہے اور وہ ان کے اندازِ فکر کی نشاندہی بھی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ مشتاق احمد وانی کی تحقیقی و تنقیدی تصانیف کا مطالعہ کرنے سے اس بات کا علم ہوتا ہے کہ اُن کے ہاں تحقیق و تنقید شانہ بشانہ چلتی ہے۔ البتہ اتنا بھی ضرور ہے کہ ان کے اکثر تحقیقی و تنقیدی مضامین میں ان کے ذہنی میلان کے سبب تحقیقی عناصر و اشارے ہمیں غالب نظر آتے ہیں۔

مشتاق احمد وانی کی تحقیقی و تنقیدی تصانیف کا گہرائی سے مطالعہ کرنے کے

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

بعد یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ وہ ایک صاحبِ بصیرت اور غیر جانبدارانہ محقق ونقاد کی حیثیت رکھتے ہیں۔ان کی فکر اور سوچنے کا انداز بہت متوازن ہے۔وہ کسی تحریک یا فرد کے حق میں تعریفوں کے پُل باندھتے ہیں اور نہ ہی اس کی مخالفت میں غاصبانہ نظر سے کام لیتے ہیں۔ان کا اسلوب نگارش نکھرتا ہوا اور ارتقائی منزلیں طے کرتا ہوا آگے بڑھتا ہے۔نرالے طرزِ اظہار اور طریقۂ استدلال کی وجہ سے مشتاق احمد وانی کی تحقیقی وتنقیدی تصانیف کی تحریروں میں سادگی، شیرینی، سلاست، روانی، چاشنی، شگفتگی وغیرہ جیسی صفات ایک ساتھ جمع ہوگئی ہیں۔وہ اپنی تحریروں میں بڑی بڑی اصطلاحوں سے مرعوب کرنے کی کوشش نہیں کرتے ہیں اور نہ ہی اُن کی تحریریں لفاظی پسند ہیں۔وہ جملے باز نہیں ہیں بلکہ اپنی تحریروں کے ذریعے سے مختصر اور آسان جملوں میں اپنی بات قاری تک پہنچاتے ہیں اور یہی بات ان کی کامیابی کی ضامن ہے۔ان کی تمام تحقیقی وتنقیدی تصانیف کے مطالعہ سے یہ بھی اندازہ ہوجاتا ہے کہ انہوں نے اپنی تصانیف میں اعتدال وتوازن کا خاص خیال رکھا ہے۔انہوں نے فنکاروں پر لکھے گئے مضامین میں ہمدردانہ اور منصفانہ رویّہ اپنایا ہے اور حتی الامکان معائب چینی سے گریز کیا ہے۔لیکن اس کے بدلے انہوں نے فنکاروں کی تخلیقیت کے روشن پہلوؤں کو اپنی ترجیحات میں رکھا ہے اور اعتدال واستدلال کی روش کو بھی بیشتر مقام پر اختیار کیا ہے۔وہ فنکاروں کے تئیں ہمدردانہ اور منصفانہ رویّہ اپناتے ہوئے نظر آتے ہیں۔وہ تنقید کے عمل میں کہیں بھی مغربیت سے مرعوب نظر نہیں آتے ہیں۔بلکہ ان کی تنقید آل احمد سرور کی مقلّد نظر آتی ہے۔

مشتاق احمد وانی کی تخلیقی صلاحیت اور فنکارانہ مہارت کا ثبوت ان کی کم وبیش ایک درجن سے زائد کتابیں ہیں جو مختلف اصناف اور متفرق موضوعات پر لکھی گئی ہیں۔ان کا قلم ادب کے حوالے سے زرخیز ہے۔جہاں اب تک ان کی ایک درجن سے زائد کتابیں شائع ہوکر منظر عام پر آچکی ہیں تو وہی ان کی پانچ (۵) اور

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

کتابیں اشاعت کے مرحلے کی منتظر ہیں۔ ان پانچ غیر مطبوعہ کتابوں میں تین تحقیقی وتنقیدی نوعیت کے مضامین کے مجموعے ''تنقیدی فکروفن''۔ ''زبان وبیان'' اور ''کہکشانِ خیال'' ایک افسانوں کا مجموعہ ''آج میں کل تُو'' اور ایک خودنوشت سوانح عمری ''خارستان کا مسافر'' شامل ہیں۔ مشتاق احمد وانی کی تصانیف کے پیش نظر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ بلاشبہ وہ ایک منجھے ہوئے لکھاری ہیں۔ ان کی تمام تصانیف نئے آنے والوں کے لئے اور خصوصاً جموں وکشمیر کے اردو ادب کے حوالے سے ایک بیش قیمتی سرمایہ بھی ہیں اور بیش بہا اضافہ بھی۔ تخلیق، تحقیق اور تنقید کے خوبصورت امتزاج کی حیثیت سے مشتاق احمد وانی کو ایک منفرد پہچان حاصل ہوگئی ہے، نیز اُن کے ہاں ہمیں زبان کی پختگی خاص طور پر دیکھنے کو ملتی ہے۔ انہوں نے علمی وادبی زبان کا نہایت ہی خوبصورتی سے استعمال کیا ہے کہ جو ان کی کامیابی کا راز ہے۔

بحیثیت مجموعی مشتاق احمد وانی ایک اچھے ادیب ہیں۔ اُن کا ادب مقصدیت کا متقاضی ہے۔ دردمندی اور اصلاحی جذبہ کی زیریں لہریں اُن کے یہاں موجزن ہیں۔ مقصدی ادب میں ان کا نام ہمیشہ زندہ رہے گا۔ ان کے یہاں عصری آگہی، بین الاقوامی شعور اور آفاقی احساس ملتا ہے۔ ان کی تخلیقات کو ذہن میں رکھتے ہوئے یہ کہنے میں کوئی تامل نہیں کہ مستقبل قریب میں ان کا شمار ان قلمکاروں اور فنکاروں میں ہوگا جن کا نام اور کام فقط اپنی زبان اور وطن تک محدود نہیں ہوگا۔ انہوں نے اب تک اردو ادب کی جو خدمات انجام دی ہیں ان کی اہمیت وافادیت مسلّم ہے اور مشتاق احمد وانی بحیثیت فکشن نگار اور محقق ونقاد ایک اہم مقام ومرتبہ کے مالک ہیں۔ آخر پر یہ بات میں بلاخوف تردید کہنا چاہتا ہوں کہ اگر مشتاق احمد وانی اسی طرح اردو ادب کی خدمات انجام دیتے رہے تو وہ دن دُور نہیں جب اُن کا شمار اردو ادب کے نئے ممتاز ادیبوں میں ہونے لگے گا۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

کتابیات

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

کتابیات

نمبر شمار	نام مصنف	نام کتاب	مقام اشاعت	سن اشاعت
۱	ڈاکٹر مشتاق احمد وانی	ہزاروں غم (افسانے)	جے کے آفسیٹ پریس، دہلی	۲۰۰۱ء
۲	ڈاکٹر مشتاق احمد وانی	تقسیم کے بعد اردو ناول میں تہذیبی بحران (تحقیق وتنقید)	ایجوکیشنل پبلشنگ ہاوس، دہلی	۲۰۰۷ء
۳	ڈاکٹر مشتاق احمد وانی	آئینہ در آئینہ (تحقیقی وتنقیدی مضامین)	ایجوکیشنل پبلشنگ ہاوس، دہلی	۲۰۰۴ء
۴	ڈاکٹر مشتاق احمد وانی	میٹھا زہر (افسانے)	ایجوکیشنل پبلشنگ ہاوس، دہلی	۲۰۰۸ء
۵	ڈاکٹر مشتاق احمد وانی	اعتبار و معیار (تحقیقی وتنقیدی مضامین)	ایچ ایس آفسیٹ پریس، دہلی	۲۰۱۱ء
۶	ڈاکٹر مشتاق احمد وانی	اردو ادب میں تانیثیت (تحقیق وتنقید)	ایجوکیشنل پبلشنگ ہاوس، دہلی	۲۰۱۳ء
۷	ڈاکٹر مشتاق احمد وانی	شعور بصیرت (تحقیقی وتنقیدی مضامین)	ایجوکیشنل پبلشنگ ہاوس، دہلی	۲۰۱۴ء
۸	ڈاکٹر مشتاق احمد وانی	اندر کی باتیں (افسانے)	ایجوکیشنل پبلشنگ ہاوس، دہلی	۲۰۱۵ء
۹	ڈاکٹر مشتاق احمد وانی	ترسیل وتفہیم (تحقیقی وتنقیدی مضامین)	ایجوکیشنل پبلشنگ ہاوس، دہلی	۲۰۱۹ء
۱۰	ڈاکٹر مشتاق احمد وانی	تناظر وتفکر (تحقیقی وتنقیدی مضامین)	ایجوکیشنل پبلشنگ ہاوس، دہلی	۲۰۱۹ء
۱۱	ڈاکٹر مشتاق احمد وانی	قبر میں زندہ آدمی (افسانے)	میزان پبلشرز بٹہ مالو، سرینگر	۲۰۱۹ء
۱۲	ڈاکٹر مشتاق احمد وانی	کیا حال ہے جاناں (افسانے)	ایجوکیشنل پبلشنگ ہاوس، دہلی	۲۰۱۹ء

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

۱۳	ڈاکٹر مشتاق احمد وانی	نئی تنقیدی معنویت (تحقیقی وتنقیدی مضامین)	ایجوکیشنل پبلشنگ ہاوس، دہلی	۲۰۲۰ء
۱۴	مجیب شہزر	قلم بر قلم (تنقیدی وتجزیاتی مضامین)	رفلیکشن پرنٹرس علی گڑھ	۲۰۱۶ء
۱۵	محی الدین زور کشمیری	دبستانِ جموں وکشمیر میں اردو	گلشن بکس، سرینگر کشمیر	۲۰۱۲ء
۱۶	نینا جوگن	ہندوستانی اُردو ادیبوں کی کابینہ	ایچ ایس آفسیٹ پرنٹرز، نئی دہلی	۲۰۱۱ء
۱۷	رفیق شاہین	بیرونی ممالک کے شاہکار افسانے	مشکوٰۃ کمپیوٹرس (رفیق کامپلیکس، سلیمان ہال، انوپ شہر روڈ، علی گڑھ)	دسمبر ۲۰۱۴ء
۱۸	پرویز مانوس	مُٹھی بھر چھاؤں (افسانے)	جے کے آفسیٹ پرنٹرز، دہلی	۲۰۱۵ء
۱۹	پروفیسر محمد اسداللہ وانی	پریمی رومانی۔ فکر وفن	رچنا پبلی کیشنز، پمپوش کالونی، جانی پور جموں	۲۰۱۱ء
۲۰	محمد بشیر مالیر کوٹلوی	ہم قلم (تنقیدی مضامین)	روشان پرنٹرس، دہلی۔۶	۲۰۱۶ء
۲۱	محمد شاہد پٹھان	تفہیم وتنقید (تنقیدی مضامین)	القلم کمپیوٹرس، راجستھان بلاک، جے پور	۲۰۱۲ء
۲۲	ڈاکٹر سیفی سرونجی	اردو افسانہ ترقی پسند تحریک کے بعد	انتساب پبلی کیشنز، سیفی لائبریری سرونج (ایم پی)	۲۰۱۱ء
۲۳	ڈاکٹر محبوب راہی	توضیحات وترسیلات (تحقیقی، تنقیدی وتجزیاتی مضامین)	الحمد آفسیٹ پریس، مالیگاؤں، مہاراشٹر	۲۰۱۴ء
۲۴	سنبل نگار	اُردو نثر کا تنقیدی مطالعہ	ایجوکیشنل بک ہاوس، علی گڑھ	۲۰۱۱ء
۲۵	پروفیسر نورالحسن نقوی	تاریخ ادب اردو	ایجوکیشنل بک ہاوس، علی گڑھ	۲۰۱۱ء
۲۶	وقار عظیم	داستان سے افسانے تک	ایضاً	۱۹۹۷ء

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

۲۷	پروفیسر گوپی چند نارنگ	آزادی کے بعد اردو افسانہ	قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی	۲۰۰۳ء
۲۸	پروفیسر صغیر افراہیم	اردو افسانہ ترقی پسند تحریک سے قبل	ایجوکیشنل بک ہاوس، علی گڑھ	۲۰۰۹ء
۲۹	شمس الرحمن فاروقی	افسانے کی حمایت میں	مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی	۱۹۸۲ء
۳۰	وقار عظیم	فن افسانہ نگاری	ایجوکیشنل بک ہاوس، علی گڑھ	۲۰۰۹ء
۳۱	پروفیسر آل احمد سرور	اُردو فکشن	یونیورسٹی پبلیکیشنز ڈویژن، علی گڑھ	۱۹۷۳ء
۳۲	قمر رئیس	نمائندہ اردو افسانے	اردو اکادمی، دہلی	۲۰۰۳ء
۳۳	مجنون گورکھپوری	ادب اور زندگی	اُردو گھر۔ علی گڑھ	۱۹۶۵ء
۳۴	ڈاکٹر احسن فاروقی	اُردو ناول کی تنقیدی تاریخ	ادارۂ فروغ اردو۔ امین آباد، لکھنؤ	۱۹۶۲ء
۳۵	علی عباس حسینی	ناول کی تنقیدی تاریخ	انڈین بک ڈپو، لکھنؤ	۱۹۷۱ء
۳۶	پروفیسر مجید مضمر	اردو کا علامتی افسانہ	پرنٹنگ پریس، دہلی	۲۰۰۵ء
۳۷	اصغر علی	پریم چند حیات اور فن	نیشنل کونسل آف ایجوکیشن ریسرچ، دہلی	۱۹۸۱ء
۳۸	ڈاکٹر جعفر رضا	پریم چند کہانی کا رہنما	شبستان شاہ گنج، الہ آباد	۱۹۹۹ء
۳۹	برج پریمی	پریم ناتھ پردیسی: عہد، شخص اور فنکار	رچنا پبلی کیشنز، جموں	۲۰۰۹ء
۴۰	علی سردار جعفری	ترقی پسند ادب	انجمن ترقی اردو (ہند) نئی دہلی	۲۰۱۳ء
۴۱	گیان چند جین	تحقیق کا فن	قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی	۲۰۰۸ء
۴۲	نور شاہ	جموں و کشمیر میں اردو افسانہ	میزان پبلیشر بٹہ مالو، سرینگر کشمیر	۲۰۱۱ء
۴۳	سلیم سالک	جموں و کشمیر کے منتخب اردو افسانے	میزان پبلیشر بٹہ مالو، سرینگر کشمیر	۲۰۱۱ء
۴۴	دیپک بدکی	چنار کے نیچے	ایجوکیشنل پبلشنگ ہاوس، دہلی	۲۰۰۵ء

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

۴۵	ایضاً	زیبرا کراسنگ پر کھڑا آدمی	میزان پبلیشر بٹہ مالو، سرینگر کشمیر	۲۰۰۷ء
۴۶	شفق سوپوری	غ۔م۔طاؤس: فن اور شخصیت	ایجوکیشنل پبلشنگ ہاوس، دہلی	۲۰۱۲ء
۴۷	اطہر پرویز	منٹو کے نمائندہ افسانے	ایجوکیشنل بک ہاوس، علی گڑھ	۱۹۷۷ء
۴۸	احسن فاروقی	ناول کیا ہے	نسیم بک ڈپو، لکھنو	۱۹۷۶ء
۴۹	امتیاز احمد	ہندوستانی ادب کے معمار آل احمد سرور	ساہتیہ اکادمی، دہلی	۲۰۰۵ء
۵۰	مہتاب حیدر نقوی	ہندوستانی ادب کے معمار: خلیل الرحمن اعظمی	ساہتیہ اکادمی، دہلی	۲۰۰۱ء
۵۱	قمر رئیس	ہندوستانی ادب کے معمار: علی سردار جعفری	ساہتیہ اکادمی، دہلی	۲۰۰۷ء
۵۲	برج پریمی	سعادت حسن منٹو حیات اور کارنامے	ایجوکیشنل پبلشنگ ہاوس، دہلی	۱۹۸۶ء
۵۳	مولوی میروز الدین	جامع فیروز الغات	ایجوکیشنل بک ہاوس، علی گڑھ	۲۰۰۹ء
۵۴	نور الحسن نقوی	فن تنقید اور اردو تنقید نگاری	ایجوکیشنل بک ہاوس، علی گڑھ	۲۰۰۱ء
۵۵	نور شاہ	انتخاب اردو ادب (۱۹۴۷ء۔۱۹۷۱ء)	جموں و کشمیر اکیڈمی آف آرٹ کلچر اینڈ لینگویجز، سرینگر کشمیر	۱۹۷۲ء
۵۶	ڈاکٹر مشتاق احمد وانی	خارستان کا مسافر (خودنوشت سوانح عمری)	غیر مطبوعہ	---
۵۷	ایضاً	تنقیدی فکر و فن (تحقیقی و تنقیدی مضامین)	ایضاً	---
۵۸	ایضاً	زبان و بیان (تحقیقی و تنقیدی مضامین)	ایضاً	---
۵۹	ایضاً	کہکشانِ خیال (تحقیقی و تنقیدی مضامین)	ایضاً	---
۶۰	ایضاً	آج میں کل تو (افسانے)	ایضاً	---

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

٦١	خلیق انجم	شبلی کی علمی وادبی خدمات	ثمر آفسٹ پرنٹرز، نئی دہلی	١٩٩٦ء
٦٢	پروفیسر حامدی کاشمیری	ریاست جموں وکشمیر میں اردو ادب	شیخ محمد عثمان اینڈ سنز، سرینگر کشمیر	٢٠١٠ء
٦٣	جان محمد آزاد	جموں وکشمیر کے اردو مصنفین	جموں وکشمیر اکیڈمی آف آرٹ کلچر اینڈ لینگویجز، سرینگر کشمیر	٢٠٠٤ء
٦٤	ڈاکٹر برج پریمی	جموں وکشمیر میں اردو ادب کی نشو ونما	رچنا پبلی کیشنز، جموں	٢٠١٣ء
٦٥	عبدالقادر سروری	کشمیر میں اردو (حصہ سوم)	جموں وکشمیر اکیڈمی آف آرٹ کلچر اینڈ لینگویجز، سرینگر کشمیر	١٩٨٤ء
٦٦	نور شاہ	جموں وکشمیر کے اردو افسانہ نگار	میزان پبلیشر بٹہ مالو، سرینگر کشمیر	٢٠١١ء
٦٧	ڈاکٹر اظہار احمد	آل احمد سرور کی ادبی خدمات	ایچ۔ایس۔آفسیٹ پرنٹرس۔دہلی	٢٠١٠ء

☆☆☆

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eSangotri

رسائل وجرائد

نمبر شمار	نام رسالہ وجریدہ	مقام اشاعت	سن اشاعت
۱	ششماہی تسلسل	شعبۂ اردو، جموں یونیورسٹی، جموں	۲۰۰۱ء
۲	ماہنامہ بیباک	مالیگاؤں، مہاراشٹر	۲۰۱۰ء
۳	سہ ماہی فکر وتحقیق	قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، نئی دہلی	جلد XVI شمارہ ۴، اکتوبر، نومبر، دسمبر ۲۰۱۳ء
۴	ماہنامہ سب رس	حیدرآباد	جلد ۷۴، شمارہ ۶، ماہ جون، ۲۰۱۲ء
۵	سہ ماہی انتساب عالمی	سرونج (ایم پی)	ستمبر ۲۰۱۵ء
۶	ماہنامہ بیباک	مالیگاؤں مہاراشٹر	فروری ۲۰۱۳ء
۷	روزنامہ کشمیر عظمیٰ	سرینگر کشمیر	۲۰ ستمبر ۲۰۱۳ء
۸	روزنامہ اُڑان	جموں	۲۳ اگست ۲۰۱۵ء
۹	ایضاً	ایضاً	۱۴ اکتوبر ۲۰۱۵ء
۱۰	روزنامہ کشمیر عظمیٰ	سرینگر کشمیر	۲ جولائی ۲۰۱۵ء
۱۱	دوماہی نگینہ	سرینگر کشمیر	جلد ۱، شمارہ ۳، جنوری تا مئی ۲۰۱۵ء
۱۲	ماہنامہ زرین شعاعیں	بنگلور	جلد ۲۱ م شمارہ ۰۹، ستمبر ۲۰۱۰ء
۱۳	روزنامہ کشمیر عظمیٰ	سرینگر کشمیر	۲۲ نومبر ۲۰۱۶ء

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

۱۴	ماہنامہ قرطاس	ناگپور	جلد ۲۵، شمارہ ۷۔۸، جولائی۔اگست ۲۰۱۲ء
۱۵	سہ ماہی روزن	دہلی	جلد ۱، شمارہ ۴، جولائی۔ستمبر ۲۰۱۰ء
۱۶	روزنامہ کشمیر عظمیٰ	سرینگر کشمیر	۳ جولائی ۲۰۱۶ء
۱۷	ماہنامہ شیرازہ	جموں وکشمیر اکیڈمی آف آرٹ کلچر اینڈ لینگویجز، سرینگر کشمیر	جلد ۵۳، شمارہ ۸۔۱۰،
۱۸	لمحے لمحے	تاج کمپنی، دہلی	شمارہ ۲۸، سلور جبلی سال نومبر ۲۰۱۳ء
۱۹	سہ ماہی حاشیہ	اورنگ آباد	جلد ۱، شمارہ ۱، اکتوبر۔دسمبر ۲۰۱۶ء
۲۰	سہ ماہی انتساب عالمی	سرونج (ایم پی)	اپریل تا جون ۲۰۱۵ء
۲۱	ماہنامہ شیرازہ (جموں وکشمیر میں اُردو نثر)	جموں وکشمیر اکیڈمی آف آرٹ کلچر اینڈ لینگویجز، سرینگر کشمیر	جلد ۵۱، شمارہ ۴
۲۲	سہ ماہی جدید فکر وفن	شملہ، ہماچل پردیش	جلد ۲۶، شمارہ ۹۶، جولائی تا ستمبر ۲۰۱۳ء
۲۳	ماہنامہ شاخیں	اندور (ایم پی)	دسمبر ۲۰۱۱ء
۲۴	روزنامہ کشمیر عظمیٰ	سرینگر کشمیر	۲۲ نومبر ۲۰۱۵ء
۲۵	ماہنامہ زرین شعاعیں	بنگلور	جلد ۲۲م شمارہ ۱۰، اکتوبر ۲۰۱۱ء
۲۶	سہ ماہی انتساب عالمی	سرونج (ایم پی)	جولائی تا ستمبر ۲۰۱۷ء
۲۷	ماہنامہ شاعر	ممبئی	مئی ۲۰۰۹ء
۲۸	ماہنامہ آجکل	دہلی	اکتوبر ۲۰۰۴ء
۲۹	بازیافت	شعبۂ اردو کشمیر یونیورسٹی، سرینگر	۱۹۸۰ء
۳۰	سہ ماہی حکیم الامت	سرینگر کشمیر	جلد ۲، شمارہ ۵، دسمبر ۲۰۰۵ء
۳۱	شیرازہ (ہم عصر افسانہ نمبر)	جموں وکشمیر اکیڈمی آف آرٹ کلچر اینڈ لینگویجز، سرینگر کشمیر	جلد ۵۱، شمارہ ۱ تا ۳، ۲۰۱۵ء
۳۲	سہ ماہی فکر وتحقیق	قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی	جلد ۳، شمارہ ۳، ۲۰۰۰ء
۳۳	ماہنامہ اُردو دنیا	ایضاً	شمارہ اکتوبر ۲۰۰۶ء

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

۳۴	ماہنامہ ایوانِ اردو	اُردو اکادمی، دہلی	جلد ۲۹، شمارہ ۸، دسمبر ۲۰۱۵ء
۳۵	سبق اردو	عظیم انڈیا پریس۔(یوپی)	جلد ۱۵، شمارہ ۴۳ نومبر ۲۰۱۷ء
۳۶	بازیافت	شعبۂ اردو کشمیر یونیورسٹی، سرینگر	شمارہ ۴۴، ۴۵، دسمبر ۲۰۰۹ء
۳۷	تسلسل	شعبۂ اردو، جموں یونیورسٹی، جموں	جلد ۹، شمارہ ۱۸، جولائی ۲۰۰۶ء

.....تمام شُد.....

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

یادداشتیں

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

MUSHTAQ AHMED WANI
HAYAAT AUR ADABI KHIDMAAT
By
Dr. MOHD HUSSAIN WANI

ڈاکٹر محمد حسین وانی

زیرِ نظر کتاب ''مشتاق احمد وانی: حیات اور ادبی خدمات'' کے مصنف ڈاکٹر محمد حسین وانی میرے شاگرد عزیز رہے ہیں۔ اُن کی اس کتاب کے بارے میں چند کلمات لکھتے ہوئے مجھے بے حد خوشی ہو رہی ہے۔ معاصر اردو قلمکاروں میں ڈاکٹر مشتاق احمد وانی ایک منفرد پہچان رکھتے ہیں۔ مشتاق احمد وانی کا انفرادیہ ہے کہ وہ اردو ادب میں تخلیق، تحقیق اور تنقید تینوں میدانوں کے شہسوار ہیں۔ افسانہ نگار کی حیثیت سے وہ اپنی پہچان قائم کر چکے ہیں۔ اسی طرح مشتاق احمد وانی کی سبھی مطبوعہ تصانیف اُن کی تحقیقی مشقت اور تنقیدی بصیرت کی گواہی دیتی ہیں۔

ڈاکٹر مشتاق احمد وانی اپنے افسانوں میں انسان اور انسانیت کے حوالے سے تعمیری رویہ اختیار کرتے ہیں، لیکن اُن کے یہاں کسی طرح کا کٹر پن نہیں ہے۔ اُن کے کردار زندگی کے تمام شعبوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ زندگی اور زمانہ کی بدلتی ہوئی قدروں کی بنا پر اُن کے افسانوں کے موضوعات بھی مختلف النوع ہوتے ہیں۔ دوئم یہ کہ اُنھوں نے کبھی بھی فیشن اور تقلید کا راستہ نہ اپناتے ہوئے اپنے افسانوں میں جنسیات اور اخلاقی بے راہ روی سے ہمیشہ پرہیز کیا ہے۔ ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کی شخصیت کی طرح اُن کے ادب میں بھی وضع داری، شرافت اور انسانیت ملتی ہے۔ ادب کو ہمیشہ انسانی زندگی کی تعمیر اور اصلاح کا وسیلہ ماننے والے مشتاق احمد وانی نے اپنے تحقیقی اور تنقیدی تحریروں میں بھی اپنے اسی تعمیری رویہ کا مظاہرہ کیا ہے۔ اسی لیے اُن کی تنقیدی تحریروں میں توازن پایا جاتا ہے۔

اُردو زبان و ادب کا وسیع مطالعہ اور سنجیدہ تنقیدی شعور کی بنا پر ڈاکٹر مشتاق احمد وانی افسانہ نگار کے علاوہ تحقیق و تنقید نگار کی حیثیت سے بھی اپنی منفرد شناخت رکھتے ہیں۔ ڈاکٹر محمد حسین وانی نے اپنی زیرِ نظر کتاب میں مشتاق احمد وانی کی شخصیت اور اُن کی ادبی خدمات کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ پیش کیا ہے۔ ان کی اس کتاب کے حوالے سے اردو ادب کے معاصر تخلیقی، تحقیقی اور تنقیدی رویّوں کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ یہ کتاب ریاست جموں و کشمیر کے ادیبوں کی قدر شناسی کے باب میں ایک سنگ میل ثابت ہو سکتی ہے۔ اس کے لیے ڈاکٹر محمد حسین وانی مبارکباد کے مستحق ہیں۔

پروفیسر قدوس جاوید
سابق صدر شعبۂ اُردو کشمیر یونیورسٹی

EDUCATIONAL
PUBLISHING HOUSE
New Delhi , INDIA

ISBN 978-93-92496-90-5
978-93-92496-90-5
www.ephbooks.com

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.